تاریخ الخلفاء

تصنیف

علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی

مترجم

صاحبزادہ محمد مبشر چشتی سیالوی

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

پہلی سے نویں صدی ہجری تک خلفاء وامرائے اسلامیہ کی مشہور و مستند دستاویز

تاریخ الخلفاء

مصنف

حضرت امام جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم

مولانا صاحبزادہ محمد مبشر چشتی سیالوی

ناشر

شبیر برادرز

۴۰ اُردو بازار لاہور (پاکستان)

نام کتاب	———	تاریخ الخلفاء (اُردو)
مصنف	———	علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ
مترجم	———	مولانا صاحبزادہ محمد مبشر چشتی سیالوی
صفحات	———	۶۹۸
اشاعت	———	اپریل ۲۰۰۲ء
تعداد	———	۱۱۰۰
کمپوزنگ	———	words maker Lhr.
مطبع	———	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	———	شبیر برادرز لاہور
قیمت	———	200 روپے

ملنے کے پتے

☆ **شبیر برادرز** ۴۰ اُردو بازار لاہور

☆ **مکتبہ غوثیہ** سبزی منڈی کراچی

☆ **احمد بک کارپوریشن** اقبال روڈ راولپنڈی

☆ **مکتبہ ضیائیہ** بوہڑ بازار راولپنڈی

فہرست

محمد منشا تابش قصوری

نشانِ منزل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری الامام ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمان بن کمال الدین ابوبکر السیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ ان جلیل القدر علمائے امت میں شمار ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے علوم وفنون اور قلم وقرطاس سے اسلام وسنت کی مثبت خدمات سرانجام دیں علم وعمل کا حظِ وافر انہیں اپنے اباؤ اجداد سے وارثتاً ملا۔ ان کے جد اعلیٰ ہمام الدین خضیری اہل حقیقت ومعرفت اور نامور شیخ طریقت تھے۔ ان کا خاندان دینی عزت وعظمت کے ساتھ ساتھ دینوی وجاہت میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھا۔ چنانچہ ان میں بعض تو حکمرانی کی نعمت سے سرفراز ہوئے اور بعض نے تجارت میں نام کمایا۔

حضرت امام جلال الدین عبدالرحمان سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ۸۴۹ ہجری میں متولد ہوئے۔ یتیمی میں پروان چڑھے۔ آٹھ سال کی مختصری عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کوقوت اخذ وحافظہ کی بیکران دولت سے نوازا تھا چنانچہ دس سال کی عمر میں عمدہ منہاج الفقہ والاصول اور الفیہ ابن مالک ازبر کرلیا تھا۔ علم نحو وفقہ اپنے وقت کے اکابر علماء سے پڑھا۔ علم الفرائض حضرت شیخ شہاب الدین علیہ الرحمتہ سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی جو اس وقت ایک سو سال سے زائد عمر رکھتے تھے انہیں فرضی زمان کے لقب سے شہرت ملی۔

علم الحدیث وعلم الادب العربی حضرت علامہ تقی الدین شبلی حنفی علیہ الرحمتہ سے پڑھے۔ بعدہ چودہ سال تک مسلسل علامۃ العصر استاذ الاساتذہ شیخ محی الدین کافیجی علیہ الرحمتہ کی خدمت

میں رہ کر تفسیر، اصول، ادب، معانی، بیان وغیرہ علوم کا اچھی طرح احاطہ کیا۔ علامہ سیف الدین حنفی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں بھی کچھ عرصہ استفادہ کرتے رہے۔ کشاف، توضیح، تلخیص المفتاح کے اسباق ان سے پڑھے، یہاں تک کہ ۸۷۶ھ میں کتب عربیہ کی تدریس کی اجازت عطا ہوئی۔ جب کہ اس زمانے میں آپ تصنیف و تالیف کی طرف خوب راغب ہو چکے تھے آپ کی سب سے پہلی تصنیف ''تعوذ وتسمیہ'' کی تفسیر ہے۔ آپ نے **سیروا فی الارض** کے ارشاد ربانی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے شام، یمن، ہند، مراکش (مغرب) اور دیگر ممالک کی سیاحت بھی فرمائی۔ آپ اپنے خودنوشت حالات زندگی میں رقم فرماتے ہیں کہ جب میں حج و عمرہ کی سعادت کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوا تو آب زمزم کو کئی اہم امور ومعاملات کی نیت سے نوش کیا۔ ان میں سے یہ بھی نیت تھی کہ علم فقہ میں حضرت شیخ سراج الدین بلقینی اور علم حدیث میں حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبہ کو پالوں۔

حضرت امام جلال الدین عبدالرحمان سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ جملہ علوم وفنون اسلامیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خصوصاً تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان و بدیع تو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حاسدین نے ان کے علوم مرتبت کے پیش نظر اپنی کم نظری اور بدباطنی کا مظاہرہ کرنے میں بڑی بے حیائی اور بے باکی سے کام لینا ہے۔

حضرت امام سیوطی علیہ الرحمتہ سچے عاشق رسول تھے یہی وجہ ہے کہ انہیں بہتر مرتبہ بیداری کے عالم میں جمال جہاں آراء حبیب کبریا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، سید عالم نبی مکرم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب اور حضرت سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان و ایقان اور جنتی ہونے پر سات بقولے بعض دس کتابیں تصنیف فرمائیں جو اپنی مثال آپ ہیں اور معترضین کی ان تصانیف کے ذریعہ خوب خوب خبر لی۔ آپ نے تو پچاس سے زائد علوم پر گرانقدر کتابیں لکھیں جن کی تعداد ایک ہزار تک بیان کی جاتی ہے (واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم) آپ نے اپنی تمام زندگی علم وقلم سے وابستہ رکھی اور امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کو تصانیف کی صورت میں بے شمار اور لازوال خزانے عطا فرمائے جو تا قیام قیامت تقسیم

ہوتے رہیں گے اور ہر زمانہ ان سے مستفید ہوتا رہے گا۔ جن میں ایک درِ نایاب ''تاریخ الخلفاء'' آپ کے پیش نظر ہے جو اپنی نوعیت کی مستند اور جامع تاریخ ہے جسے تالیف سے لے کر آج تک ہر طرح قبولیت کا شرف نصیب رہا۔ دنیا بھر کی بڑی بڑی زبانوں میں اس کے کئی کئی تراجم ہوتے رہے تاہنوز یہ سلسلہ قائم ہے۔ پاک و ہند میں اس مبارک کتاب کے بہت سے ترجمے ہوئے جو اپنی افادیت کی بنا پر بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بھی اس تاریخ کو مترجمین نے اپنے قلم کی زینت بنایا جو قارئین اور عشاقان مطالعہ کی نگاہ سے قطعاً پوشیدہ نہیں۔ پاکستان میں بڑھتی ہوئی علمی دلچسپی کے باعث علم پرور ناشرین کی توجہ دینی لٹریچر کی طرف خاصی حد تک ترقی پذیر ہے اور یہ ایک نیک شگون ہے۔ ان قابل قدر دینی اشاعتی اداروں میں ''شبیر برادرز'' کا نام بھی صف اول میں شمار ہونے لگا ہے جس کے بانی و مالک محترم جناب ملک شبیر حسین صاحب ہیں۔ جو اپنی گوناگوں اشاعتی خوبیوں کے باعث ملک بھر میں اچھی شہرت اور عمدہ نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ صاف گو، تحمل مزاج، حلیم الطبع، خوش خو، خوش اخلاق، ایثار پسند، معاملات میں صاف ستھرے، سچے اور کھرے انتھک، محنتی اور مخلص انسان، جن کی دینی محبت اور مسلکی عقیدت نے اہل سنت و جماعت کے کاز کی نہایت عمدہ اعلیٰ اور ارزاں قیمت پر سینکڑوں کتابیں شائع کر کے خوب خوب خدمت سرانجام دی اور بدستور ہمت مردانہ سے ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مزید کامیابیاں مرحمت فرمائے تاکہ مسلک حق کی ہمیشہ ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہیں آمین ثم آمین۔

کچھ ترجمہ و مترجم کے بارے میں:

پیش نظر ترجمہ مولانا محمد مبشر چشتی سیالوی زید مجدہ کی شب و روز محنت کا ثمرہ ہے جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان کے ہونہار اور قابل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ جامعہ نظامیہ کے جملہ مدرسین حضرات کا یہ خاصہ ہے کہ انہیں تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر سے بھی شغف ہے یہی وجہ ہے کہ تعلیم و تربیت میں اساتذہ کرام طلبائے جامعہ کو قلم کی اہمیت سے بڑی شد و مد سے نہ صرف آگاہ کرتے ہیں بلکہ باقاعدہ انہیں قلم پکڑنے کا شعور دیتے ہیں۔ راقم السطور کا بھی یہی معمول

ہے کہ آغاز سے ہی اپنے تلامذہ کو مضامین لکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ چنانچہ مولانا مبشر چشتی سیالوی زید علمہ وعملہ کا رجحان قدرے زیادہ دیکھا تو انہیں کتاب کی تدوین، ترتیب اور ترجمہ کی طرف رہنمائی کی الحمد للہ علیٰ منہ وکرمہ تعالیٰ عزیز موصوف نے ترجمہ کی ''بسم اللہ'' استاذ العلماء علامہ عطاء محمد صاحب بندیالوی چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف ''صرف عطائی فارسی'' سے کی جو فارسی اشعار پر مشتمل تھی۔ جس کا ترجمہ اردو اشعار میں کیا تو اساتذہ کرام نے خوب خوب حوصلہ افزائی فرمائی مگر حضرت استاذ العلماء علیہ الرحمۃ نے حکم فرمایا اس کا ترجمہ نثر میں آنا چاہیے تو پھر اشعار کی بجائے نثری ترجمہ سے صرف عطائی پہلی بار نہایت جاذب نظر گردوپیش کے ساتھ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ ''شجرہ طیبہ سے لطائف عشرہ'' جو فارسی زبان میں تھا اسے اردو کا لباس پہنایا۔ نیز حضرت استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی علیہ الرحمۃ نے ۱۹۴۸ء میں ''سفر نامہ بغداد'' مرتب فرمایا تھا۔ جب مرحوم پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت پیر سید غلام محی الدین چشتی گولڑوی المعروف حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں ان کے ایک صد مریدین کے ساتھ بغداد شریف کی زیارت و حاضری کے لئے تشریف لے گئے تو اس مبارک سفر کی تمام روئداد کی کتابی صورت میں حضرت مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی علیہ الرحمۃ نے قلمبند کی۔ مگر نصف صدی گزر جانے کے باوجود کسی طرح شائع نہ ہو سکی۔ جب اشاعت کا وقت آیا تو مولانا محمد مبشر سیالوی کو از سر نو مرتب کرنے کا حکم ہوا عزیز نے اسے بڑی مہارت سے جدید انداز میں مرتب کیا جسے علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے طباعت سے آراستہ فرما کر نصف صدی کی پوشیدہ سوغات کو بڑی خوبصورتی سے نمایاں کیا۔

مولانا محمد مبشر سیالوی ابن مولانا علامہ محمد اصغر قادری سروری سلطانی رحمہ اللہ تعالیٰ یکم جون ۱۹۸۰ء کو موضع نارنگ دھوتھڑاں تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔ عموماً تمام خاندان علمی وراثت کا امین چلا آ رہا ہے۔ موصوف کے داداجان حضرت میاں سلطان احمد بڑے صاحب فراست انسان تھے۔ مولانا محمد مبشر سیالوی زید مجدہ ابھی پانچ سال کے ہوئے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو حضرت مولانا علامہ محمد شفیق الرحمٰن سیالوی مدظلہ

نے جوان کے ماموں جان ہیں۔ تمام افراد خانہ کی کفالت اپنے ذمہ لی اور اس نہج پر تعلیم و تربیت اور پرورش کی کہ کسی کو تصور تک نہ ہونے دیا کہ یہ یتیمی کی وادی سے گزر رہا ہے۔ بہر حال مولانا محمد مبشر سیالوی نے اپنے ماموں جان مدظلہ کی اعلیٰ تربیت کے باعث حصول علم کی طرف بڑی مستعدی سے قدم بڑھایا۔ یہاں تک کہ ایک قابل عالم اور صاحب قلم کی حیثیت سے متعارف ہو رہے ہیں پیش نظر ترجمہ ''تاریخ الخلفاء'' ان کی محنت شاقہ کا ثمرہ ہے۔ قارئین کرام از خود اندازہ لگالیں گے کہ یہ کتنا آسان' سہل اور شاندار ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ کی عزیز موصوف کو علم و عمل اور ادب کی نعمت سے حظ وافر عطا فرمائے اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ قلم و قرطاس کے جواہرات سے ان کے دامن کو ہمیشہ ہمیشہ پر رکھے۔ آمین ثم آمین۔

بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

دعا گو

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ (پاکستان)

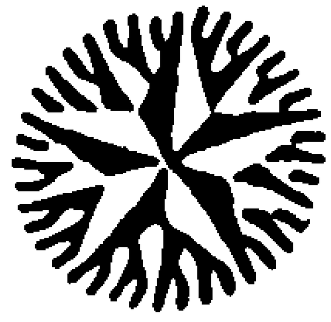
یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

ہفتہ ۱۶ مارچ ۲۰۰۲ء

زینت المحافل

ترجمہ

نزہت المجالس



تصنیف

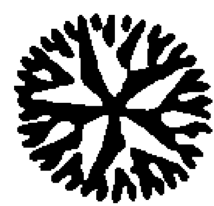
امام عبد الرحمٰن بن عبد السلام

الصفوری الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (۹۰۰ھ)

ترجمہ

علامہ محمد منشا تابش القصوری الحنفی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



ناشر:۔ شبیر برادرز ۴۰ اردو بازار لاہور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰے وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَخُلَفَاءِہِ الْمُجْتَبٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَبَدًا اَبَدًا . اَمَّا بَعْدُ!

یہ ایک نہایت عمدہ تاریخ ہے جسے میں نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت سے لے کر اس زمانے کے تمام خلفاء وامراء کا ترتیب وار تذکرہ رقم کیا ہے جن پر امت مسلمہ متفق ہے اور اس تاریخ میں زمانے کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جو پہلے اس کا پہلے ذکر اور جو اس کے بعد اس کا بعد میں بیان ہوا۔ نیز ان تمام عجیب تر واقعات' حوادثات کو بھی ضبط تحریر میں لایا گیا ہے جو ان ادوار میں ظہور پذیر ہوتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایسے نامور علمائے دین اور ائمہ مجتہدین کے احوال بھی قلمبند کئے گئے ہیں جو ان کے زمانوں میں ہوئے۔

سبب تصنیف کتاب مستطاب:

اس مبارک کتاب کی تصنیف کا باعث متعدد وجوہ ہیں جن میں سے ایک یہ کہ اکابر و اعاظم امت کے حالات وسوانح کا احاطہ کیا جائے۔ تاکہ اہل علم پسند فرمائیں' کیونکہ بکثرت لوگوں نے تاریخ پر کتابیں مرتب کیں جو رطب و یابس سے خالی نہیں ان میں زیادہ تر غلط سلط واقعات پر مبنی ہیں جب کہ انہوں نے مکمل طور پر بیان کرنے کی بھی کوشش نہیں کی (تاکہ اہل علم وقلم از خود صحیح اور غلط کی تمیز کر سکیں) نیز ان کا انداز تحریر کہیں مجمل ہے تو کہیں بلاوجہ طوالت اختیار کر گیا ہے جو طبائع علمیہ کے ملال کا سبب ہے۔

ایسی وجوہ کے پیش نظر میں نے ارادہ کیا کہ ہر طبقے کے الگ الگ حالات پر مشتمل تاریخ مرتب کی جائے تاکہ قارئین کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ہو۔

چنانچہ میں ''کتاب الانبیاء'' علیہم السلام اور کتاب الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال و آثار پر لکھی کتاب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو حضرت شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''کتاب الاصابہ'' کا خلاصہ ہے ایسے ہی مفسرین کے حالات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کی نیز حفاظ حدیث پر بھی کتاب لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی جو امام ذہبی کی تالیف طبقات کی تلخیص ہے یوں ہی ایک ضخیم ترین تصنیف ائمہ نحات ولغات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک عدیم المثال تاریخی کتاب ہے اور احوال اولیاء کرام پر بھی ایک عظیم تصنیف لکھنے کا موقعہ ملا علم الفرائض، علم البیان کے ساتھ ساتھ علم الانشاء والادب کی آبیاری کرنے والوں کے حالات پر بھی قلم اٹھایا ایسے ہی اہل خطہ کے حالات کو قلمبند کیا۔ جس میں مروجہ خطوط عبرانی، زنجی، کوفی کے تعارف پر مشتمل ہے۔ نیز ان شعرائے عرب کی تاریخ لکھی جن کے اشعار سند کی حیثیت رکھتے ہیں یہ جملہ تصانیف ایسی ہیں جن میں اعیان امت کے حالات آ جاتے ہیں۔

فقہاء کے حالات پر انہی تصانیف سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کسی حد تک کافی و وافی ہیں اور جسٹس حضرات کے احوال معلوم کرنے کے لئے بھی ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اب سوائے خلفائے و امراء کے علاوہ کوئی طبقہ ایسا نہیں تھا جن پر کچھ نہ کچھ نہ لکھا گیا ہو۔ البتہ یہی ایک جماعت ایسی رہ گئی تھی جن پر راہوار قلم چلانا باقی تھا اور لوگوں میں خلفاء اور شاہان اسلام کے حالات جاننے میں دلچسپی نیز شوق بھی خوب پایا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ کتاب ان کے احوال و آثار پر مشتمل تصنیف کر دی ہے مگر اس میں ایسے کسی شخص کا ذکر نہیں جس نے فتنہ پردازی سے خلافت کا دعویٰ کیا اور آخر کار ناکام ہوا کیونکہ ان کی امامت و خلافت کئی وجود سے درست نہیں تھی۔ ایک تو یہ کہ وہ قریش میں سے نہیں تھے انہیں جہلاء نے فاطمی کہنا شروع کر دیا تھا حالانکہ ان کا دادا مجوسی تھا جیسے کہ قاضی عبد الجبار بصری نے رقم کیا ہے کہ ان کا دادا جو خلفائے مصر کا مورث اعلیٰ تھا اس کا نام سعید تھا اور وہ ایک یہودی کا بچہ تھا اور اس کا پیشہ آہن گری تھا وہ تیر وغیرہ بنایا کرتا تھا۔

قاضی ابوبکر باقلانی قداح کا بیان ہے کہ عبید اللہ مسمی بالمھدی مجوسی تھا۔ عبید اللہ جب مغرب (مراکش) میں آیا تو اس نے علوی ہونے کا دعویٰ اگل دیا۔ نیز علمائے نساب میں سے

کسی نے بھی اسے علوی تسلیم نہیں کیا۔ البتہ جہلاء نے فاطمین سے شمار کیا ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اکثر اہل علم خلفائے مصر کے مورث اعلیٰ مہدی عبیداللہ کے نسب کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ عزیز باللہ بن معز شروع حکومت میں جمعہ کے روز منبر پر چڑھا تو ایک کاغذ پر یہ اشعار لکھے ہوئے دیکھے۔ شعر:

انا سمعنا نسباً منکرا یتلی علی المنبر فی الجامع
ان کنت فیما تدعی صادقاً فاذکر ابا بعد الاب السابع
وان ترد تحقیق ماقلته فانسب لنا نفسک کالطالع
والادع الانساب مسطورة وادخل بنا فی النسب الواسع
فان انساب بنی هاشم لیقصرعنه طمع الطامع

☆ ہم نے ایک غیر معلوم نسب کے متعلق سنا' جو مساجد کے منبروں پر پڑھا جاتا ہے۔
☆ (اے وقت کے سربراہ) اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو' تو ساتویں پشت کے بعد اپنے باپ کا نام بتاؤ۔
☆ اور اگر تم میری بات کی تصدیق کے طالب ہو تو خلیفہ طالع کی مثل اپنا نسب نامہ بیان کرو۔
☆ بصورت دیگر یہی بہتر ہے کہ ان انساب کو لکھائی تک محدود رکھو' اور ہمارے ساتھ نسب واسع میں شامل ہو جاؤ۔
☆ اس لئے کہ بنی ہاشم کا نسب ایسا ہے جس سے طالع کی طمع جواب دے جاتی ہے۔

اسی عزیز نے اندلس کے خلیفہ اموی کی طرف خط ارسال کیا جس میں اس کی ہجو تحریر تھی۔ بلکہ وہ دشنام نامہ ہی تھا جس کے جواب میں اموی نے رقم کیا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ تمہیں ہمارا نسب معلوم ہے۔ اسی بنا پر تو نے ہمیں ہجو و دشنام کا نشانہ بنایا۔ اگر ہمیں بھی تمہارے نسب کی خبر ہوتی تو تجھے جواب دیا جاتا۔

یہ جواب عزیز پر نہایت گراں گزرا اور خاموشی اختیار کر لی اموی کے جواب کا مطلب تھا کہ اس کے نسب میں طعن کیا جاتا ہے۔ نیز اس کے قبیلے کا بھی کوئی واضح نشان نہیں ملتا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ عبید اللہ مہدی علوی نہیں تھا۔ اس کا المعز نے تو یوں جواب دیا ہے جب ابن طباطبا علوی نے اس سے نسب دریافت کیا تو اس نے آدھی تلوار میاں سے باہر دکھا کر کہاں کہ میرا نسب یہ ہے اور اپنے مصاحبین' امراء و وزراء پر زر و جواہر اور دینار نثار کرتے ہوئے کہا اور میرا حسب یہ ہے۔

ان کی امامت صحیح نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ان میں سے بکثرت زندیق اور خارج عن الاسلام تھے۔ بلکہ بعض تو انبیاء علیہم السلام کو سب و شتم کا نشانہ بناتے رہتے تھے اور بعض نے شراب کو مباح کرر کھا تھا اور کئی ان میں ایسے تھے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے سجدہ کراتے اور جنہیں اچھا سمجھا جاتا وہ رافضی' خبیث' لعین و لئیم ہوتا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے کا حکم نافذ کرتا لہٰذا ایسے سربراہوں کی نہ بیعت درست اور نہ ہی ان کی امامت جائز۔

قاضی ابوبکر باقلانی تحریر کرتے ہیں کہ مہدی عبید اللہ باطنی بڑا خبیث تھا وہ دین اسلام کو مٹانے میں بڑا حریص تھا۔ اس نے لوگوں کو بے دین بنانے کے لئے بڑے بڑے علماء کرام اور ائمہ دین کو شہید کرا دیا تھا۔ نیز اس کی اولاد نے بھی اس کی غلط روش کو اپنایا۔ شراب اور زنا کو مباح جانا اور روافض کے مذہب کو ترقی دی۔

ذہبی رقمطراز ہیں کہ قائم بن مہدی اپنے باپ سے بھی زیادہ خبیث' شریر' زندیق' بے دین' ملعون تھا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو برملا گالی دینا اس کا معمول تھا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ عبیدیوں کا خاندان اسلام کے لئے تاتاریوں سے بھی زیادہ بدتر اور نقصان دہ تھا۔

ابوالحسن قابلی کا بیان ہے کہ عبید اللہ اور اس کی اولاد نے چار ہزار علماء کرام' مشائخ عظام کو محض اس بنا پر شہید کر ڈالا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی و گستاخی کے مرتکب ہونے کی بجائے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو ترجیح دی۔ کاش کہ عبید اللہ صرف رافضی ہوتا مگر وہ تو رافضی ہونے کے ساتھ ساتھ زندیق اور بے دین تھا۔

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں ابو محمد قیروانی کیزانی مالکی رحمہ

اللہ تعالیٰ کو خلفائے مصر نے اپنے عقائد و نظریات قبول کرنے کی دعوت دی اور یہاں تک مجبور کیا کہ یا تو ہمارا ساتھ دیں یا مرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو انہوں نے جواباً فرمایا میں عظمت صحابہ کرام کے تحفظ کے لئے اپنی جان کا نذرانہ دینے پر تیار ہوں۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی چاہیے کہ ناموس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حفاظت و صیانت میں جانیں بھی دینی پڑیں تو قطعاً دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس امر میں کسی کو معذور نہیں سمجھا جائے گا پہلے پہلے عبید اللہ کے عقائد و نظریات لوگوں پر واضح نہیں تھے تو اس کی بیعت کرتے رہے۔ مگر جب اس کی بدعقیدگی ظاہر ہونے لگی تو لوگوں نے اس سے دور بھاگنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ان پر ہجرت واجب ہو چکی تھی اور وہاں ان کا رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا جہاں لوگوں کو احکام شریعت چھوڑنے پر مجبور کیا جائے اور وہ اپنا دفاع نہ کر سکیں تو وہاں سے ہجرت اختیار کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ بعض علماء کرام نے اس سے بیعت کر کے ٹھہرنا مناسب سمجھا محض اس بات پر کہ کسی نہ کسی طرح ان مسلمانوں کو بچایا جائے جو وہاں سے کہیں اور جا ہی نہیں سکتے تھے۔ اس اسکیم کے باعث خفیہ طور پر مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کو ناکام بنایا جائے یوسف عینی بیان کرتے ہیں کہ علمائے قیروان اس بات پر متفق تھے کہ عبیدیوں کا حال مرتدین اور زندیقین سے قطعاً کم نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ اعلانیہ دین اسلام اور شریعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے دشمن بن چکے تھے۔

ابن خلکان رقمطراز ہیں کہ عبیدی علم غیب کے مدعی تھے اور اس سلسلہ میں ان کی بکثرت حکایات ہیں حتیٰ کہ ایک عزیزی عبیدی جو منبر پر چڑھا تو اس نے ایک کاغذ پر یہ اشعار دیکھے

بالظلم والجور قد رضینا
ولیس بالکفر والحماقة
ان کنت اعطیت علم غیب
بین لنا کاتب البطاقة

ظلم و جور پر ہم راضی ہیں مگر کفر و حماقت سے نہیں اگر تجھے علم غیب ہے تو اس تحریر کے کاتب کو بتایئے؟

ایسے ہی ایک بار ایک خاتون نے اپنا قصہ لکھا اور اس کی طرف روانہ کیا جس میں تحریر تھا۔ تجھے اس ذات کی قسم جس نے یہود کو میشا کے وجود اور نصاریٰ کو ابن نسطور سے عزت عطا کی اور مسلمانوں کو تیرے (خبیث) وجود سے ذلیل کیا میرے اس مقدمہ میں غور و فکر کر! میسا یہودی حاکم شام تھا جب کہ نسطوا نے مصر پر حکمرانی کی۔

ان کی امامت صحیح نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان سے جب بیعت کی گئی اس وقت تک عباسی خلیفہ جس سے پہلے بیعت کر چکے تھے وہ بقید حیات تھا۔ اس بنا پر کہ سابق البیعت خلیفہ موجود ہے لہٰذا ان کی بیعت غیر صحیح تھی کیونکہ بیک وقت دو اماموں کی بیعت درست نہیں ہوتی اور صحیح بیعت اسی کی ہے جس سے پہلے کی گئی ہو اور ایک یہ بھی وجہ ہے جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے جب خلافت بنی عباس میں پہنچے گی تو ان سے باہر نہیں نکلے گی جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا امام مہدی آ کر نہ سنبھالیں۔ لہٰذا معلوم ہوا بنی عباس کے ہوتے ہوئے دعویٰ خلافت کرنے والا باغی ہے۔ یہ وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر میں نے عبیدیوں اور خارجیوں سے اپنی اس تصنیف کو محفوظ رکھا۔ البتہ اسی خلیفہ کا ذکر کیا جس کی امامت و بیعت پر اتفاق ہوا۔

واضح ہونا چاہیے کہ آغاز کتاب میں چند ایسی فصلوں کو رقم کیا ہے جو نہایت اہم فوائد پر مشتمل ہیں اس کتاب میں، ہم نے جو واقعات غریبہ اور حوادث عجیبہ مرتب کئے ہیں۔ وہ حافظ ذہبی کی تاریخ سے مستفاد ہیں لہٰذا ان کی صحت و ثقاہت کا معاملہ انہیں پر ہی ہے۔

واللہ الهادی والمستعان.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل نمبر 1

رسول اللہ ﷺ کے کسی کو خلیفہ نہ بنانے کا راز

بزار رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ''مسند'' میں عبداللہ بن وضاح کوفی (رحمہما اللہ تعالیٰ) سے اور یحییٰ بن یمانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے، ابویقظان سے، وہ ابووائل سے اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر فرماتے؟ تو آپ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا کہ اگر میں تم پر کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں اور تم میرے مقرر کردہ خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ اس حدیث مبارکہ کو حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مستدرک'' میں روایت کیا ہے۔ مگر اس کے راویوں سے ابویقظان (رحمہ اللہ تعالیٰ) ضعیف راوی ہیں۔

دلیل جواز

بخاری شریف اور مسلم شریف میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قاتل نے نیزہ مارا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں تو مجھ سے بہتر یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کیا اور اگر میں تمہیں ویسے ہی چھوڑ دوں (یعنی تم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہ کروں) تو مجھ سے بہتر شخص یعنی رسول اللہ ﷺ نے بھی تمہیں ویسا ہی چھوڑ دیا تھا۔

فائدہ: روایت مذکورہ میں خلیفہ مقرر کرنے اور نہ مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میرے لیے دونوں راستے کھلے ہیں۔ یعنی اگر میں خلیفہ مقرر کرتا ہوں تو اس پر میرے لیے دلیل اور مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کہ آپ نے خلیفہ مقرر فرمایا اور آپ مجھ سے بہتر ہیں اور اگر میں خلیفہ مقرر نہیں کرتا ہوں تو اس پر میرے لیے دلیل جواز افضل الانبیاء رسول اکرم ﷺ ہیں کہ آپ نے نام لے کر کے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور آپ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مجھ سے بہتر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان

امام احمد اور بیہقی (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے ''دلائل النبوۃ'' میں عمرو بن سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بسندِ حسن روایت کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ''جنگ جمل'' میں فتح یاب ہوئے تو آپ نے فرمایا ''اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت کے معاملہ میں ہم سے کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی۔ ہم نے اپنی رائے سے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور انہوں نے دین کی اقامت و استقامت فرمائی' حتیٰ کہ آپ فوت ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا مناسب سمجھا۔ پس انہوں نے بھی دین کی اقامت و استقامت فرمائی اور دین کو ان کے زمانے میں مخالفین سے آرام ملا۔ پھر ان کے بعد لوگوں نے دنیا طلبی کی' تو خداوند تعالیٰ کے امورِ مقدرہ پیش آئے۔''

لوگوں کی بہتری حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مستدرک'' میں اور بیہقی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ''دلائل'' میں ابووائل (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا ''آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں مقرر نہیں فرماتے؟'' تو آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تو میں کیسے مقرر کروں؟ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی بہتری چاہی تو انہیں اپنے میں سے کسی بہتر کے خلیفہ بنانے میں مجتمع کر دے گا۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کے خلیفہ بنانے پر لوگوں کو مجتمع کیا۔

جھوٹی اور بے اصل روایتیں

امام ذہبی (علیہ الرحمتہ) فرماتے ہیں کہ رافضیوں کے نزدیک اس بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ''امر خلافت'' کی وصیت فرمائی تھی۔ بہت سی جھوٹی اور بے اصل روایتیں مشہور ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ بات ناممکن تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ''وصیت خلافت'' ہوتے ہوئے وہ خود امیر بن جاتے بلکہ وہ تو یہ پسند[1] کرتے کہ اگر ''امر خلافت'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی وصیت ہوتی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطیع و منقاد[2] (منقاد کا معنی سونا چاندی پر کھنے کی کسوٹی اور فرمانبردار) ہو جاتے۔

---

[1] ساتھی' پیارا' یکدل

[2] میم کے ضمہ سے سونا چاندی پرکھنے کی کسوٹی اور فرمانبردار بھی اس کا معنی ہے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

(لیکن آنحضرت ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں پائی گئی۔)

دین کیلئے منتخب ہی دنیاوی معاملات میں مقدم

حضرت ابن سعد (رضی اللہ عنہ) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے وصال فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ہم نے اپنے امر میں غور کیا تو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں آگے کیا تھا۔ یعنی امام بنایا تھا تو ہم نے اپنے دنیاوی معاملات کیلئے اسی شخص کو مقدم کیا جسے آنحضرت ﷺ نے ہمارے دین کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ پس ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا۔

یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے

حضرت امام بخاری (رضی اللہ عنہ) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابن جمہان (رضی اللہ عنہ) حضرت سفینہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا تھا کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔'' اس کے بعد امام بخاری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔''

حدیث کا اسناد صحیح ہے

حدیث مذکور کو ابن حبان (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے ابویعلیٰ نے' ان سے یحییٰ جمانی نے' ان سے حشرج نے' ان سے سعید بن جمہان نے اور ان سے سفینہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے مسجد بنائی تو اس کی نیو (بنیاد) میں پہلے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر رکھا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میرے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھو۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھو' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھو۔ پھر فرمایا یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

حضرت ابوزراعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا اسناد ٹھیک ہے۔ چنانچہ حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مستدرک'' میں اسے روایت کیا ہے اور بیہقی وغیرہما (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اسے صحیح

بتلایا ہے۔

اشارۂ خلافت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول میں کہ آپ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ ان کی مراد یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ نے کسی کی خلافت پر صراحتہً نص نہیں فرمایا اور یہ حدیث تو ایک اشارہ ہے جو آپ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کی وفات سے پہلے واقع ہوا۔ جیسا کہ ایک اور حدیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہیں میرا اور خلفائے راشدین کا طریقہ اختیار کرنا لازم ہے۔ حاکم (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے اسے عرباض بن ساریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کیا ہے۔ اور ایک اور حدیث مبارکہ میں فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے پیروی کرو۔ یعنی حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی۔ اور ان جیسی اور بھی احادیث مبارکہ ہیں جن سے اشارۂ خلافت نکلتا ہے۔

فصل نمبر 2

خلافت صرف قریش کے لیے

حضرت ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ''مسند'' میں لکھتے ہیں کہ سکین بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ)، سیار بن سلامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں اور سیار بن سلامہ (رضی اللہ عنہ) حضرت ابوبندہ (رضی اللہ عنہ) سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''امام قریش سے ہونے چاہئیں کیونکہ جب وہ حاکم ہوتے ہیں تو عدل وانصاف کرتے ہیں اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں اور جب ان سے لوگ رحم طلب کرتے ہیں تو وہ رحم کرتے ہیں۔'' اس حدیث کو امام احمد اور ابویعلیٰ (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے اپنی ''مسندوں'' اور طبرانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے نقل کیا ہے۔

حکومت قریش کیلئے قضاء انصار کیلئے

حضرت امام ترمذی (رحمہ اللہ تعالیٰ) لکھتے ہیں کہ احمد بن منیع زید بن حباب سے اور وہ معاویہ بن صالح سے اور وہ ابومریم انصاری سے اور وہ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حکومت قریش کے لیے ہے اور قضاء انصار کے لیے۔'' اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

دعوت الی الصلوٰۃ

امام احمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) اپنی ''مسند'' میں لکھتے ہیں کہ حاکم بن نافع، اسمٰعیل بن عیاش سے اور وہ ضمضم بن زرعہ سے اور وہ شریح سے اور وہ کثیر بن مرہ بن عتبہ بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''خلافت قریش میں اور قضاء انصار میں اور ''دعوت الی الصلوٰۃ'' یعنی ''اذان'' اہل حبشہ میں رہے گی۔'' اس حدیث کے راوی ثقہ[1] ہیں۔

صالحین کے امیر

حضرت بزار (رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ہانی فیض بن فضل سے، وہ مسعر سے، وہ سلمہ بن کہیل سے، وہ ابوصادق سے، وہ ربیعہ بن ماجد سے اور وہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''امراء قریش سے ہوں گے۔ جو نیک ہوں گے، وہ نیکیوں کے امیر ہوں گے اور جو بدکار ہوں گے، وہ بدکاروں کے امیر ہوں گے۔''

فصل نمبر 3

دورِ خلافت اور بادشاہت

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ''خلافت'' تیس برس تک ہوگی۔ اس کے بعد ملک ہوگا۔ اس حدیث کو اصحابِ صحاحِ ستہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد تیس سال میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوئے۔

---

1 اعتبار کے لائق (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

دین کی ابتداء

حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تمہارے دین کی ابتدا نبوت اور رحمت سے شروع ہوئی ہے۔ اس کے بعد خلافت و رحمت ہوگی اور پھر بادشاہی اور جبر کا زمانہ آئے گا۔''

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''امر خلافت ہمیشہ غالب رہے گا اور اس کے مستحقین اپنے مخالفین پر فتحیاب ہوں گے، جب تک کہ اس میں بارہ خلیفے نہ گزر جائیں۔ جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔'' اس حدیث کو بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں روایت کیا ہے کہ ''یہ امر (یعنی خلافت) ہمیشہ صالح رہے گا۔'' ''یہ امر ہمیشہ نافذ رہے گا۔'' امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔ ''لوگوں کا یہ امر ہمیشہ اچھی طرح گزرتا رہے گا جب تک ان پر بارہ خلیفے ہوں گے۔'' ''یہ امر (یعنی دین) ختم نہیں ہوگا، حتیٰ کہ ان سے بارہ خلیفے نہ گزر جائیں۔'' ''اسلام ہمیشہ عزیز اور مرتفع رہے گا، حتیٰ کہ بارہ خلیفے گزر جائیں۔'' بزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں روایت کیا ہے ''میری امت کا امر ہمیشہ قائم رہے گا، حتیٰ کہ بارہ خلیفے گزر یں گے۔ جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ زیادہ کیا ہے کہ جب آپ اپنے گھر تشریف لائے تو آپ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے پاس قریش نے جمع ہو کر عرض کیا کہ ان بارہ خلیفوں کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ پھر قتل اور فتنے نمودار ہوں گے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بھی روایت کیا ہے کہ یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، حتیٰ کہ تم پر بارہ خلیفے ہوں گے۔ جن پر تمام امت کا اجماع ہوگا۔ احمد اور بزار رحمہما اللہ تعالیٰ بسند حسن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ اس امت میں کس قدر خلیفے ہوں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کی بابت آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ ''بارہ بنی اسرائیل کے سرداروں کی موافق۔''

خلفاء سے مراد

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ شاید یہ مذکورہ احادیث اور ان کے ہم مضمون

احادیث میں بارہ خلفاء سے یہ مراد ہے کہ وہ غلبہ خلافت اور قوت و استقامت اسلام کے زمانہ میں گزریں گے اور ان پر لوگوں کا اجماع ہوا کرے گا۔ چنانچہ یہ امور مجمع علیہ خلیفہ کے زمانے میں پائے گئے ہیں' حتیٰ کہ بنی امیہ کا امر مضطرب ہو گیا اور ولید بن یزید کے زمانے میں فتنہ برپا ہوا اور وہ فتنہ برپا رہا حتیٰ کہ سلطنت عباسیہ قائم ہوئی جنہوں نے بنو امیہ کا استیصال[1] کیا۔

اجماع سے مراد

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس حدیث کے بارے میں بہت ٹھیک ہے اور نہایت عمدہ ہے کیونکہ حدیث صحیح کے بعض طریقے ان کی تائید کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ان سب پر لوگوں کا اجماع ہوگا۔ اس کی توضیح (تفصیل و وضاحت) یوں ہے کہ اجتماع سے مراد لوگوں کا بیعت کے لیے مطیع اور فرمانبردار ہو جانا ہے اور یہ امر واقع بھی ہوا ہے۔ چنانچہ پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر لوگوں کا اجماع ہوا۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اور بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔ یہاں تک کہ "قضیہ صفین" واقع ہوا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس دن سے اپنے آپ کو خلیفہ بنایا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح ہو جانے پر لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اجماع کیا' پھر ان کے بعد یزید امیر بن بیٹھا اور "کربلا" کا سانحہ پیش آیا۔ پھر جب یزید فوت ہوا تو اختلاف واقع ہوا' حتیٰ کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبد الملک بن مروان لوگوں کا امیر بنا اور اس کے بعد اس کے چاروں بیٹے ولید' سلیمان' یزید اور ہشام حکمران ہوئے۔ سلیمان اور یزید کے درمیان عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ حائل ہوا۔ پس خلفائے راشدین کو چھوڑ کر یہ سات خلیفہ ہوئے اور بارہواں ولید بن یزید بن عبد الملک تھا جس پر اس کے چچا ہشام کے فوت ہونے کے بعد لوگوں کا اتفاق ہوا اور تقریباً چار سال حکمران رہا۔ پھر لوگ اس سے برگشتہ[2] ہو گئے اور اسے قتل کر ڈالا اور فتنہ و فساد برپا ہو گیا اور حالات متغیر ہو گئے اور اس کے بعد لوگوں کا کسی خلیفہ پر اجماع نہیں ہوا کیونکہ یزید بن ولید جو اپنے چچا ولید بن یزید کے برخلاف اٹھ کھڑا ہوا' دیر تک حکمران نہیں رہا بلکہ اپنے باپ کے چچازاد بیٹے "مروان" کے برخلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا' زیادہ دیر حکمران نہ رہا بلکہ اپنے باپ کے چچازاد بھائی مروان بن محمد مروان کے

---

[1] جڑ سے اکھاڑ ڈالنا' ختم کر دینا۔ [2] برگشتن سے پھر جانا' حکم نہ ماننا (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

مرنے سے پہلے ہی لوگوں نے اس سے کینہ[1] لیا۔ جب یزید مر گیا تو اس کا بھائی ''ابراہیم'' خلیفہ ہوا۔ مگر مروان نے اسے قتل کر دیا۔ پھر مروان سے بنی عباس نے کینہ لیا اور اسے قتل کیا اور بنی عباس کا پہلا خلیفہ سفاح[2] ہوا۔ لیکن اس کی بھی مدتِ خلافت لمبی نہیں ہوئی اور اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ''منصور'' خلیفہ ہوا اور دیر تک خلیفہ رہا۔ لیکن مروانیوں کے ''اندلس'' پر غالب ہونے کی وجہ سے ''مغرب اقصیٰ'' ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس پر ایک مدت تک قابض رہے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے آپ کو خلیفہ قرار دیا۔ اور پھر فتنے برپا ہو گئے اور خلافت کا صرف نام ہی رہ گیا۔ حالانکہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں خلیفہ کے نام تمام جگہوں میں خطبہ پڑھا جاتا تھا اور ملک میں خلیفہ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی کسی جگہ امیر یا حاکم نہیں ہو سکتا تھا۔ اب یہ حال ہوا کہ پانچویں صدی ہجری میں اندلس میں پانچ شخص مدعی خلافت تھے اور مصر کا حکم عبیدی اور بغداد کا عباسی ان کے علاوہ تھا۔ ان کے علاوہ کچھ اور شخص بھی علویہ اور خوارج سے مدعی خلافت تھے۔ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ بنا بریں آنحضرت ﷺ کے قول سے کہ پھر فتنہ و فساد ہوگا۔ یہ مراد ہوگی کہ قتل ناحق اور فتنے نہایت برپا ہوں گے اور بڑھتے رہیں گے اور ترقی پکڑیں گے، چنانچہ ایسا ہوا۔

بارہ خلیفوں سے مراد

بعض کہتے ہیں کہ بارہ خلیفوں کے وجود سے مراد یہ ہے کہ وہ شروع اسلام سے لیکر قیامت تک ہوں گے اور عمل بالحق کریں گے۔ اگرچہ وہ یکے بعد دیگرے نہ ہوں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے مسدد نے اپنی ''مسند کبیر'' میں ابی الخلد سے روایت کیا ہے کہ ''یہ امت ہلاک نہ ہوگی، حتیٰ کہ اس سے بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب دین حق اور ہدایت پر عمل کریں گے اور ان سے دو شخص اہل بیت محمد ﷺ سے ہوں گے۔'' اس حدیث مبارکہ کی رو سے آنحضرت ﷺ کے قول کہ پھر فتنہ و فساد ہوگا، وہ فتنے مراد ہیں جو قربِ قیامت اور خروجِ دجال اور اس کے مابعد کی خبر دیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ ان بارہ خلیفوں سے خلفائے اربعہ اور حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ابن

---

1. بغض، عداوت یعنی دشمنی (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)
2. بہت خون بہانے والا (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

زبیر رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ آٹھ تو پائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ اگر مہتدی[1] عباسی جو عباسیوں میں نمبر 4 عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ہے اور ایسے ہی طاہر جو بڑا عادل تھا' ملائے جائیں تو دس ہو جاتے ہیں۔ اب دو باقی رہے۔ ایک ان سے امام مہدی ہوں گے جو اہل بیت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ہوں گے۔

فصل نمبر 4

احادیث منذرہ بخلاف بنی امیہ

حضرت یوسف بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے بعد ایک شخص نے آپ کو کہا کہ آپ نے تو مسلمانوں کا منہ کالا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا' خدا تجھ پر رحم کرے۔ مجھے سرزنش نہ کر کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں بنی امیہ کو منبر پر دیکھا تو آپ کو یہ ناگوار گزرا۔ اس پر آپ کی تسکین کے لیے یہ آیت نازل ہوئی

1- اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (پارہ نمبر 30 سورۃ الکوثر' آیت نمبر 1)

ترجمہ: اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

2- اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ٥ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ٥ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ " مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ٥ (پارہ نمبر 30' سورۃ القدر' آیات نمبر 1'2'3)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(ترجمہ آیات از ترجمہ قرآن کنزالایمان) اور (اسماء سور اور آیات نمبر۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

(ان آیات میں اشارہ ہے) کہ اے محمد ﷺ بنو امیہ ایک ہزار ماہ خلیفہ ہوں گے۔

قاسم کہتے ہیں ہم نے حساب کیا تو بنو اُمیہ کی خلافت برابر ایک ہزار ماہ بعد ہوئی۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور صرف قاسم نے ہی اسے روایت کیا ہے۔ مگر وہ ثقہ شخص ہے۔ لیکن شیخ ان کا مجہول ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

---

[1] ہدایت پایا ہوا۔ (محمد مبشر سیالوی)

حافظ ابوحجاج کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور ایسا ہی ابن کثیر نے کہا ہے۔ ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عبدالمہیمن بن عباس بن سہل نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ ''آنحضرت ﷺ نے بنی حکم بن ابی العاص کو خواب میں دیکھا۔ وہ آپ کے منبر پر ایسے کودتے ہیں جیسے کہ بندر کودتے ہیں۔ پس آپ کو یہ بات بری معلوم ہوئی اور اس کے بعد آپ وفات تک کبھی پوری طرح نہیں ہنسے اور خداوند تعالیٰ نے اسی بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْ یَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ. (پارہ نمبر 15 'سورۃ بنی اسرائیل حصہ آیت نمبر 60)

ترجمہ: اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا۔ مگر لوگوں کی آزمائش کو۔

(ترجمہ: آیت از کنزالایمان)

آیت سے قبل حدیث کے اسناد ضعیف ہیں۔ مگر حدیث عبداللہ بن عمر اور یعلی بن مرہ اور حسین بن علی وغیرہم سے اس کے شواہد ہیں اور یہ حدیث ''کتاب التفسیر'' اور ''مسند'' میں کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے اور کتاب ''اسباب النزول'' میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔

فصل نمبر 5

احادیث مبشرہ بخلاف بنی عباس

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نبوت و مملکت تم میں ہی رہے۔ مگر اس حدیث کے راویوں میں سے عامری ضعیف ہیں۔ ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں اور ابن عدی نے ''کامل'' میں اور ابن عساکر نے اس حدیث کو ابن فدیک سے اور طریقوں سے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کل صبح آپ اپنے بیٹے کے ساتھ میرے پاس آیئے تو میں دعا کروں گا جو آپ کے اور آپ کے بیٹے کے حق میں مفید ہوگی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صبح کو میں اور میرا بیٹا کپڑے بدل کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَلِوَلَدِہٖ مَغْفِرَۃً ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً لَاتُغَادِرُ ذَنْبًا اَللّٰھُمَّ احْفَظْہُ فِیْ وَلَدِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ! عباس اور اس کی اولاد کی ظاہری اور باطنی بخشش فرما۔ کوئی گناہ (اس کو) دھوکہ نہ دے سکے۔ اے اللہ! (میرے چچا) عباس اور ان کی اولاد کی حفاظت فرما۔

(ترجمہ: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی متعلم اسلامک یونیورسٹی نظامیہ لوہاری لاہور)

ترمذی نے اپنی جامع میں اتنا ہی لکھا ہے۔ لیکن زرین عبدری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آخر میں یہ زیادہ کیا ہے۔ واجعل الخلافة باقية في عقبه.

ترجمہ: اور (اے اللہ) میرے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی اولاد میں خلافت باقی رکھنا۔ (ترجمہ: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ان احادیث کے مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث اس باب میں جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے سب سے بہتر ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں بنی مروان کو دیکھا۔ یکے بعد دیگرے میرے منبر پر چڑھتے ہیں۔ پس یہ بات مجھے بری معلوم ہوئی۔ پھر میں نے دیکھا۔ بنی عباس میرے منبر پر یکے بعد دیگرے چڑھتے ہیں تو اس سے میں خوش ہوا۔

خوشخبری کی بات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابوالفضل! (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا میں تمہیں ایک بات کی خوشخبری نہ سناؤں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ہاں! یارسول اللہ ﷺ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر (یعنی خلافت) اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شروع کیا ہے اور تیری اولاد پر اسے ختم کرے گا۔ (اسناد اس حدیث کے ضعیف ہیں) یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ مگر اس کی اسناد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہیں اور اسے ابن عساکر نے محمد بن یونس کریمی سے (یہ شخص وضاع ہے۔ یعنی جعلی حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا) اس نے ابراہیم سے، اس نے خلف بن خلیفہ سے، اس نے ابوہاشم سے اور اس نے محمد بن حنفیہ سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر مجھ سے شروع کیا ہے اور تیری اولاد پر اسے ختم کرے گا۔

اور خطیب نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ تم سے ہی یہ امر شروع ہوگا اور تم پر ہی ختم ہوگا۔ اس حدیث کو خطیب نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے بادشاہ ہوں گے۔ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دین کو عزت دے گا۔ (اس حدیث کے راویوں سے عمر بن راشد ضعیف راوی ہیں۔)

خبرِ غیب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ کی کنیت) فرماتی ہیں۔ میں ایک دن آنحضرت ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں ایک لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔ ام فضل فرماتی ہیں کہ جب لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے خدمت نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں لے گئی تو آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت کہی اور اپنے آبِ دہن کی اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور پھر فرمایا کہ جا خلفاء کے باپ کو لے جا۔ ام فضل کہتی ہیں۔ میں نے آ کر اس بات کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔ انہوں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے صحیح ہے، وہ خلفاء کا باپ ہی ہے۔ سفاح اور مہدی اس کی اولاد سے ہوں گے، حتیٰ کہ اس کی اولاد سے ہی وہ شخص ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھائے گا۔ (یعنی ان کا امام بنے گا۔)

ایک جھنڈا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ عنقریب ہی بنی عباس کے لیے ایک جھنڈا ہوگا۔ اور وہ ان کے ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ جب تک وہ حق پر قائم رہیں گے۔

اور حضرت ابن عباس رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ جب آپ کی اولاد شہروں میں رہنے لگے گی اور سیاہ لباس پہن لے گی اور اہل خراسان ان کے مددگار بن جائیں گے تو امر خلافت ان میں ہی رہے گا۔ حتیٰ کہ وہ اسے مسیح علیہ

السلام کو سونپ دیں گے۔ (احمد بن ابراہیم اس حدیث کا راوی کچھ نہیں اور اس کا شیخ مجہول اور نامعلوم۔ اور حدیث نہایت ضعیف ہے' حتیٰ کہ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے) لیکن اس کا شاہد اور ممدوہ حدیث ہے جسے طبرانی نے ''کبیر'' میں احمد بن داؤد مکی سے' اس نے محمد بن اسمٰعیل بن عون نیلی سے' اس نے حارث بن معاویہ سے' اس نے اپنے باپ سے' اس نے اپنے باپ ابوامہ سے اور اس نے ام سلمہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ خلافت میرے چچا کے بیٹوں میں اور میرے باپ کے ہم جدوں میں رہے گی' حتیٰ کہ وہ اسے حضرت مسیح علیہ السلام کو سونپ دیں گے۔ (اس حدیث کو دیلمی نے ایک اور طریقہ سے بھی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا ہے۔)

کتاب الضعفاء میں عبدالعزیز نے اپنے باپ ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ایک دن میں اتنے ملک پر قابض ہوگی جس پر بنوامیہ ایک ماہ میں ہوتے تھے اور ایک ماہ میں وہ ایسے کام کرے گی جسے بنوامیہ دو ماہ میں کرتے تھے۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوعات[1] میں ذکر کیا ہے اور اس کے موضوع ہونے کی علت بکار کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں کیونکہ بکار کبھی وضع حدیث اور جھوٹ بولنے میں متہم[2] نہیں ہوئے بلکہ ابن عدی نے ان کے بارے میں کہا ہے۔ یہ منجملہ ان ضعیف لوگوں کے ہیں۔ جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور پھر کہا ہے۔ یہ بات قابل اعتراض نہیں۔ مصنف کہتے ہیں۔ بخدا حدیث کے معنیٰ صحت سے دور نہیں ہیں کیونکہ دولت بنوعباس کا زمانہ عروج' جبکہ ان کے احکام مشرق سے مغرب تک سوائے مغربِ اقصیٰ کے جاری تھے۔ سن 130 ہجری کے تھوڑا عرصہ بعد سے لیکر 290 ہجری سے کچھ عرصہ بعد تک ہے' حتیٰ کہ مقتدر (بادشاہ) کے تخت پر بیٹھنے سے نظام سلطنت میں خلل آ گیا اور ملک مغرب بتمامہ (یعنی مکمل طور پر) تصرف سے نکل گیا۔ اس کے بعد اور کئی فساد اور خلل اس کی سلطنت میں واقع ہوئے۔ پس ان کی دولت کا زمانہ عروج ایک سو ساٹھ برس سے کچھ اوپر بنتا ہے اور یہ بنوامیہ کے زمانہ عروج سے جو 92 برس تھا' دوگنا

1. فائدہ: موضوع: وہ حدیث ہوتی ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی اسلامک یونیورسٹی نظامیہ رضویہ لاہور)

2. جس پر کوئی طعن لگایا گیا ہو۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ہے۔ان 92 سالوں سے بھی 9 برس تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت رہی ہے اور ان کی اصلی حکومت تو 83 سال اور چند مہینے رہی ہے۔ جن کے ہزار مہینے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس حدیث کا شاہد بھی موجود ہے۔ چنانچہ زبیر بن بکار نے موقوفات میں جو بیان فرمایا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تمہارے ایک دن کے بدلے ہم دو دن حکومت کریں گے اور تمہارے ایک برس کے بدلے ہم دو برس حکومت کریں گے۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے موقوفات میں ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا ''سیاہ جھنڈے ہمارے (یعنی اہل بیت) کے لیے ہیں اور انہیں ہلاک کرنے والا شخص مغرب سے آئے گا۔''

ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! عباس اور ان کی اولاد کی مدد فرما۔ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ پھر فرمایا چچا جان آپ کو معلوم نہیں کہ مہدی آپ کی اولاد سے ہوں گے جو توفیق دیا گیا' وہ خدا سے اور خدا اس سے راضی ہوگا۔ (اس حدیث کے راویوں میں کریمی وضاع[1] ہے)

ابن سعد نے ''طبقات'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر ابن عبدالمطلب کو اپنے پاس بلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کو بہت محبت تھی اس لیے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ اے میرے بھائی کے بیٹے میں نے ایک رائے سوچی ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ تمہارے مشورے کے بغیر نہیں کرسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت شریف میں جاؤ تو عرض کرو۔ حکومت آپ کے بعد کسے ملے گی؟ پس اگر ہمارے لیے ہو تو بخدا ہم اسے کسی کے حوالہ نہیں کریں گے جب تک کہ زمین میں ہم سے کوئی شخص زندہ رہے گا اور اگر ہمارے سوا کسی اور کے لیے ہے تو ہم اسے کبھی طلب نہیں کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ چچا جان! یہ امر (یعنی حکومت) آپ ہی کے لیے ہے۔ کوئی اس امر میں آپ سے جھگڑ نہیں سکتا۔

---

[1] حدیث گھڑنے والا۔

فصل نمبر 6

دستِ قدرت

دیلمی نے مسند الفردوس میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو خلافت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اپنا دستِ قدرت ان کی پیشانی پر پھیرتا ہے۔ اس کے راویوں میں میسرہ متروک الحدیث ہے۔ لیکن اس حدیث کو دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین طریقوں سے روایت کیا ہے اور حاکم نے ''مستدرک'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسے روایت کیا ہے۔

فائدہ: مرفوع! حدیث وہ ہے جس کی سند آقا علیہ السلام پر ختم ہو۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

فصل نمبر 7

نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک

• سلفی نے ''طوریات'' میں بسندہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ بن علا سے روایت کی ہے۔ کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ بانت سعاد جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پڑھ کر سنایا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی چادر مبارک جو اس وقت اوڑھے ہوئے تھے' انہیں عنایت فرمادی۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے کعب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی چادر جو آپ کے پاس ہے' دس ہزار درہم میں ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ جب کعب رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم بھیج کر ان کی اولاد سے یہ چادر خرید لی۔ یہی چادر خلفائے عباسیہ کے پاس تھی۔ (سلفی کے علاوہ) اور لوگوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

ذہبیؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ چادر جو خلفائے بنی عباس کے پاس تھی' اس کی بابت یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق سے غزوۂ تبوک کے قصہ میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اہل ایلہ کو امن کا خط لکھ کر دیا تھا اور بطورِ نشان اپنی چادر مبارک بھی ان کو عطا فرمائی تھی اور اسی چادر کو ابوالعباس سفاح نے تین سو دینار سے خرید لیا تھا۔ مصنف کہتے ہیں کہ جس چادر کو حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا' وہ دولت بنی امیہ کے وقت ضائع ہوگئی ہوگی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''زہد'' میں عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ان کپڑوں میں جنہیں آپ کسی وفد یعنی ایلچیوں کے آنے پر زیب تن فرما کر نکلتے تھے' ایک حضر موت کی بنی ہوئی چادر بھی تھی جس کا طول چار گز اور چوڑائی دو گز ایک بالشت تھی۔ یہی چادر خلفاء کو پہنچی تھی اور چونکہ وہ بہت کہنہ (پرانی) ہوگئی تھی' اس لیے اسے کپڑوں میں لپیٹے رکھتے تھے اور اسے عید الضحیٰ اور عید الفطر کے دن اسے پہنتے تھے۔ یہ چادر خلفاء میں نسل در نسل چلی آئی تھی۔ اسے وہ مجلسوں میں بیٹھنے کے وقت یا سوار ہونے کے وقت اپنے کندھوں پر ڈالتے تھے۔ مقتدر بادشاہ جب قتل ہوا تو یہ اس کے کندھوں پر تھی اور خون سے لتھڑ گئی تھی۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ تاتاریوں کے فتنہ میں یہ چادر گم ہوگئی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

فصل نمبر 8

مختلف فوائد کا ذکر

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ صولی نے ذکر کیا ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ہر چھٹا خلیفہ معزول کیا جاتا ہے۔ جب میں نے غور کیا تو واقعی یہ بات درست تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ' پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ (معزول ہوئے) پھر معاویہ رضی اللہ عنہ' پھر یزید بن معاویہ' پھر معاویہ بن یزید' پھر مروان' پھر عبدالملک بن مروان' پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ (یہ بھی معزول ہوئے) پھر ولید' سلیمان' عمر بن عبدالعزیز' یزید' ہشام' ولید (یہ بھی معزول ہوا)۔ اس کے بعد سلطنت بنی امیہ کو زوال آ گیا اور سفاح خلیفہ ہوا۔ پھر منصور' مہدی' ہادی' رشید' امین (یہ بھی معزول ہوا)' پھر مامون' معتصم' واثق' متوکل' منتصر' مستعین (یہ بھی معزول ہوا)' پھر معتز' مہتدی' معتمد' معتضد' مکتفی' مقتدر (یہ بھی معزول ہوا بلکہ دو دفعہ معزول ہوا' پھر قتل کر دیا گیا) پھر قاہر' راضی' متقی' مستکفی' مطیع' طائع (معزول ہوا) پھر قادر' قائم' مقتدی' مستظہر' مسترشد' راشد (معزول ہوا) ابن جوزی کا کلام یہاں ختم ہوا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ابن جوزی کا کلام کئی وجوہ سے منقوض ہے۔ اوّل تو یہ کہ اس نے عبدالملک کے بعد ابن زبیر کو ذکر کیا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ ابن زبیر پانچویں نمبر میں اور عبدالملک ان کے بعد ہیں یا دونوں ہی پانچویں نمبر پر آتے ہیں یا ان سے ایک خلیفہ ہے اور دوسرا خارج از خلافت ہے کیونکہ ابن زبیر عبدالملک سے سابق البیعت ہے اور عبدالملک کی خلافت ابن زبیر کے قتل کے بعد صحیح ہوئی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ اس نے یزید ناقص اور اس کے بھائی ابراہیم کو جو معزول ہوا تھا اور مروان کو بھی ذکر نہیں کیا اور اس حساب سے امین نوواں خلیفہ ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کا امیر

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مروان شمار سے ساقط ہے کیونکہ وہ باغی تھا اور ایسے ہی معاویہ بن یزید تھا کیونکہ ابن زبیر کی بیعت یزید کی موت کے بعد کی گئی۔ اور معاویہ نے شام میں ان کی مخالفت کی' اس لیے یہ دونوں (یعنی مروان اور معاویہ بن یزید) باغی تھے اور ابراہیم جو یزید ناقص کے بعد ہوا ہے' اس کی خلافت تام نہیں ہوئی کیونکہ بعض نے اس کی بیعت کر لی تھی اور بعض نے نہیں کی تھی اور کچھ لوگ اسے امیر کہتے تھے اور خلیفہ نہیں کہتے تھے اور وہ چالیس یا ستر دن سے زیادہ تخت پر بھی نہیں رہا۔ پس مروان حمار اس لحاظ سے چھٹا ہوا کیونکہ معاویہ کے بعد یہ بارہواں خلیفہ ہے اور امین چھٹا ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ خلع[1] ہر چھٹے پر موقوف نہیں ہے کیونکہ معتز معزول ہوا اور ایسے ہی قاہر' متقی اور مستکفی۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے مقصود کے منافی نہیں ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ ہر چھٹے کا معزول ہونا ضرور ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ چھٹے کے علاوہ کوئی اور بھی معزول ہو۔

ابن جوزی کے کلام پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ راشد کے بعد مقتفی خلیفہ ہوا اور پھر مستنجد' مستضی' ناصر' طاہر' منتصر اور یہ چھٹا ہے اور معزول نہیں ہوا۔ پھر مستعصم خلیفہ ہوا اور یہ وہی ہے جسے تاتاریوں نے قتل کیا اور یہ خلفاء سے آخری تھا۔ اس کے بعد تین سال اور چھ ماہ تک خلافت منقطع رہی۔ پھر اس کے بعد مستنصر کو خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن وہ دارالخلافت میں نہیں رہا بلکہ اس کی بیعت مصر میں کی گئی اور بعد ازاں وہ عراق کی طرف چلا گیا۔ پس تاتاریوں نے

---

[1] معزول کرنا۔

اسے قتل کیا۔ اس کے بعد ایک سال تک خلافت پھر معطل رہی۔ پھر خلافت مصر میں قائم ہوئی اور ان سے پہلا ''حاکم'' ہوا۔ پھر مستکفی، پھر واثق، پھر حاکم، پھر معتضد، پھر متوکل، پس یہ معزول ہوا اور معتصم خلیفہ ہوا۔ مگر وہ بھی پندرہ دن کے بعد معزول ہو گیا اور متوکل کو خلیفہ بنایا گیا۔ لیکن متوکل پھر معزول ہوا اور واثق سے بیعت کی گئی۔ اس کے بعد معتصم سے اور واثق معزول کر دیا گیا اور متوکل کو از سر نو پھر خلیفہ مقرر کیا گیا جو مرتے دم تک خلیفہ رہا۔ اس کے بعد مستعین ہوا، پھر معتضد، پھر مستکفی، پھر القائم اور یہ معتصم اوّل اور معتصم ثانی سے چھٹا ہے۔ پس یہ معزول ہو گیا۔ پھر مستنجد خلیفۃ العصر مقرر ہوا جو خلفائے بنی عباس سے اکیانواں خلیفہ ہے۔

فوائد

1- بنی عباس کو فاتحہ، واسطہ اور خاتمہ کہتے ہیں۔ ان سے منصور فاتحہ ہے اور مامون واسطہ ہے اور معتضد خاتمہ ہے۔

2- سفاح، مہدی اور امین کے سوا تمام خلفائے بنی عباس کنیزکوں کی اولاد سے تھے۔

3- صولی کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور خلیفہ امین کے سوا کوئی ہاشمی خلیفہ ہاشمیہ کے بطن کا تخت پر نہیں بیٹھا۔

4- ذہبی کہتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب اور علی المکتفی کے سوا کسی خلیفہ کا نام علی نہ تھا۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ خلفاء کے اکثر نام مفرد ہیں اور مرکب کم ہیں اور مکرر بہت سے ہیں۔ جیسے عبداللہ، احمد، محمد۔ خلفاء کے تمام القاب عراقیوں کے آخری خلیفہ مستعصم تک مفرد ہیں۔ اس کے بعد خلفائے مصریہ میں القاب مکرر ہونے لگے۔ پس مستنصر، مستکفی، واثق، حاکم، معتضد، متوکل، مستعصم، مستعین، قائن اور مستنجد سب کے سب ایک دفعہ مقرر ہوئے۔ مگر مستکفی اور معتضد سہ کرر (یعنی تین دفعہ مکرر) ہوئے۔

5- چنانچہ خلفائے عباسیہ سے تین تین کے یہ لقب ہوئے ہیں۔ خلفائے بنی عباس میں سے کوئی شخص سوائے قائن، حاکم، طاہر اور مستنصر کے خلفائے بنی عبید کے القاب سے ملقب نہیں ہوا۔ رہا مہدی اور منصور، سو یہ دونوں لقب بنی عبید کے وجود سے پہلے بنی عباس نے اختیار کیے تھے۔

6- بعض کہتے ہیں کہ جس خلیفہ یا بادشاہ کا لقب قاہر ہوا، اس نے کبھی رستگاری نہیں پائی۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اسی طرح مستکفی اور مستعین کہ بنی عباس سے دو خلیفے ان سے ملقب ہوئے ہیں اور وہ دونوں ہی معزول ہوئے۔ معتضد اپنے ملقب بہ کے لیے تمام القاب سے عمدہ اور بابرکت لقب رہا ہے۔

7- ذہبی کہتے ہیں کوئی شخص اپنے بھتیجے کے بعد تخت خلافت پر نہیں بیٹھا' سوائے مقتفی کے جو راشد اپنے بھتیجے کے بعد خلیفہ ہوا اور مستنصر جو معتصم کے بعد خلیفہ ہوا اور نہ ہی ایک باپ کے تین بیٹے یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے ہیں۔ سوائے رشید کے تین بیٹوں امین' مامون اور معتصم کے۔ تین بیٹوں مستنصر' معتز اور معتمد کے اور مقتدر کے تین بیٹوں راضی' مقتفی اور مطیع کے۔

8- ذہبی کہتے ہیں کہ عبدالملک کے چار بیٹے تخت خلافت پر بیٹھے ہیں اور اس کی نظیر بادشاہوں میں ملتی ہے۔ لیکن خلفاء میں نہیں ملتی۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ خلفاء میں اس کی نظیر موجود ہے' چنانچہ متوکل محمد کے چار بلکہ پانچ بیٹے مستعین' معتضد' مستکفی' قائن' مستنجد خلیفہ العصر تخت خلافت پر بیٹھے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابوبکر طائع بن مطیع کے سوا کہ جس کے باپ کو فالج ہو گیا تھا اور اسے لاچار تخت پر بیٹھنا پڑا تھا اور کوئی شخص اپنے باپ کی زندگی میں خلیفہ نہیں ہوا۔

دُرّہ' تراویح با جماعت اور ہجری

علماء لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی اپنے والد کی زندگی میں خلیفہ ہوئے ہیں اور آپ ہی سب سے پہلے خلیفہ ہوئے اور آپ نے ہی بیت المال مقرر کیا۔ قرآن مجید کا نام مصحف پہلے آپ ہی نے رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوئے اور آپ نے ہی پہلے دُرّہ بنوایا اور تاریخ ہجری بھی آپ نے ہی پہلے مقرر کی اور تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا بھی آپ نے ہی حکم دیا اور دیوان بھی آپ نے ہی مقرر فرمایا۔ چراگاہیں سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقرر کیں اور جاگیریں دینی بھی پہلے آپ نے ہی مقرر کیں اور جمعہ کی پہلی اذان بھی آپ نے ہی زیادہ کی اور موذنوں کی تنخواہ بھی آپ نے ہی مقرر فرمائی۔ اور سب سے پہلے آپ ہی خطبہ پڑھنے میں نام ذکر کیا گیا۔ کوتوال سب سے پہلے آپ ہی نے مقرر فرمایا۔

سب سے پہلے جس نے اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کیا۔ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ خواجہ

سراؤں کو خدمت کے لیے بھی آپ ہی نے سب سے پہلے مقرر کیا۔ سب سے پہلے جس کی طرف مقتولین کے سر لائے گئے' وہ حضرت عبداللہ بن زبیر ہیں اور سب سے پہلے جس نے اپنا نام سکہ پر ضرب[1] کرایا وہ عبدالملک بن مروان ہے اور سب سے پہلے ولید بن عبدالملک نے اپنا نام لیکر پکارنے سے منع کیا۔ سب سے پہلے القاب بنی عباس نے مقرر کیے۔ ابن فضل لکھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ بنی عباس کی طرح بنی امیہ کے بھی القاب تھے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا لقب الناصر لدین اللہ تھا اور یزید کا لقب مستنصر تھا اور معاویہ بن یزید کا لقب الراجع الی الحق تھا اور مروان کا لقب المؤتمن باللہ تھا اور عبدالملک کا لقب الموفق لامر اللہ تھا اور اس کے بیٹے ولید کا لقب المنتقم باللہ تھا اور عمر بن عبدالعزیز کا لقب المعصوم باللہ تھا اور یزید بن عبدالملک کا لقب القادر بصنع اللہ اور یزید ناقص کا لقب الشاکر لانعم اللہ تھا۔

سب سے پہلے سفاح کی دولت میں نااتفاقی ہوئی۔ سب سے پہلے منصور نے نجومیوں کو مقرب کیا اور احکام نجوم پر عمل کیا اور اس نے ہی سب سے پہلے غلاموں کو حاکم بنایا اور انہیں اہل عرب پر مقدم کیا۔ سب سے پہلے مہدی نے مخالفین اسلام کے جواب میں کتابیں تصنیف کرنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے ہادی کے آگے سپاہی تلواریں اور نیزے لیکر چلے۔ دونوں ہاتھوں میں چوگان لیکر سب سے پہلے رشید ہی کھیلا ہے۔ سب سے پہلے امین کو ہی اس کے لقب سے پکارا گیا اور اسے لکھا گیا۔ سب سے پہلے معتصم نے دیوان میں ترکوں کو داخل کیا۔ سب سے پہلے متوکل نے ذمیوں کو اپنی ہیئت بدلنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے متوکل کے ہی قتل پر ترکوں نے قدرت پائی اور اس سے حدیث نبوی کی تصدیق ہوئی جسے طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ترکوں کو چھوڑ دو پیشتر اس کے کہ وہ تمہیں ترک کریں' کیونکہ یہ میری امت کے ایک بادشاہ کو ان سے جدا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل بنو قنطوراء یعنی ترکوں کو بادشاہ نہ بنائے۔ سب سے پہلے مستعین نے چوڑی آستین اور چھوٹی ٹوپیاں پہنی ہیں اور معتز نے سب سے پہلے گھوڑوں کو سونے چاندی کے زیور سے آراستہ کیا ہے۔ سب سے پہلے معتمد کو نظر بند کیا گیا اور اس پر جبر کیا گیا۔ سب سے لڑکپن

---

[1] نقش کرنا۔

میں خلیفہ ہوا' مقتدر تھا اور سب سے آخری خلیفہ جو تدبیر لشکر اور اموال کے ساتھ یگانہ ہوا' راضی تھا اور یہی سب سے آخری خلیفہ ہے جس نے شعر مدوّن کیے اور ہمیشہ لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا اور اپنے ہم نشینوں کے ساتھ بیٹھا اور یہی سب سے آخری خلیفہ ہے جس کے خرچ و اخراجات' عطا و انعامات' نوکر' جزیئے' خزانے' باورچی خانے' مجالس اور دربان وغیرہ امورِ خلافت اولیہ کے طریقہ پر جاری تھے اور یہی سب سے آخری خلیفہ ہے جس نے خلفائے قدماء کے لباس میں سفر کیا۔ سب سے پہلے القاب کا مکرر ہونا مستنصر سے شروع ہوا جو مستعصم کے بعد خلیفہ ہوا ہے۔

عسکری لکھتے ہیں کہ پہلا شخص جو اپنی والدہ کی زندگی میں خلیفہ ہوا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد ہادی' پھر رشید' متوکل' منتصر ' مستعین' معتز' معتضد اور پھر مطیع اپنی والدہ کی زندگی میں تخت خلافت پر بیٹھا اور اپنے باپ کی حیات میں سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور طائع کے کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔

صولی کہتے ہیں کہ سوائے سلیمان بن عبدالملک اور ولید کی والدہ! ''ولادہ'' اور یزید ناقص اور ابراہیم ابنانِ ولید کی والدہ! شاہین اور ہادی اور رشید کی والدہ ''خیزران'' کے اور کسی عورت نے دو خلیفے نہیں جنے۔ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ عباس اور حمزہ کی والدہ اور داؤد اور سلیمان کی والدہ ان کے علاوہ ہیں۔

فائدہ: عبیدیوں میں سے 14 خلیفے ہوئے ہیں۔ جن میں مہدی' قائم' منصور' تین مغرب میں اور معز' عزیز' حاکم' ظاہر' مستنصر' مستعلی' آمر' حافظ' ظافر' فائز اور عاضد یہ گیارہ مصر میں گزرے ہیں۔ ان کی سلطنت کی ابتداء سن 290 ہجری سے بعد ہوئی اور 567 ہجری میں ختم ہوئی۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ان کی سلطنت گویا مجوسیوں اور یہودیوں کی سلطنت تھی۔ نہ علویوں کی اور یہ باطنی تھے' نہ فاطمی اور یہ چودہ متخلف یعنی پیچھے رہنے والے تھے' مستخلف یعنی خلیفہ نہیں تھے۔

فائدہ: امویوں سے جو مغرب میں خلیفہ ہوئے' وہ اسلام' اتباع' سنت' عدل' فضل' علم اور جہاد میں عبیدیوں سے بدرجہا بہتر تھے اور وہ بہت تھے' حتیٰ کہ اندلس میں ایک ہی وقت میں چھ (6) خلیفے ان سے گزرے ہیں۔

فائدہ: متقدمین میں سے بہت سے لوگوں نے خلفاء کی تاریخیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے

نفطویہ نحوی نے دو جلدوں میں خلفاء کی تاریخ لکھی ہے جو عہد قاہر تک ہے۔ صولی نے اوراق نامی ایک تاریخ لکھی ہے جس میں صرف خلفائے عباسیہ کا ذکر کیا ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے (مصنف) اور ابن جوزی نے خلفائے بنی عباس کی تاریخ لکھی ہے جو عہد ناصر تک ہے۔ میں نے اسے بھی دیکھا ہے۔ ابوالفضل احمد بن ابوطاہر مرذی نے جو شعرائے فحول[1] سے تھا۔ 205 ہجری میں فوت ہوا۔ اس نے بھی خلفاء کی تاریخ لکھی ہے۔ امیر ابوموسیٰ ہارون بن محمد عباسی نے بھی ایک خلفاء کی تاریخ تصنیف کی ہے۔

فائدہ: خطیب اپنی تاریخ بسندہ محمد بن عباد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مامون کے سوا خلفاء میں کوئی حافظ نہیں گزرا۔ مصنف کہتے ہیں۔ یہ حصر ممنوع ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حافظ قرآن تھے۔ چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ نووی نے ''تہذیب'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حافظ تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے وصالِ نبی ﷺ کے بعد پورا قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔

فائدہ: ابن ساعی لکھتے ہیں۔ میں خلیفہ ظاہر کی بیعت کے وقت موجود تھا۔ خلیفہ ایک قبہ دار چتر[2] کے نیچے سفید کپڑے اور بے آستین چغہ پہنے ہوئے بیٹھا تھا اور اس کے کندھوں پر آنحضرت ﷺ کی چادر مبارک تھی اور وزیر اس کے سامنے ایک منبر پر کھڑا تھا اور داروغہ خاص اس سے ایک زینہ نیچے کھڑا تھا۔ اور وہ لوگوں سے ان الفاظ سے بیعت لیتا تھا۔ ''میں اپنے سردار اور مالک ابونصر محمد ظاہر بامر اللہ کی، جس کی اطاعت تمام جہان پر واجب ہے، کتاب اللہ، سنت نبوی اور اجتہاد امیر المومنین پر بیعت کرتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ اس کے سوا اور کوئی خلیفہ نہیں ہے۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات

حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا اسم مبارک عبداللہ تھا۔ ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی کے بیٹے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مرہ میں جا ملتا ہے۔ نووی

[1] فضیلت رکھنے والے شعراء۔ [2] چھاتا، چھتر فارسی میں۔

''تہذیب'' میں لکھتے ہیں کہ ہم نے جو ابو بکرؓ کا نام عبداللہ بیان کیا ہے' یہی صحیح اور مشہور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام عتیق تھا۔ مگر درست اور صحیح بات جس پر تمام علماء کا اجماع ہے یہ ہے کہ عتیق آپ کا نام نہیں تھا بلکہ لقب تھا اور یہ لقب آپ کا عتیق من النار یعنی دوزخ کی آگ سے آزاد ہونے کی وجہ سے ہوا' جیسا کہ حدیث میں آیا ہے' جسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عتاقہ یعنی بوجہ حسن و جمال کے یہ لقب ہوا۔ (مصعب بن زبیر اور لیث بن سعد اور ایک جماعت کی یہی رائے ہے۔)

اور بعض کہتے ہیں' کہ یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ آپ کے نسب میں کوئی بات قابل عیب نہیں ہے۔

مصعب بن زبیر وغیرہ کہتے ہیں کہ آپ کے ملقب بہ صدیق ہونے پر تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے کیونکہ آپ نے فی الفور بغیر توقف کے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور اس پر ہمیشہ قائم رہے اور کسی حال میں بھی آپ کو اس پر توقف یا خدشہ نہیں ہوا۔ حالت اسلام میں آپ کے مواقف رفیعہ تھے جن سے ایک قصہ معراج ہے جس کے معاملہ میں آپ نے ثابت قدمی دکھائی اور کفار کو جواب دیا۔

آپ نے اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور پھر غار میں اور تمام رستے میں آپ کے ساتھ رہے۔ جنگ بدر اور حدیبیہ کے دن آپ کا کلام فرمانا جبکہ فتح مکہ کی دیر کے سبب تمام لوگوں پر امر مشتبہ ہو رہا تھا' پھر رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد پر کہ ''ایک بندے کو خدا تعالیٰ نے دنیا و آخرت کیلئے تیار کیا ہے۔'' آپ کا رو پڑنا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن آپ کا ثابت قدم رہنا اور ایک فصیح و بلیغ خطبے سے لوگوں کو تسلی دینا' پھر مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر بیعت لینے کے لیے تیار ہو جانا' پھر اسامہ بن زید کو لشکر دیکر شام کی طرف بھیجنے کا اہتمام کرنا اور اس ارادے پر ثابت رہنا' پھر مرتدین[1] کی لڑائی کیلئے تیار ہو جانا اور اس بارے میں صحابہ سے مناظرہ کر کے دلائل کے ساتھ ان پر غالب آنا اور خدا کا آپ کے دل کی طرح ان کے دلوں کو بھی حق کے لیے کھول دینا' یعنی اہل ردّۃ کے ساتھ جنگ کے لیے ان کا بھی تیار ہو جانا' پھر آپ کا فتح شام کے لیے لشکر روانہ کرنا اور ان کو مدد بھیجتے رہنا' پھر آپ ان

---

[1] اسلام سے پھرے ہوئے لوگ۔

تمام امور کو ایک ایسی بات سے ختم کرنا جو آپ کے شمائل[1] ومناقب سے نہایت اعلیٰ ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ غرضیکہ آپ کے مناقب وفضائل احساس سے باہر ہیں۔ (نووی کا کلام ختم ہوا۔)

مصنف نے یہاں فرمایا: میرا ارادہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات کو ذرا تفصیل سے بیان کروں اور اس میں بہت سی باتوں کو جو مجھے معلوم ہوئیں' لکھوں اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک بیان کے لیے کئی ایک فصلیں مقرر کروں۔

فصل نمبر 9

اسم ولقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کا نام عبداللہ بن عثمان ہے۔ مگر ابن سعد نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آپ کا لقب تھا۔ پھر اس لقب سے ملقب ہونے کے وقت اور سبب میں اختلاف ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ عتاقہ بوجہ یعنی حسن و جمال کے سبب آپ کا یہ لقب ہوا۔ (لیث بن سعد' احمد بن حنبل اور ابن معین وغیرہم اسی بات کے قائل ہیں۔)

ابونعیم فضل بن دکین کہتے ہیں۔ آپ کے قدم فی الخیر یعنی بھلائی میں دیرینہ ہونے کی وجہ سے یہ لقب ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ عتاقہ نسب یعنی نسب کے پاکیزہ ہونے کی وجہ سے یہ لقب ہوا۔ کیونکہ آپ کی نسب میں کوئی معیوب بات نہ تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ آپ کا پہلا نام عتیق تھا۔ بعد میں عبداللہ رکھا گیا۔

طبرانی نے قاسم بن محمد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسم کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا' عبداللہ تھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ لوگ تو عتیق بتلاتے ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ابوقحافہ کے تین بیٹے تھے۔ ایک کا نام عتیق تھا۔ دوسرے کا معتق' تیسرے کا معیتق۔

ابن مندہ اور ابن عساکر موسیٰ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوطلحہ سے

---

[1] طبیعت۔

پوچھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق کیوں رکھا گیا؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ آپ کو خانہ کعبہ میں لیکر گئیں۔ پھر دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا عِتِیْقٌ" مِنَ الْمَوْتِ فَھَبْہُ لِیْ ترجمہ: یعنی اے اللہ بے شک یہ بچہ موت سے آزاد ہے۔ اسے مجھے عنایت فرما۔

طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا نام عتیق حسن صورت کی وجہ سے رکھا گیا۔

ابن عساکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام گھر والوں نے تو عبداللہ رکھا تھا۔ لیکن آپ عتیق کے نام سے مشہور ہوئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ (آپ کا نام تو گھر والوں نے عبداللہ رکھا تھا) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عتیق رکھا۔

ابو یعلی نے اپنی مسند اور ابن سعد اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں ایک دن اپنے گھر میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کے صحن میں تشریف رکھتے تھے۔ میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص عتیق من النار (یعنی دوزخ کی آگ سے آزاد) کو دیکھنا پسند کرتا ہے تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ آپ کے گھر والوں نے آپ کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ مگر عتیق مشہور ہوئے۔

ترمذی اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شریف میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ یَا اَبَا بَکْرٍ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ ترجمہ: اے ابوبکر تو دوزخ کی آگ سے خدا تعالیٰ کا آزاد کیا ہوا ہے۔" پس اسی روز سے آپ کا نام عتیق ہو گیا۔

بزار اور طبرانی نے بسند جید عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصلی نام عبداللہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا۔ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ ۔ اسی دن سے آپ کا نام عتیق ہو گیا۔

باقی رہا لقب صدیق۔ سو کہا گیا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہی آپ اس لقب سے

ملقب ہو گئے تھے کیونکہ آپ ہمیشہ سچ ہی کہتے تھے۔ چنانچہ ابن مسدی نے اس کا ذکر کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ہر بات کی تصدیق میں آپ پیش دستی فرماتے تھے۔ اس لیے یہ لقب ہوا۔

ابن اسحاق نے حسن بصری اور قتادہ سے روایت کی ہے کہ اس لقب سے آپ کی شب معراج کی صبح سے شہرت ہوئی۔

تصدیق بلا توقف

حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ مشرکین حضرت ابوبکرؓ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اب بھی تو اپنے دوست (یعنی آنحضرت ﷺ کے ساتھ رغبت رکھے گا جبکہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں رات کو بیت المقدس پہنچایا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے؟ مشرکین نے جواب دیا۔ ہاں! تو آپ نے کہا پھر آپ نے سچ کہا ہے کیونکہ میں اس سے بھی بڑھ کر اگر آپ کہیں کہ میرے پاس صبح و شام آسمان کی خبریں آتی ہیں۔ اس میں بھی آپ کو سچا جانتا ہوں۔ اسی لیے آپ کا نام صدیق ہوا۔ (اس روایت کی اسناد جید ہیں) اسی حدیث کو ابن عساکر نے حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ ابو معشر نے ابو وہب مولیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ شب معراج میں واپس آتے وقت مقام ''ذی طویٰ'' پر پہنچے تو آپ نے فرمایا۔ اے جبرائیل! لوگ میری تصدیق نہ کریں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ آپ کی تصدیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔ اس حدیث کو طبرانی نے بھی اوسط میں بروایت ابو وہب عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

حاکم نے مستدرک میں نزال بن ابسرہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ اے امیر المومنین ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کا نام صدیق، حضرت جبرائیل علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا ہے۔ وہ نماز میں آنحضرت ﷺ کے خلیفہ تھے اور آنحضرت ﷺ نے انہیں ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا۔ پس ہم نے انہیں اپنی دنیا

کے لیے پسند کیا۔ (اس حدیث کے اسناد جید ہیں۔)

دار قطنی اور حاکم نے ابو یحییٰ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ تین دفعہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام اپنے نبی کی زبان پر صدیق رکھا ہے۔

طبرانی بسندِ جید اور صحیح حکیم بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام صدیق آسمان سے نازل کیا ہے۔ حدیث احد میں ہے کہ اے احد! ٹھہر جا اور ساکن ہو جا کہ تجھ پر اس وقت نبی، صدیق اور شہید ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ آپ کے والد بزرگوار کے چچا کی بیٹی تھیں۔ نام ان کا سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب اور کنیت ام الخیر ہے۔ (اسے ابن عساکر نے زہری سے روایت کیا ہے۔)

فصل نمبر 10

مولد (جائے پیدائش) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آپ آنحضرت ﷺ کے تولد (پیدا ہونا) سے دو سال چند ماہ کے بعد پیدا ہوئے۔ کیونکہ آپ جب فوت ہوئے ہیں تو آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ ابن کثیر کہتے ہیں۔ خلیفہ بن خیاط نے جویزید بن اصم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں بڑا ہوں یا تم؟ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (یعنی مرتبہ) میں تو آپ ہی ہیں۔ لیکن میں آپ سے عمر میں بڑا ہوں۔ سو یہ حدیث مرسل ہے اور نہایت ہی غریب ہے اور مشہور اس کے خلاف ہے۔ صرف ابن عباس سے یہ روایت آئی ہے۔ آپ نے مکہ میں ہی نشوونما پائی اور سوائے ضرورتِ تجارت کے آپ کبھی مکہ سے باہر نہیں نکلے۔ آپ اپنی قوم میں بڑے مالدار اور صاحب مروّت[1] تھے۔ چنانچہ ابن دغنہ نے ایک بار کہا تھا کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور حدیث نبوی کی تصدیق کرتے ہیں اور گمشدہ کی تلاش کرتے ہیں اور حوادثِ زمانہ پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور مہمان کی خاطر داری کرتے ہیں۔

---

[1] انسانیت دوست۔

نووی کہتے ہیں کہ آپ جاہلیت میں رؤسائے قریش اور ان کے اہل مشاورت اور معزز فرد تھے اور ان کے معاملات سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو آپ نے اسے اس کے (یعنی اسلام کے) علاوہ پر اسلام کو ترجیح دی اور اس میں آپ بہت شاندار طریقے سے داخل ہوئے۔

زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف بن خربوذ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش کے ان گیارہ شخصوں میں سے تھے جنہیں جاہلیت اور اسلام میں شرف حاصل رہا۔ چنانچہ خون بہا اور جرمانہ کا کام آپ کے سپرد تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کا کوئی ایک خاص بادشاہ نہ تھا۔ جس کی طرف تمام امور میں فیصلہ کیلئے جایا جاتا بلکہ ہر قبیلہ میں ولایت عامہ تھی جسے قبیلہ کا سردار سرانجام دیتا تھا۔ چنانچہ بنو ہاشم کے ذمہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مال رفادہ[1] کا انتظام تھا۔ یعنی ان کے سوا کوئی شخص حاجیوں کو کھلا پلا نہیں سکتا تھا اور بنی عبدالدار کے متعلق حجابت علم برداری اور مجلس شوریٰ کا انتظام تھا۔ یعنی کوئی شخص مجلس شوریٰ میں ان کے اذن کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا تھا اور جب قریش لڑائی کا جھنڈا باندھنا چاہتے تو بنوعبدالدار ہی اسے باندھتے اور جب قریش کسی امر کے نقض[2] وابرار[3] کے لیے جمع ہوتے تو دارالندوہ میں ہی ان کا اجتماع ہوتا اور وہ امر وہیں سے نافذ ہوتا اور یہ دارالندوہ بنی عبدالدار کا تھا۔

فصل نمبر 11

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور زمانہ جاہلیت

ابن عساکر بسند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں کبھی شعر نہیں کہا اور آپ نے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے زمانہ جاہلیت میں ہی شراب پینی چھوڑ دی تھی۔

اور ایک روایت میں ابونعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند جید بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں ہی شراب اپنے اوپر حرام کرلی تھی۔

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر

1۔ مرہم پٹی۔ 2۔ توڑنا۔ 3۔ مضبوط کرنا۔

صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی شعر نہیں کہا۔

اور ابو عالیہ ریاحی سے ابن عساکر روایت کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے مجمع میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی؟ تو آپ نے فرمایا اعوذ باللہ (یعنی شراب پینے سے میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں) صحابہ کرامؓ نے پھر پوچھا۔ آپ کیوں نہیں پیتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا۔ میں اپنی آبرو کو بچاتا تھا اور اپنی مروّت کی حفاظت کرتا تھا کیونکہ جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی آبرو اور مروّت کو ضائع کر دیتا ہے۔

راوی نے بیان کیا کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے دو دفعہ فرمایا کہ ابوبکر سچا ہے، ابوبکر سچا ہے (یہ حدیث مرسل ہے اور مسند اور متن کے لحاظ سے غریب ہے۔)

فائدہ: مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر میں کوئی راوی گرا ہوا ہو اور غریب وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند کا کوئی راوی سلسلہ سند کے کسی شیخ سے روایت میں منفرد ہو۔

(صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

فصل نمبر 12

حلیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابن سعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ گورے رنگ والے شخص تھے، جسم کے دبلے پتلے، رخساروں پر گوشت نہایت کم تھا۔ قد خمیدہ[1] تھا۔ یعنی آپ حیا و وقار کے سبب سرنگوں رہتے تھے۔ تہبند آپ کا نہیں ٹھہرتا تھا۔ نیچے کو کھسک جایا کرتا تھا۔ چہرے پر پسینہ رہتا یا چہرے پر گوشت کم تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں۔ پیشانی بلند تھی۔ انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں۔ یہ آپ کا حلیہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہدی اور وسمہ سے خضاب کیا کرتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو آپ کے اصحاب میں سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کے بال

---

[1] آدمیت اور انسانیت۔ [1] جھکا ہوا۔

سیاہ وسفید ملے جلے نہیں تھے اور آپ نے انہیں حنا اور وسمہ سے خضاب کیا ہوا تھا۔

فصل نمبر 13

آپ کا اسلام لانا

ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوقت قضیہ خلافت فرمایا۔ کیا میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں۔ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا۔ کیا میں اس اور اس صفت والا نہیں ہوں؟

ابن عساکر نے طریق حارث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

حیثمہ نے بسند صحیح زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

اور ابن سعد نے ابواروی دوسی صحابی سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

طبرانی نے کبیر میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا؟ آپ نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ کیا تو نے حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا؟

اِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ اَخِیْ ثِقَةٍ فَاذْكُرْ اَخَاكَ اَبَابَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

ترجمہ: جب تو کسی معتمد اور نیکوکار بھائی کے اندوہ وغم کا ذکر اس کے افعال حسنہ کی وجہ سے کرے تو پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ضرور کر۔

خَیْرُ الْبَرِیَّةِ اَتْقَاهَا وَاَعْدَلُهَا اِلَّا النَّبِیَّ وَاَوْفَاهَا بِمَا سَمَلَا

آپ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلوق سے بہتر، نیکوکار اور منصف تھے اور از روئے نفع رسانی اور اصلاح امت میں سب سے زیادہ بہتر تھے۔

وَالثَّانِی الثَّانِی الْمَحْمُوْدُ مَشْهَدَهٗ وَاَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

آپ (غار ثور میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ڈھونڈنے

والے عمدہ حضوری والے تھے اور لوگوں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی۔

ابونعیم فرات بن سائب سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے میمون سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما؟ فرات کہتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کانپنے لگے، حتیٰ کہ آپ کا عصاء ہاتھ سے گر گیا۔ پھر فرمانے لگے کہ مجھے خیال نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں ان دونوں کا موازنہ کیا جائے گا۔ ان دونوں کی خوبی خدا ہی جانتا ہے۔ وہ دونوں اسلام کا سر تھے۔ راوی کہتا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ تو آپ نے کہا بخدا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو آنحضرت ﷺ پر بحیریٰ راہب کے زمانے سے اسلام لائے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ اس راہب کے پاس سے گزرے تھے۔ ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیش دستی اسلام کے بارے میں اختلاف ہے اور یہ سب باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے سے پہلے کی ہیں۔

صحابہ اور تابعین وغیرہ کی ایک جماعت کہتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئی ہیں اور ان اقوال میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑکوں میں سے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائی ہیں۔ یہ تطبیق امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر سالم بن جعد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد حنیفہ سے پوچھا۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا، نہیں تو میں نے کہا کہ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں بلند مرتبہ اور سابق الایمان ہوئے ہیں؟ حتیٰ کہ ان کے سوائے کسی کو (سابق الایمان) نہیں کہا جاتا۔ انہوں نے کہا! اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہونے سے لے کر وفات تک سب سے اسلام میں

افضل رہے ہیں۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تم سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگے نہیں بلکہ ان کے پہلے پانچ سے زیادہ آدمی مسلمان ہو چکے تھے۔ ہاں وہ ہم سب سے اسلام میں افضل تھے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ ظاہر یہ بات ہے کہ سب سے پہلے آپ کے اہل بیت ایمان لائے۔ یعنی ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی زوجہ اور آپ کا غلام زید اور ان کی زوجہ ام ایمن اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ورقہ رضی اللہ عنہ۔

ابن عساکر عیسیٰ بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک دن کعبہ (زادہا اللہ شرفاً) کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا اور زید بن عمر بن نفیل بھی وہیں بیٹھا تھا کہ اتنے میں امیہ ابن ابی صلت اس کے پاس سے گزرا اور کہا کہ اے بھلائی کے خواہاں! تم نے کس حال میں صبح کی ہے؟ وہ کہنے لگے اچھی حالت میں کی ہے۔ اس نے کہا تو نے کچھ معلوم کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو امیہ نے کہا

كُلُّ دِيْنٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَا قَضَى اللهُ فِي الْحَقِيْقَةِ بُوْرٌ

ترجمہ: یعنی ہر ایک دین و مذہب قیامت کے دن فاسد ہو جائیں گے۔ سوائے اس مذہب کے جس کا فیصلہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہوگا۔

آگاہ ہو جا کہ نبی جس کا انتظار ہے، ہم سے ہوگا یا تم سے ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے قبل میں نے سنا تھا کہ کسی نبی کا انتظار ہو رہا ہے اور وہ مبعوث ہوگا۔ ان کی یہ بات سن کر میں ورقہ بن نوفل کی طرف گیا۔ (یہ شخص اکثر آسمان کی طرف دیکھتا رہتا تھا اور اس کے سینے سے ایک قسم کی آواز نکلتی تھی) اور اسے ٹھہرا کر امیہ بن ابی صلت کی بات کی اطلاع دی تو اس نے کہا۔ ہاں اے بھائی! میں اہل کتب و اہل علوم سے ہوں۔ آگاہ ہو جا۔ یہ نبی جس کا انتظار ہے خاندان وسط عرب سے ہے اور مجھے اس نسب کا علم ہے۔ تیری قوم خاندان وسط عرب سے ہے۔ پھر میں نے کہا اے چچا! وہ نبی کیا کہے گا؟ وہ کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو اسے کہا جائے گا، وہ فقط وہی کہے گا اور نہ وہ کسی پر ظلم کرے گا۔ پس جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی۔

عبداللہ بن حصین تمیمی سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس نے اس سے تردّد اور انکار ظاہر کیا۔ مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر جب میں نے اسلام پیش کیا تو انہوں نے بغیر تردّد و انکار کے اسے قبول کیا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ آپ سے تردّد و تلبّث[1] اس واسطے صادر نہیں ہوا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے دلائل، دعوت سے پہلے سن چکے تھے اور جس وقت آقا علیہ السلام نے دعوت دی تو وہ اس سے پہلے غور و فکر کر چکے تھے۔ پس فی الفور ایمان لے آئے۔

پھر بیہقی ابن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو غیب سے آواز آتی۔ (یا محمد ﷺ) پس آپ واپس تشریف لے آتے۔ اس بات کو پوشیدہ طور سے آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا جو اپنے زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کے دوست تھے۔

ابونعیم اور ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جس کسی سے اسلام لانے کو کہا اس نے انکار کیا، بحثیں کیں، سوائے ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے۔ میں نے جو کچھ انہیں کہا انہوں نے قبول کیا اور اس پر وہ مستقل رہے۔

بخاری ابی داؤد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! تم میرے دوست کو چھوڑتے ہو، حالانکہ میں نے تم سب کو کہا ہے کہ میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مگر تم نے مجھے جھوٹا جانا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی۔

فصل نمبر 14

حضوریٔ و ہم نشینیٔ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

علماء لکھتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے لے کر آنحضرت ﷺ کی وفات تک آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ نہ سفر میں، نہ حضر میں۔ ان اوقات کے علاوہ جن میں آنحضرت ﷺ نے انہیں جانے کی اجازت دی۔ جیسے حج اور غزوہ وغیرہ۔ آپ تمام جنگوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی محبت میں اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر کے

---

[1] کسی جگہ ٹھہرنا۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ غار میں آپ ہی آنحضرت ﷺ کے رفیق تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (پ 10 سورہ توبہ آیت نمبر 40) ترجمہ: صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اپنے دوست سے فرماتے تھے نہ غم کر۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (اسماء سورہ آیات نمبر صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی) (ترجمہ از کنز الایمان)

کئی مقامات پر آپ نے آنحضرت ﷺ کی مدد کی۔ جنگوں میں آپ کے بہت سے کارنمایاں ہیں۔ جنگ احد و حنین میں آپ ثابت قدم رہے جبکہ تمام لوگ بھاگ گئے تھے۔ جیسا کہ آپ کی شجاعت کے بیان میں عنقریب ہی آئے گا۔

فرشتوں کا خوشخبری دینا

ابن عساکر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن فرشتوں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی اور کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے؟ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عریش[1] میں بیٹھے ہیں۔

جبرائیل و میکائیل کا مدد کرنا

ابو یعلیٰ، حاکم اور احمد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے دن مجھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم سے ایک کی مدد جبرائیل علیہ السلام کرتا ہے اور دوسرے کی میکائیل۔

میں تجھے نہ چھوڑتا

ابن عساکر ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بدر کے دن مشرکین کے ساتھ تھا۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو اپنے والد سے کہا کہ جنگ بدر کے دن آپ کئی دفعہ میری زد میں آئے۔ لیکن میں آپ سے ہٹ گیا تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو میری زد میں آجاتا تو تجھے نشانہ بنائے بغیر میں نہ چھوڑتا۔

[1] پالکی۔

فصل نمبر 15

شجاعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بزار اپنی مسند میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ایک دن لوگوں سے) فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع کون ہے؟ انہوں نے کہا آپ (اس پر) آپ نے فرمایا کہ میں تو صرف اس شخص سے لڑتا ہوں جو (شجاعت اور بہادری میں) میرا ہم پلہ اور برابر ہو۔ (اور یہ کوئی شجاعت نہیں) تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ شجاع کا نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایسا شخص معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شجاع ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ یوم بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان سا بنا دیا تھا۔ پھر ہم نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون رہے گا؟ تاکہ مشرکین سے کوئی شر کے ارادہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ آ سکے۔ تو بخدا ہم سے کسی کی ہمت نہ پڑی۔ مگر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو تلوار سونت کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی جانب کھڑے ہو گئے اور مشرکین میں سے جو شخص بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتا آپ اس پر حملہ کر دیتے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے زیادہ شجاع ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور کوئی ان سے آپ کو گھسیٹتا' کوئی دھکے دیتا اور وہ کہتے جاتے کہ تو ہی ہے جس نے ایک خدا بنا دیا ہے۔ بخدا ہم سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ کسی کو مارتے' کسی کو گھسیٹتے اور کسی کو دھکا دیتے اور کہتے جاتے' تمہیں خدا کی مار۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو؟ جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اوپر اٹھائی اور رو پڑے' حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں تمہیں قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ مومن آل فرعون اچھا ہے یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ لوگ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ بخدا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک ساعت مومن آل فرعون جیسوں کی ہزار ساعت سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ شخص (یعنی مومن آل فرعون) اپنے ایمان کو چھپاتا ہے اور اس شخص (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا۔

عقبہ کا عمل بد

بخاری روایت کرتے ہیں کہ عروہ بن زبیر کہتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر سب سے زیادہ سختی کیا کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آ کر آپ کی گردن میں چادر ڈال لی اور نہایت سختی سے آپ کا گلا گھونٹا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے اور عقبہ کو آنحضرت ﷺ سے دور کیا اور کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو؟ جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تمہارے پاس پروردگار کی نشانیاں لے کر آیا ہے۔

ہیثم بن کلیب اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنگ احد کے دن تمام لوگ آنحضرت ﷺ سے واپس چلے گئے تھے اور سب سے پہلے میں آپ کے پاس پھر کر آیا تھا۔ (اس حدیث کا تتمہ آگے بیان ہوگا۔)

اظہارِ اسلام اور خطیب اوّل

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب آنحضرت ﷺ کے اصحاب 38 ہو گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی۔ اب آپ اسلام کو ظاہر فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ابھی تھوڑے ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصرار جاری رکھا' حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ نے اظہار اسلام فرما دیا اور سب مسلمان مسجد میں ادھر ادھر بکھر گئے اور اپنے اپنے قبیلے میں گئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر تقریر فرمائی۔ پس آپ سب سے پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو بلایا۔ اس پر مشرکوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت تما مسلمانوں پر حملہ کیا اور مسجد کے اردگرد انہیں بڑی سختی سے زدوکوب کیا۔ (اس حدیث کا تتمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں بیان ہوگا)۔

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرف باسلام ہوتے ہی اپنا اسلام ظاہر کر دیا تھا اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلانا شروع کر دیا تھا۔

فصل نمبر 16

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انفاقِ مال

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے بڑھ کر سخی تھے۔ خدا تعالیٰ آپ کے حق میں فرماتا ہے۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی (پارہ 30 سورۃ اللیل آیت نمبر 17، 18)

ترجمہ: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا، جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو گا، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔ (ترجمہ از کنز الایمان - صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ابن جوزی کہتے ہیں۔ علماء کا اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جیسا مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا ہے، ایسا مجھے کسی کے مال نے نفع نہیں دیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کے لیے ہے۔ ابویعلیٰ نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری سے مروی ہے اور خطیب نے سعید بن مسیب سے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے اور ان سب حدیثوں میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں ایسے ہی تصرف فرماتے تھے جیسے کہ اپنے مال میں اور ابن عسا کرنے کئی طریقوں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس روز مشرف بہ اسلام ہوئے، اس وقت چالیس ہزار دینار آپ کے پاس تھے۔ (ایک روایت چالیس ہزار درہم ہے) جو سب کے سب آپ نے آنحضرت ﷺ پر خرچ کر دیئے۔ ابوسعید بن اعرابی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے، اس وقت آپ کے گھر میں چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے اور جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں جانے لگے تو پانچ ہزار دینار سے بھی کم مال آپ کے پاس رہ گیا تھا اور یہ سب مال آپ نے مسلمانوں کی مدد اور غلام آزاد کرنے

میں خرچ کیا۔

ابن عساکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے غلاموں کو آزاد کرایا ہے جو سب کے سب خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیئے جاتے تھے۔

ابن شاہین نے السنہ میں اور بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں۔ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی وہیں عبا[1] پہنے ہوئے بیٹھے تھے اور اس میں کانٹے لگا کر سینہ ڈھانک رکھا تھا۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد ﷺ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عبا میں کانٹوں کا ٹانکا لگائے ہوئے کیوں دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے جبرائیل (علیہ السلام) انہوں نے اپنا سارا مال مجھ پر فتح سے پہلے پہلے خرچ کر دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس محتاجی میں تو مجھ پر راضی ہے یا غصے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنے رب پر غصے ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، راضی ہوں، راضی ہوں۔ (یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند بہت ضعیف ہے۔)

ابونعیم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ مگر ان دونوں کی سند بھی ضعیف ہے اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی روایت کیا ہے اور خطیب نے ایک کمزور سی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ٹاٹ کا چغہ پہنے ہوئے جس میں کانٹے لگائے ہوئے تھے، آئے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زمین میں اپنے عبا میں کانٹے لگائے ہیں، ایسے ہی آسمان میں تمام فرشتے بھی کانٹے لگالیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی منکر ہے اور اگر اس اور اس سے پہلی حدیث کو لوگ متداول نہ کرتے تو ان کا ترک اولیٰ تھا۔

فائدہ: منکر وہ حدیث ہوتی ہے جس کی روایت میں زیادہ ضعیف راوی کم ضعیف راوی کی

---

[1] فقیروں کا لباس۔

مخالفت کرے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ابوداؤد اور ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کچھ مال صدقہ کرنے کے لیے فرمایا اور ان دنوں میں میرے پاس بہت سا مال موجود تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھوں گا۔ یہ سوچ کر میں نے اپنا نصف مال خدمت نبوی میں لا حاضر کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تو نے اپنے اہل کے لیے کتنا مال باقی چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اتنا ہی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال لے کر حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ابوبکر! تو نے اپنے اہل کے لیے کتنا مال باقی چھوڑا ہے؟ آپ نے عرض کیا۔ میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول باقی چھوڑا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔)

مقصود میں فرق

ابونعیم نے حلیہ میں حسن بصری سے روایت کی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس صدقہ لائے اور اس کی مالیت کو پوشیدہ رکھا اور عرض کیا۔ یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور میرا مقصود اللہ ہی ہے۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صدقہ لائے اور اس کی مالیت کو ظاہر فرما دیا اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور میرا مقصود اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دونوں کے صدقوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے قولوں میں ہے۔ (اسناد اس حدیث کی جید ہے۔ لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔)

ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے ہم پر احسان کیا ہے ہم نے اس کا عوض اور بدلہ دیدیا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جو احسان ہم پر ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا اور جیسا نفع مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے، کسی کے مال نے نہیں دیا۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عاجزی

بزار روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے والد ابوقحافہ کو لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "تو نے اس بوڑھے کو گھر میں ہی کیوں

نہ رہنے دیا۔ میں خود اس کے پاس آ جاتا۔'' میں نے عرض کیا کہ یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے زیادہ لائق اور سزاوار ہیں۔ آپ نے فرمایا ''میں ان کے بیٹے کے احسانات کا لحاظ کرتا ہوں۔''

ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مجھ پر کسی کے احسان نہیں کہ انہوں نے جان و مال سے میری غمخواری کی اور اپنی دختر کا مجھ سے نکاح کر دیا۔''

فصل نمبر 17

علم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آپ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر عالم اور ذکی تھے۔ نووی تہذیب میں لکھتے ہیں (میں نے یہ عبارت ان کی دستی لکھی ہوئی کتاب سے نقل کی ہے) کہ ہمارے علماء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیادتیٔ علم پر ان کے اس قول سے جو صحیحین میں مذکور ہے' دلائل لائے ہیں کہ ''بخدا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا' میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ بخدا اگر انہوں نے مجھ سے اونٹ کے باندھنے کی رسی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے' روک لی تو اس (حقیری چیز) کے روکنے پر بھی میں ان سے لڑوں گا۔''

شیخ ابواسحاق وغیرہ نے اپنی کتب میں آپ کے اعلم الصحابہ ہونے پر اس طرح دلیل بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا تمام صحابہؓ اس مسئلے کے حکم کو سمجھنے سے عاجز آ گئے تھے۔ پھر جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے مباحثہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہی درست ہے اور سب نے اس پر اتفاق کیا۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما صاحب فتویٰ

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں فتویٰ کون دیا کرتا تھا؟ آپ نے فرمایا! ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا میں اور کسی کو نہیں جانتا کہ فتویٰ دیتا ہو۔

اشارہ

بخاری اور مسلم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ

پڑھا اور فرمایا ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بندہ کی دنیا اور آخرت سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں مختار کیا ہے اور اس بندے نے عاقبت اختیار کی ہے۔'' یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا کہ ہم اپنے والدین آپ پر قربان کرتے ہیں۔ ابو سعید خدری (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہمیں آپ کے رونے سے سخت حیرت ہوئی کہ آنحضرت ﷺ ایک بندہ کو خبر دیتے ہیں اور آپ رو رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں آنحضرت ﷺ ہی مختار کیے گئے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس اشارہ کو سمجھ لیا تھا۔ پس آپ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے! کہ ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اور مال سے مجھے سب سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔ اگر میں کسی کو اپنے پروردگار کے سوائے دوست بناتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوست بناتا۔ لیکن اسلام کی دوستی اور مودّت ہی بہتر ہے۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا سب کے دروازے مسجد کی طرف بند کر دیئے جائیں۔ (نووی کا کلام ختم ہوا۔)

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کو زیادہ سمجھتے تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تمام صحابہؓ کی موجودگی میں انہیں امام بنایا تھا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ امامت وہ شخص کرائے جسے قرآن مجید کا سب سے زیادہ علم ہو۔''

ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جن لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں، وہاں کوئی دوسرا ان کے سوا امامت نہ کرائے۔''

آپ کو سنت کا علم بھی سب سے زیادہ تھا۔ چنانچہ اکثر مرتبہ آپ کی طرف صحابہ نے رجوع کیا اور آپ نقل سنت میں ان پر غالب آئے۔ آپ کو احادیث اچھی طرح ضبط تھیں اور عندالحاجۃ فوراً ان کے پیش نظر ہو جاتی تھیں۔ مگر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ حال نہ تھا۔ آپ کو احادیث ضبط کیسے نہ ہوتیں، حالانکہ اوّل بعثت سے وفات تک آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ نیز آپ نہایت ہی ذکی اور ذہین تھے اور احادیث جو آپ سے بہت کم مروی ہیں، اس کا باعث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ جلدی ہی وفات پا گئے تھے۔ اگر آپ کچھ زیادہ عرصہ زندہ رہتے تو بیشمار احادیث آپ سے مروی ہوتیں اور ناقلین آپؓ سے ہر ایک حدیث کو نقل کرتے اور یہ وجہ بھی ہے کہ آپ کے ہمعصر صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ سے

پوچھنے کی چنداں ضرورت بھی نہ پڑتی کیونکہ آخر وہ بھی تو خدمت نبوی میں حاضر ہوتے تھے۔ اس لیے وہ آپ سے صرف وہی حدیث نقل کرتے تھے جو انہوں نے نہ سنی ہوتی۔

ابو القاسم بغوی میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی جھگڑا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیش ہوتا تو اس کا حکم قرآن مجید میں تلاش کرتے۔ اگر مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر نہ ملتا تو رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں آپ کو کوئی حدیث یاد ہوتی تو اس کے موافق فیصلہ کرتے اور اگر کوئی حدیث بھی معلوم نہ ہوتی تو اٹھ کر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ میرے سامنے ایسا معاملہ پیش ہوا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ کیا ہو؟ تو بعض اوقات کئی لوگ کہتے کہ آنحضرت ﷺ نے اس معاملہ میں اس طرح فیصلہ کیا تھا۔ اس پر آپ فرماتے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے ایسے شخص بھی پیدا کیے ہیں جو اپنے نبی کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث نہ ملتی تو آپ جلیل القدر اور معززین صحابہؓ کو جمع کر کے مشورہ کرتے اور جس بات پر ان کا اتفاق ہوتا' اسی کے موافق فیصلہ فرماتے۔

اتباعِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا کہ اگر قرآن و حدیث سے کسی مسئلہ کا حل نہ ملتا تو دیکھتے کہ اس معاملہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی اجتہاد کیا ہے یا نہیں؟ اگر معلوم ہوتا تو اس کے موافق فیصلہ کرتے اور اگر نہ ملتا تو صحابہؓ کی کثرتِ رائے پر فیصلہ فرماتے۔

نسب دان

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اہل عرب اور خصوصاً قریش کی نسب سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ چنانچہ ابن اسحاق یعقوب بن عتبہ سے اور وہ انصار کے ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ جبیر بن مطعم جو قریش اور عرب کا سب سے بڑا انساب تھا' کہا کرتا تھا کہ "میں نے علم نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھا ہے جو تمام لوگوں سے بڑھ کر نسب دان تھے۔"

ماہر علم تعبیر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علم تعبیر میں بھی اعلیٰ دسترس رکھتے تھے' چنانچہ آپ آنحضرت

ﷺ کے عہد مبارک میں بھی تعبیر بتلایا کرتے تھے۔ محمد بن سیرین (جو اس فن کے مانے ہوئے اور متفق علیہ شخص ہیں) کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے بڑے معبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ (ابن سعد نے اسے روایت کیا ہے)

دیلمی مسند الفردوس میں اور ابن عساکر سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ خوابوں کی تعبیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا کروں۔ (تا کہ انہیں تعبیر میں ملکہ کامل اور مہارت تامہ پیدا ہو۔ مترجم)

خطیب اور فصیح

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر فصیح اور خطیب تھے۔ چنانچہ زبیر بن بکار کہتے ہیں۔ میں نے بعض اہل علم لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بڑے خطیب اور فصیح تھے۔ معاملہ سقیفہ کے بیان میں ہم عنقریب ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کریں گے۔ آپ کے دل میں سب سے زیادہ خوف خدا تھا اور سب سے زیادہ آپ کو خدا کی معرفت تھی۔ چنانچہ ہم ان دونوں باتوں اور آپ کے بعض خطبوں کو ایک مستقل فصل میں بیان کریں گے۔

ایک جیسا جواب

حدیث حدیبیہ سے بھی آپ کا اعلم الصحابہ ہونا ثابت ہوتا ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صلح کی بابت آنحضرت ﷺ سے پوچھا اور عرض کیا۔ ہم کو اپنے دین میں ذلت کیوں دی جاتی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو اس کا جواب عنایت فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی وہی بات دریافت کی تو آپ نے بالکل وہی جواب دیا جو آنحضرت ﷺ نے دیا تھا۔ (بخاری وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے۔)

آپ تمام صحابہؓ سے عاقل اور مصیب الرائے تھے۔ چنانچہ امام رازی نے اپنے فوائد میں اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ "حضرت جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کیجئے۔"

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

طبرانی اور ابونعیم وغیرہ نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ جب معاذ کو حضور ﷺ یمن کی طرف بھیجنے لگے تو اپنے صحابہؓ سے جن میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے، مشورہ کیا تو ہر ایک نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی تو رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے عرض کی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، وہی میری رائے ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس بات کو ناگوار سمجھتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطا کریں" اور اسامہ نے اپنی مسند میں اس طرح روایت کیا ہے۔ "اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمین میں خطا کریں۔"

طبرانی اوسط میں سہل بن سعد ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطا کریں۔ (راوی اس حدیث کے سب ثقہ ہیں۔)

فصل نمبر 18

جمع قرآن

نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان صحابہؓ سے ہیں جنہیں پورا قرآن مجید حفظ تھا۔ اس بات کو اور بہت سے علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چار شخصوں نے قرآن مجید جمع کیا تھا۔ سو ان سے مراد انصار کے چار شخص ہیں۔ جیسا کہ میں نے اس بات کو اپنی کتاب "اتقان" میں واضح کر دیا ہے۔

اور ابن داؤد نے جو شعبی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور ابھی تک پورا قرآن شریف جمع نہیں ہوا تھا۔ تو یہ مدفوع ہے یا اس کی یہ تاویل ہے کہ مراد جمع سے وہ ترتیب ہے جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے ترتیب دیا۔

فصل نمبر 19

افضل الصحابہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اہلسنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد باقی عشرہ مبشرہ' پھر باقی اہل بدر اور پھر باقی اہل احد' پھر باقی اہل بیعت الرضوان اور پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم۔ ابومنصور بغدادی نے بھی اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔

بخاری روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں ''ہم عہد رسول اللہ ﷺ میں صحابہؓ میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ'' اور طبرانی نے ''کبیر'' میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے کہ ''نبی ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تھی اور آپ اسے برا نہ مناتے تھے۔''

یا خیر الناس

ابن عساکر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو فضیلت دیا کرتے تھے۔

ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے جب بہت سے صحابی جمع ہو کر بیٹھتے تو کہتے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ اس کے بعد ہم خاموش ہو جاتے۔ ترمذی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا۔ یَاخَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (یعنی اے رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل) اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ یہ کہتے ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر آدمی پر کبھی آفتاب طلوع نہیں ہوا۔

مثالِ عجز

بخاری محمد بن علی بن طالب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا

''رسول اللہ ﷺ کے بعد کون شخص افضل ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے اس خوف سے کہا کہ مبادا آپ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں۔ کہا کہ پھر آپ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں سے ایک معمولی شخص ہوں۔

احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت سے سب سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درجہ تواتر کو پہنچی ہے۔ خدا رافضیوں پر لعنت کرے۔ وہ کیسے جاہل ہیں۔

ترمذی اور حاکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے۔ ہمارے سردار ہم سب سے بہتر اور ہم سب سے رسول اللہ ﷺ کے زیادہ محبوب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا ایسا کہا ہے۔

ابن عساکر عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ منبر پر چڑھے اور فرمایا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو اس کے خلاف کہے گا' وہ کذاب ہے اور اسے کذاب کی سزا ملے گی۔

فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور یہ بھی ابن عساکر نے ابن ابویعلیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے گا میں اسے کذاب کی حد لگاؤں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

عبدالرحمٰن بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابونعیم وغیرہ نے ابودرداء سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''انبیاء کے بعد آفتاب کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد کسی مسلمان پر آفتاب طلوع نہیں ہوا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

حضرت جابر سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ تم سے کسی پر آفتاب نے طلوع نہیں کیا۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ اس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور کئی طریقوں سے اس کے شواہد بھی موجود ہیں۔ جو اس حدیث کے صحیح ہونے یا حسن ہونے کا اقتضاء کرتے ہیں۔ ابن کثیر نے تو اس کے صحیح ہونے کا ہی حکم لگایا ہے۔

فائدہ: حدیث صحیح اور حسن کی دو دو قسمیں ہیں:

1-صحیح لذاتہ' 2-صحیح لغیرہ

1- صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل اور تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلّل ہو۔

2-صحیح لغیرہ: جس حدیث میں کمال ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور ضبط کی کمی تعددِ طرقِ روایت سے پوری ہو جائے۔

1- حسن لذاتہ: جس حدیث میں کمالِ ضبط کے سوا صحیح لذاتہ کی تمام صفات ہوں اور یہ کمی تعدد طرق سے پوری نہ ہو۔

2- حسن لغیرہ: جو حدیث صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو۔ لیکن یہ کمی تعدد طرق روایت سے پوری ہو جائے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

طبرانی سلمہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ اوسط میں سعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت سے سب سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اعزاز

بخاری اور مسلم عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کو کون سا شخص سب سے پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ میں نے عرض کیا کہ مردوں سے کون؟ آپ نے فرمایا اس کا باپ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا اس کے بعد کون آپ کو محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ" یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ لیکن ان میں ثم عمر کا لفظ نہیں ہے۔

زیادہ محبوب شخص

ترمذی نسائی اور حاکم نے عبداللہ بن شفیق سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا "کونسے صحابی آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟ آپ نے فرمایا "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ" میں نے عرض کیا۔ ان کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا "ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ"

ترمذی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا "یہ دونوں انبیاء اور مرسلین کے سوا جنت کے تمام اولین و آخرین ادھیڑوں کے سردار ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

طبرانی اوسط میں عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر صحابیوں سے کسی کو فضیلت دی تو اس نے مہاجرین اور انصار کو عیب لگایا۔

مدح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ابن سعید زہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کہا "تو نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح میں بھی کوئی شعر کہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا! سناؤ (راوی حدیث کہتا ہے) میں پاس بیٹھا سن رہا تھا۔ انہوں نے یہ شعر پڑھے: شعر

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمَنِیْفِ وَ قَدْ   طَافَ الْعُدُوُّ بِہٖ اِذْ صَعَّدَ الْجَبَلَا

ترجمہ: آپ غارِ بزرگ میں رسول اللہ ﷺ کے اس وقت ہم نشین و رفیق رہے ہیں جبکہ دشمن پہاڑ پر چڑھتے ہوئے اس غار کے اردگرد پھر رہے تھے۔

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا   مِنَ الْبَرِیَّۃِ لَمْ یَعْدِلْ بِہٖ رَجُلَا

ترجمہ: سب لوگ جانتے ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے رفیق اور محبوب ہیں اور (پیغمبروں کے علاوہ) تمام جہان سے کوئی شخص آپ کا ہم مرتبہ نہیں۔

یہ شعر سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، حتیٰ کہ آپ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اے حسان! تو نے سچ کہا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے ہی ہیں۔

فصل نمبر 20

راحم وسخت اور امین و باحیاء

امام ترمذی اور احمد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں سب سے سخت عمر رضی اللہ عنہ ہے اور سب سے باحیا عثمان رضی اللہ عنہ ہے اور حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہے اور علم فرائض میں سب سے بہتر جاننے والا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے اور سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے اور ہر ایک امت میں ایک امین ہوتا ہے اور امین اس امت کا عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہے۔ ابویعلیٰ نے اسی حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ لفظ زائد ہے کہ سب سے بڑھ کر قاضی علی بن طالب رضی اللہ عنہ ہے اور اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں شداد بن اوس سے روایت کیا ہے اور اس میں یہ لفظ زائد ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ زاہد اور صادق ابوذر رضی اللہ عنہ ہے اور ابودرداء میری امت میں سب سے عابد اور پرہیزگار ہے اور میری امت میں سب سے حلیم اور سخی معاویہ رضی اللہ عنہ ہے (جلال الدین سیوطی مصنف کتاب کہتے ہیں) کہ علامہ کالیجی سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ تفصیلات پہلی تفصیل کے منافی ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔

فصل نمبر 21

مدح وشان وتصدیق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بعض علماء کی تصانیف سے میں نے ایک کتاب دیکھی ہے۔ جن میں ان لوگوں کے نام ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوئی۔ لیکن وہ کتاب حشو وزوائد سے خالی نہیں اور نہ ہی اس میں ان تمام لوگوں کا ذکر ہی ہے۔ میں نے بھی اس مضمون میں ایک

کتاب لکھی ہے جو حشو و زوائد سے پاک اور تمام ان لوگوں کے اسماء کو حاوی ہے۔ جن کے بارہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو اس میں درج ہے' اس سے بطور خلاصہ میں یہاں درج کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ.

(پارہ 10' سورۃ توبہ' آیت 40)

ترجمہ: صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے' جب اپنے یار سے فرماتے تھے۔ غم نہ کھا' بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ (آرام' سکون' اطمینان) اتارا۔ (ترجمہ کنزالایمان' آیت نمبر و اسمائے سورۃ' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس آیت میں لفظ صاحب سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ ہم عنقریب اس میں ایک حدیث بھی نقل کریں گے۔

آزادیٔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

ابن ابی حاتم ابن عباس فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ علیہ سے مراد علی ابی بکر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ہمیشہ تسلی رہی ہے۔

ابن ابی حاتم ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ سے خرید کر للہ (یعنی اللہ کیلئے) آزاد کر دیا تھا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی. وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی. اِنَّ سَعْیَكُمْ لَشَتّٰی

(پارہ 30 سورۃ اللیل' آیت نمبر 1' 2' 3' 4)

ترجمہ: اور رات کی قسم جب چھائے اور دن کی قسم جب چمکے اور اس کی قسم جس نے نر و مادہ بنائے۔ بیشک تمہاری کوشش مختلف ہے۔ (ترجمہ از کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

(یعنی سعی (کوشش) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' امیہ اور ابی خلف آپس میں مختلف ہیں۔)

صرف خدا کی رضا

ابن جریر عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکہ میں معمول تھا کہ بوڑھوں اور عورتوں کو اسلام لانے پر خرید کر آزاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ

کے والد ماجد نے ایک دفعہ فرمایا! اے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ تم انسانوں کے ضعیف طبقہ کو آزاد کرتے ہو۔ اگر قوی مردوں کو خرید کر آزاد کیا کرو تو وہ تمہاری مدد کریں اور تمہیں فائدہ پہنچائیں اور تمہارے دشمنوں کو تم سے دفع کریں۔ تو اس پر آپ نے فرمایا اے میرے ابا جان! میں اس سے صرف خداوند قدوس کی رضامندی چاہتا ہوں۔

عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میرے بعض عزیزوں نے کہا کہ آیت فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی آخر تک (پارہ 30 'سورۃ اللیل' آیت 5) ترجمہ: تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔ (ترجمہ از کنز الایمان 'صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں ہی نازل ہوئی ہے۔

تکلیف اور آزادی

ابن ابی حاتم اور طبرانی عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے شخص آزاد کیے ہیں جنہیں خدا کی اطاعت اور قبول اسلام پر عذاب دیا جاتا تھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی آخر سورہ تک۔ جو اشارۃً مع ترجمہ پہلے ذکر ہو چکی ہیں۔

نزولِ کفارۂ قسم

بزار عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ آیت وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی آخر سورہ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

(حوالہ آیت: پارہ 30 'سورۃ اللیل' آیت 11)

ترجمہ آیت: اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ اور بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ جب تک کفارۂ قسم نازل نہیں ہوا' تب تک آپ نے کبھی اپنی قسم نہیں توڑی۔

مرادِ صدق بہ

بزار اور ابن عساکر اسید بن صفوان (صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیت وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

(پارہ 24 'سورۂ زمر' آیت 33)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لیکر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی۔ یہی ڈر والے ہیں۔ (ترجمہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

کی تفسیر میں فرمایا۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالْحَقِّ سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور صدَّق بہ سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لفظ حق ہی مروی ہے اور شاید یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت ہو۔

حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آیت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (پارہ 4' سورۂ آل عمران' آیت 159)

ترجمہ: اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ابن حاکم ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں کہ آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ (پارہ 27' سورۂ رحمٰن' آیت 46)

(ترجمہ: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یہ اور کئی طریقوں سے بھی مروی ہے جنہیں میں نے اسباب النزول میں ذکر کیا ہے۔

طبرانی اوسط میں ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ 28' سورۂ تحریم' آیت 4)

ترجمہ: اور نیک ایمان والے (ترجمہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

اللہ تعالیٰ کا یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوا۔

عبداللہ بن ابی حمید اپنی تفسیر میں مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (پارہ 22' سورۂ احزاب' آیت 56)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے نبی پر۔ (ترجمہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ نے جو

خیر آپ پر نازل فرمائی ہے اس میں ہم کو شریک کیا ہے؟ اس پر یہ آیت اتری۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ (پارہ 22' سورۃ احزاب' آیت 43)

ترجمہ: وہ ہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔ (ترجمہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ابن عساکر علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں کہ آیت وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (پارہ 14' سورۃ حجر' آیت 17)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے' سب کھینچ لیے۔ آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔ (ترجمہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ کُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ کُرْهًا. وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ

(پارہ 26' سورۃ احقاف آیت 15' 16)

ترجمہ: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اور اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اس کو اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینوں میں' یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا۔ عرض کیا میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد صلاح رکھ۔ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔ یہ ہیں وہ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے۔ جنت والوں میں سچا وعدہ جو انہیں دیا جاتا تھا۔

(ترجمہ از کنز الایمان' اسمائے سورۃ و آیت نمبر ایضاً' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ابن عساکر ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سوائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تمام مسلمانوں کو عتاب کیا ہے اور انہیں عتاب سے علیحدہ کرلیا ہے۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ. (پارہ 10 سورہ توبہ آیت 40)

ترجمہ: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا۔ صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ (ترجمہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

فصل نمبر 22

احادیث بفضیلت صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما

بخاری اور مسلم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "چرواہا اپنی بکریوں میں ہی موجود تھا کہ بھیڑیے نے حملہ کرکے ایک بکری کو پکڑ لیا۔ چرواہے نے بھیڑیے کا پیچھا کیا تو بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ جس دن میرے سوا کوئی چرواہا نہ ہوگا اس دن ان بکریوں کا کفیل کون ہوگا؟" اور ایک شخص بیل پر بوجھ لادے ہوئے اسے ہانکنے لیے جا رہا تھا کہ بیل اس کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ میں اس کے لیے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ میں تو صرف کھیتی باڑی کے کام کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ لوگوں نے کہا عجیب بات ہے کہ بیل بھی باتیں کرنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اس بات کی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تصدیق کریں گے' حالانکہ اس مجلس میں حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود نہیں تھے۔ مگر آپ نے ان کے کمال ایمان پر بھروسہ کرکے ان کی تصدیق کی شہادت دی۔

ترمذی ابو سعید خدری سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں سے اور دو زمین والوں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر حضرت جرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمینی وزیر حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اصحاب سنن وغیرہم نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ''حضرت ابوبکر جنت میں ہوں گے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پھر آپ نے باقی عشرہ مبشرہ کا نام لیا۔

ستاروں کی طرح

ترمذی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''عالی درجے والوں کو نچلے درجے والے لوگ اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ آسمان میں ستارے دیکھتے ہیں اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان سے ہیں (یعنی عالی درجے والوں سے) (اس حدیث کو طبرانی نے جابر بن سمرہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

تبسم نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر سے تشریف لاتے اور آپ کے صحابہ مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے اور ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تو کوئی شخص بھی آپ کے رعب سے آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتا۔ مگر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی طرف دیکھتے اور آپ ان کی طرف دیکھتے اور دونوں صاحب آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر تبسم فرماتے اور آپ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے۔

ترمذی حاکم بن عمران سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر میں تشریف لائے اور مسجد میں ایسی حالت میں داخل ہوئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں جانب تھے اور آپ نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپ نے فرمایا۔ قیامت کے روز بھی ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ (اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔)

ترمذی اور حاکم ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی (یعنی سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا) پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

ایک اور اعزاز

ترمذی اور حاکم عبداللہ بن حنظلہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھ کر فرمایا ''یہ دونوں مسلمانوں میں ایسے ہیں جیسے اعضاء میں کان اور آنکھیں ہوتی ہیں (طبرانی نے اسی حدیث کو ابن عمر اور ابن عمرو سے روایت کیا ہے۔)

حمد کے لائق

بزار اور حاکم ابوعروی دوس سے رویات کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ خدا ہی حمد کے لائق ہے جس نے تم دونوں کے ساتھ میری مدد کی۔ یہی حدیث براء ابن عازب سے بھی مروی ہے جسے طبرانی نے اپنی اوسط میں روایت کیا ہے۔

ابویعلیٰ عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو میں نے کہا اے جبرائیل مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بتاؤ۔ انہوں نے کہا اگر میں اتنی مدت جتنی مدت حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل سناتا رہوں تو بھی وہ ختم نہ ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسنات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک جز ہیں۔

فتویٰ عہد نبوی میں

احمد عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا: ''کہ اگر تم کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو مجھے تم سے اختلاف نہ ہوگا۔ (اسی حدیث کو طبرانی نے براء ابن عازب سے روایت کیا ہے) ابن سعد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم عہد نبوی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

خاص آدمی

طبرانی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر ایک نبی کے لیے امت میں سے خاص آدمی ہوتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے میرے خاص آدمی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

دارالہجرت اور اوصاف یاراں

ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''خدا تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کا مجھ سے عقد کیا اور مجھے دارالہجرت یعنی مدینہ تک پہنچایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی خدا تعالیٰ رحم کرے جو سچ بات ہی کہتا ہے۔ اگرچہ تلخ ہی ہو اور اس راست گوئی نے اسے ایسا کر چھوڑا ہے کہ اس کا کوئی دوست نہیں رہا ہے۔ خدا تعالیٰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی رحم کرے جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی رحم کرے۔ اے اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ حق کو پھیر جس طرف کہ وہ پھریں۔

حجۃ الوداع سے بعد کی باتیں

طبرانی سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے تشریف لائے تو منبر پر چڑھ کر پہلے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا اے لوگو! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے کبھی تکلیف نہیں دی۔ ان کے حق میں اے لوگو! اس بات کو یاد رکھو۔ میں ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت سعد رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور مہاجرین اولین سے راضی ہوں۔ پس ان کے حق میں اس بات کو یاد رکھنا۔

عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں ابن خادم سے راوی ہیں کہ ایک شخص علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رسول اللہ ﷺ کے ہاں کیسا قدر و مرتبہ تھا۔ آپ نے فرمایا جیسے ان کا مرتبہ آپ کے ہاں اس وقت ہے (یعنی جیسے بعد میں یہ دونوں صاحب آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں' ایسے ہی زندگی میں بھی کبھی جدا نہیں

ہوئے۔ مترجم)

ابن سعد بسطام بن مسلم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا کہ میرے بعد تم پر کوئی شخص حکم نہیں کریگا۔

ابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت و معرفت سنت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی محبت میں اسی بات کی امید رکھتا ہوں کہ جس کی ان کے قول لا الہ الا اللہ کہنے سے امید ہے۔ (یعنی جیسے لا الہ الا اللہ کہنے سے وہ جنت میں جائیں گے، ایسے ہی ان کی محبت بھی موجب جنت ہوگی۔ یا یہ کہ جیسے انہیں لا الہ الا اللہ میں انکار نہ ہوگا۔ ایسے ان کی محبت میں بھی انکار نہ ہوگا۔ مترجم)

فصل نمبر 23

فقط فضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص راہ خدا میں کوئی سی دو چیزیں[1] دے گا تو اسے جنت کے دروازوں میں پکارا جائے گا۔ اے عبداللہ! یہ دروازہ اچھا ہے۔ کوئی کہے گا یہ دروازہ اچھا ہے۔ پس اگر وہ شخص اہل الصلوٰۃ سے ہوگا تو اسے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور اگر وہ اہل جہاد سے ہوگا تو اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور اگر اہل صدقہ ہوگا تو اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام سے ہوگا اسے باب الصیام سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ تو اس شخص کی بات ہوئی جو بوجہ ضرورت ان سے ایک دروازے سے بلایا جائے گا۔ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ مجھے امید ہے اے ابوبکر! تم انہی لوگوں سے ہی ہوگے۔

---

[1] اس سے مراد ہے کہ صدقہ میں طاق چیز دینی مسنون نہیں بلکہ جفت دینی چاہئیں۔ (مترجم)

جنت میں سب سے پہلے

ابن داؤد اور حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوبکر! میری امت میں سے تم سب سے اول جنت میں داخل ہو گے۔

اخوتِ اسلام

بخاری اور مسلم ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''مجھ پر اپنی ہم نشینی اور مال کے ساتھ تمام لوگوں سے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے احسان کیا ہے۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ لیکن اخوت اسلام سب سے اچھی ہے۔ یہی حدیث ابن عباس، ابن زبیر، ابن مسعود، جندب، ابن عبداللہ، براء، کعب بن مالک، جابر بن عبداللہ، انس، ابی واقد اللیثی، ابو معلی، حضرت عائشہ، ابو ہریرہ، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے اور احادیث متواترہ میں میں نے ان کے طریقے نقل کیے ہیں۔

فائدہ: جو حدیث ہر دور میں اتنے کثیر طرق سے مروی ہو کہ ان روایات کا توافق علی الکذب عادۃً محال ہو۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

شہادتِ تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ

بخاری ابن درداء سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور سلام کے بعد عرض کیا کہ میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ رنجش تھی جس میں میں ان کی طرف بڑھا۔ مگر پھر میں پشیمان ہوا اور ان سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ اب میں آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ معاف کر دے گا۔ ادھر عمر رضی اللہ عنہ بھی (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معاف نہ کرنے سے) پشیمان ہوئے اور ان کے گھر گئے۔ مگر انہیں وہاں نہ پا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھ کر آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ڈرے (کہ ایسا نہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر آنحضرت ﷺ ناراض ہوں) اور اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو دفعہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ہی اس پر ظلم کیا ہے اور زیادتی میری طرف سے

ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے لئے مبعوث ہوا اور تم سب نے میری تکذیب کی۔ مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی اور اپنے مال و نفع سے میری مدد کی۔ اب تم میرے دوست کو چھوڑتے ہو؟ (اس لفظ کو آپ نے دو دفعہ فرمایا) راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی کسی نے آپ کو تکلیف نہیں دی۔

دوست کا معاملہ

ابن عدی نے اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس میں اس طرح مذکور ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میرے دوست کے معاملہ میں مجھے تکلیف نہ دو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق عطا کر کے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تھا۔ تو تم نے میری تکذیب کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی۔ اگر اللہ انہیں صاحب کے لقب سے ملقب نہ کرتا تو میں اسے اپنا دوست بناتا۔ لیکن اخوتِ اسلام ہی سب سے بہتر ہے۔

نور چمک رہا ہے

ابن عساکر مقدام سے راوی ہیں کہ عقیل بن ابی طالب اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں ایک دفعہ گالی گلوچ کی نوبت پہنچی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے سباب یا نساب تھے۔ لیکن انہوں نے عقیل رضی اللہ عنہ کی قرابت نبوی کا خیال کر کے انہیں کچھ نہ کہا اور آنحضرت ﷺ سے اس بات کی شکایت کی۔ اس پر آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! تم میرے دوست کو میرے لیے کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ اپنا حال اور اس کا حال دیکھو۔ بخدا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے سوا تم سب کے گھر کے دروازوں پر اندھیرا ہے۔ اس کے دروازے پر نور چمک رہا ہے۔ بخدا تم نے میری تکذیب کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی اور تم نے اپنے مالوں کو روکے رکھا لیکن اس نے اپنا مال میرے لیے خرچ کیا اور تم نے مجھے بے مدد چھوڑ دیا۔ مگر اس نے میری مدد کی اور میری تابعداری کی۔

تکبر سے کپڑا لٹکانا

بخاری و ابن عمر سے روایت ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا! ''جو شخص تکبر سے اپنا کپڑا نیچے لٹکائے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کو اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف نیچے لٹکی رہتی ہے۔ لیکن میں عہد کرتا ہوں

(کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! تم تو یہ فعل ازروئے تکبر کے نہیں کرتے ہو۔

داخل جنت کے اوصاف

مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے (ایک دن صحابہؓ سے) فرمایا۔ تم سے آج کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میں۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے آج جنازہ کے ساتھ کون گیا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! میں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! تم میں سے کسی نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! میں نے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا! جس شخص میں یہ اوصاف ہوں' وہ جنت میں داخل ہوگا۔

جنت کی خوشخبری

یہی حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے بھی مروی ہے اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کے آخر میں یہ لفظ زائد ہیں۔ ''کہ تیرے لیے جنت واجب ہوئی۔'' اور حدیث عبدالرحمٰن جسے بزار نے روایت کیا ہے۔ یہ ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا۔ تم میں سے آج بحالت روزہ کس نے صبح کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ رات مجھے روزہ کا خیال نہیں آیا اس لیے میں نے تو بحالت افطار ہی صبح کی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ مجھے تو گزشتہ رات روزہ یاد آ گیا تھا اس لیے میں تو آج روزہ دار ہوں۔ پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا! تم میں سے آج کسی نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ابھی تو ہم یہاں سے کہیں گئے ہی نہیں۔ مریض کی عیادت کیسے کرتے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ بھائی عبدالرحمٰن بن عوف کی طبیعت ناساز ہے۔ اس لیے مسجد کی طرف آتے وقت میں انہیں کے گھر سے ہوتا آیا ہوں تاکہ دیکھتا چلوں کہ کیا حال ہے۔ پھر آقا علیہ السلام نے فرمایا! تم میں سے آج کسی نے مسکین کو کھانا بھی کھلایا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ابھی تو ہم نماز پڑھ کر کہیں باہر گئے نہیں۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مسجد میں داخل ہوا ہی چاہتا تھا کہ مجھے ایک سائل ملا اور ادھر

عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں، میں نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا اور اس سے لیکر وہ اس فقیر کو دے دیا۔ اس پر آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ تجھے جنت کی خوشخبری ہو۔ پھر آپ نے کچھ ایسے الفاظ فرمائے جن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خوش ہو گئے۔ مگر انہیں خیال آیا کہ جب کبھی میں نیکی کا ارادہ کرتا ہوں ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے سبقت ہی لے جاتے ہیں۔

نیکیوں میں دوڑ

ابویعلیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں آقا علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دعا کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا! خدا سے سوال کر وہ تجھے عطا کرے گا۔ پھر فرمایا جو قرآن نہایت عمدگی سے پڑھنا چاہے وہ ابن ام عبد کی طرح پڑھے۔'' اس کے بعد میں اپنے گھر چلا آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ آپ ہمیشہ نیک کام میں سب سے بڑھ ہی جاتے ہیں۔

صدیق اکبر اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما

احمد بسند حسن ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تکرار سا ہو گیا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے کچھ ایسی بات کہی جسے میں نے مکروہ سمجھا۔ لیکن پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کے کہنے سے پشیمان ہوئے اور کہا اے ربیعہ! تم بھی مجھے وہی الفاظ کہہ لو تا کہ بدلہ اتر جائے۔ میں نے کہا میں تو نہ کہوں گا۔ آپ نے کہا کہ کہہ لو ورنہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے تم پر دعویٰ کروں گا۔ میں نے کہا کہ میں تو ہرگز نہ کہوں گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے۔ پھر میرے قبیلہ کے لوگ میرے پاس آئے اور کہا خدا تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ وہ تم پر کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے ابھی تم کو ایسا کلمہ کہا تھا۔ میں نے کہا کہ تم جانتے کہ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کون شخص ہیں۔ یہی آیت ثانی اثنین کے مورد اور مسلمانوں کے بزرگ ہیں۔ اپنے آپ کو ان کی نگاہ سے بچائے رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ دیکھ لیں کہ تم ان کے خلاف میری مدد کر رہے ہو اور اس بات سے خفا ہو کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جائیں اور ان کے غضب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خفا ہوں اور ان

دونوں کے غضب سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور ربیعہ (یعنی میں) ہلاک ہو جائے۔ اس کے بعد میں اکیلا ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چل دیا' حتیٰ کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور جیسے واقعہ گزرا تھا بعینہٖ ویسے ہی بیان کیا۔ اس پر آقا علیہ السلام نے اپنا سر مبارک اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا اے ربیعہ اور صدیق رضی اللہ عنہ! کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ایسا ایسا واقعہ ہے جس میں انہوں نے مجھے ایک کلمہ کہا جسے میں نے برا سمجھا۔ پھر انہوں نے مجھے کہا کہ تو بھی مجھے یہی کلمہ کہہ لے کہ بدلہ اتر جائے۔ میں نے اس سے انکار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ یہ کلمہ تو نہ کہو۔ ہاں یہ کہہ دو کہ اے ابوبکر تمہیں خدا معاف کرے۔ میں نے کہہ دیا کہ اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف کرے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حوضِ کوثر پر

ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھ رہو گے جیسے کہ غار میں میرے ساتھ رہے ہو۔

مونس رسول اللہ ﷺ

عبداللہ بن احمد روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ ''تم غار میں میرے ساتھی اور مونس رہے ہو۔ (اس حدیث کے اسناد حسن ہیں۔)

جنتی پرندہ

بیہقی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''جنت میں بختی اونٹ کی شکل کا ایک پرندہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ موٹا تازہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! بعض اہل جنت اسے کھائیں اور تم بھی ان لوگوں سے ہو جو اسے کھائیں گے۔

معراج اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ابویعلیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! کہ جب معراج میں' میں آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو جس آسمان سے میں گزرتا تھا وہاں میں

اپنا نام محمد الرسول اللہ لکھا ہوا دیکھتا تھا اور اس کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہوتا تھا۔ (اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے) لیکن یہی حدیث ضعیف اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس، ابن عمر، انس، ابوسعید اور ابودرداء رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کی گئی ہے اور بعض ضعیف اسناد کو بعض سے تقویت ہو جاتی ہے۔

فائدہ: ضعیف حدیث وہ ہوتی ہے جو صحیح لذاتہ کی ایک سے زیادہ صفات سے قاصر ہو اور تعدد طرق سے وہ کمی پوری نہ ہو۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

اطمینان والی جان

ابن حاتم اور ابونعیم سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس یہ آیت پڑھی یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ

(پارہ 30 سورۃ الفجر آیت 27)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان (ترجمہ از کنز الایمان- صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ کیسے اچھے لفظ ہیں۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ موت کے وقت تمہیں بھی فرشتہ انہی الفاظ سے مخاطب کرے گا۔

صدق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ابن ابی حاتم عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جب آیت وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا.

(پارہ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 66)

ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو اس میں ان کا بھلا تھا اور ایمان پر خوب جمنا۔ (ترجمہ کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! اگر آپ مجھے

حکم فرمادیں تو میں اپنے آپ کو قتل کر ڈالوں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔

اپنا اپنا رفیق

ابوالقاسم بغوی داؤد بن عمر سے اور وہ عبدالجبار بن ورد سے اور وہ ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول پاک ﷺ مع اپنے اصحاب کے ایک تالاب پر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا! ہر ایک شخص تیر کر اپنے رفیق کی طرف جائے۔ راوی کہتا ہے کہ ہر ایک شخص تیرنے لگا اور آنحضرت ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تیر کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف آئے اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا! اگر میں کسی کو زندگی میں دوست بناتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوست بناتا۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا ساتھی ہے۔ اس حدیث کا راوی تابعی وکیع ہے جو عبدالجبار بن ورد سے روایت کرتا ہے (اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔) اور عبدالجبار ثقہ شخص ہے اور اس کا استاذ ابن ابی ملیکہ امام مگر یہ حدیث مرسل ہے اور نہایت ہی غریب ہے۔

تین سو ساٹھ نیک خصلتیں

مصنف کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن شاہین نے السنہ میں ایک اور طریقے سے ابن عباس سے موصولاً روایت کیا ہے۔ ابن ابی الدنیا سے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر نے صدقہ بن میمون قرشی کے طریقہ سے سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان سے ایک خصلت اس میں ڈال دیتا ہے جس کے باعث وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا مجھ میں ان خصلتوں سے کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں سب کا مجموعہ۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مبارک

(ابن عساکر ایک اور طریقہ سے صدقہ قریشی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نیک خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کیا مجھ میں بھی ان میں سے کوئی ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر تمہیں مبارک ہو کہ وہ سب کی سب

خصلتیں تم میں موجود ہیں۔)

صدیق اکبرؓ کی جگہ

ابن عساکر مجمع بن یعقوب انصاری سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حلقہ مجلس میں لوگ ایک دوسرے میں پھنس کر بیٹھتے تھے' حتیٰ کہ شہر کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی جگہ خالی رہتی تھی۔ اس کا لوگوں سے کوئی طمع نہ کرتا تھا۔ جب حضرت ابو بکرؓ آتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے اور آنحضرت ﷺ آپ کی طرف متوجہ ہو کر بات کرتے اور تمام لوگ سنتے۔

محبت اور شکر

ابن عساکر حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی محبت اور ان کا شکر تمام امت پر واجب ہے اور ایسی ہی حدیث سہل بن سعد سے بھی مروی ہے۔

حساب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے سوا تمام لوگوں کا حساب ہوگا۔

فصل نمبر 24

فضیلت ابو بکر صدیقؓ اور کلام صحابہ وسلف صالحین

امام بخاری حضرت جابرؓ سے راوی ہیں کہ عمر بن خطابؓ نے فرمایا ''حضرت ابو بکر صدیقؓ ہمارے سردار ہیں۔''

بیہقی شعب الایمان میں حضرت عمرؓ سے راوی ہیں کہ اگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایمان تمام مخلوق واہل ارض کے ساتھ تولا جائے تو حضرت صدیق اکبرؓ کا ایمان بھاری نکلے۔

ابن ابی خیثمہ اور عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ

نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سابق الایمان اور سب سے بڑھے ہوئے تھے اور فرمایا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے کا بال بن جاؤں۔ (اس کو مسدد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے) نیز فرمایا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مجھے جنت میں ایسی جگہ ملے جہاں سے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا رہوں۔ (ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے اسے روایت کیا ہے) نیز فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بدن کی خوشبو مشک سے بھی خوشبودار تھی۔ (اسے ابونعیم نے روایت کیا ہے۔)

ملاقات باری تعالیٰ

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفنایا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ مجھے کوئی شخص جو اپنے نامہ اعمال لیکر خدا تعالیٰ کو ملا ہے' اس مکفون سے زیادہ عزیز نہیں۔

نیکیوں میں سابق

ابن عساکر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب کبھی میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نیکی میں بڑھنے کی کوشش کی' وہی مجھ سے سابق[1] رہے ہیں۔

سب سے افضل

طبرانی اوسط میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اس خدا تعالیٰ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے جس نیکی میں سبقت لینی چاہی ہے' اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سابق رہے ہیں۔ نیز اوسط میں جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میری محبت اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا بغض کسی دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔

---

[1] بڑھ جانے والا۔

تین شخص

طبرانی کبیر میں روایت کرتے ہیں۔ ابوعمرو نے فرمایا۔ تین شخص قریش سے نہایت خوبصورت، خوش خلق اور بہادر ہیں۔ اگر وہ تجھے بات سنائیں تو جھوٹ نہیں بولتے اور تو انہیں بات سنائے تو تیری تکذیب نہیں کرتے اور وہ حضرت ابوبکر صدیق، ابوعبیدہ بن جراح اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم ہیں۔

رحم دل و نرم طبیعت

ابن سعد ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بوجہ رحم دل اور نرم طبیعت ہونے کے اوّا (نرم دل) کہلاتے تھے۔

ابن عساکر ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے صحیفوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال بارش کی سی ہے جہاں واقع ہو، نفع دیتی ہے۔

ابن عساکر ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے تمام انبیاء کے صحابہ میں نظر کی ہے۔ مگر ایسا نبی کوئی نہیں ملا جس کا کوئی صحابی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا ہو۔ نیز زہری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ میں کسی وقت بھی شک نہیں کیا۔ نیز زبیر بن بکار سے روایت کی ہے کہ میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے خطیب حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہی ہوئے ہیں۔

اور ابی حصین سے مروی ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی افضل نہیں پیدا ہوا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یوم ردّہ کے دن وہ کام کیا جو انبیاء کیا کرتے ہیں۔

فصل نمبر 25

حکم امامت

دینوری نے ''مجالسۃ'' میں اور ابن عساکر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چار ایسی خصلتوں سے خاص کیا ہے جن کے ساتھ اور کسی آدمی کو بھی خاص نہیں کیا۔ ایک تو ان کا نام صدیق رکھا اور ان کے علاوہ کسی کا نام صدیق نہیں رکھا۔ دوسرا یہ کہ آپ رسول پاک علیہ السلام کے ساتھ غار میں رہے۔ تیسرے یہ کہ ہجرت میں بھی آپ کے رفیق تھے۔ چوتھے یہ کہ تمام صحابہ کی موجودگی میں انہیں امامت کا حکم دیا گیا۔

ابن ابی داؤد کتاب المصاحف میں ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت جبرائیل علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنا کرتے تھے۔ مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام انہیں نظر نہیں آتے تھے۔

حاکم ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بمنزلہ وزیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ چنانچہ آقا علیہ السلام آپ سے تمام امور میں مشورہ کیا کرتے تھے اور آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غار، یوم بدر کے عریش[1] اور قبر میں ساتھ ہی رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو آپ پر مقدم نہیں کیا کرتے تھے۔

فصل نمبر 26

احادیث و آیات باشارۂ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ترمذی اور حاکم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! جو لوگ میرے بعد ہوں گے ان کی پیروی کرنا۔ یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی۔ اسی حدیث کو طبرانی نے ابودرداء سے اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔

بارہ خلیفے

ابوالقاسم بغوی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا۔ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بعد تھوڑی دیر ہی دنیا میں رہیں گے۔ اس حدیث کے اول حصہ کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے اور کئی طریقوں سے روایت کیا گیا ہے۔ چنانچہ شروع کتاب میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔

---

[1] ۔۔۔پالکی۔

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

صحیحین کی حدیث کہ "آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات سے چند ایام قبل خطبہ ارشاد فرمایا! اور فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ نے مختار کیا ہے۔" اس کے اخیر میں فرمایا کہ (مسجد کی طرف کے) تمام دروازے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مسجد کی طرف کی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔" علماء کہتے ہیں کہ اس میں آپ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ اس دروازے سے نکل کر مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے۔

دروازے بند کر دیئے جائیں

یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں کہ "سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے مسجد کی طرف آمدورفت کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔" (اسے ابن عدی نے روایت کیا ہے۔) یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہی حدیث زوائد المسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان سے بھی مروی ہے۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے بزار نے روایت کیا ہے۔

اگر مجھے نہ پاؤ

بخاری جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں (کچھ عرض کرنے کی غرض سے) حاضر ہوئی تو آپ نے اسے فرمایا! پھر آنا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر پھر میں آیسے وقت آؤں کہ آپ کو نہ پاؤں (گویا آپ کی وفات کا اشارہ کرتی تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا (یہ حدیث خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مترجم)

سوال، جواب

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے کہ بنی مصطلق نے مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج کر یہ معلوم کرایا کہ آپ کے بعد ہم صدقات

کس کو دیں؟ آپ نے فرمایا! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔

خلیفہ

ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا! پھر آنا۔ اس نے عرض کیا کہ میں پھر آؤں اور آپ نہ ملیں (یعنی وفات پا گئے ہوں) تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آنا کیونکہ میرے بعد وہ خلیفہ ہوں گے۔

اللہ عزوجل اور مومنین

مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ مرض الموت میں مجھے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ تا کہ میں انہیں ایک وصیت لکھ دوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی اور خواہش کرنے والا خواہش نہ کر بیٹھے اور کہے کہ میں اولیٰ ہوں اور اللہ اور مومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا انکار کرتے ہیں۔ (یعنی نہیں چاہتے کہ کوئی اور خلیفہ بنے) احمد نے اس حدیث کو کئی طرق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الموت میں مجھے فرمایا کہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤ تا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیلئے وصیت لکھ دوں کہ میرے بعد لوگ [1] میں اختلاف نہ کریں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رہنے دو۔ خدا ایسا نہ کرے کہ مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں اختلاف کریں۔

خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا "اگر رسول اکرم ﷺ کسی کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تو کسے خلیفہ بناتے۔" آپ نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ پوچھا گیا کہ پھر کسے؟ آپ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ عرض کیا گیا۔ پھر کسے آپ نے فرمایا! ابوعبیدہ بن جراح کو۔

---

[1] نرم دل۔

رقیق القلب (نرم دل)

بخاری اور مسلم ابوموسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب سخت بیمار ہو گئے تو فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو۔ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ بڑے رقیق القلب شخص ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پہلی بات کو دہرایا۔ آپ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور تم عورتیں تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی سی عورتیں ہو۔ پھر یہ پیغام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی حیات میں ہی لوگوں کو نماز پڑھائی۔'' کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' ابن مسعود' ابن عباس' ابن عمر' عبداللہ زمعہ' ابن سعید' علی بن ابی طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

قائم مقام شخص

بعض طرق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بار بار اس بات کا اعادہ کیا اور کثرتِ اعادہ کی وجہ یہ تھی کہ میرے دل میں یہ بات نہ تھی کہ آپ کے بعد جو شخص آپ کے قائم مقام ہو گا لوگ اسے دوست رکھیں گے بلکہ مجھے تو خیال تھا کہ جو شخص آپ کے قائم مقام ہو گا' لوگ اس سے ضرور بدفالی لیں گے۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں اعراض کر لیں۔ اور ابن زمعہ کی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے۔ اس پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ امام بنے تو رسول پاک ﷺ اس وقت موجود نہ تھے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امام بنے تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ نہیں! نہیں! اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا ہر ایک شخص سے انکار کرتے ہیں۔ لوگوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ کہی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی تکبیر تحریمہ کا آواز سن کر غضبناک ہو کر سر اٹھایا اور فرمایا کہاں ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

افضل الصحابہ رضی اللہ عنہم

علماء لکھتے ہیں۔ یہ حدیث نہایت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق سب صحابہ سے افضل تھے اور خلافت کے ان سب سے زیادہ لائق تھے۔ امام اشعری کہتے ہیں کہ یہ بات تو بالبداہت معلوم ہوگئی ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کیلئے فرمایا اور یہ بھی آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ لوگوں کو نماز وہ پڑھائے جو قرآن پاک کو ان سب سے زیادہ سمجھ سکتا ہو تو اس سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن پاک کے سب سے زیادہ عالم تھے اور خود صحابہ نے اسی بات سے استدلال[1] کیا تھا کہ آپ خلافت کے سب سے زیادہ لائق ہیں۔ من جملہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ ہم ان کا قول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بیان میں نقل کریں گے اور من جملہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور میں اس وقت حاضر تھا' غائب نہ تھا اور نہ میں مریض تھا تو جس شخص کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے دین کے لیے پسند کیا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لیے پسند کیا۔ علماء لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ہی امام ہونے کے قابل مانے جانے لگے تھے۔

پیغام نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

احمد اور ابوداؤد وغیرہما سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی عمرو ابن عوف میں کچھ تنازع سا ہو پڑا تھا۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب معلوم ہوا تو آپ ظہر کے بعد ان میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما گئے کہ اگر میں نماز کے وقت تک نہ آؤں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب عصر کا وقت آیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام دیدیا جس پر آپ نے نماز پڑھائی۔

---

[1] دلیل پکڑنا۔

اِلٰہی فیصلہ

ابوبکر شافعی نے ''غیلانیات'' میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا! میں ہی تو انہیں مقدم نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں مقدم کرتا ہے۔

تقدیم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

دار قطنی افراد میں اور خطیب اور ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں نے تجھے مقدم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا۔ مگر اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقدیم کے سوا کسی اور کی تقدیم سے انکار کیا۔

سینے میں نشان

ابن سعد حسن رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! میں ہمیشہ اپنے آپ کو لوگوں کے عذرات میں پامال دیکھتا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا! تم لوگوں کے راستے میں آؤ گے۔ پھر عرض کیا کہ میں اپنے سینے میں نشان سے دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دو برس ہیں۔

کتب سابقہ

ابن عساکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس وقت کچھ لوگ آپ کے سامنے بیٹھے کھا رہے تھے۔ پس آپ نے ایک شخص سے جو سب سے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' دریافت کیا کہ تم جو انبیاء سابقین کی کتب پڑھتے ہو' ان میں کیا لکھا ہے؟ اس نے عرض کیا لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

اللہ سے خائف (ڈرنے والا)

ابن عساکر محمد بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے حسن بصری کے پاس بھیجا تا کہ ان سے کچھ باتیں دریافت کروں۔ پس میں نے کہا کہ لوگوں کا جس بات میں اختلاف ہے' اس میں میری تشفی کیجئے۔ کیا رسول پاک ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا؟

اس بات کے سننے سے حسن بصریؒ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا خدا کرے تیرا باپ نہ رہے۔ کیا یہ بات بھی معرضِ شک میں ہے۔ اس خدا کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ بیشک آنحضرت ﷺ نے انہیں خلیفہ بنایا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور سب سے بڑھ کر متقی اور پرہیزگار تھے اور وہ خدا تعالیٰ سے اس قدر خائف تھے کہ اگر رسول پاک علیہ السلام نہ فرماتے تو خلیفہ بننے پر مرنے کو ترجیح دیتے۔

رشید کا اطمینان

ابن عدی ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ان (یعنی ابوبکر بن عیاش) سے رشید نے کہا اے ابوبکر! لوگوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیسے خلیفہ بنالیا؟ میں نے کہا اے امیر المومنین خدا تعالیٰ بھی خاموش رہا اور اس کے رسول ﷺ بھی خاموش رہے اور مومن بھی خاموش رہے۔ رشید نے کہا بخدا تو نے تو اس بات سے مجھے اور شبہ میں ڈال دیا ہے۔ اس پر ابوبکر بن عیاش نے کہا اے امیر المومنین آقا علیہ السلام آٹھ روز بیمار رہے ہیں۔ ان ایام میں جب بلال رضی اللہ عنہ آکر عرض کرتے کہ یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ تو آپ فرماتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ نماز پڑھائے۔ اس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو آٹھ روز تک نماز پڑھاتے رہے اور ان دنوں آنحضرت ﷺ پر وحی برابر نازل ہوتی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے خاموش رہنے کے باعث خاموش رہے۔ رشید کو یہ جواب نہایت اچھا معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ تجھے برکت دے۔

قوم سے مراد

علماء کی ایک جماعت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن مجید سے مستنبط کی ہے۔ چنانچہ بیہقی، حسن بصری سے آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ (پارہ 6 سورۂ مائدہ آیت 54)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

(ترجمہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ قوم سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں

کیونکہ جبکہ عرب کے قبائل مرتد ہو گئے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے ہی ان سے جنگ کی اور انہیں اسلام کی طرف واپس لائے۔

آیت دلیل خلافت

ابن ابی حاتم جویبر سے آیت قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ (پ26 سورہ فتح آیت 16)

ترجمہ: اور پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ۔ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ (ترجمہ از کنزالایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد بنوحنیفہ ہیں۔ ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے ہی ان کے قتال کی طرف لوگوں کو بلایا تھا۔

اجماع

شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالعباس بن شریح کو کہتے سنا ہے۔ قرآن شریف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ اہل علم کا اجماع ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کو اہل ردہ سے جنگ کیلئے بلانے کے علاوہ اور کوئی جنگ نہ ہوئی۔ جس میں لوگوں کو بلایا گیا ہو تو یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وجوب اور ان کی اطاعت کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اس جنگ سے منہ پھیرنے والے اور نہ جانے والے کو سخت عذاب دیا جائے گا۔

پوری فتح

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے اہل فارس اور اہل روم قوم سے مراد لیے ہیں (تو ان کی تفسیر پر بھی یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ہی دلالت کرتی ہے) کیونکہ اہل فارس و اہل روم کی طرف لشکر انہوں نے ہی روانہ کیا تھا اور پوری فتح ان کی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ سے ہوئی اور وہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فرع تھے۔

انطباقِ آیت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ. الآیۃ۔ (پ18 سورہ نور آیت 55)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ دیا' ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا۔ (ترجمہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر منطبق ہے۔

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں عبدالرحمان بن عبدالحمید مہدی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ. الآیۃ۔

عمدہ استنباط

خطیب ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (پ28 سورہ حشر آیت 8)

ترجمہ: ان فقیر ہجرت کرنیوالوں کیلئے جو اپنے گھر اور مالوں سے نکالے گئے۔ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے اور وہی سچے ہیں۔

(ترجمہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

پس جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے صادق کے لقب سے موسوم کیا ہے وہ جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں اور انہوں نے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا۔ یا خلیفۃ رسول اللہ۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ استنباط نہایت لطیف اور عمدہ ہے۔

بیہقی زعفرانی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہتے سنا۔ فرماتے تھے' لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا ہے کیونکہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد لوگ مضطر ہوئے کہ کسی کو خلیفہ بنائیں اور انہیں آسمان کے نیچے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بہتر آدمی نہ ملا تو ان کو اپنی گردنوں کا مالک یعنی حاکم اور والی بنا لیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو شک نہیں

اسد السنۃ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں معویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو اس بات میں ذرا بھی شک نہیں تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں اور وہ انہیں خلیفہ رسول ﷺ کے لقب سے ہی پکارا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ کبھی خطا اور گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتے۔

مسلمانوں کا خیال

حاکم ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا جس بات کو مسلمان اچھا خیال کریں، وہ خداتعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہوتی ہے اور جس بات کو مسلمان برا خیال کریں وہ خداتعالیٰ کے نزدیک بھی بری ہوتی ہے اور (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ایسی ہی ہے) کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں خلیفہ بنانا اچھا سمجھا تھا۔

دشمن اسلام

حاکم اور ذہبی مرۃ الطیب سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب (ایک دن) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ امر خلافت قریش کے بے یار و مددگار اور ذلیل ترین شخص (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) میں کیوں گیا ہے؟ اگر تم چاہتے تو میں اس پر گھوڑے اور پیادے لا جمع کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہی رہے۔ ابوسفیان! یہ باتیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ضرر[1] نہیں پہنچا سکتیں۔ (بخدا) ہم نے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لائق پایا ہے۔

فصل نمبر 27

بیعت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حج سے واپس آتے وقت لوگوں کو خطبہ سنایا اور اثنائے خطبہ میں فرمایا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تم سے فلاں شخص کہتا ہے کہ اگر عمر

---

[1] نقصان۔

ﷺ فوت ہوگا تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا۔ وہ شخص اس بات پہ نہ بولے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت بے سوچے سمجھے اوراچانک ہوئی تھی۔ اگر چہ حقیقت میں یہ بات اسی طرح ہے لیکن (اس سے) اللہ نے لوگوں کو فتنہ خلافت سے بچالیا اور آج تم میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں کہ اس کی طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح گردنیں بلند ہوں۔ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی ہے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے افضل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زبیر اور ان کے ساتھی بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیٹھ رہے تھے اور تمام انصار الگ ثقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھ رہے تھے اور مہاجرین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے تو میں نے کہا اے ابوبکر! آپ ہمارے ساتھ انصار تک چلیے۔ پس ہم ان کا قصد کرتے ہوئے اٹھے۔ راستے میں ہمیں دو نیک شخص ملے۔ انہوں نے ہم سے لوگوں کا حال بیان کر کے کہا کہ اے معشر[1] مہاجرین تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہم اپنے بھائیوں انصار کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تمہیں لازم ہے کہ ان کے پاس نہ جاؤ اور اپنا کام پورا کرو۔ میں نے کہا۔ بخدا ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ غرضیکہ ہم چلے اور ان کے پاس ثقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ دیکھا کہ انصار سب وہیں جمع تھے۔ ایک شخص ان کے درمیان چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہنے لگے سعد بن عبادہ۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے درد میں مبتلا ہے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان سے ایک خطیب کھڑا ہوا اور خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا۔ امابعد ہم اللہ کے مددگار اسلام کا لشکر ہیں۔ اے مہاجرین تم ہم میں سے ایک گروہ ہو۔ اب تم خفیہ طور سے یہ ارادہ کرتے ہو کہ ہمارے اصل سے قطع کردو اور امر خلافت سے ہمیں روک دو۔ جب یہ بات کہہ کر وہ خاموش ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر کچھ کہوں۔ اسی اثنا میں ایک گفتگو اپنے دل میں سوچی تھی جو مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی تھی اور میں چاہتا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے اسے بیان کروں اور اس بات کے لیے میں کچھ پوشیدہ تیاری کر رہا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ مجھ سے زیادہ حکیم اور صاحب وقار تھے۔ انہوں نے میری یہ تیاری دیکھ کر کہا ''اسی ہیئت پر بیٹھے رہو۔'' میں نے انہیں ناراض کرنا مناسب نہ سمجھا (اور بیٹھ رہا) کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ جانتے تھے۔'' بخدا وہ جب اٹھ کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے فی البدیہہ بیان میں کوئی ایسی

---

[1] گروہ

بات نہ چھوڑی جو مجھے پسند تھی (یعنی وہ سب باتیں بیان کر دیں) بلکہ انہیں نہایت اچھی طرح سے ادا کیا۔ حتیٰ کہ آپ خاموش ہوئے۔ چنانچہ آپ نے حمد و ثناء کے بعد کہا۔ اما بعد! خلافت کا کار خیر جس کا تم نے ذکر کیا ہے' بیشک تم اس کے اہل اور لائق ہو۔ مگر اہل عرب اس بات کو قریش کے لیے ہی پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ نسب اور گھر کے لحاظ سے اوسط العرب ہیں۔ میں تمہارے لیے ان دو شخصوں سے ایک کو پسند کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے میرا (عمر رضی اللہ عنہ) اور ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کہ اس کلمہ کے سوا جو بات آپ نے کہی' وہ مجھے بری نہ لگی۔ (یعنی آپ کا یہ کہنا کہ عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم سے کسی کو امیر بنالو۔ مجھے اچھا نہ معلوم ہوا) اور بخدا مجھے اس بات سے کہ میں اس قوم پر امیر بنوں جس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ اس بات سے زیادہ پسند تھا کہ میری گردن ماردی جاتی اور یہ بے ادبی مجھ سے سرزد نہ ہوتی۔ اس پر انصار میں سے ایک کہنے والے نے کہا اے گروہِ قریش میری رائے اور تدبیر سے شفا حاصل ہوگی۔ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک تم سے۔ اس پر ہر طرف سے شور و غوغا اٹھا' حتیٰ کہ میں ڈرا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے۔ جب انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے آپ سے بیعت کی اور تمام مہاجرین سے بیعت کی۔ پھر تمام انصار نے بھی بیعت کی۔ بخدا ہم جس امر کے لیے حاضر ہوئے تھے' اس میں ہم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ موافق کوئی بات نہ دیکھی۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ اگر ہم چلے گئے اور کسی کی بیعت نہ ہوئی تو ہمارے بعد وہ کسی اور کی بیعت نہ کر لیں تو اس صورت میں ہمیں یا تو ایسے شخص کی بیعت کرنی پڑے گی جسے ہم پسند نہیں کرتے اور یا ہم ان سے اختلاف کریں گے تو اس میں فساد ہوگا۔''

اقدام رسول ﷺ

نسائی' ابو یعلیٰ اور حاکم ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم سے ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا اے گروہِ انصار! تم نہیں جانتے کے رسول پاک ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ تم لوگوں کے امام بنو۔ اور تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر مقدم ہو؟ انصار نے کہا نعوذ باللہ ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کس طرح مقدم ہو سکتے ہیں۔

خطبائے انصار اور مہاجرین

ابن سعد حاکم اور بیہقی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ نے وفات پائی تو لوگ سعد بن عبادہ کے گھر میں جمع ہوئے اور ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ پس خطبائے انصار کھڑے ہوئے اور ان سے ایک نے کہا اے گروہِ مہاجرین! رسول اللہ ﷺ جب تم سے کسی کو عامل مقرر فرماتے تھے تو ہم سے ایک کو اس کے ساتھ ملاتے تھے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس امر خلافت کے دو شخص متولی ہوں۔ ایک ہم میں سے اور ایک تم میں سے۔ (اس بات کا کہنا تھا) کہ تمام انصار نے یکے بعد دیگرے اس بات کی تائید کی۔ اس پر زید بن ثابت نے کھڑے ہو کر کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ رسول کریم ﷺ مہاجرین سے تھے اور آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہونا چاہئے۔ ہم تو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مددگار تھے اور اب آپ کے خلیفہ کے بھی مددگار رہیں گے۔ پھر انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ یہ تمہارا صاحب ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا تو ان میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ پس ان کو بلوا کر کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہو کر چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی جماعت کو پراگندہ کرو۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ رسول ﷺ مجھے سرزنش نہ کیجئے۔ پھر انہوں نے آپ سے بیعت کر لی۔ اس کے بعد پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو انہیں بلوا کر کہا تم رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہو کر یہ چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی جماعت کو پراگندہ کرو۔ انہوں نے کہا۔ اے خلیفہ رسول ﷺ مجھے سرزنش نہ کیجئے۔ پھر انہوں نے بیعت کر لی۔

اطاعت کب تک؟

ابن اسحاق سیرت میں بسندہٖ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جب ثقیفہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئی تو اگلے روز آپ منبر پر بیٹھے تو اس سے پہلے کہ آپ کچھ کہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اللہ نے تمہیں امر خلافت میں بہترین شخص پر مجتمع کر دیا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحب اور غار میں ثانی اثنین تھے۔ تمہیں چاہئے کہ

اٹھ کر ان کی بیعت کرو۔ تو بیعت بنی ثقیفہ کے بعد اس دن آپ سے بیعت عامہ کی گئی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے لوگو! میں تم پر امیر اور حاکم بنایا گیا ہوں اور میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر کوئی برائی مجھ سے سرزد ہو تو مجھے سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں سے ضعیف میرے نزدیک قوی ہے' حتیٰ کہ میں ان کا حق انہیں واپس دلاؤں گا اور تم میں سے قوی شخص میرے نزدیک ضعیف ہے' حتیٰ کہ انشاء اللہ میں اُس سے حق لوں گا۔ جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کرتے ہیں خدا انہیں ذلت کے گڑھے میں پھینکتا ہے اور جب کبھی کسی قوم میں فحش باتیں رواج پاتی ہیں تو وہ سب کے سب مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کرتا رہوں' تب تک تم میری اطاعت کرتے رہو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تمہیں میری اطاعت لازم نہیں۔ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ اب نماز پڑھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

امر اعظم

موسیٰ بن عقبہ نے اپنی کتاب مغازی میں اور حاکم نے مستدرک میں عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔ بخدا مجھے کبھی بھی امارت کی حرص نہیں تھی اور نہ مجھے اس میں رغبت تھی اور اور نہ کبھی ظاہر و پوشیدہ میں میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال ہی کیا ہے۔ میں تو صرف فتنے سے ڈرا ہوں (اور اسے اختیار کیا ہے) نہ ہی مجھے اس امارت میں کوئی راحت ہے۔ میں ایسے امر عظیم پر مامور ہوا ہوں جسے انجام دینے کی مجھ میں طاقت اور قوت نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی تائید ہی شامل حال چاہئے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو ناراضگی تو اس امر کی ہے کہ ہم مشورہ میں شریک نہیں ہوئے ورنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہم خلافت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتے ہیں اور وہ صاحب غار ہیں اور ہم ان کی بزرگی اور مرتبہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

ثانی اثنین

ابن سعد ابراہیم تیمی سے راوی ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تو عمر رضی اللہ عنہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ہاتھ بڑھایئے کہ میں آپ سے بیعت کروں کیونکہ بفرمودۂ رسول ﷺ آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے تم اسلام لائے ہو۔ اس بات کے سوا میں نے تم سے کوئی کم عقلی کی بات نہیں دیکھی۔ کیا تم میری بیعت کرتے ہو؟ حالانکہ تم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ثانی اثنین موجود ہیں۔

چہرۂ رسول ﷺ کا بوسہ

ابن سعد محمد (بن ابی بکر) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا۔ ہاتھ بڑھایئے کہ میں آپ سے بیعت کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آپ مجھ سے افضل ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم مجھ سے اقویٰ ہو اور یہ کہہ کر آپ سے بیعت کر لی۔ احمدؒ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ کے کسی مقام میں تھے۔ خبر وفات سن کر آئے اور رسول اکرم ﷺ کا چہرہ کھول کر بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی اور وفات دونوں حالتوں میں کیسے پاکیزہ ہیں۔ بخدا محمد ﷺ نے انتقال فرمایا۔

وزیر اور امیر

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں اکٹھے چلے اور انصار کے پاس آئے۔ پس پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلام شروع کیا اور انصار کی شان میں جو کچھ قرآن میں نازل ہوا تھا اور جو کچھ پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا' وہ سب کچھ ذکر کیا۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اگر لوگ ایک راستے پر چلیں اور انصار دوسرے راستہ میں۔ تو میں انصار کے راستہ پر ہی چلوں گا (پھر کہا) اے سعد! تم جانتے ہو کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا اور اس وقت تم بھی بیٹھے سن رہے تھے کہ اس امر یعنی خلافت کے قریش ہی والی ہیں۔ نیک لوگ ان کی نیکیوں کے تابع ہوں گے اور برے ان کے بروں کے تابع ہوں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ ہم وزیر ہیں اور آپ امیر۔

زیادہ حقدار

ابن عساکر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی تو آپ نے لوگوں کو کچھ منقبض خاطر پا کر فرمایا۔ اے لوگو! تمہارا کیا حال ہے؟ (کہ منقبض سے نظر آتے ہو۔) کیا میں اس امر کا تم سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں۔ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا۔ کیا میں ایسا اور ایسا نہیں ہوں اور اپنے فضائل ذکر کیے۔

فساد کا خوف

احمد رافع طائی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت کا تمام قصہ اور جو کچھ انصار نے کہا تھا' وہ بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بھی سنایا اور فرمایا کہ پھر انہوں نے مجھ سے بیعت کر لی اور میں نے اسے قبول کر لیا اور میں نے یہ بات اس خوف سے کی کہ شاید فتنہ وفساد برپا ہو جائے اور بعد ازاں لوگ مرتد ہو جائیں۔

امیر کیوں بنے؟

ابن سعد اور ابن عابد اپنی کتاب مغازی میں رافع طائی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ تو مجھے صرف دو شخصوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا کرتے تھے' اب آپ کو کس بات نے لوگوں کا امیر بننے پر مجبور کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے سوائے کوئی چارہ نہیں دیکھا۔ اور میں ڈرا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تفرقہ نہ پڑ جائے۔

محفوظ اور معصوم

احمد قیس' بن ابی حازم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ بعد کا ذکر ہے کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ نے اپنا تمام حال بیان فرمایا اور پھر لوگوں میں آواز دی گئی کہ (الصلوٰۃ جامعۃ) یعنی اس نماز میں سب حاضر ہوں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ اے لوگو! میں چاہتا ہوں اس امر خلافت کا کوئی اور کفیل ہو جائے اور اگر تم مجھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا مواخذہ کرو تو مجھے اس کی طاقت نہیں کیونکہ آپ تو وساوسِ شیطان سے محفوظ اور معصوم تھے اور آپ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی (اور میں ایسا ہوں نہیں۔)

راہِ راست

ابن سعد حسن بصری سے راوی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی تو آپ نے بطور خطیب کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھے اس امر خلافت کا والی بنایا گیا ہے۔ حالانکہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ بخدا میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اسے سنبھال لے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم مجھے اس بات کی تکلیف دو کہ میں تم سے ایسے برتاؤ کروں جیسے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے' (تو یہ محال ہے) کیونکہ رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وحی من السماء سے معزز فرمایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ میں بھی تم جیسا آدمی ہوں اور تم میں سے کسی سے بھی افضل نہیں ہوں۔ پس تم مجھے نگاہ رکھو اور جب دیکھو کہ میں سیدھا چلتا ہوں تو میری تابعداری کرو اور جب دیکھو کہ میں حق سے بھٹک گیا ہوں تو مجھے سیدھا کرو اور راہ راست پر لاؤ۔ آگاہ رہو کہ میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے جو بھٹکانے کے لیے میرے سامنے آتا ہے۔ جب تم مجھے غضبناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب کرو۔ میرا اثر تمہارے ظاہر اور باطن پر نہ پڑے۔

طلبِ بخشش

ابن سعد اور خطیب عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پہلے خدا تعالیٰ کی حمد ثنا کی اور پھر فرمایا اما بعد میں تمہارے امر کا والی بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ لیکن قرآن نازل ہو چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک سیدھا رستہ بتا دیا ہے اور پھر ہمیں وہ سکھلا بھی دیا ہے۔ پس اے لوگو! تم جان لو کہ نہایت زیرک اور دانا شخص پرہیزگار ہے اور نہایت عاجز شخص فاجر اور گنہگار ہے اور تم میں سے نہایت قوی شخص میرے نزدیک ضعیف ہے' حتیٰ کہ حق کے بدلے میں اسے گرفت کروں گا اور تم میں سے ضعیف شخص میرے نزدیک قوی ہے' حتیٰ کہ میں اس کو اس کا حق دلواؤں گا۔ اے لوگو! میں متبع ہوں' مبتدع نہیں۔ جب میں کوئی اچھی بات کروں تو میری مدد کرو اور اگر میں کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ میں اپنا یہ قول کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے اور اپنے لیے بخشش طلب کرتا ہوں۔'' امام مالک کہتے ہیں کہ سوائے اس شرط کے کوئی شخص کبھی بھی امام نہیں ہو سکتا۔

جانشین

حاکم مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تو تمام شہر کانپ اٹھا۔ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کو سنا اور کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ تو ایک امر عظیم واقع ہوا۔ آپ کے بعد کون جانشین ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا آپ کے بیٹے (ابوبکر رضی اللہ عنہ) آپ نے کہا۔ کیا بنوعبد مناف اور بنومغیرہ اس بات سے راضی ہو گئے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا کہ جسے وہ بلند کریں، اسے کوئی پست نہیں کرسکتا اور جسے وہ پست کریں اسے کوئی بلند نہیں کرسکتا۔

واقدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عمر اور سعید بن میسب وغیرہم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے روز یعنی 12 ربیع الاول بروز دوشنبہ (پیر) سن 11 ہجری کو لوگوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

منبر رسول ﷺ پر بیٹھنا

طبرانی اوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تاوفات کبھی منبر پر اس جگہ نہیں بیٹھے جس جگہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھا کرتے تھے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاوفات منبر کی اس جگہ پر بیٹھے جس جگہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھا کرتے تھے اور نہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تاوفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بیٹھے۔

فصل نمبر 28

واقعات خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اسماعیلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو عرب کے کئی ایک قبائل مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نماز تو پڑھتے ہیں مگر زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ یہ بات سن کر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے تالیف قلوب اور نرمی سے کام لیجئے کیونکہ وہ بمنزلہ وحشی کے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تو خیال کرتا تھا کہ تم میری مدد کرو گے مگر تم نے تو مجھے بے مدد چھوڑ دیا۔ جاہلیت میں تو اس

قدر سخت تھے اور اسلام میں اس قدر سست ہو گئے ہو۔ آخر میں ان کی تالیف قلوب کس طریقہ سے کروں۔ کیا میں انہیں جھوٹے اور گھڑے ہوئے شعر سناؤں یا سحر مفتری سے انہیں رام بناؤں۔ افسوس! افسوس! آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے اور وحی منقطع ہو گئی۔ بخدا میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک تلوار میرے ہاتھ میں ہے۔ اگرچہ وہ مجھے ایک اونٹ کی رسی ہی کیوں نہ دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس بات میں، میں نے آپ کو اپنے آپ سے زیادہ پختہ ارادے والا پایا اور آپ نے لوگوں کو اس طرح ادب سکھایا کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے ان کی اصلاح کے لیے بہت کم تکلیف اٹھانے کی ضرورت پڑی۔

اختلافِ میراث

ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر شافعی اپنے قواعد میں اور ابن عساکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے وفات پائی تو نفاق نے ہر طرف سے سر بلند کیا اور بہت سے قبائل مرتد ہو گئے اور انصار بھی (مہاجرین سے) الگ ہو گئے۔ اس وقت مصیبت جو میرے باپ پر نازل ہوئی تھی، اگر بلند اور مضبوط پہاڑوں پر ہوتی تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔ جس کسی بات میں اختلاف ہوا میرے والد ہی اس میں سب سے فائدہ میں ہی رہے۔ چنانچہ پہلے صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کہاں دفن کیے جائیں اور کسی کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ فرماتے تھے "نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں وفات پائے۔" اس کے بعد پھر آپ کی میراث میں اختلاف ہوا تو اس کی بابت بھی کسی کو علم نہ تھا۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا! میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے فرماتے تھے "ہم انبیاء کے گروہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

انبیاء کا مدفن

بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ پہلا اختلاف ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں واقع ہوا۔ بعض تو کہنے لگے کہ ہم آپ کو مکہ میں دفن کریں گے جہاں آپ پیدا ہوئے تھے اور بعض کہنے لگے کہ ہم آپ کو مسجد میں دفن کریں گے اور بعض نے کہا کہ جنت البقیع میں دفن کریں گے اور بعض نے کہا بیت المقدس میں دفن کریں گے جو تمام انبیاء کا مدفن ہے۔ اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اختلاف

کرتے رہے، حتیٰ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ حدیث سنائی۔

شرفِ روایت

ابن زنجویہ کہتے ہیں کہ یہ ایسی حدیث ہے جس روایت کا شرف مہاجرین وانصار سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو ملا ہے اور اس بارے میں سب نے آپ ہی کی طرف رجوع کیا ہے۔

شکستِ روم

بیہقی اور ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس خدائے برحق کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنتے تو اللہ تعالیٰ کی کوئی عبادت نہ کرتا۔ پھر اسی بات کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو تین دفعہ دہرایا۔ اس پر انہیں کہا گیا اے ابوہریرہ! یہ بات کیسے ہوئی؟ آپ نے کہا کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسامہ بن زید کو سات سو سوار دیکر شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ جب وہ ذی خشب میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے وفات پائی اور مدینہ کے اردگرد تمام قبائل عرب مرتد ہو گئے۔ اس پر تمام اصحاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا لشکر کو واپس بلا لیجئے۔ مدینہ کے گردونواح کے لوگ مرتد ہو جائیں اور لشکر روم کو روانہ کیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس خدائے تعالیٰ کی قسم ہے جس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ اگر کتے ازواج نبی ﷺ کے پاؤں تک بھی آ جائیں تو میں اس لشکر کو واپس نہیں بلا سکتا جسے پیغمبر خدا ﷺ نے خود روانہ کیا ہے اور نہ میں اس جھنڈے کی گرہ کھول سکتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اسامہ کو آگے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ پس جب یہ لشکر کسی ایسے قبیلے کے پاس سے گزرتا جو مرتد ہونا چاہتے تھے تو وہ لوگ آپس میں کہتے کہ اگر ان لوگوں کے پاس قوت و بل[1] نہ ہوتا تو ایسے نازک وقت میں یہ لشکر ان کے پاس سے علیحدہ نہ ہوتا۔ روم سے جنگ ہونے تک انہیں کچھ نہ کہو۔ جب مسلمانوں نے رومیوں کو شکست دی اور صحیح وسالم واپس آئے تو وہ لوگ اسلام پر ثابت رہے۔

خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

عروہ سے مروی ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الموت میں فرمایا کہ

---

[1] ناگوار اور شکار کا پیچھا کرنا ' شدت۔ جھاور سخت اور مشکل۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

جیش اسامہ کو روانہ کرو۔ جب یہ لشکر مقام جرف میں پہنچا تو اسامہ کی بیوی فاطمہ بنت قیس نے ایک آدمی کو بھیج کر کہلا بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے ہیں' اس لیے جلدی نہ کرو۔ یہ سن کر وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔ یہ سن کر اسامہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جس وقت حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے روانہ کیا تھا اس وقت کچھ اور حالت تھی اور اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں عرب مرتد نہ ہو جائیں کیونکہ اگر یہ مرتد ہو گئے تو سب سے پہلے ان سے ہی جنگ کی جائے گی اور اگر یہ لوگ اسلام پر ثابت رہے تو میں روانہ ہو جاؤں گا کیونکہ میرے ساتھ بڑے بڑے بہادر اور جوانمرد آدمی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ بخدا اگر کوئی جانور مجھے اچک لے تو یہ بات مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قبل کوئی اور بات شروع کروں۔ یہ کہہ کر آپ نے اسامہ کو روانہ کیا۔

حق بات

ذہبی کہتے ہیں کہ جب گردونواح میں آنحضرت ﷺ کی وفات مشہور ہو گئی تو عرب کے بہت سے قبائل اسلام سے پھر گئے اور زکوٰۃ دینے سے منکر ہوئے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کرنے پر تیار ہو گئے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ نے کہا۔ ان سے جنگ کرنے میں آپ ذرا توقف فرمایئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا اگر وہ مجھے اونٹ کے باندھنے کی رسی یا بزغالہ[1] جو آنحضرت ﷺ کو دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو بھی میں ان سے لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں؟ جبکہ رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ نہ کہیں اور جب کسی نے اس کلمہ کو پڑھ لیا تو اس نے مجھ سے اپنا مال اور خون بچا لیا۔ مگر بوجہ ادائے حق کے جس کا حساب خدا تعالیٰ کے ذمے ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جس نے صلوٰۃ وزکوٰۃ میں فرق کیا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور خود رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تو فرمایا ہے کہ ادائے حق کیلئے لڑائی جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ کو حق کے لیے

---

[1] بکری کا بچہ۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

کھول دیا ہے تو میں نے معلوم کرلیا کہ حق بات یہی ہے۔

امیر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

عروہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کو لیکر نکلے۔ جب نجد کے مقابل موضع نقع میں پہنچے تو تمام عرب اپنے اہل و عیال کو لے بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ نے اس بارے میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا کہ آپ مدینہ کو واپس چلئے اور کسی شخص کو لشکر کا امیر بنا دیجئے۔ آخر صحابہ کے بار بار کہنے سے آپ واپس آئے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور انہیں کہہ دیا کہ جب وہ لوگ اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم سے جس کی مرضی ہو واپس چلا آئے۔ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ کو واپس آئے۔

شیرازۂ اسلام

دار قطنی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنگ کرنے کے لیے مدینہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باگ کو پکڑ کر کہا۔ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جاتے ہو؟ میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ احد میں کہی تھی۔ اپنی تلوار میان میں کیجئے اور اپنے آپ کو تکلیف پہنچا کر ہمیں دردمند نہ کیجئے۔ بخدا اگر (خدانخواستہ) آپ کو کوئی تکلیف پہنچی تو شیرازۂ اسلام کبھی درست نہ ہوگا۔

مسیلمہ کذاب سے جنگ

حنظلہ بن لیثی سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد کو جنگ کے لیے بھیجا اور کہہ دیا کہ پانچ باتوں سے جو ایک بھی چھوڑ دے اس سے اسی طرح جنگ کرنا جیسے اس شخص سے جنگ کی جاتی ہے۔ جو ان پانچوں کو ترک کردے، یعنی اللہ تعالیٰ کے واحد اور معبود برحق کو نہ ماننے والے۔ سے اور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ نہ ماننے والے سے اور نماز نہ پڑھنے والے سے اور روزۂ رمضان نہ رکھنے والے سے۔ خالد رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر جمادی الاخریٰ میں روانہ ہوئے اور بنی اسد اور عطفان سے جنگ کی۔ جن سے جو قتل ہونے تھے قتل ہوئے اور جو قید ہونے تھے وہ قید ہوئے اور باقی اسلام لے آئے۔ اس جنگ میں صحابہ سے عکاشہ بن محصن اور

ثابت بن اقرم شہید ہوئے اور اسی سال رمضان شریف میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ نے 24 سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ ذہبی کہتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ السلام کا سلسلہ نسب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جاری ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (اس بات کو زبیر بن بکار نے نقل کیا ہے) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک ماہ قبل ام ایمن رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور شوال میں عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے وفات پائی۔ اس سال کے اخیر میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر کو مسیلمہ کذاب کے جنگ کے لیے یمامہ پہنچے اور نہایت خونریز جنگ ہوئی اور کئی دن تک محاصرہ رہا۔ آخر مسیلمہ کذاب ملعون قتل ہوا۔ اسے وحشی نے جو قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ تھا، قتل کیا تھا۔ اس جنگ میں بہت سے صحابہ قتل ہوئے جن میں سے مشہور یہ ہیں۔ ابو حذیفہ بن عتبہ، سالم مولا ابو حذیفہ، شجاع بن وہب، زید بن خطاب، عبداللہ بن سہل، مالک بن عمرو، طفیل بن عمر الدوسی، یزید بن قیس، عامر بن بکیر، عبداللہ بن مخرمہ، سائب بن عثمان بن مظعون، عباد بن بشیر، معن بن عدی، ثابت بن قیس بن شماس، ابودجانہ سماک بن حرب۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ تھے جو ستر کے عدد کو پورا کرتے ہیں۔ مسیلمہ جس دن قتل ہوا ہے، اس کی عمر ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ اس کی پیدائش آنحضرت ﷺ کے والد عبداللہ سے بھی پہلے کی تھی۔ 12 ہجری میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے علا بن حضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا جہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ پس مقام جواثی میں ان سے جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

ابلہ و عراق کی فتح

عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کی طرف روانہ کیا جہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے اور زیاد بن لبید انصاری کو بھی ایک مرتد فرقہ کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ اسی سال ابوالعاص بن ربیع نے جو آنحضرت ﷺ کی دختر زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے اور صعب بن جثامہ لیثی اور ابومرثد غنوی فوت ہوئے اور اسی سال میں اہل ردہ[1] کی سرکوبی سے فراغت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو بصرہ کی طرف روانہ کیا جنہوں نے پہلے ابلہ کو فتح کیا اور بعد ازاں عراق کے بہت سے شہروں کو صلح اور جنگ سے فتح کیا۔

---

1. مرتد ہونے والے یعنی اسلام سے پھر جانے والے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

اسی سال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور واپس آ کر عمرو بن عاص کے ماتحت ایک لشکر شام کو روانہ کیا۔

مشرکوں کو شکست

اجنادین کا واقعہ جمادی اولیٰ 60 ھ میں پیش آیا جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس فتح کی خوشخبری صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حالت نزع[1] میں پہنچی۔ اس جنگ میں عکرمہ بن ابی جہل اور ہشام بن عاصی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اسی سال میں جنگ مرج الصفر ہوئی جس میں مشرکوں کو شکست ہوئی۔ اسی جنگ میں فضل بن عباس وغیرہ شہید ہوئے۔

ذکر جمع قرآن

امام بخاری زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل یمامہ سے جنگ کی خبر پہنچی' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا! جنگ یمامہ میں بڑی شدت سے لڑائی ہوئی ہے اور بہت لوگ قتل ہوئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کسی اور جگہ بھی اس سختی سے لڑائی ہوئی اور بہت سے حافظ قرآن شہید ہوئے تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ جاتا رہے گا۔ ہاں اگر اسے جمع کر لیا جائے تو خیر! اس لیے میری رائے ہے کہ قرآن مجید جمع کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میں وہ بات کیسے کر سکتا ہوں جسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا یہ تو اچھی بات ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار مجھے یہ بات کہتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کیلئے میرا سینہ کھول دیا اور میری بھی وہی رائے ہوئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔

جمع قرآن کیسے ہوا؟

زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس خاموش بیٹھے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے زید تو عقلمند شخص ہے۔ ہم تمہیں کسی بات سے متہم بھی نہیں پاتے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے۔ اب تم ہی

[1] جان نکلنے کا وقت۔

سے قرآن مجید جمع کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے کسی پہاڑ کے اٹھانے کا حکم کرتے تو وہ مجھے آپ کے اس حکم سے ثقیل[1] نہ ہوتا۔ جیسا کہ جمع قرآن کا حکم مجھے ثقیل لگا۔ پھر میں نے کہا! آپ دونوں وہ بات کیسے کرتے ہو جسے پیغمبر خدا ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخدا! یہ تو اچھی بات ہے۔ مگر میں بار بار آپ سے وہی بات عرض کرتا رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرح اس امر کے لیے میرا سینہ بھی کھول دیا۔ پس میں قرآن مجید کو کپڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں اور بکریوں اور اونٹوں کے شانوں کی ہڈیوں اور کھجور کے تر و خشک پتوں اور آدمیوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ سورۂ توبہ سے دو آیتیں لَقَدْ جَاءَ کُمْ سے آخر تک مجھے خزیمہ بن ثابت کے سوائے کسی کے پاس نہ ملیں۔ پس یہی صحیفہ جس میں، میں نے قرآن جمع کیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ کی وفات تک رہا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اور ان کے بعد حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس۔

زیادتیٔ اجر

ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن مجید کے بارے میں سب سے زیادہ اجر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملے گا کیونکہ آپ نے ہی سب سے پہلے قرآن شریف کو دفتین[2] میں جمع کیا تھا۔

فصل نمبر 29

اولیاتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔ سب سے پہلے آپ نے ہی قرآن جمع کیا۔ قرآن مجید کا نام مصحف سب سے پہلے آپ نے ہی رکھا۔ چنانچہ اس کا ذکر آ چکا ہے۔ سب سے پہلے خلیفہ آپ کا لقب ہی رکھا گیا۔

احمد بن ابو بکر ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا۔ یا خلیفۃ اللہ! آپ نے فرمایا میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہوں اور میں اسی نام کو پسند کرتا ہوں۔

---

[1] بھاری۔ [2] کتاب کے دو پٹھے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

اپنے والد کی زندگی میں سب سے پہلے آپ ہی خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ ہی سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کے لیے رعیت نے کچھ روزینہ[1] مقرر کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لوگ جانتے ہیں کہ میرا کسب میرے عیال کے اخراجات کا متحمل ہو سکتا تھا۔ اب میں مسلمانوں کے امر میں مشغول ہوا ہوں تو اب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہل وعیال بیت المال سے گزارہ کریں گے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس مال کے عوض انہیں کما کر دے گا۔

آدھی بکری اور ایک پوشاک

ابن سعد عطاء بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی تو صبح کو آپ چادریں کندھے پر ڈال کر فروخت کرنے کیلئے بازار کی طرف نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور کہا۔ آپ کہاں جاتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا! بازار میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب تو آپ مسلمانوں کے امیر ہو گئے ہیں اور اب بھی کسب کرتے رہیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تو میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میرے ساتھ چلئے۔ ابوعبیدہ آپ کے لیے کچھ روزینہ مقرر کر دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ میں آپ کے لیے مہاجرین سے ایک متوسط شخص کی سی خوراک مقرر کر دیتا ہوں اور جاڑے اور گرمی کی پوشاک جب وہ کہنہ ہو جائیں تو آپ انہیں واپس کر دیا کریں اور دوسری لے لیا کریں۔ پھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے آدھی بکری اور ایک پوشاک مقرر کی۔

ابن سعد میمون سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو دو ہزار ان کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اس سے کچھ زیادہ کرو کیونکہ میں عیالدار ہوں اور اب تم نے مجھے تجارت سے بھی روک دیا ہے۔ اس پر پانچ سو اور زیادہ کیے گئے۔

مسلمانوں کے متولی

طبرانی اپنی مسند میں حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب

[1] ہر روز کا کچھ عطیہ۔ یا خرچ۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

حضرت ابوبکرؓ قریب المرگ ہوئے تو فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس شیر دار اونٹنی کو دیکھ جس کا دودھ ہم پیتے تھے اور اس پیالہ کو جس میں ہم کپڑے رنگا کرتے تھے اور اس چادر کو بھی جسے ہم پہنا کرتے تھے۔ ہم ان چیزوں سے جبکہ ہم مسلمانوں کے متولی تھے' فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ جب میں مر جاؤں تو یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس کر دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ نے وفات پائی تو میں نے یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ اے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آپ نے اپنے بعد آنے والے شخص کو تکلیف میں ڈال دیا ہے۔

غلام' اونٹ اور چادر

ابن ابی الدنیا حضرت ابوبکرؓ بن حفص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے وفات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی۔ "اے میری بیٹی! ہم مسلمانوں کے امر کے والی رہے ہیں اور کسی درہم اور دینار کو بے فائدہ خرچ نہیں کیا بلکہ ہم دلیا کھا کر گزارہ کرتے رہے ہیں اور سخت اور موٹے کپڑے پہنتے رہے ہیں اور اب ہمارے پاس مسلمانوں کے مال سے سوائے اس حبشی غلام اور آب کش اونٹ اور اس کہنہ چادر کے کوئی اور چیز نہیں رہی۔ جب میں مر جاؤں تو یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔

قیام بیت المال

سب سے اوّل بیت المال آپ نے ہی مقرر کیا۔ چنانچہ سعد بن ابوحیثمہ وغیرہ سے روایت کی گئی ہے کہ صدیق اکبرؓ نے موضع سخ میں بیت المال بنایا ہوا تھا۔ مگر اس کی پاسبانی کوئی نہیں کیا کرتا تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اس پر کوئی نگہبان مقرر کیوں نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا۔ نگہبان کی کیا ضرورت ہے؟ وہاں قفل لگا ہوا ہے اور آپ کا قاعدہ تھا کہ جو مال اس میں ہوتا' لوگوں کو تقسیم کر دیا کرتے' حتیٰ کہ وہ خالی ہو جاتا۔ جب آپ مدینہ میں آ رہے تو بیت المال کو بھی وہیں تحویل کر لیا۔ پس جو مال آپ کے پاس آتا تھا' اسے غرباء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور تقسیم کرنے میں ہر ایک شخص کو برابر دیا کرتے تھے اور اسی مال سے آپ اونٹ' گھوڑے اور اوزار خرید کر لوگوں کو مفت تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے

بدویوں سے چادریں مول لے کر مدینہ کی بیواؤں میں مفت تقسیم کیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور دفن کر دیئے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان بن عفان وغیرہ کو بلا کر بیت المال کا جائزہ لیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی چیز نہ درہم اور نہ دینار باقی جمع کے طور پر نہ رکھا تھا۔

مصنف کہتے ہیں کہ اسی حدیث سے عسکری کا قول "سب سے پہلے بیت المال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وقت کوئی بیت المال مقرر نہ تھا۔" مردود ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "اوائل" میں عسکری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ عسکری نے بھی اس بات پر آگاہ ہو کر اپنی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے عبیدہ بن جراح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وقت بیت المال کے متولی مقرر ہوئے تھے۔

حاکم لکھتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ملقب ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کا لقب عتیق تھا۔

فصل نمبر 30

بحرین کا مال

بخاری اور مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر بحرین کا مال میرے پاس آئے تو میں اسے اس طرح خرچ کروں۔ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد بحرین کا مال آیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض لینا ہو یا آپ نے اگر کسی سے وعدہ کیا ہو تو ہمارے پاس آئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ سن کر میں آپ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا لے لو، تو دیکھا وہ پانچ سو ہیں۔ پھر آپ نے مجھے ایک ہزار پانچ سو دیئے۔

فصل نمبر 31

آپ کا حلم اور تواضع

ابن عساکر انیسہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت سے قبل تین برس ہم میں رہے ہیں اور خلافت کے بعد ایک برس تک۔ قبیلہ کی لڑکیاں آپ کے پاس اپنی بکریاں لے آیا کرتی تھیں تو آپ انہیں ان کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔

لوگوں سے کوئی

احمد میمون بن مہران سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا السلام علیک یا خلیفتہ الرسول اللہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تم پر سلام ہو۔ پھر اس نے کہا کہ ان لوگوں سے کوئی شخص خلیفہ ہے۔

عاجزی وانکساری

ابن عساکر ابوصالح غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ ہر روز رات کے وقت ایک بڑی بوڑھی اور نابینا عورت کی جو اطراف مدینہ میں کہیں رہتی تھیں، خبر گیری کیا کرتے تھے اور اس کا کام کاج کر آیا کرتے تھے اور اسے پانی وغیرہ لا دیا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ آتے تو دیکھتے کہ پہلے ہی ایک شخص اس کا کام کاج کر چکا ہوتا۔ آپ کئی دفعہ جلدی آئے۔ مگر اس سے پیش دستی نہ لے جا سکے۔ آخر ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کی تاک میں رہے کہ دیکھیں کون شخص ہیں؟ دیکھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں جو اس کے پاس تشریف لایا کرتے ہیں اور ان ایام میں آپ خلیفہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا، بخدا یہ آپ ہی ہیں۔

آپ سچے ہیں

ابونعیم وغیرہ عبدالرحمٰن اصفہانی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور کہا میرے باپ کی جگہ سے اتر جایئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا تم نے سچ کہا ہے۔ یہ تمہارے باپ ہی کی

جگہ ہے۔ اس کے بعد آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا کر خوب روئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا' بخدا یہ بات اس لڑکے نے میرے کہنے سے نہیں کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' آپ سچے ہیں' میں آپ پر تو اس کا اتہام نہیں لگاتا۔

فصل نمبر 32

ابن سعد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اسلام کے پہلے حج میں عامل مقرر کیا اور اس کے دوسرے برس رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے پہلے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا اور دوسرے برس خود حج کیا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو حج کے لیے روانہ کیا اور اس کے بعد وفات تک خود حج کو جاتے رہے۔ آپ کے بعد جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حج پر عبدالرحمٰن بن عوف کو مقرر کیا۔

فصل نمبر 33

وفات کا سبب

سیف اور حاکم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فوت ہونے کا غم ہوا۔ اس صدمے سے آپ کا جسم نحیف و کمزور ہوتا گیا' حتیٰ کہ آپ نے وفات پائی۔

ابن سعد اور حاکم نے بسند صحیح ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابن کلدہ حریرہ کھا رہے تھے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ہدیۃً کسی نے بھیجا تھا۔ اس دوران حارث نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! کھانے سے ہاتھ اٹھا لیجئے کیونکہ اس میں زہر ہے جس کا اثر ایک سال کے بعد ہوگا اور میں اور آپ ایک دن وفات پائیں گے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ مگر بعد میں دونوں بیمار اور نحیف ہوتے گئے' حتیٰ کہ ایک سال کے ختم ہونے کے بعد ایک ہی دن دونوں نے وفات پائی۔

حاکم روایت کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا ہم اس دنیا فانی سے کیا توقع رکھیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کو بھی زہر دیا گیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی۔

وفات 13ھ

واقدی اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیماری اس طرح شروع ہوئی کہ آپ نے بروز دوشنبہ (پیر) جمادی الاخریٰ کی سات تاریخ کو غسل کیا اور اس دن سخت سردی تھی۔ اس سے آپ کو بخار ہوا اور پندرہ دن تک رہا۔ ان دنوں میں آپ نماز نہیں پڑھا سکے اور آخر بروز سہ شنبہ (منگل) بائیس جمادی الاخریٰ کو 13 ہجری میں تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

انوکھا طبیب

ابن سعد اور ابن ابی الدنیا ابوالنصر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیماری میں صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا اے خلیفہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! ہم آپ کے لیے کوئی طبیب بلا لائیں' جو آپ کی نبض دیکھے۔ آپ نے فرمایا کہ طبیب نے میری نبض دیکھی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ پھر اس نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے کہا ہے اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ (میں جو کچھ چاہتا ہوں' کرتا ہوں۔)

سب سے بہتر

واقدی نے کئی طریقوں سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف کو بلوا کر کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابت خبر دیجئے کہ کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے وہ بات پوچھتے ہیں جسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگرچہ میں جانتا ہوں۔ آخر تم بھی کچھ کہو۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ کی جوان کے بارے میں رائے ہے وہ اس سے بھی افضل ہیں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلوا کر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات کی خبر مجھے دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ان کی بابت ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا تو انہوں نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سا جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اللہ! میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابت یہی جانتا ہوں کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم

میں ان جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ سعید بن زید اور اسید بن حضیر وغیرہ مہاجرین و انصار کو بھی مشورت میں داخل کیا۔ پس اسید نے کہا اے اللہ آپ کے بعد انہیں یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھلائی سکھانا کہ رضا کے موقع پر راضی ہوں گے اور غصے کے موقع پر غصے ہوں گے۔ خلافت کا بار گراں اٹھانے میں ان سے قوی تر کوئی شخص نہیں نکلے گا۔ بعد ازاں چند صحابہ رضی اللہ عنہم آئے اور ان سے ایک نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کو خدا تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی بابت پوچھے گا تو کیا جواب دیں گے؟ حالانکہ آپ ان کی سخت گیری سے اچھی طرح واقف ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم مجھے خدا تعالیٰ سے خوف دلاتے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کروں گا کہ میں نے تیری مخلوق میں سب سے بہتر کو ان پر خلیفہ بنایا ہے۔ میری طرف سے یہ بات تمام لوگوں کو پہنچا دینا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ دیکھو:

وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وہ وصیت ہے جس کو ابوبکر بن قحافہ نے دنیائے فانی سے جاتے اور آخرت میں داخل ہوتے وقت جس میں کہ کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کر لیتا ہے اور کاذب بھی تصدیق کر لیتا ہے۔ لکھوایا ہے۔ میں نے اپنے بعد تم پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ تم ان کی بات کو سننا اور ان کی تابعداری کرنا۔ میں نے خدا تعالیٰ، رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے دین اور اپنے اور تمہارے حق میں کوتاہی نہیں کی۔ اگر انہوں نے عدل کیا تو میرا گمان اور میرا علم ان کے بارے میں یہی ہے اور اگر بدل گئے تو ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے کمایا۔ اپنی طرف سے تو میں نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن میں غیب نہیں جانتا اور جو لوگ ظلم کریں گے وہ عنقریب ہی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر بدلتے ہیں۔

(وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ)

اس کے بعد آپ نے اس وصیت نامہ پر مہر لگانے کا حکم دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مختوم تحریر کو لے کر باہر آئے تو لوگوں نے برغبت تمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور ان کے

خلیفہ ہونے پر خوش ہوئے۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر چند ایک وصیتیں کیں۔ بعدازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے چلے آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور کہا اے اللہ! میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے سے صرف لوگوں کی بہتری ہی چاہی ہے اور فتنہ سے ڈر کر میں نے وہ کام کیا جسے تو اچھی طرح جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے کے مطابق لوگوں پر ان سب سے بہتر، قوی تر اور سب سے زیادہ نیکی پر حریص شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔ اے اللہ! اب تیرا امر یعنی موت میرے پاس حاضر ہوا ہے۔ پس میرے بعد تو ان کی حفاظت کر۔ وہ تیرے بندے ہیں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اے اللہ! اس کی اصلاح کر اور اسے غم میں نہ ڈال اور اسے اپنے خلفائے راشدین سے بنا اور رعیت کو اس کا تابعدار بنا دے۔

تین دانا

ابن سعد اور حاکم ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین شخص سب سے دانا تھے۔ ایک تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کہ جنہوں نے اپنے باپ سے عرض کیا تھا کہ انہیں اجرت دو اور تیسرے عزیز مصر کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ہونہار دیکھ کر اپنی بیوی کو کہا تھا کہ اسے اچھی طرح سے رکھنا۔

ہم راضی ہیں

ابن عساکر یسار بن حمزہ سے راوی ہیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو آپ نے اپنے گھر کے دریچے سے باہر دیکھ کر فرمایا کہ اے لوگو! میں نے ایک وصیت کی ہے۔ کیا تم اس سے راضی ہو گے، سب نے جواب دیا اے خلیفہ رسول ﷺ! ہم سب راضی ہیں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اگر وہ وصیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے تو پھر ہم راضی ہیں ورنہ نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں۔

وہی دن اور رات

احمد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی تو آپ نے فرمایا آج کونسا دن ہے، لوگوں نے کہا دوشنبہ۔ آپ نے

فرمایا اگر میں آج رات کو مر جاؤں تو کل تک میری تجہیز و تکفین کا انتظار نہ کرنا کیونکہ سب دنوں اور راتوں سے مجھے وہی دن اور رات زیادہ محبوب ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مجھے ملا دے اور قریب کر دے۔

بھلائی کی وصیت

مالک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بحالت صحت اپنے مال سے مجھے ایک کھجور کا درخت دیا تھا جس سے 20 وثق[1] کھجوریں اترا کرتی تھیں۔ جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا۔ اے میری بیٹی! مجھے تیرا امیر ہونا تمام لوگوں کے امیر ہونے سے زیادہ پسند ہے اور تمہاری محتاجی تمام لوگوں کی محتاجی سے بہت بری معلوم ہوتی ہے۔ میں نے تمہیں ایک کھجور کا درخت مہیا کیا تھا جس سے 20 وثق کھجوریں اترا کرتی تھیں۔ اگر تو نے اس سے کچھ کھجوریں لی ہیں تو وہ تمہاری ملک ہوئیں اور اب وہ درخت وارثوں کا مال ہے اور وہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ پس قرآن کے موافق اسے تقسیم کر لینا۔ میں نے کہا اباجان! اگر ترکہ تقسیم ہوگا تو میری بہن تو اسماء ہی ہے اور دوسری کا جو آپ نے ذکر کیا ہے وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو ابھی تمہاری والدہ کے پیٹ میں ہی ہے اور مجھے خیال ہے کہ وہ لڑکی ہی ہوگی۔ اس حدیث کو ابن سعد نے بھی روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں مذکور ہے کہ جو تمہاری والدہ کے پیٹ میں ہے وہ لڑکی ہوگی کیونکہ میرے دل میں یہی القاء ہوا ہے کہ وہ لڑکی ہوگی۔ پس آپ نے ان سے بھلائی کرنے کی وصیت کی۔ چنانچہ آپ کے بعد ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

مال میں وصیت

ابن سعد عروہ سے راوی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کا خمس (پانچواں حصہ) راہِ خدا میں خرچ کرنے کی وصیت کی اور فرمایا کہ میں اپنے مال سے اسی قدر لیتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے مال سے لیا ہے۔ یہی حدیث ایک اور طریقہ سے بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ خمس مال کی وصیت کرنی میرے نزدیک ربع کی وصیت سے افضل ہے اور ربع کی وصیت ثلث سے افضل ہے اور جس نے ثلث مال کی وصیت کی اس نے کچھ بھی

[1] ایک پیمانہ۔ (صاحبزادہ محمد؛ ثر سیالوی نظامیہ لاہور)

باقی نہیں چھوڑا۔

غیر قرابت دار

سعد بن منصور اپنی سنن میں ذہاب سے راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا خمس مال صرف ان لوگوں کو دیا تھا جو ان کے بالکل قرابت دار ہیں تھے۔

تمام حقوق

عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ بخدا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کوئی درہم یا دینار ایسا نہیں چھوڑا جس پر خدا کا نام ہو۔ یعنی خدا تعالیٰ کے ہر ایک حق کو ادا کر دیا۔

ابن سعد وغیرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زیادہ بیمار ہوئے تو میں نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا۔

لَعَمْرُکَ مَایُغْنِی الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰی اِذَا حَشْرَجَتْ یَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

ترجمہ: یعنی تیری زندگی کی قسم ہے کثرتِ مال آدمی کو کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی جبکہ سانس جلدی جلدی آنے لگتا ہے اور اس کے باعث سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔

یہ شعر سن کر آپ نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ یوں کہو وَجَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ. پھر آپ نے فرمایا کہ میرے یہ دونوں کپڑے دیکھو ان کو دھو کر ان میں ہی مجھے کفنانا کیونکہ زندہ شخص بہ نسبت مردے کی نئے کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔

ابو یعلیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس حالت نزع میں آئی تو میں نے یہ شعر پڑھا:

مَنْ لَّایَزَالُ دَمْعُهٗ مُقَنَّعًا فَاِنَّهٗ فِیْ مَرَّةٍ مَدْفُوْقٌ

ترجمہ: جس شخص کے آنسو ہمیشہ پوشیدہ رہیں تو وہ کبھی نہ کبھی ضرور بہہ پڑتے ہیں۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ یہ نہ کہو بلکہ کہو وَجَاءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ .الخ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کس دن وفات پائی تھی۔ میں نے عرض کیا' دوشنبہ کو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میری موت کے درمیان بھی یہ رات ہی ہے۔ پس آپ سہ شنبہ کی

رات کو فوت ہوئے اور صبح سے پہلے ہی دفن کیے گئے۔

عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں بکر بن عبداللہ فرنی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قریب المرگ ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سرہانے بیٹھ کر یہ شعر پڑھا:

كُــلُّ ذِیْ اِبِــلٍ مَــوْرِدُهَــا وَكُــلُّ ذِیْ سَــلَــبٍ مَسْــلُــوْبٌ

ترجمہ: ہر صاحب شتر یعنی سوار کیلئے منزل اور ہر پہننے والے کے لیے لباس ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں مصرعوں کو سمجھ کر فرمایا۔ اے جان پدر! یہ نہ کہو بلکہ یوں کہو۔ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ. الخ

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بطور تمثیل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قریب المرگ ہونے کے وقت پڑھا۔

وَاَبْيَـضُ يُسْتَسْـقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِـمَـالُ الْيَتَـامٰى عِـصْمَةٌ لِلْاَ مِلِ

ترجمہ: بہت سے ایسے روشن رو ہیں کہ ان کے چہرے کے طفیل بادل سے پانی مانگا جاتا ہے اور وہ یتیموں کے فریاد درس اور بیوگان کے بچاؤ ہیں۔

آپ نے یہ شعر سن کر فرمایا کہ ایسے تو رسول اللہ ﷺ تھے۔

عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں عبادہ بن قیس سے راوی ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قریب المرگ ہوئے تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ میرے ان دونوں کپڑوں کو دھو لے۔ ان میں ہی مجھے دفنایا جائے کیونکہ یہ تیرا باپ آدمی ہی رہے گا۔ خواہ اسے اچھے لباس میں دفنایا جائے یا برے میں۔

ابن ابی الدنیا ابوملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میری بیوی اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس مجھے نہلائے اور عبدالرحمٰن میرا لڑکا اس کی مدد کرے۔

آپ کا جنازہ

ابن سعد سعید بن میتب سے راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر نماز جنازہ پڑھی اور چار بار تکبیر کہی۔ جنازہ آپ کا قبر اور منبر نبوی کے درمیان رکھا گیا۔

پہلوئے رسول ﷺ

عروہ اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کی کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں دفنانا۔ جب آپ نے وفات پائی تو آپ کی قبر اس طرح کھودی گئی کہ آپ کا سر مبارک رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھے کے برابر رکھا گیا اور آپ کی لحد کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے ساتھ ملا دیا گیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، طلحہ، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور یہ بات بطرقِ عدیدہ مروی ہے۔ آپ رات میں ہی دفن کر دیئے گئے۔

شہر کانپ اٹھا

ابن مسیّب سے مروی ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو تمام شہر کانپ اٹھا۔ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے یہ اضطراب دیکھ کر کہا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کے بیٹے وفات پا گئے۔ آپ نے فرمایا۔ اف کیسی بڑی مصیبت ہوئی۔ ان کے بعد کون خلیفہ ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ نے فرمایا، یعنی آپ کا دوست۔

ابومجاہد سے مروی ہے کہ ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی میراث سے حصہ شرعی نہیں لیا بلکہ اپنے پوتے کو ہی دیدیا۔ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد چھ مہینے اور چند یوم تک ہی زندہ رہے اور محرم 14ھ میں 97 سال کی عمر میں وفات پائی۔

انفرادیت

علماء لکھتے ہیں۔ کوئی شخص سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اپنے والد کی زندگی میں خلیفہ نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے سوا کسی خلیفہ کا باپ اس کے مال کا وارث ہوا ہے۔

حاکم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو سال سات ماہ خلافت کی۔ ابن عساکر بسندہ اصمعی سے روایت کرتے ہیں کہ خفاف بن ندبہ سلمٰی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں یہ شعر پڑھے۔

لَیۡسَ لِحَیٍّ فَاعۡلَمَنۡهُ بَقَا　　كُلُّ دُنۡیَا اَمۡرُهَا لِلۡفَنَا

ترجمہ: یہ بات یقینی طور سے جان لے کہ کسی زندہ کو بقا نہیں اور دنیا کا ہر امر فنا کے لیے

ہی ہے۔

وَالْمُلْکُ فِی الْاَقْوَامِ مُسْتَوْدَعٌ" عَـــارِیَۃٌ فَـــالشَّـــرْطُ فِیْـــہِ الْاَدَاءُ

ترجمہ: اور ملک لوگوں میں عاریۃً ودیعت رکھا گیا ہے اور شرط یہ کی گئی ہے کہ یہ اس کے مالک کو دے دیا جائے گا۔

وَالْـمَـرْءُ یَسْـعٰـی وَلَـہٗ رَاصِدٌ" تَـنْـدُبُـہُ الْعَیْـنُ وَثَـارَ الـصَّـدَا

ترجمہ: ہر شخص اپنے کام میں کوشش کرتا ہے' حالانکہ اس کے کام میں ایک مانع قوی ہے جو اس کا منتظر ہے۔ آنکھیں اس شخص پر روتی ہیں اور پرندہ صدا اس کے بدلہ کے لیے بلاتا ہے۔

یَھْـــرِمُ اَوْ یُـــقْـتَـــلُ اَوْ یُـــقْـھِـــرُہٗ یَشْـکُـوْہُ سُـقْـمٌ لَیْـسَ فِیْہِ شِفَاءٌ"

ترجمہ: بوڑھا ہو جاتا ہے یا قتل کیا جاتا ہے یا اس پر کوئی غالب آ جاتا ہے اور وہ ایسی بیماری سے شکایت کرتا ہے جس میں شفا نہیں ہو سکتی۔

اِنَّ اَبَـــا بَـکْـرٍ ھُـوَ الْـغَیْـثُ اِذَا لَمْ تَـــزْرَعُ الْـجَـوْزَاءُ بَـقْلاً بِـمَـــاءٍ

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برسنے والا بادل ہیں جبکہ برج جوزا بارش سے کسی سبزی کو نہ اگائے۔ (یعنی قحط پڑ جائے)

تَـــاللّٰہِ لَا یُـدْرِکُ اَیَّـــامُـــہٗ ذُوْمِـــئْـــزَرٍ مَـــاشٍ وَلَا ذُوْرِدَا

ترجمہ: بخدا آپ کا زمانہ کوئی ازار باندھ کر چلنے والا اور نہ کوئی چادر اوڑھنے والا حاصل کر سکتا ہے۔

مَنْ یَّسْـعَ کَـیْ یُـدْرِکَ اَیَّـامَـہٗ مُـجْتَھِـدًا شُـدَّ بِـاَرْضٍ فَـضَـا

ترجمہ: جو شخص اس کوشش میں ہے کہ آپ کے زمانہ کو حاصل کرے۔ یعنی آپ جیسے اعمال نیک کرے تو میدانِ زمین میں تنہا پھینکا جائے گا۔

فصل نمبر 34

آپ سے مروی احادیث

نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک سو بیالیس حدیثیں

مروی ہیں اور قلت روایت کا باعث یہ ہے کہ آپ اس زمانہ سے پیشتر ہی وفات پا گئے تھے جبکہ احادیث کا چرچا ہوا اور تابعین نے ان کے سننے' حاصل کرنے اور یاد کرنے کی طرف توجہ کی۔

مصنف کہتے ہیں کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حدیث بیعت میں حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے انصار کی شان میں جو کچھ قرآن مجید میں نازل ہوا تھا اور جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا' سب کچھ ذکر کر دیا تھا اور کوئی چیز بھی ترک نہیں کی تھی۔ اور یہ بات آپ کے اعلم بالقرآن کی وسعت اور سنت نبوی کی غایت درجہ کی حفاظت پر دال ہے۔ آپ سے مندرجہ ذیل لوگوں نے روایت کی ہے:

حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' ابن عوف' ابن مسعود' حذیفہ' ابن عمر' ابن زبیر' ابن عمرو' ابن عباس' حضرت انس' زید بن ثابت' براء ابن عازب' حضرت ابوہریرہ' عقبہ بن حارث آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن' زید بن ارقم' عبداللہ بن مغفل' عقبہ بن عامر جہنی' عمران' بن حصین، ابو برزہ اسلمی' ابوسعید خدری' ابوموسیٰ اشعری' ابوالطفیل اللیثی' جابر بن عبداللہ' حضرت بلال' آپ کی دختر نیک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آپ کی دختر اور تابعین سے مندرجہ ذیل اشخاص نے آپ سے بیعت کی ہے۔ حضرت عمرو کا آزاد غلام اسلم، واسط بجلی وغیرہم' اب مصنف نہایت مختصر طریقے سے آپ سے مروی احادیث لکھتے ہیں اور ہر حدیث کے آخر میں اس کا نام بھی لکھیں گے جس نے اسے روایت کیا ہے اور احادیث درج ذیل ہیں:

(1) حدیث ہجرت: اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(2) حدیث البحر یعنی الطهور ماء ه الحل میته (اس کا پانی پاک کنندہ ہے اور اس کا مردار یعنی مچھلی حلال ہے) اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

(3) حدیث مسواک یعنی مطهرة للفم مرضاة للرب منہ کو پاک کرتی ہے اور پروردگار کو راضی کرتی ہے۔ احمد نے اسے روایت کیا ہے۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے بکری کے شانہ کا گوشت کھایا اور وضو نہیں کیا۔ اسے بزار اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(5) حلال طعام کھانے کے بعد تم سے کوئی شخص وضو نہ کرے۔ اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے ابو یعلیٰ اور بزار نے

روایت کیا ہے۔

(7) آخری نماز جو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے پیچھے پڑھی، وہ ایک ہی کپڑے میں پڑھی تھی۔ اس کے راوی ابو یعلیٰ ہیں)

(8) جو شخص قرآن مجید کو اسی لب ولہجہ میں پڑھنا چاہے جس میں وہ نازل ہوا ہے تو وہ ابن ام عبد کے طریقے پر پڑھے۔ اس کے راوی احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

(9) میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مجھے ایسی دعا سکھایئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا پڑھا کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے۔ پس تو مجھے بخش دے۔ بخشش تیرے ہی پاس ہے اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو بخشش ہار رحم فرمانے والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(10) جو شخص صبح کی نماز پڑھے تو وہ خدا تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذمہ نہ توڑو اور جو شخص اسے قتل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل اوندھا کر کے آگ میں ڈالے گا۔ (ابن ماجہ)

(11) کوئی نبی وفات نہیں پاتا، جب تک کہ وہ اپنی امت سے کسی شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے۔ (بزار)

(12) اگر کوئی شخص گناہ کرے اور بعد ازاں اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(احمد، اصحاب سنن اربعہ اور ابن حبان)

(13) ہر ایک نبی اسی جگہ وفات پاتا ہے جو جگہ اس کے دفن کے لائق ہوتی ہے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

(14) یہود و نصاریٰ پر خدا لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ (ابو یعلیٰ)

(15) پس ماندگان کے رونے سے میت پر دوزخ کا آب گرم چھڑکا جاتا ہے۔ (اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے)

(16) آگ سے بچو۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ میں دینے سے ہو کیونکہ وہ کجی کو سیدھا کرتی ہے اور بری طرح مرنے سے بچاتی ہے اور بھوکے اور سیر کو یکساں فائدہ پہنچاتی ہے۔ (ابویعلیٰ)۔

(17) فرائض صدقات کی حدیث جو بہت لمبی ہے۔ (بخاری وغیرہ)

(18) ابن ابی ملیکہ آپ سے راوی ہیں کہ جب کبھی بحالت سواری حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اونٹنی کی مہار گر پڑتی تو آپ اونٹنی کو بٹھا کر اسے پکڑ لیتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں فرمایا کرتے کہ ہم ہی آپ کو مہار اٹھا دیں۔ آپ فرمایا کرتے کہ میرے رسول کریم ﷺ نے مجھے حکم دیا ہوا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کیا کرو۔ (اسے احمد نے روایت کیا۔)

(19) رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ کون سا حج افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں بلند آواز سے تلبیہ کیا جائے اور قربانی کی جائے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(20) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اگر میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ (دار قطنی)

(21) رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براء کو اہل مکہ کی طرف یہ پیغام دیکر روانہ فرمایا کہ اس کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ حج کرے۔ (احمد)

(22) میرے منبر اور میرے گھر میں جو قطعہ زمین ہے، وہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں سے ایک دروازے پر ہے۔ (ابویعلیٰ)

(23) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوالہیثم کے مکان پر تشریف لے جانے کا قصہ (بطولہا) (ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔)

(24) سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور جو جو کے بدلے برابر برابر کرو۔ زائد لینے والا اور زائد دینے والا دونوں آگ میں ہوں گے۔ (اسے ابویعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے۔)

(25) جس نے مومن کو نقصان پہنچایا اس سے فریب کیا۔ وہ ملعون ہے۔ (ترمذی)

(26) جنت میں بخیل خائن اور بداطوار نہ داخل کیا جائیگا اور سب سے پہلے جنت میں وہ غلام داخل ہوگا جو اپنے مالک اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔

(27) ولاء اسی کے لیے ہے جو آزاد ہے۔ (اسے ضیا مقدسی نے مختار میں روایت کیا ہے۔)

(28) ہمارا کوئی شخص وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم چھوڑ مریں وہ صدقہ ہے۔ (بخاری)

(29) جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی کھانا عنایت کرے اور پھر اس کی روح کو قبض کرلے تو وہ کھانا اس شخص کو عطا ہوتا ہے جو اس نبی کے قائم مقام ہو۔ (ابوداؤد نے اسے روایت کیا۔)

(30) کفر خواہ قلیل ہی ہو نسب کو زائل کر دیتا ہے۔ (بزار)

(31) تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نفقہ ہے۔ (بیہقی)

(32) جس شخص کے راہِ خدا میں دونوں قدم غبار آلود ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر آگ حرام کرے گا۔ (بزار)

(33) مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں (بخاری و مسلم وغیرہ)

(34) ہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اللہ کا بندہ اپنے قبیلے کا بھائی بند اور اللہ تعالیٰ کی تلواروں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے کھینچا ہے۔ (احمد)

(35) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر کبھی سورج طلوع نہیں ہوا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

(36) جس کسی کے ہاتھ میں مسلمانوں کے کام سپرد کیے گئے اور اس نے ان پر ایسے شخص کو مقرر کیا جو ان کے حقوق نگاہ رکھتا ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرضی اور نفلی کام قبول نہیں کرے گا اور اسے دوزخ میں داخل کرے گا اور جس شخص نے کسی کو اللہ تعالیٰ کی حمایت دی اور اس نے اللہ کی حمایت سے کچھ بغیر حق کے توڑ دیا تو اس پر خدا کی لعنت ہے۔ (احمد نے اس کو روایت کیا ہے۔)

(37) ماعز اور اس کے رجم کا قصہ۔ (احمد)

(38) جس نے استغفار کرلیا اس نے اصرار نہیں کیا اگرچہ وہ دن میں ستر بار توڑے۔ (ترمذی)

(39) آنحضرت ﷺ نے لڑائی کے بارے میں مشورہ کیا۔ (طبرانی)

(40) جب آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (پ5 سورۃ النساء آیت 123) ترجمہ: جو برائی کرے گا' اس کا بدلہ پائے گا' نازل ہوئی۔ (ترمذی' ابن حبان وغیرہ)

(41) تم آیت یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ

(پ7 سورۃ المائدہ آیت 105)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی خبر رکھو پڑھتے ہو (احمد' آئمہ اربعہ' ابن حبان)

(42) ان دو شخصوں کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے جن کا تیسرا خدا ہو۔ (بخاری و مسلم)

(43) حدیث اَللّٰهُمَّ طَعْنًا وَّ طَاعُوْنًا۔ (ابویعلیٰ)

(44) حدیث شَيَّبَتْنِيْ هُوْد (سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔) دارقطنی فی العلل)

(45) شرک میری امت میں کیڑی کی رفتار سے بھی زیادہ خفی ہوگا۔ (ابویعلیٰ وغیرہ)•

(46) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے دعا سکھا دیجئے' جسے میں صبح و شام پڑھا کرو۔ (ہیثم بن کلیب نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔)

(47) تمہیں لا الٰہ الا اللہ اور استغفار پڑھنا لازم ہے کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے تو لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کر دیا ہے اور انہوں نے مجھے لا الٰہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کر دیا ہے۔ جب میں نے ان سے اس بات کی یعنی (لا الٰہ الا اللہ اور استغفار پڑھنے کی) کثرت دیکھی تو میں نے ان کو خواہشات نفسانی سے ہلاک کرنا شروع کیا۔ اب وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم راہ یاب اور ہدایت پر ہیں۔ (حالانکہ ایسا نہیں) (ابویعلیٰ)

(48) جب آیت لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

(پ26 سورۃ الحجرات آیت نمبر 2)

ترجمہ: اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے۔ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو اب آپ سے بوڑھے فرتوت کی طرح باتیں کیا کروں گا۔ (بزار)

(49) ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کی گئی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے (اسے احمد نے روایت کیا ہے۔)

(50) جس شخص نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا (یعنی وضعی حدیث بنا کر میری طرف نسبت کی) یا میرے کسی حکم کو رد کیا تو اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ (ابویعلیٰ)

(51) اس امر سے نجات نہیں تا آخر حدیث۔ (احمد وغیرہ)

(52) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں جا کر آواز دیدو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی گواہی دے گا اس پر جنت واجب ہوگی۔ جب میں باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملے۔ (یہ حدیث اصل میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت نہایت غریب ہے۔)

(53) میری امت کے دو گروہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ ایک مرجیہ اور دوسرا قدریہ۔ (دارقطنی)

(54) اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ (احمد' نسائی' ابن ماجہ۔ یہ حدیث آپ سے کئی طریقوں سے مروی ہے۔)

(55) جب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ خُزْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ یعنی اے اللہ! میرے لیے اس کام کو جمع کر دے اور پسند کر دے۔ (ترمذی)

(56) دعائے ادائے قرض اللھم فارج الھم. (بزار اور حاکم)

(57) جو جسم حرام کھا کر پلا ہوا: وہ آگ کے زیادہ لائق ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جو جسم حرام کھا کر پلا ہوا ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (ابویعلیٰ)

(58) جسم کا ہر عضو تیزی زبان کی شکایت کرتا ہے۔ (ابویعلیٰ)

(59) نصف شعبان کی رات کو خدا تعالیٰ نزول فرماتا ہے اور اس میں کافر اور اس شخص کے سوا جس کے دل میں کینہ ہو سب لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ (دارقطنی)

(60) دجالِ زمین مشرق سے نکلے گا جس کو خراسان کہتے ہیں اور اس کے تابع وہ لوگ ہوں گے جن کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے (ترمذی اور ابن ماجہ)

(61) میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔ (احمد)

(62) حدیث شفاعت (بطولہ) (احمد)

(63) اگر لوگ ایک راستے میں چلیں اور انصار دوسرے راستے میں تو میں انصار کے راستے ہی سے چلوں گا۔ (احمد)

(64) قریش ہی امر خلافت کے والی ہیں۔ ان کے نیک نیکوں کے تابع ہوں گے اور برے بروں کے تابع ہوں گے۔ (احمد)

(65) آنحضرت ﷺ نے وفات کے وقت انصار کو وصیت کی کہ اپنے محسنوں کی طرف متوجہ ہونا اور بروں سے چشم پوشی کرنا۔ (بزار و طبرانی)

(66) مجھے ایک ایسی جگہ معلوم ہے جسے عمان کہتے ہیں اور سمندر کے کنارے پر واقع ہے' وہاں عرب کا ایک قبیلہ ہے۔ اگر میرا قاصد ان کے پاس پہنچے تو وہ اسے تیر و پتھر نہیں ماریں گے۔ (احمد' ابو یعلیٰ)

(67) ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ کھیل رہے تھے۔ آپ نے انہیں کندھے پر اٹھا لیا اور فرمایا۔ بخدا یہ اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشابہ نہیں بلکہ یہ تو آنحضرت ﷺ سے بہت مشابہ ہیں۔ (بخاری) ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حکم مرفوع میں ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہ تھے۔

(68) آنحضرت ﷺ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہاں جایا کرتے تھے۔ (مسلم)

(69) پانچویں دفعہ چور کو قتل کر دو۔ (ابو یعلیٰ اور دیلمی)

(70) قصہ اُحد (طیالسی اور طبرانی)

(71) میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ کو میں نے اپنے آپ سے کوئی چیز دور کرتے دیکھا اور کوئی چیز نظر نہ آئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس چیز کو دفع کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میری طرف بڑھی تھی۔ میں نے کہا مجھ سے دور ہو جا۔ اس نے کہا کہ آپ مجھ کو کبھی نہیں حاصل کر سکیں گے۔ (بزار) یہ وہ حدیثیں ہیں جو ابن کثیر نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔ مگر بہت سی حدیثیں ان سے رہ گئی ہیں اس لیے ہم اس عدد کو پورا کرنے کیلئے جو نووی نے ذکر کیا ہے اور حدیثیں بطور تکملہ لکھتے ہیں

(72) اہل قرد سے سب لوگوں کو قتل کر دو۔ (طبرانی)

(73) جس کے گھر میں تم آباد ہو اور جس کی زمین میں تم رہتے ہو اور جس کے راستوں میں تم چلتے ہو اس میں عذر کرو۔ (دیلمی)

(74) مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔ جب میری امت سے کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے اس وقت آپ پر درود بھیجا ہے۔ (دیلمی)

(75) ایک جمعہ پڑھنے سے دوسرے جمعہ تک کفارۂ گناہ ہو جاتا ہے اور جمعہ کے روز غسل کرنا بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔ (عقیلی)

(76) دوزخ کی گرمی میری امت کے لئے حمام کی گرمی جتنی ہوگی۔ (طبرانی)

(77) جھوٹ سے بچتے رہو کیونکہ جھوٹ ایمان کو دور کر دیتا ہے۔ (ابن لال نے مکارم الاخلاق میں اسے ذکر کیا ہے۔)

(78) جو شخص جنگ بدر میں حاضر ہوا ہے' اسے جنت کی خوشخبری دیدو۔ (دارقطنی)

(79) دین اللہ تعالیٰ کا بڑا بھاری جھنڈا ہے۔ اس کے اٹھانے کی کون طاقت رکھتا ہے؟ (دیلمی)

(80) سورہ یٰسین مطعمہ کہلاتی ہے۔ (دیلمی' بیہقی)

(81) بادشاہ عادل اور متواضع زمین پر خدا کا سایہ اور نیزہ ہوتا ہے۔ اسے ہر رات دن میں ستر صدیقوں کا ثواب ملتا ہے۔ (شیخ عقیلی اور ابن حبان)

(82) موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔ جو شخص مصیبت زدہ اور بچہ مردہ عورت کو تسلی دے گا' اسے کیا اجر ملے گا؟ حکم ہوا کہ میں اسے اپنے سایہ رحمت میں بٹھاؤں گا۔ (ابن شاہین اور دیلمی)

(83) اے اللہ! اسلام کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قوت و مدد دے۔ (طبرانی)

(84) کوئی شکار شکار نہیں کیا جاتا اور نہ کوئی کانٹے دار درخت کاٹا جاتا ہے اور نہ کسی درخت کی جڑیں کاٹی جاتی ہیں مگر قلت تسبیح کی وجہ سے۔ (ابن راہویہ)

(85) اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (دیلمی)

(86) اگر اہل جنت کو کوئی کام کرنا پڑتا تو وہ بزازی کی تجارت کرتے۔ (ابویعلیٰ)

(87) جو شخص اپنے یا کسی غیر کے لیے لوگوں کو بلائے (یعنی امیر بننا چاہے) اور لوگوں پر ایک دوسرا امام آگے موجود ہو تو اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ایسے شخص کو قتل کر دو۔ (دیلمی نے اسے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔)

(88) جو شخص مجھ سے علم یا حدیث لکھے تو جب تک وہ علم یا حدیث باقی رہے گی' تب تک اس کے نامہ اعمال میں ثواب لکھا جائے گا۔ (حاکم)

(89) جو شخص اللہ کی اطاعت میں برہنہ پا چلے' تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن فرائض سے سوال نہیں کرے گا۔ (طبرانی)

(90) جس شخص کی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے جوش سے بچا کر اپنے سایہ رحمت میں بٹھائے تو اسے چاہیئے کہ مومنوں کے ساتھ سختی نہ کرے بلکہ ان پر مہربانی اور شفقت کرے۔ (ابن لال)

(91) جو شخص صبح کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے نیت کرے تو اس کا اجر لکھا جائے گا۔ اگرچہ وہ بعد ازاں خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہی کرے۔ (دیلمی)

(92) جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے' خدا تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرتا ہے۔ (طبرانی)

(93) افتراء پرداز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (دیلمی)

(94) کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ چھوٹے سے چھوٹا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہے۔ (دیلمی)

(95) خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم میرا رحم چاہتے ہو تو میری خلقت پر رحم کرو۔ (ابن حبان و دیلمی)

(96) میں نے رسول اللہ ﷺ سے ازار کی بابت عرض کیا۔ (یعنی کہاں تک لمبا ہونا چاہیئے) تو آپ نے پنڈلی کے گوشت کو پکڑا' میں نے عرض کیا کہ کچھ زیادہ کیجئے۔ پھر آپ نے پنڈلی کے گوشت کے مقدم کو پکڑا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کچھ اور زیادہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ نیچے کرنے میں بھلائی نہیں۔ (ابونعیم)

(97) میری میزان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی میزان پلڑا عدل میں مساوی ہے۔

(دیلمی وابن عساکر)

(98) شیطان سے پناہ مانگنے میں غفلت نہ کیا کرو کیونکہ تم اگرچہ اسے نہیں دیکھتے لیکن وہ تم سے غافل نہیں ہے۔ (دیلمی)

(99) جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے مسجد بنائے' خدا تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔ (طبرانی)

(100) جو شخص کچا پیاز یا لہسن کھائے' وہ مسجد میں داخل نہ ہو۔ (طبرانی)

(101) افتتاح' رکوع اور سجود میں رفع یدین کرنا۔ (بیہقی)

(102) آنحضرت ﷺ نے ہدیۃً ابوجہل کو اونٹ بھیجا۔ (اسماعیلی)

(103) میری طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (ابن عساکر)

فصل نمبر 35

تفسیر قرآن میں آپ سے مروی

ابوالقاسم بغوی ابن ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کون سی زمین مجھے سما سکے گی یا کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہو سکے گا؟ اگر میں کتاب اللہ کے وہ معنی کردوں جو منشائے خدا کے خلاف ہوں۔

ابوعبیدہ ابراہیم تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فَاكِهَةً وَّاَبًّا کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میں کس آسمان وزمین میں سما سکوں گا؟ اگر میں نے کتاب اللہ کے منشائے خدا کے خلاف معنی کیے۔ بیہقی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کلالہ کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی سمجھ کے مطابق بیان کرتا ہوں۔ اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ سے سمجھو اور اگر غلط ہو تو مجھ سے اور شیطان سے سمجھو۔ میں تو کلالہ اسے سمجھتا ہوں جس کا باپ اور لڑکا کوئی نہ ہو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا' مجھے شرم آتی ہے کہ جس بات کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہُوا اسے میں رد کردوں۔

ہمارا رب! اللہ

ابونعیم حلیہ میں اسود بن ہلال سے راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے

کہا کہ تم آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (پ 24 سورۃ حم السجدۃ آیت نمبر 30) ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے' پھر اس پر قائم رہے۔
(ترجمہ از کنز الایمان' اسمائے سور آیات نمبر صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

اور وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ (پ 7 سورۃ انعام آیت نمبر 32) (ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی۔

کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے استقامت کے بعد کوئی گناہ نہیں کیا اور لَمْ یَلْبِسُوْا کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہ ملایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اس آیت کو غیر محل پر حمل کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ربنا اللہ کہہ کر اس پر استقامت کی اور غیر خدا کی طرف مائل نہ ہوئے اور ایمان کو شرک کے ساتھ نہ ملایا۔

زیادۃ سے مراد

ابن جریر عامر بن سعد عجلی سے راوی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آیت لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ" (پ 11 سورۃ یونس آیت 26) ترجمہ: بھلائی والوں کیلئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔ (ترجمہ از کنز الایمان)

کے بارے میں فرمایا کہ زیادۃ سے مراد خدا تعالیٰ کا دیدار ہے۔

ابن جریر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (پ 24 سورہ حم السجدۃ آیت 30) سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ربنا اللہ کہا اور پھر اسی اعتقاد پر وفات پائی۔

فصل نمبر 36

اقوال و فیصلے اور خطبات و دعائیں

لالکائی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا' کیا زنا بھی تقدیر خدا سے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں۔ اس شخص نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ نے اسے میری تقدیر میں لکھا ہے تو مجھے عذاب کیوں دے گا؟ آپ نے فرمایا' ہاں۔

اے مردار کے بیٹے! عذاب کرے گا۔ بخدا اگر میرے پاس کوئی شخص موجود ہوتا تو میں اسے حکم دیتا کہ تیری ناک کاٹ ڈالتا۔

اللہ سے شرم

ابن ابی شیبہ' زبیر سے راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے شرم کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جب میں باہر قضائے حاجت کے لیے جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے کے باعث اپنا سر ڈھانک لیتا ہوں۔

عبدالرزاق عمرو بن دینار سے راوی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے شرم کیا کرو۔ بخدا جب میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو خدا تعالیٰ سے شرم کر کے دیوار سے اپنی کمر لگا لیتا ہوں۔

ابوداؤد' ابوعبداللہ صنابجی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور قصار مفصل سے ایک سورت پڑھی اور تیسری رکعت میں آیت رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا پڑھی۔ (پ 3 سورۂ عمران آیت 8) ترجمہ: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر۔ بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔ (ترجمہ از کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

تمہارا اجر

ابن ابی خیثمہ اور ابن عساکر ابن عینیہ سے راوی ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کسی کی تعزیت کرتے تو فرماتے۔ صبر کرنے سے مصیبت دور ہو جاتی ہے اور جزع و فزع کرنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ موت اپنے ماقبل کی حالت کی نسبت سے تو سخت مگر بہ نسبت اپنے مابعد کے آسان ہے۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کو یاد کیا کرو۔ تمہاری مصیبت کم ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ تمہارا اجر زیادہ کرے گا۔

ذوقِ عبادت

ابن ابی شیبہ اور دارقطنی سالم بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ آؤ میرے ساتھ عبادت میں مشغول رہو حتیٰ کہ صبح ہو جائے۔

ابو قلابہ اور ابوالسفر سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ صبح تک دروازے کو بند رہنے دیا کرو۔

بیہقی اور ابو بکر بن زیاد نیشاپوری کتاب ''الزیادات'' میں حذیفہ بن اسید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں کو دیکھا ہے۔ وہ دونوں صلوٰۃ الضحیٰ اس ارادے سے نہیں پڑھا کرتے تھے کہ ان کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

ابوداؤد ابن عباس سے راوی ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ طافی مچھلی کھالیا کرو۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گوشت کو حیوان کے بدلے بیچنا مکروہ جانتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی میراث میں دادے کو بمنزلہ باپ کے قرار دیا ہے۔

ابن ابی شیبہ عطاء سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دادا بمنزلہ باپ کے ہے جبکہ باپ اس کے تحت نہ ہو اور پوتا بمنزلہ بیٹے کے ہے جبکہ بیٹا اس کے اوپر نہ ہو۔

قاسم سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جو اپنے باپ سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا' اس کے سر میں جوتے لگاؤ کیونکہ اس کے سر میں شیطان گھس آیا ہے۔

ابو مالک سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کسی مردے پر نماز جنازہ پڑھتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ اَسْلَمَہُ الْاَھْلُ وَالْمَالُ وَالْعَشِیْرَۃُ وَالذَّنْبُ عَظِیْمٌ'' وَاَنْتَ غَفُوْرٌ'' رَّحِیْمٌ''۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ اس کے اہل و مال اور اقرباء نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ گناہ اس کا بڑا ہے' لیکن تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمر بن خطاب کے معاملے میں فیصلہ ام عاصم کے حق میں فرمایا اور فرمایا! تمہاری

والدہ کی مہربانی اور سونگھنا وغیرہ ہر چیز تمہارے لیے بہتر ہے۔

مال سے مراد

بیہقی قیس بن حازم سے راوی ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا والد چاہتا ہے کہ میرا سب مال لے لے۔ آپ نے اس شخص کے والد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اس کے مال سے اس قدر لے لو جو تمہیں کفایت کرے۔ اس نے عرض کی۔ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مال سے مراد نفقہ اور بقدر ضرورت ہے۔

احمد عمر بن شعیب سے اور وہ اپنے باپ اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا کرتے تھے۔

بخاری ابن ابی ملیکہ سے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کے ہاتھ کو کاٹ کھایا۔ جب اس شخص نے اپنے ہاتھ کو اس کے منہ سے باہر نکالا تو جھٹکے سے دوسرے شخص کے سامنے کے دو دانت نکل آئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑا لایا گیا تو آپ نے اس کے قصاص کو باطل کیا۔

بال اور عمامہ

ابن ابی شیبہ اور بیہقی عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کان کے بدلے 15 اونٹ دیت مقرر کی تھی اور فرمایا کہ کان نہ ہونے کے عیب کو بال اور عمامہ پوشیدہ کر لیتے ہیں۔

دس باتیں

بیہقی وغیرہ ابو عمران جونی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا اور اس کا سردار یزید بن ابی سفیان کو کیا اور جاتے وقت انہیں فرمایا کہ میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ عورت لڑکے اور بوڑھے لوگوں کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی کسی میوہ دار درخت کو کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو خراب کرنا اور کھانے کے سوا کسی اونٹ یا بکری کو بے فائدہ ذبح نہ کرنا اور نہ کھجور کے درخت کو جڑ سے اکھاڑنا اور نہ ہی اسے جلانا اور نہ اسراف کرنا اور نہ ہی بخل ظاہر کرنا۔

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ

احمد ابو داؤد اور نسائی ابو برزہ اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک شخص پر نہایت سخت خفا ہوئے تو میں نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ اسے قتل کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تجھے خرابی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا۔

دو گویہ عورتیں

سیف رحمہ اللہ تعالیٰ ''کتاب الفتوح'' میں اپنے شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ مہاجر بن امیہ جو یمامہ کا حاکم تھا' اس کے پاس دو گویہ عورتیں لائی گئیں' ان سے ایک نے آنحضرت ﷺ کی ہجو اور سب دشتم آمیز گیت گایا تھا تو اس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا تھا اور سامنے کے چاروں دانت اکھیڑ دیئے گئے اور دوسری نے مسلمانوں کی ہجو میں گیت گائے تھے اس لیے اس کے بھی دانت اکھیڑ دیئے گئے اور ہاتھ قطع کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف خط لکھا کہ مجھے تیرا فیصلہ جو تو نے اس عورت کے حق میں کر دیا تھا جس نے آنحضرت ﷺ کو گالیاں دی ہیں' پہنچا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہونے سے پہلے فیصلہ نہ کر لیتے تو تمہیں حکم کرتا کہ اسے قتل کر دو کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بے ادبی کی حد ایسی نہیں جو اوروں کی حد کے برابر ہو۔ جو شخص مسلمان ہو کر ایسی بے ادبی کا مرتکب ہو تو وہ مرتد اور غدار ہے اور جس نے مسلمانوں کی ہجو کی تھی اگر وہ مسلمان ہے تو اسے تادیب کے لیے سزا دینی کافی تھی' مثلہ نہیں کرنا چاہئے تھا اور اگر وہ عورت ذمیہ تھی تو جب شرک جیسی بری چیز سے چشم پوشی کرتے ہو تو اس سے بھی چشم پوشی ہی کرنی چاہئے تھی۔ آئندہ کے لیے ایسی باتوں میں احتیاط اور نرمی اختیار کرنی چاہئے اور مثلہ سے بچنا چاہئے کیونکہ وہ گناہ ہے اور نفرت دلانے والی بات ہے۔ مگر قتل میں یہ باتیں نہیں۔

زنا کی سزا

مالک اور دار قطنی صفیہ بنت ابو عبید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک کنواری لڑکی سے زنا کیا اور پھر اقرار بھی کر لیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے سو درے لگوا کر جلا وطن کر کے فدک کی طرف بھیج دیا۔

نہ ہاتھ نہ پاؤں

ابو یعلیٰ محمد بن حاطب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس ایک چور لایا گیا جس کے چاروں ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے تھے۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اب میں تیرے بارے میں آنحضرت ﷺ کے فیصلے کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ آپ نے تیرے قتل کا حکم صادر فرمایا اور آپ مجھ سے بدر جہا دانا تھے۔ پھر آپ نے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔

زیور کی تلاش

مالک رحمہ اللہ تعالیٰ قاسم بن محمد سے راوی ہیں کہ اہل یمن سے ایک شخص جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا' حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاں مہمان ہوا اور شکایت کی کہ حاکم یمن نے مجھ پر ظلم کیا۔ رات کو اس شخص نے اس قدر نوافل پڑھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے دل میں کہا کہ میری رات تو اس چور کی رات جیسی بھی نہیں ہے۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے حرم محترم اسماء بنت عمیس کا ایک زیور کھو گیا۔ گھر والوں کے ساتھ وہ ہاتھ کٹا شخص بھی زیور تلاش کرنے میں مشغول تھا اور کہتا جاتا تھا۔ اے اللہ! جس شخص نے ایسے شریف لوگوں کے گھر میں چوری کی ہے اسے پکڑ۔ تلاش کرتے کرتے وہ زیور سنار کے پاس سے ملا اور اس نے کہا کہ اسی ہاتھ کٹے شخص نے میرے پاس بیچا ہے۔ پھر شاید اس نے خود اقرار کر لیا یا گواہوں نے گواہی دی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بخدا! اس نے اپنے آپ کو جو بد دعا دی ہے' وہ مجھے اس کے چوری کرنے سے گراں معلوم ہوئی ہے۔

دار قطنی حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک ڈھال چرانے کے بدلے جس کی قیمت پانچ درہم تھی' ہاتھ قطع کیا تھا۔

سختی سے مراد

ابو نعیم حلیہ میں ابو صالح سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اہل یمن آئے تو وہ قرآن مجید سن کر رونے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ پہلے ہم بھی ایسے ہی (رقیق القلب) تھے۔ مگر اب ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ ابو نعیم

کہتے ہیں کہ سخت ہونے سے مراد یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے مطمئن ہو گئے ہیں۔

فرمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آپ کے اہل بیت میں انتظار کیا کرو۔

ابوعبید رضی اللہ عنہ غریب میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں فتنے شروع ہونے سے پہلے مر گیا' اس کے لیے خوشخبری ہے۔

چھٹا حصہ

آئمہ اربعہ اور مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبیصہ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت کسی میت کی دادی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے حصہ میراث کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ قرآن مجید میں تمہارا کوئی حصہ مقرر نہیں اور نہ ہی حدیث نبوی میں تیرا حصہ پاتا ہوں۔ پھر کسی وقت آنا تاکہ میں اور لوگوں سے مشورہ کرلوں۔ پھر آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت کوئی اور بھی موجود تھا۔ اس پر محمد بن مسلمہ اٹھے اور کہا یہ سچ کہتا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو چھٹا حصہ دلوا دیا۔

حصہ کی تقسیم

مالک رحمہ اللہ اور دارقطنی قاسم بن محمد راوی ہیں کہ کسی میت کی ایک دادی اور ایک نانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنا حصہ میراث طلب کیا تو آپ نے دادی کو حصہ دلوایا۔ اس پر عبدالرحمٰن بن سہل انصاری نے جو اہل بدر سے تھے' عرض کیا۔ اے خلیفہ رسول ﷺ! آپ نے اس کو حصہ دلوایا ہے کہ اگر وہ مر جاتی تو میت اس کی وارث ہی نہ ہوتی۔ آپ نے وہ حصہ دونوں میں تقسیم کر دیا۔

رجوع سے ممانعت

عبدالرزاق اپنی تصنیف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رفاعہ کی بیوی نے طلاق لیکر عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا تھا۔ لیکن وہ بھی اسے خوش نہ

کر سکے اور اس نے پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہا تو رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ تم سے جماع نہ کرے۔ (اس قدر حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے) مگر عبدالرزاق نے اس کے بعد یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ پھر وہ عورت انہی کے پاس رہی اور کچھ مدت کے بعد پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ عبدالرحمٰن بن زبیر نے مجھ سے جماع کیا ہے۔ مگر پھر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے زوج اول کی طرح رجوع سے منع فرمایا اور فرمایا کہ شاید عبدالرحمٰن بن زبیر نے اسے رفاعہ کی طرف بھیجنے پر مصالحت کر لی ہو اور اس طرح اس کا دوسری دفعہ نکاح نہ ہو سکے اور پھر یہ عورت حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں دونوں صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہوئی' مگر آپ نے اسے رفاعہ کی طرف رجوع کرنے سے منع کیا۔

بنان کا سر

بیہقی عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عاص اور شرجیل بن حسنہ نے مجھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شام کے بطریق ''بنان'' کا سر دیکر روانہ کیا۔ جب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس بات کو مکروہ سمجھا تو میں نے عرض کی۔ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ بھی (یعنی عیسائی) ہمارے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں اہل فارس اور اہل روم کی اقتداء نہیں کرنی چاہیئے۔ (کسی کے بابت) صرف خبر دے دینی یا خط لکھ دینا ہی کافی ہے۔

جاہلیت کی رسم

بخاری قیس بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ احمس کی ایک عورت کے پاس آئے' جسے زینب کہتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بات چیت نہیں کرتی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ گفتگو کیوں نہیں کرتی۔ لوگوں نے کہا کہ اس نے چپ رہنے کا عزم بالجزم کر لیا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ بات چیت کر' چپ نہ رہو کیونکہ یہ ناجائز ہے اور جاہلیت کی رسم ہے۔ یہ سن کر وہ بولنے لگی اور کہا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں۔ اس نے کہا مہاجرین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا قریش سے۔ پھر اس نے کہا کہ قریش کے کس گروہ سے۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو بڑی باتونی نکلی۔ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ہوں۔اس نے کہا کہ ہم اس امر صالح (یعنی اسلام) پر جو جاہلیت کے بعد ظاہر ہوا ہے کس طرح ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔آپ نے فرمایا جب تک تمہارے امام اس پر ثابت قدم رہے تم بھی اس وقت تک ثابت قدم رہ سکتے ہو۔اس نے کہا امام کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آخر تمہاری قوم میں رئیس واشراف نہیں ہیں جو تم پر حکم کرتے ہیں۔اس نے کہا کہ ہیں۔آپ نے فرمایا پس وہی لوگ امام ہیں۔

کہانت سے بات

بخاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو مزدوری کیا کرتا تھا۔ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے کھایا تو اس غلام نے کہا آپ جانتے تھے یہ کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ مال کیسا تھا؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت[1] سے بات بتائی تھی اور میں کہانت سے اچھی طرح واقف نہیں تھا بلکہ "انکل پچو" سے میں نے فریب دینے کی خاطر اسے کچھ بتلا دیا تھا۔اب وہ شخص مجھے ملا۔یہ چیز مجھے دی جس سے آپ نے کچھ کھایا ہے۔یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگلی اپنے منہ میں ڈال کر قے کر دی۔

احمد زہد میں ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا مجھے ایسا اور کوئی شخص معلوم نہیں جس نے کھانا کھانے کے بعد اسے قے کر کے باہر نکال دیا ہو۔اس کے بعد انہوں نے مذکورہ بالا قصہ کو بیان کیا۔

نسائی اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو اس وقت آپ اپنی زبان پکڑے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اسی نے مجھے مصیبت میں ڈالا ہے۔

ابو عبید غریب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ عبدالرحمن بن عوف کے پاس سے گزرے اور وہ ایک ہمسائے سے لڑ رہے تھے۔آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ہمسائے سے نہ لڑو کیونکہ یہ باتیں باقی رہ جائیں گی اور لوگ تمہارے پاس سے چلے جائیں گے۔

[1] پیش گوئی کرنا۔(صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

خطبہ

ابن عساکر موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تو فرمایا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْئَلُهُ الْكَرَامَةَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ قَدْ دَنَا اَجَلِيْ وَاَجَلُكُمْ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ سِرَاجًا مُّنِيْرًا لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ. وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِمُهَا فَقَدْ ضَلَّ ضَلاً مُّبِيْنًا. اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاعْتِصَامٍ بِاَمْرِ اللّٰهِ الَّذِىْ شَرَعَ لَكُمْ وَهَدَاكُمْ بِهٖ فَاِنَّ جَوَامِعَ هُدَى الْاِسْلَامِ بَعْدَ كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ السَّمْعُ. وَالطَّاعَةُ لِمَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَاُولِى الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَدَّى الَّذِىْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَاِيَّاكُمْ وَ اِتِّبَاعَ الْهَوٰى لِىْ فَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ حَفِظَ مِنَ الْهَوٰى وَالطَّمْعِ وَالْغَضَبِ وَ اِيَّاكُمْ وَالْفَخْرَ وَمَا فَخْرُ مَنْ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِلَى التُّرَابِ يَعُوْدُ ثُمَّ يَأْكُلُهُ الدُّوْدُ ثُمَّ هُوَ الْيَوْمَ حَيٌّ" وَغَدًا مَيِّت" فَاعْمَلُوْا يَوْمًا بِيَوْمٍ وَ سَاعَةً بِسَاعَةٍ وَتَوَقَّوْا دُعَآءَ الْمَظْلُوْمِ وَعُدُّوْا اَنْفُسَكُمْ فِى الْمَوْتٰى وَاصْبِرُوْا فَاِنَّ الْعَمَلَ كُلَّهٗ بِالصَّبْرِ وَاحْذَرُوْا وَالْحَذْرُ يَنْفَعُ وَاعْمَلُوْا وَالْعَمَلُ يُقْبَلُ وَاحْذَرُوْا مَاحَذَّرَكُمُ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِهٖ وَسَارِعُوْا فِيْمَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَافْهَمُوْا وَتَفَقَّهُوْا وَاتَّقُوْا وَتَوَقَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَيَّنَ لَكُمْ مَا اَهْلَكَ بِهٖ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَمَا نَجٰى بِهٖ مَنْ نَجٰى قَبْلَكُمْ قَدْ بَيَّنَ لَكُمْ فِىْ كِتَابِهٖ حَلَالَهٗ وَحَرَامَهٗ وَمَا يُحِبُّ مِنَ الْاَعْمَالِ وَمَا يَكْرَهُ فَاِنِّىْ لَا اٰلُوْكُمْ وَنَفْسِىْ نُصْحًا وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَاعْمَلُوْا اَنَّكُمْ مَا اَخْلَصْتُمْ لِلّٰهِ مِنْ اَعْمَالِكُمْ فَرَبُّكُمْ اَطَعْتُمْ وَحَظُّكُمْ حَفِظْتُمْ وَاغْتَبَطْتُمْ وَمَا تَطَوَّعْتُمْ بِهٖ لِدِيْنِكُمْ وَاجْعَلُوْهُ نَوَافِلَ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ تَسْتَوْفُوْا لِسَلْفِكُمْ وَتُعْطُوْا جَزَآءَكُمْ حِيْنَ فَقْرِكُمْ وَحَاجَتِكُمْ اِلَيْهَا ثُمَّ تَفَكَّرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ فِىْ اِخْوَانِكُمْ وَصَحَابَتِكُمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا قَدْ وَرَدُوْا عَلٰى مَا قَدَّمُوْا فَاَقَامُوْا عَلَيْهِ وَحَلُّوْا فِى الشَّقَاءِ وَالسَّعَادَةِ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ" وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ

خَلْقِهٖ نَسَبٌ" يُعْطِيهِ بِهٖ خَيْرًا وَلَا يَصْرِفُ عَنْهُ سُوْءً اِلَّا بِطَاعَتِهٖ وَاتِّبَاعِ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ لَاخَيْرَ فِيْ خَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ وَلَاشَرَّ فِيْ شَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ترجمہ: ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی ہی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد مانگتا ہوں اور مرنے کے بعد اسی سے بزرگی طلب کرتا ہوں کیونکہ میری اور تمہاری موت قریب آ گئی ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق دیکر خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے تاکہ زندہ آدمیوں کو ڈرائیں اور کافروں پر اتمام حجت ہو۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری کی تو وہ راہ پانے والا ہو گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی تو وہ کھلے طور پر گمراہ ہو گیا۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اللہ تعالیٰ کے اس امر کے ساتھ جس کو اس نے تمہارے لیے مقرر کیا ہے اور اس سے تمہیں ہدایت دی ہے' چنگل[۱] مارنے کی وصیت کرتا ہے کیونکہ کلمہ اخلاص کے بعد خدا تعالیٰ کی ہدایت کی جامع بات اللہ تعالیٰ کے حاکم کردہ شخص کی فرمانبرداری کرتا ہے کیونکہ جو شخص اللہ اور ان حاکموں کی' جو نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں' فرمانبرداری کرنا ہے کیونکہ جو شخص اللہ اور اس کے حاکموں کی جو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں' فرمانبرداری کرے تو اس نے خلاصی پالی اور اپنا حق ادا کر دیا۔ تمہیں چاہئے کہ خواہشات نفسانی کی پیروی سے بچتے رہو کیونکہ جو شخص خواہشات اور طمع و غضب سے بچتا رہا' اس نے خلاصی پالی۔ تمہیں فخر سے بھی بچتے رہنا چاہئے اور وہ شخص فخر کر ہی کیا سکتا ہے جو مٹی سے پیدا ہوا ہے اور پھر مٹی میں ہی جائے گا اور وہاں اسے کیڑے کھائیں گے۔ آج وہ زندہ ہے۔ مگر کل وہ مردہ ہو گا۔ اس لیے تمہیں چاہئے کہ ہر دن اور ہر وقت عمل کرتے رہو اور مظلوم کی دعا سے بچتے رہو اور اپنے آپ کو مردوں سے شمار کرو اور صبر اختیار کرو کیونکہ سب کام صبر سے ہی انجام پاتے ہیں اور خوف کرتے رہو کیونکہ خوف نفع دیتا ہے اور اعمال نیک کرتے رہو کیونکہ وہ قبول ہوتے ہیں اور جس چیز کے

---

[۱] حیوان یا انسان کا پنجہ۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

عذاب سے خدا نے تمہیں ڈرایا ہے اس سے ڈرتے رہو اور جس چیز کے کرنے میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے کرنے میں جلدی کرو اور لوگوں کو سمجھاؤ اور خود بھی سمجھو اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور گناہوں سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ بات تمہیں کھول کر بتادی ہے جس کے باعث پہلے لوگ ہلاک ہوئے اور اس بات کو بھی بیان کر دیا ہے جس کے باعث ان کو نجات ملی۔ قرآن مجید میں اس نے تمہارے لیے حلال و حرام کی چیزیں بیان کر دی ہیں اور وہ اعمال بھی بیان کیے ہیں جو اسے پسند ہیں یا ناپسند ہیں۔ میں اپنے آپ کو اور تم کو نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ ہی سے مدد چاہی گئی ہے اور گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت خدا تعالیٰ سے ہی ہے۔ تمہیں معلوم رہے کہ تم نے اپنے رب کے لیے عمل خالص نہیں کیے۔ تمہیں چاہئے کہ اپنے رب کی تابعداری کرو اور اپنے نصیبہ کی حفاظت کرو اور اعمالِ نیک میں رشک کرو اور جو کچھ تم نے اپنے دین کے لیے بطور نوافل ادا کیا ہے اسے اپنی آخرت کے لیے ذخیرہ کرو۔ اپنے سلف کا حق پوری طرح ادا کرو اور ان کو بدلہ دو۔ وہ تمہیں اس وقت جب کہ تم ان کی طرف محتاج ہو گے بدلہ دیں گے۔ اے بندگانِ خدا! اپنے بھائیوں اور ان کے دوستوں میں جو گزر گئے ہیں غور کرو کہ وہ اس چیز سے جا ملے ہیں جس کو انہوں نے آگے بھیجا تھا اور اس پر قائم رہے تھے اور اب وہ موت کے بعد دوزخ میں یا بہشت میں نازل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اور خلقت میں سے کسی شخص اور اس کے درمیان نسبت نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ اسے بھلائی دے اور برائی کو روک لے۔ یہ بات صرف اس کی اطاعت اور اتباع امر سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس بھلائی میں کوئی خوبی نہیں جس کے بعد آگ ہو اور اس برائی میں کوئی برائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ یہ بات کہہ کر اب میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اب تم اپنے نبی ﷺ پر درود اور سلام بھیجو۔

حمد وثناء کے بعد

حاکم اور بیہقی عبداللہ بن حکیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا تو پہلے خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر فرمایا:

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَاَنْ تُثْنُوْا عَلَیْهِ بِمَا هُوَلَهٗ اَهْلٌ وَاَنْ تَخْلِطُوا الرَّغْبَةَ بِالرَّهْبَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَثْنٰی عَلٰی زَكَرِیَّا وَاَهْلِیَتِهٖ فَقَالَ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسَارِعُوْنَ

فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَّكَانُوْا لَنَا خَاشِعِیْنَ ثُمَّ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللهِ اِنَّ اللهَ قَدِ ارْتَهَنَ بِحَقِّهٖ اَنْفُسَكُمْ وَاَخَذَ عَلٰی ذٰلِكَ مَوَاثِیْقَكُمْ وَاشْتَرٰی مِنْكُمُ الْقَلِیْلَ الْفَانِیَ بِالْكَثِیْرِ الْبَاقِیْ وَهٰذَا كِتَابُ اللهِ فِیْكُمْ وَلَا یَطْفَأُ نُوْرُهٗ وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُهٗ فَاسْتَضِیْئُوْا بِنُوْرِهٖ وَانْتَصِحُوْا كِتَابَهٗ وَاسْتَضِیْئُوْا مِنْهُ لِیَوْمِ الظُّلْمَةِ فَاِنَّهٗ اِنَّمَا خَلَقَكُمْ لِعِبَادَتِهٖ وَوَكَّلَ بِكُمْ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ. ثُمَّ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللهِ اِنَّكُمْ تَغْدُوْنَ وَتَرُوْحُوْنَ فِیْ اَجَلٍ قَدْ غُیِّبَ عَنْكُمْ عِلْمُهٗ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْقَضِیَ الْاٰجَالُ وَاَنْتُمْ فِیْ عَمَلِ اللهِ فَافْعَلُوْا وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا فِیْ ذٰلِكَ اِلَّا بِاِذْنِ اللهِ سَابِقُوْا فِیْ اٰجَالِكُمْ قَبْلَ اَنْ تَنْقَضِیَ اٰجَالُكُمْ فَتَرُدُّكُمْ اِلٰی اَسْوَءِ اَعْمَالِكُمْ فَاِنَّ قَوْمًا جَعَلُوْا اٰجَالَهُمْ لِغَیْرِهِمْ وَنَسُوْا اَنْفُسَهُمْ فَاِنْهَاكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا اَمْثَالَهُمْ فَالْوَحَا الْوَحَا ثُمَّ النَّجَاءُ النَّجَا فَاِنَّ وَرَاءَكُمْ طَالِبًا حَثِیْثًا اَمْرُهٗ سَرِیْعٌ".

ترجمہ: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے لائق اس کی حمد وثناء کرو اور رغبت اور خوف کو آپس میں ملاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکریا علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور ان کی زوجہ علیہما السلام کی صفت بیان کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ وہ نیک کاموں میں جلدی کیا کرتے تھے اور ہم سے رجاء وخوف سے دعا بھی کیا کرتے تھے۔ اور وہ ہمارے نہایت درجہ کے تابعدار تھے۔ اے بندگانِ خدا! تمہیں معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے عوض تمہاری جانوں کو گروی رکھ لیا ہے اور اس بات پر تم سے عہد وپیمان لے لیے ہیں اور تم سے تھوڑی سی فانی چیز کو ایک بہت بڑی اور باقی چیز کے بدلے خرید لیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے جس کا نور کبھی نہیں بجھے گا اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ پس تم اس کے نور سے روشنی حاصل کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو اور اس سے اپنے آپ کو منور کر کے یوم ظلمت کے لیے تیار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور کرام کاتبین تم پر مامور کیے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ اے بندگانِ خدا! جان لو کہ تم ایک ایسی موت میں صبح وشام کرتے ہو جس کی انتہا کا علم تم سے پوشیدہ ہے۔ اگر تم سے یہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری عمریں ایسے حال میں ختم ہوں کہ تم اللہ کے عمل میں مشغول ہو تو یہ بات کرو۔ مگر یہ بات

تم خدا کے حکم کے بغیر نہیں کر سکتے۔ عمروں کے ختم ہونے سے پہلے نیک اعمال میں سبقت کرو تاکہ وہ تمہیں برے اعمال کی طرف نہ لے جائیں کیونکہ بعض لوگوں نے اپنی عمروں کو غیروں کے لیے بنایا اور اپنی جانوں کو بھول گئے۔ پس میں تمہیں روکتا ہوں کہ تم نے ان کی روش[1] اختیار نہیں کرنی۔ پس جلدی کرو، جلدی کرو اور نجات طلب کرو، نجات طلب کرو کیونکہ تمہارے پیچھے ایک جلد طلب کرنے والا لگا ہوا ہے جس کا حکم بہت تیز ہے۔

دورانِ خطبہ

ابن ابی الدنیا اور احمد زہد میں اور ابونعیم حلیہ میں یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطبے میں فرمایا کرتے تھے:

اَیْنَ الْوُضَاۃُ الْحَسَنَۃُ وُجُوْھُھُمْ الْمُعْجِبُوْنَ بِشَبَابِھِمْ اَیْنَ الْمُلُوْکُ الَّذِیْنَ بَنُوا الْمَدَآئِنَ وَحَصَّنُوْھَا اَیْنَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْطُوْنَ الْغَلَبَۃَ فِیْ مَوَاطِنِ الْحَرْبِ قَدْ تَضَعْضَعَ اَرْکَانُھُمْ حِیْنَ اَفْنٰی بِہِ الدُّھُوْرُ وَاَصْبَحُوْا فِیْ ظُلُمَاتِ الْقُبُوْرِ اَلْوَحَا اَلْوَحَا اَلنَّجَا اَلنَّجَاءُ

ترجمہ: وہ خوبصورت لوگ کہاں ہیں جن کی خوبصورتی سے لوگ تعجب کیا کرتے تھے۔ وہ بادشاہ کہاں ہیں جنہوں نے شہر بنائے اور انہیں مضبوط کیا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو میدانِ جنگ میں غالب رہتے تھے۔ زمانے نے جب انہیں فنا کیا تو ان کے ارکان نیست و نابود ہو گئے اور وہ قبر کے اندھیرے میں جا پڑے۔ پس جلدی کرو، جلدی کرو اور نجات طلب کرو، نجات طلب کرو۔

اللہ کے اہل ذمہ

احمد "زہد" میں روایت کرتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے سلمان! اللہ سے ڈرتا رہ اور جان لے کہ عنقریب ہی فتوح ہوں گی۔ میں نہیں جانتا کہ ان سے تیرا حصہ کتنا ہوگا؟ کیا وہ جو تو اپنے پیٹ میں ڈال لے گا یا اسے اپنی پیٹھ پر لاد لے گا۔ جان لے کہ جو شخص پانچوں وقت نماز ادا کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمے میں صبح کرتا ہے اور اسی کے ذمہ میں شام کرتا ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے اہل ذمہ سے کسی کو قتل نہ کرنا (اور اگر کرو گے) تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ توڑو گے اور

[1] طریقہ اور راستہ۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

خدا تعالیٰ اس کے عوض تمہیں آگ میں اوندھا کر کے ڈالے گا۔

مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیندار اور صالح لوگ یکے بعد دیگرے مرتے جائیں گے، حتیٰ کہ دنیا میں ایسے لوگ رہ جائیں گے جو کھجوروں یا جو کے پس خوردہ کی طرح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی پروا نہیں کرے گا۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں معاویہ بن قرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

دعا: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِیْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ لِقَاءِ کَ۔

ترجمہ: اے اللہ میری عمر کا بہتر حصہ آخری عمر کو بنا اور میرے عملوں سے بہتر ان سے آخری عمل کو کر اور میرے دنوں سے بہتر، اپنے دیدار کا دن بنا۔

آپ کی دعا

دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ عَاقِبَةِ الْاَمْرِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اٰخِرَ مَا تُعْطِیْ خَیْرَ رِضْوَانِکَ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنْ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو آخرت میں میرے لیے بہتر ہے۔ اے اللہ! (تو) بھلائی اور نیکی سے جو آخری چیز مجھے عطا کرے وہ تیری خوشنودی ہو اور جنات نعیم کے بلند درجے ہوں۔

رونا

عرفجہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص روسکتا ہے تو اسے چاہیے کہ رو لے ورنہ ایک دن وہ رلایا جائے گا۔

عزرہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتوں کو دو باتوں نے ہلاک کیا، سونے اور زعفران نے۔

اپنی ہی بغل میں

مسلم بن یسار سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مسلمان کو ہر بات کا

اجر ملتا ہے' حتیٰ کہ رنج میں بھی اور جوتی کا تسمہ ٹوٹ جانے کے رنج سے بھی اور مال کے گم ہو جانے کے رنج سے بھی۔ اگر چہ وہ بعد ازاں اس مال کو اپنی بغل ہی میں موجود پائے۔

میمون بن مہران سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بڑے پروں والا کوا شکار کر کے لایا گیا تو آپ نے اسے الٹ کر فرمایا کہ جو جانور شکار کیا جاتا ہے یا جو درخت کاٹا جاتا ہے' اس کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ تسبیح سے رک جاتا ہے۔

محض للہ

بخاری ادب میں اور عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں صنابجی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان کی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں محض للہ (صرف اللہ کی رضا کے لئے) دعا کرنی بہت جلد مستجاب ہوتی ہے۔

عبداللہ بن احمد زوائد الزہد میں عبید بن عمیر سے اور وہ لبید شاعر سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے یعنی لبید نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کر یہ شعر پڑھا۔ اَلاَ کُلُّ شَیءٍ مَاخَلاَ اللّٰہِ بَاطِلُ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ پھر اس نے دوسرا مصرعہ یوں پڑھا۔ وَکُلُّ نَعِیمٍ لاَمَحَالَۃَ زَائِلُ ترجمہ: اور ہر ایک نعمت لامحالہ زائل ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تم نے جھوٹ کہا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے ہاں جو نعمتیں ہیں وہ کبھی زائل نہیں ہوں گی۔ جب لبید وہاں سے چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ شاعر بسا اوقات ایسی بات بھی کہہ دیتے ہیں جو دانائی کی ہوتی ہے۔

فصل نمبر 37

اللہ سے ڈرنا

ابو احمد حاکم مجاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے ایک چڑیا کو سائے میں بیٹھے دیکھ کر حسرت سے ایک آہ کھینچ کر فرمایا۔ اے جانور! تجھے مبارک ہو کہ تو درختوں کے پھل کھاتا ہے اور ان کے سائے میں آرام لیتا ہے اور تجھ سے کسی بات کا حساب نہ ہوگا۔ کاش کہ ابوبکر تیرے جیسا ہوتا۔

ابن عساکر اصمعی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کوئی شخص

مدح کرتا تو آپ فرماتے اے اللہ! تو مجھ سے میرے نفس کا اچھی طرح واقف ہے اور میں ان لوگوں سے اپنے نفس کا اچھی طرح واقف ہوں۔ اے اللہ! جیسا ان کا میرے بارے میں خیال ہے مجھے اس سے بہتر بنادے اور میرے وہ گناہ بخش دے جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی بات سے مجھے گرفت نہ کرنا۔

پہلو کا بال

احمد زوائد الزہد میں ابی عمران جونی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ مومن پہلو کا ایک بال ہی ہوتا۔

احمد زوائد الزہد میں مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تو خوف الٰہی کے مارے ستون کی طرح بے حس وحرکت ہوجاتے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بخدا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں درخت ہوتا جسے جانور کھالیتے یا لوگ اسے کاٹ ڈالتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے' کاش کہ میں گھاس پات ہوتا اور جانور مجھے کھالیتے۔

پانچ یا چھ دینار

ضمرہ بن حبیب سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے وفات کے وقت بار بار سرہانے کی طرف دیکھتے تھے۔ جب وہ وفات پاگئے تو لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہم نے آپ کے صاحبزادے کو بار بار اس سرہانے کی طرف نظر کرتے دیکھا ہے اور جب سرہانے کو اٹھا کر دیکھا گیا تو اس کے نیچے شاید پانچ یا چھ دینار تھے۔ یہ سن کر آپ نے حیرت اور تعجب سے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے فرمایا' اے فلاں میں نہیں سمجھتا کہ تم کو اس میں عذر کی کوئی گنجائش مل سکے۔

خبر مرگ

ثابت بنانی سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس شعر کو بطور مثال پڑھا کرتے تھے۔

لَاتَزَالُ تَنْعٰی حَبِیْبًا حَتّٰی تَکُوْنَہٗ ‏ وَقَدْ یَرْجُوْ الْفَتٰی الرَّجَاءَ یَمُوْتُ دُوْنَہٗ

ترجمہ: تجھے ہمیشہ کسی نہ کسی کی خبر مرگ دی جاتی ہے، حتیٰ کہ تو خود کسی دن وہ خبر ہو جائے گا، یعنی تو بھی مر جائے گا اور تیری خبر دوسروں کو ملے گی۔ آدمی کبھی ایسی امید بھی کرتا ہے کہ اس امید کے حصول سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔

ابن سعید ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں تھا جو نا معلوم بات کے بتانے میں آپ جیسی احتیاط کرتا ہو اور آپ کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اس صفت والا شخص کوئی نہیں تھا۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا تو آپ کو اس کا فیصلہ نہ ہی قرآن مجید میں ملا اور نہ حدیث شریف میں، تو آپ نے فرمایا! میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں، اگر درست ہوا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر اس میں غلطی واقع ہوئی تو مجھ سے ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں۔

فصل نمبر 38

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مُعَبِّر

سعید بن منصور سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا۔ گویا تین چاند آپ کے گھر میں آ پڑے ہیں۔ پھر اسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جو سب سے بڑھ کر معبر تھے، بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو تمہارے گھر میں تمام دنیا سے بہتر تین آدمی دفن ہوں گے۔ جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لے تیرے چاندوں میں سب سے بہتر چاند آ گیا ہے۔ عمر بن شرجیل سے مروی ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں کالی بکریوں کو ہانک رہا ہوں، پھر میں نے سفید بکریوں کو ہانکنا شروع کیا اور وہ اس قدر بڑھیں کہ کالی بکریاں ان میں معلوم بھی نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! وہ سیاہ بکریاں عرب ہیں جو کثرت سے اسلام لائیں گے اور سفید بکریوں سے عجم مراد ہیں جو اس کثرت سے ایمان لائیں گے کہ ان کی کثرت کے باعث عرب ان میں دکھائی بھی نہیں دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے صبح کو فرشتے نے

بھی یہی تعبیر بتائی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا خواب

ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن فرمایا۔ میں نے خواب دیکھا ہے۔ میں ایک کنویں سے پانی نکال رہا ہوں۔ اتنے میں میرے پاس کالی بکریاں آئیں اور پھر سرخ اور سفید بکریاں آئیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ذرا توقف فرمایئے۔ میں اس کی تعبیر بیان کرتا ہوں۔ پھر آپ نے مذکورہ بالا تعبیر بیان کی۔

تعبیر دان

ابن سعد محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بڑھ کر تعبیر دان حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

مغفرت ورحمت

ابن سعد ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا اور اسے اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے۔ میں نے اور تم نے ایک سیڑھی میں ایک دوسرے سے پیش دستی چاہی ہے۔ لیکن میں ڈھائی درجے آگے گزر گیا ہوں۔ آپ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ کو اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت ورحمت کی طرف اٹھالے گا اور میں آپ کے بعد ڈھائی سال تک زندہ رہوں گا۔

کمال فراست

عبدالرزاق اپنی تصنیف میں ابی قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ میں خون کے رنگ کا پیشاب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی عورت سے حالت حیض میں ہم بستر ہوتے ہو گے۔ اس سے توبہ کرو پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔

فائدہ: بیہقی ''دلائل'' میں عبداللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے عمرو بن عاص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ جب میدانِ جنگ میں پہنچے تو عمرو بن عاص نے لوگوں کو آگ جلانے سے منع

کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات سے آشفتہ[1] ہوئے اور چاہا کہ ان کو سختی سے پوچھیں۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو روک دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لڑائی کے فنون سے واقف ہونے کی وجہ سے امیر بنایا ہے اور اب یہ ان کی رائے ہے، اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

فنونِ جنگ

بیہقی ابی معشر سے اور وہ اپنے بعض مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں جو معمولی درجے کے شخص کو لوگوں پر امیر بنا دیا کرتا ہوں، حالانکہ اس سے افضل موجود ہوتے ہیں تو اس کا یہ باعث ہے کہ وہ شخص فنونِ جنگ اور اس کے داؤ پیچ سے خوب واقف ہوتا ہے۔

فصل نمبر 39

بڑا کون ہے؟

حنیفہ بن خیاط اور احمد بن حنبل اور ابن عساکر یزید بن اصم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ میں بڑا ہوں یا تم؟ آپ نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے بڑے اور بزرگ ہیں اور میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں۔ (یہ حدیث مرسل اور غریب ہے) اگر یہ صحیح ہو تو اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ درجے کی ذکاوت اور ذہانت اور رسول اللہ ﷺ کے ادب کا علم ہوتا ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ یہ جواب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ سعید بن یربوع نے بھی یہی جواب دیا تھا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور لفظ اس کے یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ہم دونوں سے کون بڑا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے بڑے اور افضل ہیں اور میں عمر میں بڑا ہوں۔

دنیا کی میل

ابونعیم سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! آپ اہل بدر کو حاکم کیوں مقرر نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا مجھے ان کا مرتبہ تو معلوم ہے

---

[1] پریشان حال ہونا۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

مگر میں نہیں چاہتا کہ دنیا کی میل سے میں انہیں ناپاک کروں۔

احمد زوائد الزہد میں اسماعیل بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کچھ مال تقسیم کیا تو سب کو یکساں دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے۔ آپ اہل بدر اور دوسرے لوگوں کو یکساں بناتے ہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیاوی مال تو قوت لایموت کے لیے ہوتا ہے اس لیے جس قدر بہت سے اشخاص کو ملے' اتنا ہی بہتر ہے اور ان کی بزرگی ان کے اجروں میں سے ہے۔

فصل نمبر 40

نقش خاتم

احمد زوائد الزاہد میں ابوبکر بن حفص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گرمیوں میں روزے رکھا کرتے تھے اور سردیوں میں افطار فرمایا کرتے تھے۔ ابن سعد حیان صائغ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقش خاتم القادر اللہ تھا۔

فائدہ: طبرانی موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسے چار شخص معلوم نہیں جو ایک ہی نسل سے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ سوائے ان چار کے ابوقحافہ' ابوبکر' عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عتیق بن عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہم) جن کا نام محمد تھا۔

ابن مندہ اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مہاجرین میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کے سوا کسی کا باپ ایمان نہیں لایا۔

فائدہ: ابن سعد اور بزار بسند حسن حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے سن رسیدہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو بن بیضاء تھے۔

فائدہ: بیہقی دلائل میں روایت کرتے ہیں کہ اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! فتح مکہ کے دن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی باہر نکلیں تو انہیں سوار ملے اور ان میں سے کسی نے چاندی کا طوق جو ان کے گلے میں تھا' اتار لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر

پوچھتا ہوں کہ میری بہن کے طوق کا حال کسی کو معلوم ہے مگر بخدا کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے دوسری بار بھی اسی طرح کہا مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے اپنی بہن سے کہا! اپنے طوق پر صبر کر کیونکہ آج کل لوگوں میں امانت باقی نہیں رہی۔

فائدہ: حافظ ذہبی نے ایک جگہ تمام ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اپنے اپنے زمانے میں کسی خاص فن میں یگانہ روزگار ہوئے ہیں' چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نسب میں فرد تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امر خدا میں قوی ہونے میں فرد تھے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حیاء میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قضاء میں' ابی بن کعب قرأت میں' زید بن ثابت فرائض' ابوعبیدہ بن جراح امانت میں' ابن عباس تفسیر میں' ابوذر صدقِ لہجہ میں' خالد بن ولید شجاعت میں' حسن بصری وعظ میں' وہب بن منبہ قصہ گوئی میں' ابن سیرین تعبیر میں' نافع قرأت میں' ابوحنیفہ فقہ میں' ابن اسحاق مغازی میں یعنی غزوں کے حالات یاد رکھنے میں' مقاتل تاویل میں' کلبی قصص قرآن میں' خلیل عروض میں' فضیل بن عیاض عبادت میں' سیبویہ نحو میں' مالک علم میں' شافعی فقہ حدیث میں' ابوعبیدہ غریب میں' علی بن مدینی علل میں' یحییٰ بن معین علم اسماء الرجال میں' ابوتمام شعر میں' احمد بن حنبل سنت میں' بخاری حدیث پرکھنے میں' جنید تصوف میں' محمد بن نصر مروزی اختلاف میں' جبائی اعتزال میں' اشعری علم کلام میں' محمد بن زکریا رازی طب میں' ابومعشر نجوم میں' ابراہیم کرمانی تعبیر میں' ابن نباتہ خطب میں' ابوالفرج اصفہانی محاضرۃ میں' ابوالقاسم طبرانی عوالی میں' ابن خرم ظاہر میں' ابوالحسن بکری کذب میں' حریری مقامات میں' ابن مندہ سفر کی فراخی میں' متنبی شعر گوئی میں' موصلی گانے میں' صولی شطرنج میں' خطیب بغدادی تیز پڑھنے میں' علی بن ہلال خط میں' عطاء سلیمی خوف میں' قاضی فاضل انشاء میں' اصمعی نوادر میں' اشعب طمع میں' معبد غنا میں' ابن سینا فلسفہ میں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

امیر المومنین ابوحفص قرشی عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن قرط بن رزاہ بن عدی بن کعب بن بوی سن 6 ہجری میں بعمر 27 سال مشرف باسلام ہوئے۔ ذہبی اور نووی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ اشرافِ قریش سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سفارت آپ کے ہی متعلق تھی۔ جب قریش کے اپنے درمیان یا ان کے اور دوسروں کے درمیان لڑائی ہوتی تو وہ حضرت عمرؓ کو ہی سفیر بنا کر بھیجا کرتے تھے اور جب کبھی تفاخر نسب کے اظہار کی بات ہوتی تو بھی آپ ہی کو روانہ کیا جاتا۔ آپ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ انتالیس مردوں اور تیئیس عورتوں کے بعد ایمان لائے ہیں اور بعض پنتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد بیان کرتے ہیں۔ جب آپ اسلام لائے تو مکہ میں اسلام ظاہر ہوگیا اور مسلمان بہت خوش ہوئے۔ آپ سابقین اوّلین اور عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین اور آنحضرت ﷺ کے خسروں سے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے علماء اور زہاد سے شمار ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے آپ نے پانچ سوانتالیس حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، ابن عوف رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوذر، عمرو بن عبسہ، آپ کے بیٹے عبداللہ بن عباس، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاصؓ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، براء بن عازبؓ اور ابوسعید خدریؓ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ اب آپ کے حالات مصنف بطور خلاصہ چند ایک فصلوں میں بیان کرتے ہیں۔

فصل نمبر 1

دعائے غلبہ اسلام

ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ (اے اللہ) عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے، اسے مسلمان کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ (اس حدیث کو طبرانی نے ابن مسعود اور انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ! خاص کر عمر بن خطاب کو مسلمان کر کے اسلام کو عزت دے۔ (طبرانی نے اسے اوسط میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور کبیر میں ثوبان سے روایت کیا ہے۔)

احمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعرض کرنے کی خاطر نکلا مگر میں نے دیکھا کہ آپ مجھ سے پہلے ہی مسجد میں جا پہنچے ہیں۔ میں جا کر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورۃ الحاقۃ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن کریم کی عبارت کی فصاحت سے تعجب کرتا تھا اور دل میں سوچتا تھا۔ یہ شخص شاعر ہے، جیسا کہ قریش کہتے ہیں مگر جب آپ نے آیت: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (پ29) سورۃ الحاقۃ آیت نمبر 40,41)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور وہ کسی شاعر کی باتیں نہیں۔ کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ (ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

پڑھی تو میرے دل میں اسلام کی پوری عظمت بیٹھ گئی۔

اسلام لانے کا سبب

ابن ابی شیبہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی طرف مائل ہونے کا باعث اس طرح ہے جیسے کہ انہوں نے خود بیان فرمایا! ایک رات میری ہمشیرہ کو دردِ زہ شروع ہوا تو میں اپنے گھر سے نکل کر کعبہ کے پردوں میں جا داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور خانہ کعبہ کی مغربی جانب سے داخل ہوئے۔ آپ پر پشم کی

ایک موٹی سی چادر تھی۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اس میں ایسے کلمات پڑھے جنہیں میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ پھر آپ باہر تشریف لائے تو میں آپ کے پیچھے چل دیا۔ آپ نے پیچھے مڑ کر فرمایا! کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ عمر۔ آپ نے فرمایا اے عمر! تم رات دن کسی وقت میرا پیچھا چھوڑتے بھی ہو یا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں آپ کی بددعا سے ڈر گیا اور میں نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. آپ نے فرمایا۔ اے عمر! اسے پوشیدہ رکھ، میں نے عرض کیا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے۔ میں تو اسے ظاہر کروں گا جیسے کہ شرک ظاہر کیا کرتا تھا۔

قسمت جاگ اٹھی

ابن سعد ابو یعلیٰ، حاکم اور بیہقی دلائل النبوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار گلے میں ڈالے ہوئے گھر سے نکلے۔ راستے میں بنی زہرہ کا ایک شخص آپ کو ملا اور کہا اے عمر! کہاں جاتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد ﷺ کو قتل کرنے جاتا ہوں۔ اس نے کہا ان کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کیسے بچ سکو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ میں اس سے بھی عجیب بات تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہاری بہن اور بہنوئی نے بھی اپنا دین چھوڑ کر اسلام قبول کرلیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر اپنے بہنوئی اور بہن کے پاس آئے۔ اس وقت ان کے پاس جناب رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنتے ہی چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا کہ یہ گن گن کی آواز کیسی آرہی تھی (اور وہ اس وقت سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے) ان دونوں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ ہم تو صرف باتیں کررہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنا دین ترک کردیا ہے۔ اس پر ان کے بہنوئی نے کہا اے عمر! اگر حق دوسرے دین میں ہی ہو تو پھر کیا کریں؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر جھپٹے اور انہیں بری طرح زدوکوب کیا اور جب آپ کی بہن اپنے خاوند کی حمایت کیلئے آگے بڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی ایک ایسا تھپڑ رسید کیا جس سے ان کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ آپ کی بہن اس سے بہت خفا ہوئیں اور کہا کہ اے عمر! تو ہمیں مارتا ہے؟ اگرچہ حق تمہارے دین کے سوا اور دین میں ہے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت

عمر ﷺ نے کہا۔ اچھا وہ کتاب تو مجھے دکھاؤ جسے تم پڑھ رہے تھے تاکہ میں بھی پڑھوں۔ حضرت عمر ﷺ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ آپ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اسے صرف وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو پاک ہوں' اس لیے چاہئے کہ پہلے وضو یا غسل کر لو۔ اس پر حضرت عمر ﷺ نے اٹھ کر وضو کیا اور پھر کتاب کو دیکھ کر طٰہٰ سے پڑھنا شروع کیا۔ جب آیت اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (پ16 سورہ طٰہٰ اور آیت 14)

ترجمہ: بے شک میں ہی ہوں اللہ' میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کیلئے نماز قائم رکھ۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

پر پہنچے تو آپ نے کہا کہ مجھے بتاؤ آنحضرت ﷺ کہاں ہیں۔ جب جناب ﷺ نے حضرت عمر ﷺ کی یہ بات سنی تو وہ جھٹ نکل آئے اور کہا اے عمر! خوش ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جمعرات کو دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غلبہ عطا فرما اور اس وقت آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس گھر میں تھے جو صفا کے نیچے ہے۔ پس حضرت عمر ﷺ اس گھر کی طرف چلے۔ اس دروازے پر اس وقت حضرت حمزہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اور کئی لوگ تھے۔ حضرت حمزہ ﷺ نے کہا کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آ رہے ہیں۔ اگر خدا کو ان کی بہتری منظور ہوئی تو اسلام لے آئیں گے ورنہ ہم آسانی سے انہیں قتل کر دیں گے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ اندر تشریف فرما تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جب حضرت عمر ﷺ آئے تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر سے باہر نکل کر حضرت عمر ﷺ کو ان کے کپڑوں اور تلوار سمیت پکڑ کر فرمایا۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے۔ جب تک خدا تعالیٰ تم پر بھی ولید بن مغیرہ جیسی رسوائی اور عذاب نازل کرے۔ حضرت عمر ﷺ نے یہ سن کر پڑھا:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ عَبْدُ اللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ۔

(یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔)

حق کی ہیبت

بزار' طبرانی اور ابو نعیم حلیہ میں اور بیہقی "دلائل" میں اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ نے ایک دن فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ دشمنی رکھتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میں گرمی کے دنوں میں دوپہر کے وقت مکہ کے بعض رستوں میں جارہا تھا کہ مجھے ایک شخص ملا اور اس نے کہا ابن خطاب تو اپنے آپ کو ایسا اور ایسا خیال کرتا ہے۔ حالانکہ یہ امر یعنی اسلام تمہارے گھر میں بھی داخل ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن مسلمان ہوگئی ہے۔ یہ سن کر میں غصہ سے بھرا ہوا واپس لوٹا اور اپنی ہمشیرہ کا دروازہ جا کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کہ کون ہے؟ میں نے کہا عمر! یہ سن کر سب لوگ جلدی سے چھپ گئے اور اس وقت وہ صحیفہ پڑھ رہے تھے۔ مگر جلدی میں اسے وہیں بھول گئے۔ پھر میری بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو میں نے کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بے دین ہوگئی ہے۔ یہ کہہ کر میں نے اس کے سر میں لکڑی جو میرے ہاتھ میں تھی' ماری۔ اس سے خون بہہ پڑا اور وہ رو پڑی اور کہا اے ابن خطاب جو چاہے کر میں نے تو اسلام قبول کرلیا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ پھر میں آگے بڑھ کر تخت پوش پر ہو بیٹھا اور اس صحیفہ کو دیکھ کر میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ مجھے دکھاؤ' میری ہمشیرہ نے کہا کہ تم اسے چھونے کے لائق نہیں کیونکہ تم کبھی جنابت سے نہاتے نہیں اور اس کتاب کو پاک شخص ہی ہاتھ لگا سکتا ہے۔ میں اسے بار بار کہتا رہا کہ مجھے دکھاؤ' حتیٰ کہ اس نے مجھے دے دیا۔ جب میں نے اسے کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جب میں نے خدا تعالیٰ کے اسماء سے ایک اسم کو دیکھا تو ڈر گیا اور اس ورق کو میں نے رکھ دیا۔ پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اس صحیفہ کو لیکر پھر پڑھنا شروع کیا تو اس میں لکھا تھا۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ –

ترجمہ: اللہ کی پاکی بولتا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' یہ پڑھ کر میں پھر ڈر گیا۔

اس کے بعد پھر میں نے اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (پ 27 سورۃ الحدید آیت 7)

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان)

تک پڑھا۔ پھر میں نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یہ سن کر سب لوگ جو چھپے ہوئے تھے' نکل آئے اور زور سے تکبیر کہی اور کہنے لگے کہ مبارک ہو کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے بروز دوشنبہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ! ابوجہل بن ہشام اور عمر بن خطاب دونوں سے جو شخص تجھے محبوب ہے' اسے مسلمان کرکے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت شریف میں لے چلو۔ اس وقت آنحضرت ﷺ صفا کے پاس ایک مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ پس میں وہاں سے نکل کر اس مکان کی طرف گیا اور دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی' کون ہے؟ میں نے کہا ابن خطاب! لوگ چونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ میری سختی کو جانتے تھے اس لیے کسی نے دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی۔ تب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ دروازہ کھول دو۔ لوگوں نے دروازہ کھول دیا اور دو شخص مجھے بازوؤں سے پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے فرمایا! انہیں چھوڑ دو۔ انہوں نے چھوڑ دیا تو آنحضرت ﷺ نے میرے کپڑے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا! اے ابن خطاب! اسلام لے آؤ۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ! اسے ہدایت دے۔ پھر میں نے کلمہ شہادت پڑھا تو مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ تمام مکہ کے کوچوں میں سنی گئی۔ اس وقت تک مسلمان پوشیدہ رہتے تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ مسلمان مار کھاتے اور مارتے ہیں اور مجھے کوئی کچھ نہیں کہتا تو میں سیدھا اپنے ماموں ابوجہل بن ہشام کے گھر آیا جو شرفائے قریش سے تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو اس نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا ابن خطاب اور میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس نے اندر ہی سے کہا کہ ایسا نہ کرنا۔ یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا اس حرکت سے کیا فائدہ؟ وہاں سے لوٹ کر عظمائے قریش سے ایک شخص کے پاس گیا اور جا کر اسے آواز دی۔ جب وہ باہر نکلا تو اس سے بھی میں نے وہی گفتگو کی اور اس نے وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا اور پھر گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ کیسی حرکت ہے؟ مسلمانوں کو تم مارتے ہو اور مجھے کچھ نہیں کہتے؟ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم یہ بات چاہتے ہو کہ تمہارا اسلام ظاہر ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ جب لوگ خانہ کعبہ میں جمع ہوں تو وہاں جا کر فلاں شخص کو کہہ دینا کیونکہ وہ شخص کبھی کسی راز کو نہیں چھپاتا۔ جب لوگ خانہ کعبہ میں جمع ہوئے تو میں نے اس شخص کو کہہ دیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ ... نے کہا۔ کیا یہ بات واقعی ٹھیک ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اس نے نہایت بلند آواز سے کہہ دیا کہ ابن خطاب مسلمان ہو گیا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میں انہیں مارتا تھا وہ مجھے مارتے تھے۔ میرے ماموں نے لوگوں کو دیکھ کر کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ کسی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس نے خانہ کعبہ کی

مغربی دیوار پر کھڑے ہو کر اپنی آستین سے اشارہ کیا اور کہا کہ میں نے اپنے ہمشیرہ زادے کو پناہ دی ہے۔ یہ سن کر لوگ مجھ سے ہٹ گئے۔ لیکن مسلمانوں کو مار کھاتے اور مارتے ہوئے دیکھ کر میں دل میں کڑھتا تھا۔ اس لیے میں اپنے ماموں کے پاس آیا اور کہا کہ میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں۔ پھر میں مارتا اور مار کھاتا رہا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی۔

عظمتِ اسلام

ابونعیم دلائل میں اور ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کا لقب فاروق کیسے پڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے تین روز پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ میں مسجد کی طرف گیا تو دیکھا کہ ابوجہل آنحضرت ﷺ کو گالیاں دے رہا ہے۔ لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو خبر کی تو آپ اپنی کمان پکڑ کر مسجد میں قریش کے اس مجمع کی طرف آئے جس میں ابوجہل موجود تھا اور اپنی کمان ٹیک کر ابوجہل کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ ابوجہل نے آپ کے چہرے سے غضب کے آثار دیکھ کر کہا اے ابوعمارہ! تمہارا کیا حال ہے؟ آپ نے یہ سن کر اسے کمان ماری جس سے اس کی پیٹھ سے لہو نکل آیا۔ قریش نے یہ دیکھ کر کہ کہیں معاملہ بڑھ نہ جائے' معاملہ رفع دفع کرا دیا۔ اس دن آنحضرت ﷺ ارقم بن ابی ارقم مخزومی کے مکان میں پوشیدہ طور پر تشریف فرما تھے۔ پس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہاں جا کر مشرف باسلام ہوئے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد میں گھر سے نکلا تو راستے میں ایک مخزومی شخص مجھے ملا۔ میں نے اسے کہا کہ تو نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر محمد ﷺ کا دین کیوں قبول کر لیا ہے؟ اس نے کہا اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اسے ایک ایسے شخص نے بھی کیا ہے جس پر تمہارا حق بہت زیادہ ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے کہا تیری بہن اور تیرا بہنوئی۔ یہ سن کر میں ان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں مجھے کچھ گنگنانے کی سی آواز آئی۔ میں نے اندر جا کر پوچھا یہ کیا بات ہے؟ غرض اسی طرح بات بڑھ گئی اور میں نے اپنے بہنوئی کا سر پکڑ کر ایسا مارا کہ خون نکل آیا۔ اس پر میری بہن نے اٹھ کر مجھے سر سے پکڑ لیا اور کہا کہ یہ امر تیری منشاء کے برخلاف ہوا ہے۔ جس وقت میں نے خون بہتا دیکھا تو مجھے بھی شرم آ گئی اور میں بیٹھ گیا اور کہا کہ اچھا مجھے وہ کتاب دکھاؤ۔ میری ہمشیرہ نے کہا کہ اسے پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ پس میں نے غسل کیا تو انہوں نے وہ صحیفہ دیا جس میں لکھا تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں نے کہا۔ یہ اسماء تو نہایت پاکیزہ اور مبارک ہیں۔ پھر لکھا
طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی تَنْزِیْلاً مِّمَّنْ خَلَقَ
الْاَرْضَ وَالسَّمٰوَاتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی وَاِنْ تَجْھَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ
وَاَخْفٰی. اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔

(پ16 سورہ طٰہٰ آیت 1 تا 8)

ترجمہ: اے محبوب! ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ ہاں اس کو نصیحت ہے جو ڈر رکھتا ہو۔ اس کا اتارا ہوا جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔ وہ بڑی مہربانی والا اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ جیسا اس کی شان کے لائق ہے اس کا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے بیچ میں اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے اور اگر تو بات پکار کر کہے تو وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اس سے بھی جو زیادہ چھپا ہے۔ اللہ کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اسی کے ہیں اچھے نام۔ (ترجمہ از کنزالایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

یہ آیات پڑھ کر میرے دل میں اس کی عظمت بیٹھ گئی اور میں نے کہا کہ کیا اسی سے قریش بھاگتے ہیں۔ پھر میں اسلام لے آیا اور دریافت کیا رسول اللہ ﷺ اس وقت کس جگہ تشریف رکھتے ہیں؟ میری ہمشیرہ نے کہا کہ آپ ﷺ اس وقت ارقم کے گھر تشریف فرما ہیں۔ میں وہاں سے نکل کر ارقم کے گھر آیا اور دروازے پر دستک دی۔ میری آواز سن کر لوگ جمع ہو گئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا! کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا عمر دروازے پر کھڑا ہے۔ آپ نے کہا عمر ہے! اچھا دروازہ کھول دو۔ اگر وہ سیدھی طرح آئے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے بھی سنی۔ آپ باہر تشریف لے آئے اور میں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا۔ یہ دیکھ کر گھر والوں نے اس زور سے تکبیر کہی کہ سب مکہ والوں نے سنی۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر پوشیدہ کیوں رہیں؟ پھر ہم دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف کے آگے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری صف کے آگے میں تھا۔ ہم اسی طرح مسجد میں داخل ہوئے۔ جب قریش نے

مجھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں نہایت صدمہ پہنچا۔ اس دن سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا نام فاروق رکھا کیونکہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق اور باطل میں فرق ہو گیا۔

لقبِ فاروق

ابن سعد ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق کس نے رکھا تھا؟ آپ نے فرمایا آنحضرت ﷺ نے۔

آسمانی مبارک

ابن ماجہ اور حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمد ﷺ اہل آسمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کی مبارک باد دیتے ہیں۔

قوم آدھی رہ گئی

بزار اور حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو مشرکوں نے کہا کہ آج ہماری قوم آدھی رہ گئی ہے اور اسی روز یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ.

(پ 10 سورۃ الانفال آیت 64)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔ (ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے اُس وقت سے ہم باعزت ہی رہے ہیں۔

ابن سعد اور طبرانی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا گویا اسلام کے لیے فتح تھی اور آپ کا ہجرت کرنا بھی اسلام کی نصرت تھی اور آپ کا امام یعنی خلیفہ ہونا گویا رحمت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ہم خانہ کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکوں سے لڑے حتیٰ کہ انہوں

نے ہمیں خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھنے دی۔

لمحہ بہ لمحہ

ابن سعد اور حاکم حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اسلام ایک آگے بڑھنے والے شخص کی طرح تھا جو لمحہ لمحہ آگے بڑھتا جاتا ہے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تو اسلام ایک پیٹھ پھیرنے والے شخص کی طرح تھا جو ہر ساعت دور ہی ہوتا جاتا ہے۔

ظاہر اسلام

طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے پہل جس نے اسلام کو ظاہر کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ (اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں) اور ابن سعد صہیب سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہو گیا اور اعلانیہ اس کی طرف دعوت کی گئی اور خانہ کعبہ کے گرد ہم حلقہ بنا کر بیٹھے اور طواف کیا اور جو شخص ہم پر سختی کیا کرتا تھا۔ اس سے ہم نے بدلہ لیا اور جیسی بات کوئی ہم سے کہتا ہم بھی اس کا ویسا ہی جواب دیتے۔

مشرف باسلام

ابن سعد اسلم سے (جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعمر چھبیس سال چھ ذی الحجہ 6ھ مشرف باسلام ہوئے۔

فصل نمبر 2

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا ہر ایک شخص نے چھپ کر اور پوشیدہ ہی ہجرت کی ہے کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار کو گلے میں ڈالا اور کمان کو کندھے کے ساتھ لٹکایا اور ترکش سے تیروں کو نکال کر ہاتھ میں پکڑا، پھر آپ خانہ کعبہ میں آئے اور اس وقت وہاں اشراف قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم میں دو رکعات نماز پڑھی۔ پھر قریش کے گروہ کے پاس آئے اور ہر ایک کو مخاطب کر کے کہا۔ خدا کرے یہ منہ کالے ہوں جو شخص یہ چاہتا کہ اس کی ماں

اسے گم کرے اور اس کی اولاد یتیم ہو اور اس کی عورت بے شوہر ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اس میدان میں آئے مگر کوئی شخص بھی آپ کے پیچھے نہ گیا۔

ثابت قدم

ابن عساکر' براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے پہل جو مہاجرین سے ہمارے پاس آیا' مصعب بن عمیر تھے۔ ان کے بعد ابن ام مکتوم آئے اور بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق کیا خبر ہے؟ آپ نے فرمایا! آپ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پیچھے تشریف لاتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تمام جنگوں میں شریک رہے ہیں اور آپ ان لوگوں سے ہیں جو جنگ احد میں ثابت قدم رہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے۔ نووی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تمام جنگوں میں شریک رہے ہیں اور آپ ان لوگوں سے ہیں جو جنگ اُحد میں ثابت قدم رہے۔

فصل نمبر 3

احادیث بفضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو وہاں ایک عورت ایک محل کے پاس وضو کر رہی تھی۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ محل کس کا ہے؟ کہنے لگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا۔ پھر میں نے تمہاری غیرت یاد کی اور لوٹ آیا۔ (اندر داخل نہ ہوا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور عرض کیا کہ میں آپ سے غیرت کر سکتا ہوں؟

تعبیر خواب ! علم

بخاری و مسلم ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک دن خواب میں' میں نے دودھ پیا اور اس کا اثر میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگا۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اس کی کیا

تعبیر نکالی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد علم ہے۔

تعبیر خواب! دین

بخاری و مسلم ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ لوگ مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ان پر کرتے ہیں جن سے بعض کے کرتے سینوں تک پہنچتے ہیں اور بعضوں کے اس سے اوپر تک یا نیچے تک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے حال میں میرے سامنے پیش ہوئے کہ ان کا کرتہ بہت لمبا تھا حتیٰ کہ وہ اسے زمین پر گھسیٹتے جاتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی کیا تعبیر نکالی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دین۔

شیطان راستہ چھوڑ دے

بخاری اور مسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابن خطاب! مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جس راستے سے تم چلو گے شیطان اس راستے سے کبھی نہیں گزرے گا۔

بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امتوں کے لوگ ملہم[1] من اللہ ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق جاری کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا اور دوسرے لوگ اپنی رائے ظاہر کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی رائے ظاہر کرتے تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہی اترتا تھا۔

اگر میرے بعد؟

ترمذی اور حاکم عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (طبرانی نے اس حدیث

۱ جس کے دل میں نیک بات ڈالی جائے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

ابوسعید خدری اور عصمتہ بن مالک سے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

شیاطین جن وانس

ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ شیاطین جن وانس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگ جاتے ہیں۔

ابن ماجہ اور حاکم ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! سب سے پہلے خدا تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرے گا اور سب سے پہلے انہیں کو سلام کرے گا اور سب سے پہلے ان کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

ایک اعزاز یہ بھی؟

ابن ماجہ اور حاکم ابوذر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر رکھ دیا ہے۔ وہ ہمیشہ سچ ہی کہتے ہیں۔

زبان و دل پر

احمد اور بزار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر سچ کو رکھ دیا ہے اور ابن عساکر نے اسے ابوہریرہ اور صعب بن جثامہ سے روایت کیا ہے۔

سخت دروازہ

بزار قدامہ بن مظعون سے اور وہ اپنے چچا عثمان بن مظعون سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان کے سبب فتنے بند ہو جائیں گے اور جب تک یہ زندہ رہیں گے تب تک تمہارے اور فتنوں کے درمیان ایک سخت دروازہ بند ہوگا۔

غصہ! غلبہ اور عزت

طبرانی اوسط میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام

آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئے اور عرض کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کے بعد خبر دے دیجئے کہ ان کا غصہ غلبہ اور عزت ہے اور ان کی رضا حکم ہے۔

شیطان کا ڈرنا

ابن عساکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتا ہے۔

شیطان ایسا نہیں

ابن عساکر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ آسمان میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عزت نہیں کرتا اور زمین میں کوئی شیطان ایسا نہیں ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ڈرتا۔

طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے تمام اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خصوصاً فخر کیا ہے۔ (طبرانی نے کبیر میں اسی حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔)

میرے بعد حق

طبرانی اور دیلمی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! میرے بعد حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگا۔ جہاں کہیں کہ وہ ہوں۔

بڑا چرس[1]

بخاری اور مسلم ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے خواب میں ایک کنواں دیکھا جس پر ایک ڈول پڑا تھا۔ میں نے اس سے کئی ایک ڈول کھینچے۔ پھر وہ ڈول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول کھینچے اور ان کے کھینچنے پر کچھ سستی سی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور پانی کو کھینچنا شروع کیا تو وہ ڈول ایک بڑا چرس بن گیا اور میں نے لوگوں میں کسی شخص کو قوی نہیں دیکھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ڈول کھینچتا ہو، حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے اپنے اونٹ بٹھانے کی جگہیں

[1] قید خانہ، شکنجہ۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

مقرر کرلیں۔

نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ یہ خلافت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں کثرت فتوح کی طرف اشارہ ہے۔

طبرانی سدیسہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں تب سے جس وقت شیطان انہیں ملتا ہے تو منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ (دار قطنی نے اس حدیث کو سدیسہ سے اور انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔) (محدث)

طبرانی ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھا۔ اس نے مجھے ہی دوست رکھا اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا۔ گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور اللہ تعالیٰ عرفہ کی رات لوگوں پر عموماً اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خصوصاً فخر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کی امت میں ایک ملہم من اللہ پیدا کیا ہے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا محدث کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان سے ملائکہ باتیں کریں۔ (اسناد اس کے حسن ہیں۔)

فصل نمبر 4

اقوالِ صحابہ وسلف صالحین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! پردۂ زمین پر مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی شخص عزیز نہیں۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرض الموت میں پوچھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امیر بنانے کی نسبت جب سوال ہوگا تو آپ کیا جواب دیں گے؟ تو آپ نے فرمایا! میں کہہ دوں گا۔ میں نے ان سب سے بہتر کو ان پر حاکم بنایا ہے۔ (اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے بڑھ کر کسی شخص کو ذہین اور سخی نہیں دیکھا۔ (اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔)

ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ایک پلڑے میں اور باقی لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم سب سے بڑھ کر رہے اور لوگ خیال کرتے تھے کہ نو حصے علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا ہے۔ (طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔)

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ تمام لوگوں کے علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں پوشیدہ ہو جاتے تھے اور انہی سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کو نہیں جانتا جسے خداوند تعالیٰ کے کام میں کسی ملامت گر کی ملامت اثر نہ کرے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! آپ بڑے ذکی اور تیز فہم تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی خواہش کی اور نہ دنیا نے ان کی خواہش کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دنیا نے تو خواہش کی مگر انہوں نے اس کی خواہش نہیں کی۔ مگر ہم اس میں بے حد مبتلا و مشغول ہیں۔ (اسے زبیر بن بکار نے موفقیات میں روایت کیا ہے۔)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسے حال میں آئے جبکہ انہیں کفنا دیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا! تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص جو اپنا نامہ اعمال لیکر خدا تعالیٰ کو ملا ہو اس کفنائے ہوئے شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فراموش نہ کرو کیونکہ وہ ہم سب سے کتاب اللہ کے زیادہ واقف اور دین کی زیادہ سمجھ رکھنے والے تھے۔ (اسے طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔)

بیدار مغز، سراپا بھلائی اور ہوشیار

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا! وہ تو سراپا بھلائی تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا! وہ ایک بیدار اور دانا جانور کی طرح تھے جو اپنے ہر راستے میں جال لگا ہوا دیکھتا ہے کہ اس میں پھنس جائے گا۔ (یعنی نہایت

بیدار مغز تھے) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا! آپ پختگی قصد' ہوشیاری' علم اور دلیری سے بھرے ہوئے تھے۔ (اسے طیوریات میں روایت کیا گیا ہے۔)

لوہے کا سینگ

طبرانی عمیر بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب بن اخبار رضی اللہ عنہ کو فرمایا! توریت میں میری صفت کیسی لکھی ہے؟ انہوں نے کہا آپ کی صفت میں لکھا ہے۔ وہ ایک لوہے کا سینگ ہوں گے۔ آپ نے کہا کہ لوہے کے سینگ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس سے مراد ایک نہایت سخت اور بارعب امیر ہے جو خدا تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت قبول نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے بعد ایک خلیفہ ہوگا جسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ آپ نے کہا پھر کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ پھر بلیات و فتنے نمودار ہوں گے۔

اسبابِ فضیلت

احمد' بزار اور طبرانی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں پر بہ سبب چار چیزوں کے فضیلت دیئے گئے۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے بدر کے روز قیدیوں کہ قتل کرنے کا حکم کیا تو خدا تعالیٰ نے بھی یہ آیت نازل فرمائی: لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ"۔ (پ 10 سورہ انفال آیات 68)

ترجمہ: اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا' تم پر بڑا عذاب آتا (ترجمہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری بات جس کی وجہ سے آپ کو فضیلت ہے وہ آپ کا پردے کا حکم کرنا ہے اور آپ نے آنحضرت ﷺ کی بیویوں کو کہا۔ پردہ کریں۔ اس پر زینب رضی اللہ عنہا نے کہا۔ اے ابن خطاب! تم ہمیں حکم کرتے ہو؟ حالانکہ وحی ہمارے گھر میں اترتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا

(پ 22 سورہ الاحزاب آیت 53) (ترجمہ از کنز الایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو' اس زیادہ ستھرائی ہے۔ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا دو اور نہ یہ کہ کبھی ان کے بعد ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

اور تیسری بات جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فضیلت دیئے گئے۔ وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعا ہے جو آپ کے حق میں قبول ہوئی' چنانچہ آپ نے فرمایا تھا: ''اے اللہ! دین اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قوی (مضبوط) کر اور چوتھی بات جس سے ان کی فضیلت ہوئی۔ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا اجتہاد تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے ہی بیعت کی تھی۔

مقید شیاطین

ابن عساکر مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شیاطین مقید ہیں اور جب آپ فوت ہوئے تو شیاطین رہا ہو گئے۔

محافظ فرشتہ

سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ کے پاس مدت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خبر خیریت نہ پہنچی تو انہوں نے ایک کاہنہ عورت کے پاس آ کر آپ کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ ٹھہر جایئے کہ میں اپنے شیطان سے دریافت کرلوں۔ جب شیطان آیا تو اس نے آ کر کہا کہ میں نے آپ کو پشم کی چادر اوڑھے ہوئے اور صدقہ کے اونٹوں کو قطران ملتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ ایسے شخص ہیں کہ شیطان ان کو دیکھتے ہی منہ کے بل گر پڑتے ہیں اور فرشتہ ان کے سامنے رہتا ہے اور روح القدس ان کی زبان سے بولتا ہے۔

فصل نمبر: 5

اسلام کے ماں باپ

سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ مستحق تھے تو اس

نے گویا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور تمام مہاجرین اور انصار کو گنہگار اور خاطی ٹھہرایا۔

شریک کہتے ہیں کہ جس شخص میں ذرا بھی خیر اور بھلائی ہے وہ کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر مقدم نہیں کر سکتا۔

ابو اسامہ کہتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو؟ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کون تھے؟ وہ اسلام کے باپ اور ماں تھے۔

امام جعفر صادق کہتے ہیں۔ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھلائی سے یاد نہ کرے، میں اس سے بیزار ہوں۔

فصل نمبر 6

موافقاتِ[۱] حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ

ابن مردویہ مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ جو رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہوتی، قرآن مجید بھی اسی طرح نازل ہوتا تھا۔

ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے کئی ایک رائیں ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اگر لوگوں نے جب کبھی کسی بات میں اپنی رائے ظاہر کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی رائے ظاہر کی تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہی نازل ہوا۔

بخاری و مسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے تین باتوں میں اپنے رب سے موافقت کی۔ ایک تو یہ کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنائیں تو کیا اچھا ہو۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى۔ (پ 1 سورۂ بقرہ آیت نمبر 125)

۱ موافقت سے معنی میل جول، اتفاق رکھنا۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

(ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

دوسری یہ کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ کے ازواج مطہرات کے پاس نیک و بد آتے رہتے ہیں۔ اگر آپ انہیں پردہ کا حکم دیں تو کیا اچھا ہو۔ اس پر آیت حجاب (پردہ) نازل ہوئی۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (پ 22 سورۃ الاحزاب آیت 59) (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تیسری بات یہ کہ جب آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ کے غیرت دلانے کی خاطر اتفاق کیا تو میں نے کہا عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ۔ (پ 28 سورۃ التحریم آیت 5)

ترجمہ: ان کا رب قریب ہے۔ اگر وہ تمہیں طلاق دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

اس پر بعینہٖ یہی آیت نازل ہوئی۔

مسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ سے تین باتوں میں موافقت کی ہے۔ حجاب میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور مقام ابرہیم میں۔ پس اس حدیث سے ایک چوتھی بات بھی معلوم ہوئی۔ (یعنی جنگ بدر کے قیدیوں کا معاملہ)

نووی تہذیب میں لکھتے ہیں۔ قرآن مجید جنگ بدر کے اسیروں، پردے، مقام ابراہیم اور تحریم خمر (شراب کا حرام ہونا) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوا ہے۔ پس اس حدیث سے ایک پانچویں بات (یعنی تحریم خمر) معلوم ہوئی اور حدیث اس کی سنن اور مستدرک حاکم میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔ اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمیں کوئی کافی شافی حکم عطا فرما، اس پر شراب کی تحریم نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے چار باتوں میں موافقت کی ہے۔ جب آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (پ18 ' سورۃ المومنون آیت 12)

(ترجمہ وحوالہ آیت از کنز الایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

(ترجمہ: اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

نازل ہوئی تو میں نے کہا فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

(پ18 سورۃ المومنون آیت 14)

ترجمہ: تو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ سب سے بہترین بنانے والا ہے۔

پس یہی آیت نازل ہوئی۔ اس حدیث سے چھٹی بات ثابت ہوئی۔ یہ حدیث کئی اور طریقوں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جن کو میں نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ پھر میں نے ابوعبداللہ شیبانی کی کتاب فضائل الامین میں لکھا دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے رب سے اکیس باتوں میں موافقت کی ہے اور اس نے یہ چھ جگہیں ذکر کر کے عبداللہ بن ابی کا قصہ ذکر کیا ہے۔ مصنف کہتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح میں اس طرح آئی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا تو آپ جانے کے لیے تیار ہو گئے مگر میں نے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے ایسے دشمن پر جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں جو ایسے ایسے کلمات کہا کرتا تھا۔ بخدا! مجھے اس بات کو کہے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آیت وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا۔

(پ10 سورۂ توبہ آیت 84)

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا۔

ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

یعنی جب کبھی منافقوں سے کوئی مر جائے تو ان پر نماز جنازہ نہ پڑھا کریں۔

(8) آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ

(پ2سورۃ البقرہ آیت 219) ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ کو ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ دنیوی نفع بھی اوران کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے اور تم سے پوچھتے ہیں' کیا خرچ کریں' تم فرماؤ' جوفاضل بچے' اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو۔

(9) آیت: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (پ5سورۃ النساء آیت 43) (ترجمہ وحوالہ آیت از کنزالایمان: محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ تا آخر آیت۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آیت اور مائدہ والی ایک ہی بات ہے اور تین حدیثیں سابق میں آ چکی ہیں۔

(10) جب رسول اللہ ﷺ نے ایک قوم کے لیے دعائے مغفرت زیادہ مانگنی شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ان کے لیے دعا مانگنی یا نہ مانگنی برابر ہے۔ اس پر آیت سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (پ28سورۃ المنٰفقون آیت 6) (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: ان پر ایک سا ہے۔ تم ان کیلئے معافی چاہو یا نہ چاہو۔ تا آخر آیت نازل ہوئی۔ (اس حدیث کو طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔)

(11) جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ بدر کے لیے چلنے میں مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بیشک باہر نکلنا چاہئے۔ اس پر آیت كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَیْتِكَ (پ9سورہ انفال آیت 5)

ترجمہ: جس طرح تمہیں اے محبوب تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا۔ تا آخر نازل ہوئی۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

(12) جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قصہ اِفک میں مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا عقد کس نے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پھر کیا آپ کو خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے عیب کو آپ پر پوشیدہ رکھا ہو؟ خداوند تعالیٰ پاک ہے۔ یہ تو ایک بہتانِ عظیم ہے۔ پس

اسی طرح آیت نازل ہوئی۔

روزوں کا قصہ

(13) روزوں کا قصہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو بیدار ہو کر اپنی بیوی سے مجامعت کی اور یہ بات شروع اسلام میں حرام تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَائِكُمْ تا آخر آیت۔ (پ 2 سورہ بقرہ آیت 183)

ترجمہ: راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا۔ (احمد نے اسے مسند میں روایت کیا ہے۔)

(14) آیت قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (پ 1 سورۃ البقرہ آیت 97)

ترجمہ: تم فرماؤ جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس (جبریل) نے اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر یہ قرآن اتارا۔ اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔ (ترجمہ و حوالہ از کنز الایمان، صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ ابن جریر وغیرہ نے اسے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے اور ان سب سے زیادہ موافقت عمر رضی اللہ عنہ کے وہ قریب ہے جسے ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملا اور کہا! جبرائیل جس کا ذکر تمہارا پیغمبر کرتا ہے، ہمارا دشمن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ

(پ 1 سورۃ بقرہ آیت 98) (حوالہ و ترجمہ آیت از کنز الایمان: محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔ (پس یہی آیت بعینہٖ نازل ہوئی۔)

(15) آیت فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(پ 5 سورۃ النساء آیت نمبر 65)

ترجمہ: تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم کہ وہ مسلمان نہ ہوں گے کہ اپنے آپس کے

جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرمادو' اپنے دلوں میں اس میں رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

میں کہتا ہوں (یعنی مصنف) کہ اس کا قصہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابی الاسود سے اس طرح روایت کیا ہے کہ دو شخص اپنا جھگڑا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائے۔ آپ نے فیصلہ کر دیا جس کیخلاف فیصلہ ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ان کے پاس آئے تو دوسرے شخص نے کہا رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا تھا۔ لیکن اس نے مجھے کہا۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص سے کہا۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ اس نے جواب دیا! ہاں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔ پس تھوڑی دیر کے بعد آپ تلوار لیے ہوئے باہر آئے اور اس شخص کو قتل کر دیا۔ جس نے کہا تھا۔ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں۔ دوسرا شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آ گیا اور عرض کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا! مجھے خیال نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مومن کے قتل کرنے پر جرأت کریں گے۔ اس پر یہ آیت فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ تا آخر آیت۔ پس اس شخص کا خون رائیگاں گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بری ہو گئے۔

(16) اذن دخول بیت

گھر میں داخل ہوتے وقت اذن (اجازت) لینا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک دفعہ آپ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کا غلام بے دھڑک اندر چلا آیا۔ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! بے اذن داخل ہونے کو حرام کر دے۔ اس پر آیت استیزان نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (پ 18 سورۃ النور آیت 27)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھر کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ' جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔

(ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

(17) سرگرداں لوگ

یہودیوں کے بارے میں آپ کا کہنا کہ یہ سرگرداں اور بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔

(18) آپ کا قول ثُلَّۃٌ" مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّۃٌ" مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔(پ 27 سورۃ الواقعہ آیت 39'40)(ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

ترجمہ: اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔

میں (یعنی مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے جو اسباب النزول میں مذکور ہے۔

(19) الشیخ والشیخۃ اذا زنیا کا منسوخ التلاوت ہونا۔

(20) احد کے دن آپ کا ابوسفیان کے قول اَفِی الْقَوْمِ فُلَانٌ (کیا فلاں آدمی تم میں ہے) کے جواب میں (لَا تُجِیْبُوْہُ) فرمانا اور رسول اکرم ﷺ سے آپ کا اس بات میں موافقت کرنا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا قصہ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے ساتھ وہ بات بھی ملانی چاہیئے جسے عثمان بن سعید دارمی نے اپنی کتاب "الرد علی الجھیمتہ" میں ابن شہاب کی سند سے سالم عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کہا کہ بادشاہِ زمین پر بادشاہِ آسمان (یعنی خدا تعالیٰ سے) ہلاکت اور خرابی نازل ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا مگر جس نے اپنے نفس سے حساب لیا اور اسے قابو میں رکھا' کعب احبار نے کہا بخدا! توریت میں اس کے آگے یہی عبارت ہے جو آپ نے کہی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ شکرانہ کے لیے سجدہ میں گر پڑے۔

اس کے بعد مصنف کہتے ہیں۔ میں نے ابن عدی کی کتاب (الکامل) میں دیکھا ہے۔ عبداللہ بن نافع اپنے باپ سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے وقت کہا کرتے تھے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔(یعنی میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ آؤ نماز کی طرف) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد کہا کرو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔(یعنی میں گواہی دیتا ہوں' بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) کہا کرو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسی طرح کہا کرو۔

فصل نمبر 7

کراماتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا اور حضرت ساریہ کو اس کا سردار بنایا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے ہوئے آواز دینے لگے۔ اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ۔ (یعنی اس کی طرف سے ہوشیار رہ) آپ نے اس فقرہ کو تین دفعہ فرمایا! کچھ دنوں کے بعد اس لشکر سے ایک ایلچی آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! پہلے ہمیں شکست ہوگئی تھی۔ اس اثناء میں ہم نے تین مرتبہ ایک آواز سنی کہ اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ۔ یہ سن کر ہم نے پہاڑ کو اپنے پیچھے کیا تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔ راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے عرض کیا۔ آپ نے ہی اس دن یہ آواز لگائی تھی (یہ پہاڑ جس کے نزدیک ساریہ تھا موضع نہاوند میں ارض عجم میں واقع ہے) ابن حجر ''اصابہ فی معرفتہ الصحابہ'' میں لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

بے اختیار

ابن مردویہ بسند میمون بن مہران ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بروز جمعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ یکا یک آپ نے خطبہ میں فرمایا یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ مَنِ اسْتَرْعَی الذِّئْبَ ظَلَمَ (یعنی اے ساریہ پہاڑ کو پشت و پناہ بنا۔ جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا تو اس نے ظلم کیا۔) لوگ آپ کا یہ کلام سن کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہ عنقریب ہی ظاہر اور معلوم ہو جائے گا۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ کو اس کے بارے پوچھا۔ آپ نے فرمایا! اس وقت میرے دل میں القا ہوا تھا۔ کافروں نے ہمارے بھائی مسلمانوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اور وہ پہاڑ اس طرح پر ہے۔ اگر وہ اس پہاڑ کو اپنی پشت و پناہ بنا کر لڑیں تو دشمن ان سے ایک ہی طرف سے لڑ سکتے ہیں اور اگر وہ اس طرح نہ کریں گے تو دشمن انہیں ہلاک کر دیں گے۔ یہ معاملہ دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار وہ بات نکلی جسے تم کہتے ہو ہم نے سنا ہے

صدائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک مہینے کے بعد جب قاصد خوشخبری لے کر آیا تو اس نے بیان کیا کہ ہم نے فلاں روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کو سنا تھا اور ہم نے اس کے مطابق پہاڑ کو اپنے پیچھے کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔

یا ساریۃ الجبل

ابونعیم دلائل میں عمرو بن حارث سے راوی ہیں کہ ایک دن جمعہ کے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے خطبہ چھوڑ دیا اور دو یا تین دفعہ فرمایا یَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ۔ اس کے بعد پھر آپ خطبہ پڑھنے لگے۔ اس پر بعض حاضرین کہنے لگے کہ شاید آپ کو جنون ہوگیا ہے۔ فراغت نماز کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف جو آپ سے ذرا بے تکلف تھے۔ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے آج لوگوں کو اپنی بابت گفتگو کرنے کا موقع دیا ہے جو آپ نے خطبہ پڑھتے ہوئے ''یَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ'' کہہ دیا۔ یہ کیا معاملہ تھا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے اختیار نہیں کی بلکہ جب میں نے دیکھا کہ مسلمان ایک پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور دشمن انہیں گھیرے ہوئے ہے تو بے اختیار ''اے ساریہ پہاڑ کو پشت کی طرف کرو'' نکل گیا۔

دشمن پر غلبہ

راوی کہتا ہے۔ اس معاملہ کے بعد ساریہ کے پاس سے قاصد ایک خط لیکر آیا تو اس میں لکھا تھا۔ جمعہ کے دن کافروں سے ہماری لڑائی ہوئی۔ ہم ان سے لڑتے رہے۔ جب جمعہ کا وقت ہوا تو ہم نے دو دفعہ یہ آواز سنی یَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ اس پر ہم پہاڑ کے ساتھ مل گئے اور اپنے دشمن پر غالب رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی۔ (اس پر بھی بعض نے کہا کہ یہ بناوٹی بات ہے۔)

وہ جل گئے

ابوالقاسم بن بشران ''فوائد'' میں بسند موسیٰ بن عقبہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے فرمایا۔ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا جمرہ۔ آپ نے پوچھا کہ کس کے بیٹے ہو؟ اس نے عرض کیا شہاب کا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ

کس قبیلے سے ہو؟ اس نے کہا! حرقہ سے۔ آپ نے دریافت فرمایا! تمہارا وطن کونسا ہے؟ اس نے عرض کیا حرہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جلدی سے اپنے اہل کے پاس جاؤ کیونکہ وہ جل گئے ہیں۔ جب وہ گیا تو دیکھا کہ واقعی سب جل گئے ہیں۔ (اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطاء میں یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے اور ابن ورید نے اسے اخبارِ مشہورہ میں اور ابن کلبی نے جامع میں روایت کیا ہے۔)

دریا کو خط

ابوالشیخ کتاب العصمت میں ابوالطیب سے اور وہ علی بن داؤد سے اور وہ عبداللہ بن صالح سے اور وہ ابن لہیعہ سے اور وہ قیس بن حجاج سے اور وہ اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مصر فتح ہوا تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہاں کے لوگوں نے آ کر عرض کیا۔ اے ہمارے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ وہ کہنے لگے کہ جب ماہ حال کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک کنواری اور اکلوتی لڑکی کو اس کے والدین کو راضی کر کے لے لیتے ہیں اور اسے نہایت ہی نفیس اور عمدہ کپڑے اور زیور پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بات اسلام میں کبھی نہیں ہوگی کیونکہ اسلام جاہلیت کی رسومِ بد کو مٹاتا ہے۔ لوگ یہ بات سن کر اس بات سے باز رہے۔ مگر نیل کا پانی بہت کم ہو گیا اور لوگوں نے پھر اس رسم کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ جب عمرو بن عاص نے یہ بات دیکھی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس تمام قصے کو ایک خط میں لکھ کر روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھا اور کہا۔ آپ نے بہت خوب کیا جو اس بری رسم سے روک دیا۔ بیشک اسلام جاہلیت کی بری رسموں کو مٹاتا ہے۔ میں نے اپنے خط میں ایک رقعہ لکھا ہے۔ اسے نیل میں ڈال دینا۔ جب وہ خط عمرو بن عاص کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس چھوٹے سے خط کو' جو اس میں تھا' اسے کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ ''یہ خط خدا تعالیٰ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے نیل مصر کی طرف ہے۔ امابعد۔ اے نیل! اگر تو اس سے پہلے خود بخود جاری تھا تو اب جاری نہ ہو اور اگر اس سے پہلے تو خدا تعالیٰ کے حکم سے جاری تھا تو اب میں خدائے قہار سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں جاری کرے۔'' عمرو بن عاص نے اس خط کو طلوع صلیب سے ایک دن پیشتر نیل میں ڈال دیا۔ جب

صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک ہی رات میں نیل سولہ سولہ گز چڑھ آیا ہے۔ اس دن سے وہ بری رسم مصر سے جاتی رہی۔

بات کی جانچ

ابن عساکر طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بات کرتا اور اس میں کچھ جھوٹ بیان کرنے لگتا تو آپ اسے فرماتے کہ بات کو بند کر۔ پھر وہ کوئی اور بات کہنی شروع کرتا تو آپ فرماتے کہ اس سے بھی خاموش رہو تو وہ شخص کہتا۔ جب میں آپ سے سچ کہنے لگتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں۔ خاموش رہو۔

ابن عساکر حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جھوٹی بات کو پہچان سکتا تھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

دوراندیشی

بیہقی دلائل میں ابی ہدبتہ حمصی سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی۔ اہل عراق نے اپنے امیر کو سنگسار کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نہایت غضبناک ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ مگر اس میں آپ کو سہو ہو گیا۔ سلام کے بعد آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! ان لوگوں نے مجھ پر کام ملتبس کر دیا ہے تو ان پر کام مشتبہ کر دے اور جلدی ہی ان پر ایک ثقفی غلام کو حاکم بنا جو ان پر جاہلیت کا سا حکم کرے۔ نہ ان کے محسن سے نیکی قبول کرے اور نہ برے کو معاف کرے۔ میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ اس غلام سے آپ کا اشارہ حجاج کی طرف تھا۔ ابن لہیعہ کہتے ہیں۔ اس وقت تک حجاج کا ابھی نام و نشان بھی نہ تھا۔

فصل نمبر 8

سیرت و خصلت

ابن سعد احنف بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں وہاں سے ایک لونڈی گزری۔ لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ امیر المومنین کی کوئی لونڈی نہیں اور نہ اس کے

لیے لونڈی حلال ہی ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا مال ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ پھر خدا تعالیٰ کے مال سے امیر المومنین کے لیے کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ کے مال سے صرف دو پوشاکیں ایک سردی کی اور ایک گرمی کی اور حج وعمرہ کرنے کے لیے خرچ اور اپنی اور اپنے عیال کی قریش کے ایک متوسط شخص جیسی خوراک حلال ہے اور میرا رتبہ صرف مسلمانوں کے ایک معمولی شخص کا سا ہے۔

حاکم سے شرط

خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے تو آپ اس سے یہ شرط لکھوا لیتے کہ وہ شخص کبھی ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو اور میدہ کی روٹی نہ کھائے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور اہل حاجت کے لیے اپنا دروازہ بند نہ کرے۔ اگر ان میں سے کوئی بات کرے گا تو اسے سزا ملے گی۔

گھی اور گوشت

عکرمہ بن خالد وغیرہ کہتے ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اگر آپ اچھا کھانا کھائیں تو آپ میں عبادت کرنے کی طاقت اور قوت پیدا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا! کیا سب لوگوں کی یہی رائے ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری خیر خواہی معلوم کر لی ہے۔ مگر میں نے اپنے دونوں صاحبوں کو ایک ایسے شاہراہ پر پایا ہے۔ اگر میں ان کے راستے کو چھوڑ دوں تو منزل پر میں ان کے پاس نہیں پہنچ سکوں گا۔ عکرمہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ قحط پڑا تو آپ نے اس سال گھی اور گوشت مطلقاً نہیں کھایا۔

ابن ابی لہیعہ کہتے ہیں کہ عقبہ بن فرقد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کے طعام کے بارے میں گفتگو کی تو آپ نے فرمایا! نہایت افسوس ہے۔ میں اس زندگانی (دنیا) کو اچھا کھا کر اور مزے اٹھا کر گزار دوں۔

حسن کہتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عاصم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وہ اس وقت گوشت کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آج گوشت

کھانے کو بہت دل چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا جس چیز کی تمہیں خواہش ہو گی' کھالیا کرو گے؟ یہ تھوڑا اسراف ہے کہ آدمی جو دل چاہے کھالے۔

مچھلی کی خواہش

اسلم کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا! ایک دفعہ تازہ مچھلی کھانے کو میرا دل چاہا تو یرقا نے اپنی اونٹنی پر پالان رکھا اور آمد و رفت میں آٹھ میل سفر کر کے 15 صاع کی زنبیل خرید لایا اور اونٹنی جو پسینہ میں تربتر تھی' اسے نہلا بھی لایا۔ جب حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا! پہلے میں اونٹنی کو دیکھ لوں' پس آپ نے اونٹنی کو دیکھا اور فرمایا کہ اس کے کانوں کے نیچے کا پسینہ دھونا بھول گئے ہو۔ (افسوس کہ) حضرت عمرؓ کی حرص میں اس بے زبان کو تکلیف ہوئی۔ بخدا میں اس مچھلی سے کچھ بھی نہیں کھاؤں گا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہونے کی حالت میں ایک پشم کا جبہ پہنا کرتے تھے جس میں بعض چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے اور آپ دُرّہ[1] کو کندھے پر ڈالے ہوئے بازاروں میں چکر لگایا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو تادیب کیا کرتے اور راستے میں اگر پھٹے پڑے کپڑے یا کھجوروں کی گٹھلیاں ملتیں تو انہیں اٹھا لیتے اور لوگوں کے گھروں میں ڈال دیتے تاکہ انہیں کام میں لائیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کی قمیص میں صرف کندھوں کے درمیان چار پیوند لگے ہوئے دیکھے ہیں۔

نہ خیمہ نہ سائبان

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کے تہبند میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے دیکھے ہیں۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا تو آپ نے اپنے لیے نہ کوئی خیمہ لگایا اور نہ سائبان کھڑا کیا بلکہ چادر یا چمڑے کی ادھوڑی درخت پر ڈال کر سایہ کر لیتے اور اس کے نیچے تشریف رکھتے۔

دو لکیریں

عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کے چہرۂ مبارک میں رونے کے

---

[1] بڑا موتی۔ یہاں مراد مارنے والا درہ ہے۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ لاہور)

باعث دو لکیریں پڑی ہوئی دیکھی ہیں۔

حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تلاوتِ قرآن مجید میں کسی آیت عذاب کو پڑھتے تو مارے خوف کے ایسے گرتے کہ کئی روز تک لوگ عیادت کو آیا کرتے۔

اللہ سے ڈر

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں ایک باغ میں گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میرے درمیان ایک دیوار حائل تھی اور آپ کہہ رہے تھے۔ اے عمر بن خطاب امیر المومنین واہ! بخدا اے ابن خطاب تو اللہ سے ڈر ورنہ تجھے خدائے تعالیٰ عذاب کریگا۔

خود کلامی

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا! کاش! میں یہ تنکا ہوتا' کاش! میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی۔

میرا نفس

عبداللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے' پر مشک اٹھائی تو لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا! میرا نفس مجھے اچھا لگتا ہے اس لیے میں نے چاہا کہ اسے ذلیل کروں۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سسر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ بیت المال سے مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے انہیں جھڑک دیا اور فرمایا۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے میں بادشاہ خائن بن کر ملوں۔ پھر آپ نے اپنے ذاتی مال سے انہیں دس ہزار درہم دیئے۔

نخعی کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحالت خلافت بھی تجارت کیا کرتے تھے۔

پیٹ کی گڑگڑ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ عام الرمادہ میں روغن زیتون کھانے کے باعث ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیٹ بولا (یعنی گڑگڑ کرنے لگا) اور آپ نے اس سال اپنے آپ پر گھی حرام

کیا ہوا تھا تو آپ نے پیٹ کو انگلی سے دبا کر کہا کہ جب تک قحط دور ہو کر لوگ آسودہ نہ ہو جائیں۔ ہمارے پاس تیرے کھانے کے لیے اور کچھ نہیں ہے۔

سفیان بن عینیہ کہتے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے وہ شخص محبوب ہے جو میرے عیوب پر مجھے مطلع کرے۔

اسلم کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ آپ نے گھوڑے کا ایک کان اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا ہوتا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا کان پکڑا ہوا ہوتا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوتے۔

غصے کا ٹلنا

ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے بسا اوقات دیکھا ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہوتے تو اس وقت اگر کوئی شخص آپ کے پاس اللہ کا ذکر کرتا یا خوف دلاتا یا قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتا تو آپ کا غصہ فرو ہو جاتا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلم سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا آپ سب لوگوں سے بہتر ہیں۔ مگر جب آپ خفا ہوں تو پھر غضب ہو جاتا ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم بحالت غضب ان کے پاس موجود ہو تو قرآن مجید کی آیت پڑھ دیا کرو۔ اس سے ان کا غصہ فرو[1] ہو جاتا ہے۔

احرس بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے مرغن پکا ہوا گوشت لایا گیا تو آپ نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا! ان دونوں سے ہر ایک سالن ہے۔

ابن سعد حسن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! سب سے آسان بات جو میں کسی قوم کی اصلاح کے لیے کر سکتا ہوں' وہ یہ ہے کہ میں ان کے حاکم کو بدل دوں۔

فصل نمبر 9

حلیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ابن سعد اور حاکم زر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کے دن اہل مدینہ کے ساتھ باہر

---

[1] ٹھنڈا ہو جانا۔

نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برہنہ پا چلتے دیکھا۔ آپ ایک سن رسیدہ[1] شخص اصلع، رنگ گندم گوں، قد کے لمبے سب لوگوں سے سر نکالتے ہوئے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ سوار ہیں۔

واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے نزدیک ثابت نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گندم گوں تھے۔ شاید راوی نے آپ کو عام الرمادہ[2] میں دیکھا ہوگا جبکہ روغن زیتون کھانے کے باعث آپ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔

ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا رنگ گورا تھا جس پر سرخی غالب تھی، قد لمبا تھا اور سر کے بال اڑے ہوئے تھے اور سن رسیدہ تھے۔

عبید بن عمیر سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے قد میں دراز نظر آیا کرتے تھے۔

سلمہ بن اکوع سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں سے ایک جیسا کام کر سکتے تھے۔

ابن عساکر ابو رجاء عطاردی سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت لمبے، جسیم، اصلع اور سرخی لیے ہوئے گورے تھے۔ آپ کے دونوں رخسار پچکے ہوئے تھے، مونچھیں بڑی بڑی تھیں اور ان کے سرے سرخ تھے۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں بسند ہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ختمیہ تھا جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی اور ابوجہل بن ہشام کی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے ابوجہل آپ کا ماموں تھا۔

فصل نمبر 10

آپ کی خلافت

آپ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہی جمادی الاخریٰ سن 13 ھ میں خلیفہ ہوئے۔

زہری کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے روز یعنی سہ شنبہ (منگل) جمادی الاخریٰ کی بائیس تاریخ کو خلیفہ ہوئے۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔)

[1] بوڑھا [2] قحط و بدحالی کا سال

اور آپ نے امر خلافت نہایت اچھی طرح سنبھالا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بیشمار فتوحات ہوئیں۔ چنانچہ 14 ھ میں دمشق از روئے صلح وغلبہ فتح ہوا اور حمص و بعلبک صلح سے فتح ہوئے اور بصرہ اور ابلہ از روئے غلبہ فتح ہوئے۔ اسی سال آپ نے لوگوں کو جمع کر کے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ (اسے عسکری نے اوائل میں روایت کیا ہے۔)

سن 15 ہجری میں اردن جنگ سے فتح ہوا اور طبریہ صلح سے۔ اس سال جنگ یرموک اور قادسیہ ہوئیں۔

ابن جریر لکھتے ہیں۔ اس سال میں سعد نے کوفہ کو بسایا اور اسی سال میں آپ نے جاگیریں مقرر کیں اور دفتر ورجسٹر بنوائے اور جو صحابہ سابق فی الایمان تھے انہیں عطیات فرمائے۔

16 ہجری میں اہواز و مدائن فتح ہوئے اور سعد رضی اللہ عنہ نے ایوان کسریٰ میں جمعہ پڑھایا اور یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھایا گیا اور یہ واقعہ صفر میں ہوا۔

جنگ جلولا بھی اسی سن میں ہوا جس میں یزدجرد بن کسریٰ کو شکست ہوئی اور وہ ''رے'' کی طرف بھاگ گیا۔ اسی سال میں تکریت فتح ہوا اور اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے جس پر وہ فتح ہو گیا اور جابیہ میں آپ نے خطبہ پڑھا جو مشہور ہے۔ اسی سال قنسرین غلبہ سے فتح ہوا اور حلب' انطاکیہ اور منبج صلح سے فتح ہوئے اور سروج غلبہ سے فتح ہوا۔ اسی سال قرقیسیا صلح سے فتح ہوا اور ربیع الاول میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو وسعت دی اور اسی سال حجاز میں قحط پڑا۔ عام الرمادہ اسی کو کہتے ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا۔

ابن سعد ینار اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقاء[1] پڑھنے کے لیے باہر نکلے تو آپ پر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چادر مبارک تھی۔

بارش کی دعا

ابن عون سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور کہا اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ لائے ہیں۔ ہم سے خشک سالی کو دور کر اور بارانِ رحمت بھیج۔ ابھی یہ دعا مانگ کر آپ وہاں سے واپس بھی نہ ہوئے تھے' حتیٰ کہ بارش

---

[1] پانی طلب کرنا۔

شروع ہوئی اور لگاتار کئی دن تک ہوتی رہی۔

فتح نیشاپور

18 ہجری میں نیشاپور صلح سے اور حلوان غلبہ سے فتح ہوا اور اسی سال طاعون عمواس پڑا اور اسی سال رہا۔ شمیساط غلبہ سے فتح ہوا اور حران، نصیبین اور کئی ایک جزیرے غلبہ یا صلح سے فتح ہوئے اور موصل اور اس کے مضافات غلبہ سے فتح ہوئے۔

بادشاہ روم

19 ہجری میں قیساریہ غلبہ سے فتح ہوا اور 20 ہجری میں مصر غلبہ سے فتح ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ مصر سب کا سب صلح سے اور اسکندریہ غلبہ سے فتح ہوا۔ علی بن ریاح کہتے ہیں کہ مغرب سب کا سب غلبہ سے فتح ہوا۔ اسی سال میں تستر فتح ہوا اور اسی سال قیصر بادشاہِ روم مرا اور اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو خیبر اور نجران سے جلاوطن کر دیا اور خیبر اور وادی قریٰ کو تقسیم کر دیا۔

21 ہجری میں اسکندریہ غلبۃً فتح ہوا اور اسی سال نہاوند فتح ہوا جس کے بعد عجمیوں کا زور کم ہو گیا اور کوئی بڑا شہران کے پاس نہ رہا۔

22 ہجری میں آذربائیجان غلبہ یا صلح سے فتح ہوا اور اسی سال دینور، ماسبدان، ہمدان، طرابلس غرب، رے، عسکر، قومس غلبہ سے فتح ہوئے۔

23 ہجری میں کرمان، بجستان، مکران، اصفہان وغیرہ فتح ہوئے اور اسی سال کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج سے آکر شہادت پائی۔

شہادت! نعمت عظمیٰ

سعید بن میتب کہتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ سے جدا ہوئے تو آپ نے ابطح میں اونٹ کو بٹھایا اور پھر چت لیٹ گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ! اب میری عمر بڑی ہو گئی ہے اور میرے قویٰ[1] ضعیف ہو گئے ہیں اور میری رغبت منتشر ہو گئی ہے اس لیے ضائع ہونے اور عقل میں فتور آنے سے پہلے مجھے اپنی طرف اٹھا لے' چنانچہ ذوالحج

[1] اعضاء۔

ختم بھی نہ ہونے پایا تھا۔ آپ شہید ہوئے۔ (حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔)

ابوصالح سمان سے مروی ہے۔ کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے توریت سے ایسا معلوم ہوتا ہے آپ شہید ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ میں جزیرہ عرب میں رہ کر کس طرح شہادت کی نعمت عظمیٰ حاصل کرسکتا ہوں۔

اسلم کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی تھی۔ اے اللہ تعالیٰ! مجھے اپنے راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے نبی کے شہر ہی میں مجھے موت نصیب فرما۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔)

تادمِ آخر

معدان بن ابوطلحہ سے مروی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ نے خطبہ پڑھا تو فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مرغ نے مجھے ایک یا دو ٹھونگیں ماری ہیں اور اس کی تعبیر میں نے یہ نکالی ہے کہ میری موت کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ خلیفہ بناؤ۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کو ضائع نہیں کرے گا۔ اگر مجھے موت نے کچھ مہلت دی بھی تو بھی خلافت ان چھ شخصوں کے مشورے سے ہوگی جن سے رسول اکرم ﷺ وفات پاتے وقت راضی تھے۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔)

ابولولو کا حملہ

زہری کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی بالغ لڑکے کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے، حتیٰ کہ مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ نے آپ کو لکھا کہ میرے پاس ایک نہایت کاریگر لڑکا ہے۔ آپ اسے مدینہ میں آنے کا اذن (اجازت) دیجئے۔ وہ بہت سے کام جانتا ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا کیونکہ وہ لوہار، نقاش اور بڑھئی ہے۔ اس پر آپ نے اسے مدینہ کی طرف روانہ کرنے کی اجازت دیدی۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر سو درہم ماہوار ٹیکس لگایا۔ اس نے آتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادتی ٹیکس کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تمہارا ٹیکس زیادہ تو نہیں ہے۔ وہ یہ جواب سن کر غصہ میں بھرا ہوا چلا گیا۔ کچھ روز کے بعد اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلا کر کہا تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ میں نے سنا تھا تم کہتے تھے میں ایسی چکی بنا سکتا

ہوں جو ہوا سے چلے۔ اس نے ترش روئی سے جواب دیا۔ میں آپ کے لیے ایسی چکی تیار کروں گا جس کا لوگ مدت تک ذکر کیا کریں گے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا۔ یہ لڑکا مجھے قتل کی دھمکی دے گیا ہے۔ گھر جا کر اسی لڑکے ابولولؤ نے دو دھارا خنجر بنایا جس کا قبضہ بیچ میں تھا اور اندھیرے میں جا کر مسجد کے ایک گوشہ میں چھپ رہا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے تو اس نے آپ پر تین وار کیے۔ (اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے۔)

لولؤ کی خودکشی

عمرو بن میمون انصاری کہتے ہیں کہ ابولولؤ نے جو مغیرہ کا غلام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خنجر سے جس کے دو پھل تھے، زخمی کیا اور آپ کے ساتھ اور شخصوں کو بھی زخمی کیا جس سے چھ شخص مر گئے۔ اس پر اہل عراق سے ایک شخص نے اپنا کپڑا اس پر ڈال کر اسے پکڑ لیا۔ جب ابولولؤ نے دیکھا کہ اب پکڑا گیا ہے تو اس نے خودکشی کر لی۔

چھ اشخاص

ابو رافع کہتے ہیں۔ ابولولؤ مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور وہ چکیاں بنایا کرتا تھا اور مغیرہ رضی اللہ عنہ اس سے ہر روز چار درہم لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا اے امیر المومنین! مغیرہ رضی اللہ عنہ مجھ پر بہت سختی کرتے ہیں اور پھر اس نے اپنا قصہ سنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنے مالک سے اچھی طرح سلوک کرو۔ اور آپ کی نیت یہ تھی کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے گفتگو کریں گے۔ مگر یہ بات سن کر وہ خفا ہوا اور کہا آپ میرے سوا سب لوگوں سے عدل کرتے ہیں اور اسی وقت آپ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ اور ایک تیز خنجر بنا کر اسے زہر آلود کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا۔ تکبیر کے پہلے آپ فرمایا کرتے تھے صفیں سیدھی کر لو۔ وہ غلام بھی ایک روز صف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر کھڑا ہو گیا اور آپ کے کندھے اور کولہے پر زخم لگائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے، پھر اس نے تیرہ اور آدمیوں کو زخمی کیا جن میں سے چھ مر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لے آئے، چونکہ سورج طلوع ہونے کے قریب تھا اس لیے عبدالرحمٰن بن عوف نے نہایت چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر

حضرت عمر رضی اللہ کو نبیذ پلائی گئی۔ مگر وہ آپ کے زخموں سے باہر نکل گئی۔ پھر آپ کو دودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا۔ لوگوں نے آپ کی تسلی کے لیے کہا آپ کچھ خوف نہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر قتل ہونے کے خوف کی بابت کہتے ہو تو میں تو قتل ہو ہی چکا ہوں۔ اس پر لوگ آپ کی تعریف کرنے لگے کہ آپ ایسے تھے اور ایسے تھے۔ آپ نے فرمایا بخدا میری آرزو تھی کہ میں دنیا سے ایسی حالت میں جاؤں۔ نہ میں نے کسی سے لینا ہو اور نہ کسی کا دینا ہو۔ سو الحمدللہ رسول اللہ ﷺ کی شرف صحبت نے مجھے اس بات سے بچائے ہی رکھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی تعریفیں کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اگر زمین کے پہاڑوں جتنا میرے پاس سونا ہوتا تو قیامت کے دن کے ہول سے بچنے کے لیے میں اس تمام سونے کو راہِ خدا میں خرچ کر دیتا اور میں نے خلافت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مشورے پر چھوڑا ہے۔ اور پھر آپ نے ان چھ شخصوں کو تین دن کی مہلت دی۔ (اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔)

وصیت اور بیعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابولؤلؤ مجوسی تھا۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! الحمدللہ خدا تعالیٰ نے میری موت کسی مسلمانی کے دعویدار شخص کے ہاتھ سے نہیں کی۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کہا شمار کرو میرے سر پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے حساب کر کے قریباً چھیاسی ہزار بتایا تو آپ نے فرمایا کہ اگر آلِ عمر رضی اللہ عنہ کا مال اسے پورا کر دے تو اس سے ادا کر دینا اور ورنہ بنی عدی سے مانگ لینا۔ اگر اس سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے لیکر پورا کرنا اور اب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں صاحبوں کے ساتھ دفن ہونے کا اذن چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں گئے تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! وہ مکان تو میں نے اپنے لیے رکھا ہوا تھا۔ مگر آج میں اپنے آپ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ یہ جواب سن کر عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا۔ انہوں نے اجازت دیدی ہے۔ آپ نے فرمایا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا یہ آرزو بھی پوری

ہوئی۔ پھر لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! کوئی وصیت کیجئے اور کسی کو خلیفہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا! خلافت کے لیے میں ان چھ شخصوں سے کسی کو زیادہ مستحق نہیں سمجھتا کہ جن سے انتقال فرماتے وقت تک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام راضی رہے۔ پھر آپ نے ان چھ شخصوں کا نام لیا۔ پھر فرمایا کہ عبداللہ میرا بیٹا ان لوگوں کے ساتھ رہے گا۔ مگر اسے اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر خلافت سعد کو ملے تو وہ اس کے مستحق ہیں اور اگر نہ ملے تو جو شخص امیر ہو ان سے اچھا سلوک کرے کیونکہ میں نے انہیں کسی خیانت یا عاجزی کے واسطے معزول نہیں کیا۔ پھر آپ نے فرمایا! جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو میں اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور مہاجرین وانصار اور اہل ملک کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر اسی قسم کی وصیتیں بھی آپ نے کیں۔ جب آپ نے وفات پائی تو ہم سب لوگ آپ کا جنازہ لیکر چلے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کے بیٹے نے سلام کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اذن چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں لے آؤ۔ پس لوگوں نے آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا۔ جب آپ کے دفن کرنے سے فارغ ہو کر لوگ واپس آئے تو وہ چھ شخص ایک جگہ جمع ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا اپنے سے تین آدمیوں کو اس کام کے لیے منتخب کرو۔ اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وکیل مقرر کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ پس یہ تینوں شخص علیحدہ ہوئے تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں تو خلیفہ بننا پسند نہیں کرتا اور تم دونوں سے جو شخص خلافت سے بری ہوگا' وہی امیر ہوگا اور امر خلافت اور انتظام سلطنت ہم اسی کے سپرد کریں گے اور اسے افضل امت اور اصلاح امت پر حریص ہونا ضروری ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاموش ہو رہے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ انتخاب کا کام میرے سپرد کر دو۔ بخدا میں تم میں سے افضل کو منتخب کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ دونوں صاحبوں نے اس بات پر اتفاق کیا تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طرف لے جا کر کہا۔ آپ پہلے اسلام لائے ہیں اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپ قریبی بھی ہیں اور ان باتوں کو آپ بھی جانتے ہیں۔ اگر میں تمہیں امیر بناؤں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا اور اگر میں کسی اور کو تم پر امیر بناؤں تو اس کی اطاعت کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہ بات منظور

ہے۔ پھر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو الگ لے جا کر ان سے بھی یہی عہد و پیمان لیے اور جب دونوں سے عہد لے چکے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی۔

ابوعبیدہ اور معاذ رضی اللہ عنہما

مسند احمد میں مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر میرے مرتے وقت تک ابوعبیدہ بن جراح زندہ رہے تو میں انہیں خلیفہ بناؤں گا اور اگر خدا تعالیٰ مجھ سے ان کے بارے پوچھے گا تو کہہ دوں گا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے اور اگر میرے مرتے وقت تک ابوعبیدہ انتقال کر گئے ہوں تو میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤں گا اور اگر خدا تعالیٰ سوال کرے گا تم نے انہیں کیوں خلیفہ بنایا؟ تو میں کہہ دوں گا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے میں نے سنا ہے۔ فرماتے تھے۔ معاذ بن جبل قیامت کے دن بوجہ بزرگی علماء کے گروہ سے اٹھائے جائیں گے۔ یہ دونوں صاحب آپ کی خلافت میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

مسند احمد رحمہ اللہ میں ابورافع سے مروی ہے۔ وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خلیفہ بنانے کے واسطے کہا گیا تو آپ نے فرمایا! اپنے ہم نشینوں سے کئی ایک کو اس پر حریص دیکھتا ہوں۔ مگر اگر اس وقت سالم مولا ابوحذیفہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما ہوتے تو یہ امر میں ان میں سے کسی ایک کو سونپ دیتا اور مجھے اس پر بھروسہ بھی ہوتا۔

جنازہ اور اختلافِ عمر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھبیس ذی الحج بروز چہارشنبہ (بدھ) زخم آئے تھے اور بروز یکشنبہ (اتوار) محرم کی چاند دکھائی دینے کی رات دفن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ چھیاسٹھ برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں اکسٹھ برس کی تھی اور بعض ساٹھ برس کی بتاتے ہیں اور واقدی نے اسے ہی درست قرار دیا ہے اور بعض انسٹھ برس کی بیان کرتے ہیں اور بعض چون اور پچپن برس کی بتلاتے ہیں۔ صہیب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تہذیب مزنی میں لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔ کَفٰی بِالْمَوْتِ

وَاعِظًا (نصیحت کے طور پر موت ہی کافی ہے۔)

طبرانی طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے دن کہا آج اسلام کمزور ہو گیا۔

طبرانی عبدالرحمٰن بن یشار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ سورج کو گہن لگ گیا تھا۔ (راوی اس کے سب ثقہ ہیں۔)

فصل نمبر 11

اولیاتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی امیر المومنین کہا گیا ہے اور سب سے پہلے آپ نے ہی ہجری تاریخ مقرر کی اور بیت المال بھی سب سے پہلے آپ نے ہی مقرر کیا اور قیام رمضان یعنی نماز تراویح باجماعت آپ نے ہی مقرر کیا اور رات کو پاسبانوں کی طرح سب سے پہلے آپ ہی پھرے ہیں اور ہجو[1] کہنے پر سب سے پہلے حد آپ نے ہی مقرر کی اور شراب نوشی پر اسی درّے لگوائے اور سب سے پہلے متعہ[2] آپ نے ہی حرام کیا اور آپ نے ہی سب سے پہلے ام الولد[3] کی بیع کو منع فرمایا۔ جنازے میں چار تکبیریں کہنے پر لوگوں کو آپ نے ہی متفق کیا۔ دفتر پہلے آپ نے ہی مقرر کیے اور زمین کی پیائش کی اور مصر سے بحرایلہ کے راستے سے مدینہ میں آپ نے ہی سب سے پہلے غلہ منگوایا اور "مسئلہ عول" [4] میراث میں آپ نے ہی زائد کیا اور گھوڑوں کی زکوٰۃ سب سے پہلے آپ نے ہی لی اور جملہ اَلْحَالَ اللّٰهُ بِقَاءَ کَ اور اَیَّدَکَ اللّٰهُ (جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہے تھے) سب سے پہلے آپ نے ہی کہے (یہاں تک عسکری کا بیان ہے۔)

---

[1] برائی کرنا۔ [2] اہل تشیع کا میعادی نکاح۔ [3] لونڈی جو اپنے مالک کے بچے کی ماں ہو۔

[4] علم المیراث میں وہ مد جس سے ورثاء کے حصے نکالے جائیں' یہ مخرج کہلاتا ہے۔ جب مخرج سے کچھ اجزاء بڑھ جائیں تو مخرج ذوالفروض کے حصص کے مقابلے میں تنگ پڑ جائے تو اس عدد سے بڑا عدد مخرج بنایا جاتا ہے اور اس طرح ورثاء کے حصوں میں کچھ کمی واقع ہو جاتی ہے اس طریق کار کو عول کہتے ہیں۔ (محمد مبشر سیالوی)

مہیب دُرّہ

نووی تہذیب میں لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے دِرّہ آپ نے ہی ایجاد کیا اور اسی طرح ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ اور بیان کیا ہے کہ آپ کے بعد مثال کے طور پر لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دُرّہ تمہاری تلواروں سے زیادہ مہیب[1] تھا۔ سب سے پہلے شہروں میں قاضی آپ نے ہی مقرر کیے اور سب سے پہلے شہر آپ نے ہی بسائے۔ چنانچہ کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام اور موصل آپ کے ہی آباد کردہ ہیں۔

ابن عساکر، اسماعیل بن زیاد سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان میں مسجدوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان میں روشنی اور قندیلوں[2] کو جلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا! جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری مساجد کو روشن کیا ہے، اسی طرح خدا تعالیٰ ان کی قبر کو روشن کرے۔

فصل نمبر 12

لقب امیر المومنین

عسکری اوائل میں اور طبرانی کبیر میں اور حاکم مستدرک میں بسند ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے پوچھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مِن خلیفۃ رسول اللہ کیوں لکھا جاتا تھا؟ اور پھر پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مِن خلیفۃ ابی بکر لکھا کرتے تھے تو مِن امیر المؤمنین کس کے عہد سے لکھا جانے لگا؟ انہوں نے عرض کیا مجھے شفاء نے جو مہاجرات سے تھی بات سنائی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے خطوط وغیرہ میں مِن خلیفۃ رسول اللہ لکھا کرتے تھے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عامل عراق کی طرف خط لکھا۔ میرے پاس عراق کے دو ہوشیار شخص روانہ کرو تاکہ میں ان سے عراق اور اہل عراق کا حال پوچھوں۔ اس پر انہوں نے آپ کی خدمت میں لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو روانہ کیا۔ جب وہ دونوں مدینہ میں آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو وہاں

---

۱ خوفناک اور ہیبت والا۔ ۲ جمع ہے قندیل، چراغ اور فانوس۔

انہوں نے عمرو بن عاص کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہیں کہا ہمیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے چلیئے۔ عمرو بن عاص نے کہا بخدا تم نے آپ کا خوب لقب رکھا ہے۔ عمرو بن عاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین! آپ نے فرمایا! بتاؤ!! تمہیں یہ نام کس طرح معلوم ہوا؟ کس سے سیکھا ہے؟ انہوں نے سب قصہ سنایا اور عرض کیا آپ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔ اس دن سے خط و کتابت میں یہی لکھا جانے لگا۔

نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ کا یہ نام عدی بن حاتم اور لبید بن ربیعہ نے رکھا تھا جبکہ وہ دونوں بطور قاصد کے آپ کے پاس عراق سے آئے تھے۔

اور بعض کہتے ہیں یہ نام آپ کا مغیرہ بن شعبہ نے رکھا تھا اور بعض بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تم مومن ہو اور میں تمہارا امیر ہوں۔ اسی دن سے آپ کو امیر المومنین کہا جانے لگا اور اس سے قبل خلیفۃ رسول اللہ کہا کرتے تھے۔ پس اس کے بعد اس لمبی عبارت کو چھوڑ دیا۔

ابن عساکر معاویہ بن قرہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں (من ابی بکر خلیفتہ رسول اللہ) خط و کتابت میں لکھا جاتا تھا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگ خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ کہنے لگے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عبارت بہت لمبی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو اپنا امیر بنایا ہے تو آپ ہمارے امیر ہوئے۔ آپ نے فرمایا بیشک اور تم مومنین ہو اور میں تمہارا امیر۔ پس اس دن سے آپ کو امیر المومنین کہنے لگے۔

بخاری اپنی تاریخ میں ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں تاریخ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی مقرر کی اور یہ واقعہ آپ کی خلافت سے اڑھائی سال گزرنے کے بعد ہوا۔ پس آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اس وقت 16 ہجری مقرر کیا۔

ترکِ کتاب

سلفی طیوریات میں بسند صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوانح عمری لکھوانے کا ارادہ کیا تھا اور اس واسطے برابر ایک مہینہ تک استخارہ کیا۔ ایک دن لکھوانے کا عزم بھی کر لیا۔ مگر پھر فرمایا کہ مجھے ان لوگوں کی بات یاد آئی ہے جو تم سے پہلے

تھے۔ انہوں نے کتابیں لکھیں اور پھر ان پر ایسے متوجہ ہوئے کہ کتاب اللہ کو ہی چھوڑ دیا ہے۔

پہلی بات

ابن سعد شداد سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی بات جو منبر پر کھڑے ہو کر کہی' وہ یہ تھی کہ اے اللہ تعالیٰ میں سخت ہوں' مجھے نرم کر دے اور میں ضعیف ہوں مجھے قوی کر دے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔

ابن سعد اور سعید وغیرہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں نے اللہ تعالیٰ کے مال کے لیے اپنے آپ کو بمنزلہ یتیم کے والی سمجھا ہوا ہے۔ اگر میں فراخ دست ہو جاتا ہوں تو خدا کے مال سے باز رہتا ہوں۔ اگر محتاج ہو جاتا ہوں تو اس سے کھالیتا ہوں اور پھر جب فراخدست ہو جاتا ہوں تو اسے ادا کر دیتا ہوں۔

حیلہ وحوالہ

ابن سعد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب تنگدست ہو جاتے تو صاحب بیت المال سے آ کر قرض لے جاتے اور بسا اوقات آپ تنگدست ہو جاتے تو صاحب بیت المال آپ سے تقاضا کیا کرتا تھا اور آپ کو عدم ادائیگی کا الزام لگایا کرتا تھا۔ اس پر آپ کئی بار حیلہ وحوالہ کیا کرتے اور اکثر ادا کیا کرتے تھے۔

اگر اجازت دو تو؟

ابن سعد براء بن معرور سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور آپ کو کچھ بیماری کی شکایت تھی۔ لوگوں نے اس بیماری کے لیے شہد کو مفید بتلایا اور اس وقت بیت المال میں شہد کا ایک کپا بھرا پڑا تھا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو اس میں سے لے لوں ورنہ وہ شہد مجھ پر حرام ہے تو لوگوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

مجھے خوف ہے

ابن سعد سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ کے زخم کو اپنے ہاتھ سے دھوتے اور صاف کرتے اور فرماتے' مجھے خوف ہے کہ تمہاری اس تکلیف کے بارے میں قیامت کے روز مجھ سے پرسش نہ ہو۔

دُگنی سزا

ابن سعد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی بری بات سے منع فرمانا چاہتے تو ان کے پاس آ کر فرماتے میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو میری منع کردہ بات کا مرتکب ہوا ہو اور میں نے اسے دُگنی سزا نہ دی ہو۔

طرق عدیدہ سے مروی ہے۔ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت کرتے ہوئے مدینہ شریف میں پھر رہے تھے (اور یہ اکثر آپ کا دستور تھا) تو آپ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو دروازہ بند کر کے یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ شعر

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ تَسْرِىْ كَوَاكِبُهٗ وَاَرَّقَنِىْ اَنْ لَا ضَجِيْعَ اُلَاعِبُهٗ

ترجمہ: آج کی رات لمبی ہوگئی ہے اور اس کے ستارے سیر کر رہے ہیں اور مجھے اس امر نے بیدار کر دیا ہے کہ میرے ساتھ کوئی ہمخواب نہیں ہے جس کے ساتھ میں کھیلوں۔

فَوَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ تُخْشٰى عَوَاقِبُهٗ لَزُعْزِعَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهٗ

ترجمہ: بخدا اگر خدائے تعالیٰ کے عذاب کا خوف نہ ہوتا تو اس پلنگ کی چولیں ہلائی جاتیں۔

وَلٰكِنَّنِىْ اَخْشٰى رَقِيْبًا مُّوَكَّلًا بِاَنْفُسِنَا لَا يَفْتُرُ الدَّهْرُ كَاتِبُهٗ

ترجمہ: لیکن مجھے اپنے نفس کے نگہبان کا خوف ہے جس کا لکھنے والا ایک ساعت بھی سستی نہیں کرتا۔

مَخَافَةُ رَبِّىْ وَالْحَيَآءُ يَصُدُّنِىْ وَاَكْرَمُ بَعْلِىْ اَنْ تُنَالَ مَرَاكِبُهٗ

ترجمہ: اور خدا تعالیٰ کا خوف اور حیا مجھے مانع ہوتا ہے اور میرا خاوند اس بات سے بزرگ ہے کہ کوئی شخص اس کی عورت کا قصد کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ نے جب یہ اشعار سنے تو آپ نے اپنے عمال[1] جنگ کو لکھ کر بھیجا کہ کوئی شخص چار ماہ سے زیادہ عرصہ تک میدانِ جنگ میں نہ روکا جائے۔

خلیفہ یا بادشاہ

سلمان سے مروی ہے کہ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟

---

[1] حاکم، افسر۔

سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ کسی مسلمان کے ایک درہم یا کم و بیش مال کو بیجا صرف کریں تو آپ بادشاہ ہیں' خلیفہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات سن کر رو پڑے۔

فرق

ابن سعد سفیان بن ابی العرجاء سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ ایک بہت خطرناک بات ہے۔ کسی نے حاضرین سے عرض کیا اے امیر المومنین! بادشاہ اور خلیفہ میں فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کیا فرق ہے؟ اس نے عرض کیا خلیفہ تو واجبی مال ہی لیتا ہے اور اسے واجبی جگہ پر ہی صرف کرتا ہے اور آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے ہی ہیں اور بادشاہ لوگوں کا مال ظلم سے لے لیتا ہے اور دوسروں کو دیتا ہے۔ آپ یہ سن کر خاموش رہے۔

سیاہ داغ

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو آپ کی راہ کھل گئی۔ نجران کے یہودیوں نے اس پر ایک سیاہ داغ دیکھ کر کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہی شخص ہمیں جلاوطن کرے گا۔

سعد جاری سے مروی ہے۔ کعب اخبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہم اپنی کتاب میں آپ کو ایسا شخص پاتے ہیں کہ آپ دوزخ کے دروازے پر کھڑے لوگوں کو اس میں گرنے سے منع کر رہے ہو اور جب آپ وفات پائیں گے تو تا قیامت لوگ دوزخ میں داخل ہوتے رہیں گے۔

ابن معشر سے مروی ہے کہ ہمارے اشیاخ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا یہ امر خلافت ایسی سختی جس میں جبر نہ ہو اور ایسی نرمی جس میں سستی نہ ہو' اس کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔

حد شرعی

ابن ابی شیبہ حکم بن عمیر سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا جب تک لشکر یا سریہ حدودِ اسلام میں داخل نہ ہو جائے تب تک کوئی سردار لشکر یا سریہ کسی شخص کو حد شرعی نہ لگائے تاکہ غیرتِ شیطانی اسے برانگیختہ کر کے اسے کفار کے ساتھ نہ ملا دے۔

قیصر روم کا خط

ابن حاتم اپنی تفسیر میں شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ قیصر روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ میرے ایلچی جو آپ کے پاس آئے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں آپ کی طرف ایک درخت ہے جس کی شکل وصورت درخت کی سی نہیں ہوتی۔ وہ زمین میں سے جب اگتا ہے تو گورخر[1] کے کان کی طرح ہوتا ہے۔ پھر وہ پھٹتا ہے تو موتی کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر سبز ہو جاتا ہے اور اس کا رنگ زمرد کا سا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ سرخ یاقوت کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر وہ پکتا ہے تو فالودہ کی طرح لذیذ' میٹھا اور نرم ہوتا ہے اور جب وہ پھل خشک ہو جاتا ہے تو ہضم کا بچاؤ اور مسافر کا زادراہ بنتا ہے۔ پس اگر میرے ایلچیوں نے سچ کہا ہے تو میری دانست میں یہ جنت کے درختوں سے ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب

خدا تعالیٰ کے بندے عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی طرف سے قیصر روم کی طرف

تیرے ایلچیوں نے سچ کہا ہے۔ یہ درخت ہماری طرف ہوتا ہے اور یہی وہ درخت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے واسطے پیدا فرمایا تھا۔ جب انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنا۔ پس تو اللہ سے ڈر اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نہ مان' کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی مثال حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی سی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور کہا ہو جا تو وہ ہو گئے۔

فہرست اموال

ابن سعد رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملوں[2] کو حکم بھیجا کہ اپنے اپنے مالوں کی فہرست لکھ بھیجو۔ ان میں سے سعد بن وقاص بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کے مال سے آدھا آدھا لے لیا اور بیت المال میں داخل کیا۔

شعبی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو عامل مقرر فرماتے تو اس کے مال کی فہرست لکھوا لیتے۔

---

[1] گور+خر= جنگلی گدھ [2] جمع عامل کی' گورنر نگران۔

دن رات کا خرچ

ابوامامہ بن سہل حنیف سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے باوجود بہت مدت تک بیت المال سے اپنے خرچ کے لیے کچھ نہیں لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ تنگدست ہوگئے تو آپ، نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ میں امر خلافت میں مشغول رہتا ہوں۔ مجھ کو اس پر کیا لینا چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دن رات کی روٹی کا خرچ لے لیا کریں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو آپ نے اس حج میں سولہ دینار خرچ کیے تو آپ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! ہم نے اس مال میں اسراف[1] کیا۔

حقوقِ زوجیت بھی

عبدالرزاق قتادہ اور شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میرا خاوند تمام رات نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو تم نے اپنے خاوند کی بہت اچھی تعریف کی ہے۔ اس پر کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اس عورت نے تو اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! وہ کیسے؟ کعب بن سوار رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خاوند حقوقِ زوجیت کو پورا نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا! جب تم نے اس کی غرض کو سمجھ لیا ہے تو فیصلہ بھی خود ہی کرو۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے امیرالمومنین! خداتعالیٰ نے مرد کے لیے چار عورتیں حلال کی ہیں تو اس عورت کے لیے ہر چوتھے دن کے بعد ایک دن اور ہر چوتھی رات کے بعد ایک رات چاہئے۔

ابن جریج کہتے ہیں۔ مجھے ایک صادق شخص نے خبر دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ میں پھر رہے تھے۔ اچانک آپ کے کان میں ایک عورت کی آواز پڑی جو یہ شعر پڑھ رہی تھی:

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهُ ٭ وَاَرَّقَنِیْ اَنْ لَّا خَلِيْلَ اُلَاعِبُهُ

ترجمہ: یہ رات لمبی ہوگئی ہے اور نہایت سیاہ ہے اور مجھے اس بات نے بیدار کر دیا ہے کہ میرے پاس کوئی دوست نہیں، جس کے ساتھ میں کھیلوں۔

---

[1] فضول خرچی۔

فَلَوْ لَا حَذَرَا اللّٰهِ لَا شَیْءَ مِثْلُهٗ لَزُعْزِعَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهٗ

ترجمہ: اگر اس خدا تعالیٰ کا جس کی مثل کوئی چیز نہیں' خوف نہ ہوتا تو اس پلنگ کی چولیں ہلائی جاتیں۔

شوہر کے بغیر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرا خاوند کئی مہینوں سے باہر جنگ میں گیا ہوا ہے اور اب اس کا شوق مجھ پر غالب ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تو نے کہیں ارادۂ بد تو نہیں کر لیا۔ اس نے کہا معاذ اللہ۔ آپ نے فرمایا! اچھا اپنے آپ کو سنبھالے رکھو۔ کل اس کو بلانے کے لیے قاصد روانہ کر دیا جائے گا۔ پس صبح آپ نے اس کی طرف قاصد روانہ کر دیا۔ پھر آپ اپنے حرم محرم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آج مجھے ایک مشکل درپیش ہے۔ اسے حل کر دو۔ یہ بتلاؤ کہ عورت مرد کے بغیر کتنی مدت اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر شرم کے مارے سر نیچے ڈال لیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق بات سے شرم نہیں کرتا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کہ عورت مرد کے بغیر اپنے آپ کو تین یا چار مہینے روک سکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال کو لکھ بھیجا کوئی لشکر چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رکھا جائے۔

شکایت

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی بیویوں کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا! بھائی مجھے کیا کہتے ہو؟ ہماری خود یہی حالت ہے۔ اگر میں کسی کام کے لیے باہر جاتا ہوں تو کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلے کی عورتوں کی دید بازی کرنے کے لیے جاتے ہو۔ اس پر عبداللہ بن مسعود نے کہا۔ آپ کو معلوم نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے خلق کی خدا تعالیٰ سے شکایت کی تو جواب ملا۔ عورتیں پسلی ہڈی سے پیدا کی گئی ہیں۔ جب تک ان کے دین میں کوئی خرابی نہ ہو' ان سے جس طرح سے ہو سکے' نباہنا چاہئے۔

عکرمہ بن خالد سے مروی ہے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرزند ارجمند بالوں کو شانہ[1]

---

[1] کنگھی' کندھا۔ یہاں کنگھی مراد ہے۔

وغیرہ کر کے اور نئے کپڑے پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے اتنے درّے لگوائے کہ وہ رو پڑے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (آپ کے حرم محرم) نے پوچھا کہ آپ نے اسے کس قصور پر سزا دی؟ آپ نے فرمایا میں نے دیکھا اسے اس کے نفس نے غرور میں ڈالا تھا اس لیے میں نے چاہا کہ اسے سبق سکھا دوں۔

معمر لیث بن ابی سلیم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (فیصلہ کرنے والے کو) حکم اور ابوالحکم نہ کہا کرو کیونکہ حکم خدا تعالیٰ ہی ہے اور راستے کو سکہ[1] بھی نہ کہا کرو۔

میں انسان نہ ہوتا

بیہقی شعب الایمان میں ضحاک سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا۔ کاش کہ میں کنارۂ سڑک پر ایک درخت ہوتا اور اونٹ مجھے کھا کر چبا لیتا اور پھر مینگنی کر کے نکال دیتا۔ مگر میں انسان نہ ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کاش کہ میں دنبہ ہوتا اور لوگ مجھے نہایت موٹا کرتے۔ پھر اپنے عزیز واقرباء کی خاطر مجھے ذبح کرتے اور کچھ گوشت بھونتے اور کچھ حصہ کے کوفتے بناتے۔ پھر مجھے کھا لیتے۔ مگر میں انسان نہ بنا ہوتا۔

سچی بات

ابن عساکر ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! بیشک یہ تمہارے باپ کا منبر ہے، مگر اس شخص کے باپ کا نہیں جس نے تمہیں یہ بات کہنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخدا اسے کسی نے سکھلایا نہیں اور پھر حسین رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا او بے وفا! میں تجھے سزا دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھائی سزا کیوں دو گے۔ اس نے سچی بات کہی ہے۔ (اسناد اس حدیث کے صحیح ہیں۔)

دینی مسئلہ

خطیب رواۃ میں مالک سے بسند ہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان

---

[1] گلی کوچہ۔

رضی اللہ عنہ مسئلہ دینی میں اس طرح لڑا کرتے تھے کہ دیکھنے والا خیال کرتا تھا کہ پھر کبھی ان میں صلح نہ ہوگی۔ مگر جب ایک دوسرے سے جدا ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کبھی ان میں لڑائی ہوئی ہی نہیں۔

بنفس نفیس

ابن سعد حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ پہلا خطبہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ اس میں خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا میں تمہارے ساتھ اور تم میرے ساتھ مبتلا کیے گئے ہو اور اپنے دونوں بزرگواروں کے بعد اب میں میں پیدا ہوا ہوں۔ جو لوگ ہمارے پاس ہیں انہیں تو ہم بنفس نفیس ملیں گے اور جو ہم سے غائب ہیں ان پر ہم کسی اہل قوت اور امانت کو حاکم بنائیں گے۔ جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کے ساتھ بھلائی میں زیادتی کریں گے اور جو شخص برائی کرے گا اسے ہم سزا دیں گے۔ اب دعا ہے خدا تعالیٰ تمہیں اور ہمیں بخشے۔

تدوین دفتر

جبیر بن حویرث سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دفتر مدوّن کرنے میں مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ہر سال کی آمدن لوگوں پر تقسیم کر دیا کیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میری رائے میں لوگوں پر تقسیم کرنے کے لیے بہت سے مال کی ضرورت ہے۔ اس لیے اگر لوگوں کا شمار اور حساب نہ ہوگا تو یہ معلوم نہ ہوگا کہ کس کو ملا ہے اور کس کو نہیں اور مجھے خوف ہے کہ اس طرح یہ کام ملتبس ہو جائے گا۔ ولید بن ہشام بن مغیرہ نے عرض کیا اے امیر المومنین! میں نے شام میں دیکھا ہے وہاں کے بادشاہوں نے دفتر بنائے ہوئے اور باقاعدہ افواج رکھی ہوئی ہیں۔ پس آپ نے اس کے کہنے کے موافق عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو بلایا۔ (یہ تینوں شخص نساب قریش سے تھے) اور کہا لوگوں کے ناموں کو درجہ بدرجہ لکھو۔ پس انہوں نے بہ ترتیب خلافت پہلے بنی ہاشم کو لکھا۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اور ان کی قوم کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کی قوم کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر فرمایا! پہلے آنحضرت ﷺ کے قریبیوں سے شروع کرو۔ جو آپ کے زیادہ قریبی ہوں انہیں پہلے لکھو اور جو اس سے دور ہوں انہیں دور لکھو، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی جگہ رکھو جس جگہ اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دفتر ماہ محرم 20 ہجری میں مدوّن کیا۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا لوگوں کے وظائف اور تنخواہیں دیدو۔ انہوں نے جواب میں لکھا۔ تنخواہیں وغیرہ سب دیدی ہیں اور بہت سا مال باقی بچ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا وہ غنیمت ہے جو خدا تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے۔ وہ نہ عمر کے لیے ہے اور نہ آل عمر کے لیے۔ اسے انہیں میں تقسیم کر دو۔

یا خلیفہ' یا خلیفہ

ابن سعد جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرفہ پر کھڑے تھے اچانک ایک شخص کی آواز آئی جو یا خلیفہ' یا خلیفہ! کہہ رہا تھا۔ ایک اور شخص نے اس کی آواز کو سنا اور عرب چونکہ آواز وغیرہ سے فال لیا کرتے ہیں اس لیے اس شخص نے آواز دینے والے کو کہا کہ خدا تیرے تالو کو پھاڑ دے۔ تجھے کیا ہو گیا؟ میں نے آگے بڑھ کر اس دوسرے شخص کو روکا۔ پھر دوسرے دن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمرۂ عقبہ پھینک رہا تھا کہ دور سے ایک کنکر آیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر خفیف سا زخم ہو گیا۔ اس طرف کو گیا جس طرف سے وہ کنکر آیا تھا۔ تو میں نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا ''بخدا اس بات کو سمجھ لے کہ اس سال کے بعد کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ پر کھڑے نہ ہوں گے۔''

جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے غور سے دیکھا تو یہ وہی شخص تھا جو کل چلایا تھا اور اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت گرانی ہوئی۔

سوار کا کہنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آخری حج جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کے ساتھ کیا' اس میں جب ہم عرفہ سے نکلے تو میں محصب کے پاس سے گزری تو میں نے ایک سوار شخص کو دیکھا جو دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس جگہ تھے؟ اس نے کہا اسی جگہ تھے' اس پر اس نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا اور پھر بلند آواز سے یہ شعر پڑھے۔

عَلَیْکَ سَلَامٌ مِنْ اِمَامٍ وَبَارَکَتْ یَدُ اللّٰہِ فِیْ ذَاکَ الْاَدِیْمِ الْمُمَزَّقِ

ترجمہ: اے امام تجھ پر سلام ہو اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس پارہ پارہ کردہ چمڑے میں برکت عطا فرمائے۔

وَمَنْ یَّسْعَ اَوْ یَرْکَبْ جَنَاحَیْ نَعَامَۃٍ لِیُدْرِکَ مَا قَدَّمْتَ بِالْاَمْسِ یُسْبَقِ

ترجمہ: جو شخص آپ جیسے اعمال حسنہ حاصل کرنے کیلئے دوڑے یا شتر مرغ کے بازوؤں پر سوار ہو جائے تو وہ مسبوق ہی ہوگا اور آپ ہی سابق رہیں گے۔

قَضَيْتَ اُمُوْرًا ثُمَّ غَادَرْتَ بَعْدَهَا ۔۔۔ بَوَائِقَ فِيْ اَكْمَامِهَا لَمْ تَفَتَّقِ

ترجمہ: آپ نے کئی امور کا فیصلہ کیا جو شگفتہ نہیں ہوئے اور ہلاکتوں کو ان کے خلاف میں ہی بند کر دیا۔

اس کے بعد اس سوار نے حرکت ہی کی اور نہ معلوم کہ وہ کون تھا۔ ہم نے کہا کہ شاید وہ جن ہوگا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حج سے واپس ہوئے تو خنجر سے شہید کر دیئے گئے۔

اہل بدر و اُحد

عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خلافت اہل بدر میں رہے گی جب تک کہ ان میں سے کوئی رہے گا اور پھر اہل اُحد میں رہے گی اور اس میں ان مسلمانوں اور ان کی اولاد کا کوئی حصہ نہیں، جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔

طریقہ طلاق نہیں

نخعی سے مروی ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے غارت کرے۔ میں نے کبھی خدا تعالیٰ سے یہ بات نہیں چاہی۔ کیا میں اس شخص کو خلیفہ بناؤں جسے اپنی عورت کو طلاق دینے کا طریقہ بھی نہیں آتا۔

اللہ، نبی اور بندہ

شداد بن اوس کعب سے روایت کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا۔ جب کبھی ہم اس کا ذکر کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا کرتے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوتا تو اس کا بھی تذکرہ ہوتا۔ اس بادشاہ کے عہد میں ایک نبی بھی تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو وحی بھیجی کہ اس بادشاہ کو کہہ دو جو عہد اور وصیت کرنی ہے، کرلو کیونکہ تم تین دن کے بعد مرجاؤ گے۔ نبی علیہ السلام نے بادشاہ کو اس وحی سے آگاہ کیا۔ جب تیسرا روز ہوا تو بادشاہ اپنے تخت اور دیوار کے درمیان سجدہ میں گر پڑا اور کہا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں حکم کرنے میں عدل کیا کرتا تھا اور اختلاف امور کے وقت تیری ہدایت کی تابعداری کیا کرتا تھا اور میں ایسی

ایسی باتیں کیا کرتا تھا تو میری عمر اس قدر بڑھا دے کہ میرا لڑکا بڑا ہو جائے اور لڑکی پرورش پا لے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پیغمبر کی طرف وحی کی کہ اس بادشاہ نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں اور اس نے کہا سچ ہے۔ میں نے اس کی عمر 15 برس زیادہ کی۔ اس میں اس کا لڑکا بڑا ہو جائے گا اور اس کی لڑکی پرورش پا لے گی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا گیا تو کعب نے کہا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بقا کی دعا کریں تو خدا تعالیٰ انہیں اور عمر عطا فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! مجھے بغیر عاجز اور باملامت ہونے کے دنیا سے اٹھا لے۔

سلیمان بن یسار سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر جنوں نے نوحہ کیا۔

جبل تبالہ

اور حاکم مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو جبل تبالہ سے یہ آواز سنی گئی۔ شعر

لِیَبْکِ عَلَی الْاِسْلَامِ مَنْ کَانَ بَاکِیًا ۔۔۔ فَقَدْ اَوْشَکُوْا صَرْعٰی وَمَا قَدُمَ الْعَهْدُ

ترجمہ: جو شخص اسلام پر رونا چاہے اسے چاہیے کہ رو لے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ مگر قریب ہے کہ سب لوگ مقتول و مصروع ہو جائیں۔

وَاَدْبَرَتِ الدُّنْیَا وَاَدْبَرَ خَیْرُهَا ۔۔۔ وَقَدْمَلَّهَا مَنْ کَانَ یُوْقِنُ بِالْوَعْدِ

ترجمہ: دنیا بھی چلی گئی اور اس کا بہترین شخص بھی چلا گیا اور جو شخص وعدے کیا کرتا تھا دنیا نے اس کو ملول کر دیا ہے۔

وصیت تدفین کے بارے میں

ابن ابی الدنیا یحییٰ بن راشد بصری سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ میرے کفن میں میانہ روی اختیار کرنا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے پاس میری بھلائی ہوگی تو وہ مجھے اس سے عمدہ لباس عطا کرے گا اور اگر میں ایسا نہ ہوا تو وہ بھی مجھ سے چھین لے گا اور میری قبر میں بھی میانہ روی اختیار کرنا' کیونکہ اگر میں خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ کشادہ جگہ کا مستحق ہوں گا تو جہاں تک میری نظر کام کرتی ہے' خدا تعالیٰ اسے وہاں تک فراخ کر دے گا اور اگر میں اس لائق نہیں تو وہ اسے اس قدر تنگ کر دے گا کہ میری پسلیاں ایک

طرف سے دوسری جانب چلی جائیں گی۔ کوئی عورت میرے جنازے کے ساتھ نہ نکلے۔ جو صفات مجھ میں نہیں ہیں ان سے مجھے یاد نہ کرنا' کیونکہ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ جب جنازے کے لیے باہر نکلو تو جلدی چلنا کیونکہ اگر میرے لیے خدا تعالیٰ کے پاس بھلائی ہے تو مجھے تم نہایت اچھی چیز کی طرف لے جا رہے ہو گے اور اگر میں اس کے برعکس ہوں تو اپنے کندھوں سے ایک بری چیز کا بوجھ پھینک دو گے۔

فصل نمبر 13

حساب سے خلاصی

ابن عساکر سے مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ انہیں مجھے خواب میں دکھلا۔ پس میں نے دیکھا کہ آپ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ اے امیرالمومنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا اس وقت میں نے حساب و کتاب سے فراغت پائی ہے اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو قریب تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی عزت منہدم ہو جاتی۔

ابن عساکر نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیسا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا مجھے فوت ہوئے کتنا عرصہ ہوا؟ عبداللہ نے کہا قریباً بارہ سال ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابھی میں نے حساب سے خلاصی پائی ہے۔

پیشانی سے پسینہ

ابن سعد سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انصار سے ایک شخص کہتا تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دکھلا تو میں نے دس سال وفات کے بعد آپ کو دیکھا کہ آپ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی اے امیرالمومنین! کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا اب میں فارغ ہوا ہوں اور اگر خدا کا فضل و کرم نہ

ہوتا تو ہلاک ہو جاتا۔

مرثیہ عاتکہ

حاکم شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان اشعار سے مرثیہ پڑھا۔

عَیْنُ جُوْدِیْ بَعَبْرَۃٍ وَّ نَحِیْبٍ وَلَا تَمُلِّیْ عَلَی الْاِمَامِ الصَّلِیْبِ

ترجمہ: اے آنکھ اس امام کی یاد میں جو دینی کاموں میں سخت گیر تھا، آٹھ آٹھ آنسو بہا او رتھک نہ جا۔

فَجَعَتْنِی الْمَنُوْنُ بِالْفَارِسِ الْمُعَلَّمِ یَوْمَ الْھَیَاجِ وَالتَّانِیْبِ

ترجمہ: مجھے حوادثِ زمانہ نے ایک شہسوار کو تکلیف پہنچا کر دردمند کیا ہے اس پر لڑائی اور سرزنش کے دن دلیری اور بہادری کا نشاں ہوتا تھا۔

عِصْمَۃُ الدِّیْنِ وَالْمُعِیْنُ عَلَی الدَّھْرِ وَغَیْثُ الْمَلْھُوْفِ وَالْمَکْرُوْبِ

ترجمہ: وہ دین کا مددگار اور مصائب زمانہ کے برخلاف مدد کرنے والا اور مصیبت زدہ کیلئے ابر باراں تھا۔

قُلْ لِاَھْلِ الضَّرَاءِ وَالْبُوْسِ مُوْتُوْا اِذْ سَقَتْنَا الْمَنُوْنُ کَأْسَ شُعُوْبٍ

ترجمہ: تکلیف زدہ اور مصیبت زدوں کو کہہ دو کہ مر جاؤ کیونکہ حوادث نے ہمیں موت کا پیالہ پلا دیا ہے۔

فصل نمبر 14

اعلام امت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مندرجہ ذیل اعلام[1] امت فوت ہوئے:

عتبہ بن غزوان، عباء بن حضرمی، قیس بن سکن، ابو قحافہ (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار)، سعد بن عبادہ، سہیل بن عمر، ابن ام مکتوم مؤذن، عیاش بن ربیعہ، عبدالرحمٰن (زبیر بن عوام کے بھائی)، قیس بن ابی معصعہ، جوان شخصوں سے تھے جنہوں نے قرآن جمع کیا۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اوران کے بھائی ابوسفیان، ماریہ قبطیہ سید ابراہیم رضی اللہ عنہ کی

[1] جمع علم کی نشان، جھنڈا۔

والدہ ماجدہ' ابوعبیدہ بن جراح' معاذ بن جبل' یزید بن ابی سفیان' شرجیل بن حسنہ' فضل بن عباس' ابوجندل بن سہیل' ابو مالک اشعری' صفوان بن معطل' ابی بن کعب' بلال مؤذن' اسید بن حضیر' براء بن مالک حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی' امن المومنین زینب بنت جحش' عاض بن غنم' ابوالہیثم بن تیہان' خالد بن ولید' جارود سید بنی عبدالقیس' نعمان بن مقرن' قتادہ بن نعمان' اقرع بن جاس' سودہ بنت زمعہ' عویم بن ساعدہ' غیلان ثقفی' ابومجن ثقفی رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ بھی کئی صحابہ تھے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب القرشی الاموی' کنیت آپ کی ابو عمرو' عبداللہ اور ابولیلیٰ ہے۔ آپ عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے اور ابتدا میں ہی اسلام لائے۔ آپ ان لوگوں سے ہیں جنہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت کی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے نبوت سے پہلے آپ کا نکاح ہو گیا تھا۔ غزوۂ بدر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور انہیں کی تیمارداری کے باعث رسول اکرم ﷺ کی اجازت سے آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ لیکن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کو حصہ عطا فرمایا اور اجر دیا۔ اسی لیے آپ بدریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جس وقت جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی' اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں نے دفن کیا تھا۔ اس کے بعد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا اور وہ 9 ہجری میں فوت ہوئیں۔

عشرۂ مبشرہ سے

علماء لکھتے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی اور ایسا شخص نہیں ہوا جس نے پیغمبر کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا ہو اور اسی لیے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ سابقین اوّلین اور اوّل المہاجرین اور عشرہ مبشرہ سے ہیں اور ان چھ شخصوں سے ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ وفات شریف تک خوش رہے۔ نیز آپ ان صحابہ سے شمار ہوتے ہیں بلکہ ابن عباد کہتے ہیں کہ خلفاء سے قرآن آپ نے اور مامون نے ہی جمع کیا ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ ذات الرقاع اور غطفان میں تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں آپ ہی کو خلیفہ مقرر فرما گئے تھے۔ آپ سے ایک سو چھیالیس

حدیثیں مروی ہیں اور زید بن خالد جہنی اور ابن زبیر' سائب بن زید' انس بن مالک' زید بن ثابت' سلمہ بن اکوع' ابوامامہ باہلی' ابن عباس' ابن عمر' عبداللہ بن مغفل' ابوقتادہ' ابوہریرہ وغیرہم صحابی اور تابعین آپ سے روایت کرتے ہیں۔

احسن اسلوبِ بیاں

ابن سعد عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے کسی صحابی کو نہیں دیکھا کہ وہ ایسی خوش اسلوبی اور پورے طور سے حدیث بیان کرتا ہو جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ لیکن آپ روایت کرنے سے بہت ڈرا کرتے تھے۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے۔ مناسک حج کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ جانتے تھے اور ان کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

شانِ امتیاز

بیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر بن ابان جعفی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میرے ماموں حسین جعفی نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں نہیں آئیں۔ اسی لیے انہیں ذوالنورین کہتے ہیں۔

ابونعیم حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کے سوا ہمیں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس کے گھر پیغمبر کی دو بیٹیاں ہوں۔

ذوالنورین

خیثمہ فضائل صحابہ میں اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے شخص ہیں جنہیں ملاءِ اعلیٰ بھی ذوالنورین کہتے ہیں اور آپ کے نکاح میں رسول اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔

وجہ تسمیہ ذوالنورین

مالینی بسند ضعیف سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین

اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جنت کی ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف منتقل ہوتے رہے۔
جاہلیت میں آپ کی کنیت ابوعمرو تھی۔ اسلام میں جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تو آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام اروی تھا جو کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی) بیضا بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد کے ساتھ توأم[1] پیدا ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ہوتی ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ کے بعد سب سے پہلے آپ ہی مشرف باسلام ہوئے۔

حلیہ

ابن عساکر کئی طریقوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میانہ قد تھے۔ نہ چھوٹے اور نہ لمبے۔ نہایت خوبصورت تھے۔ رنگ سرخی مائل گورا تھا۔ چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ ڈاڑھی گھنی تھی۔ جوڑ بڑے بڑے اور سینہ فراخ تھا۔ پنڈلیاں گوشت سے پر تھیں۔ بازو لمبے تھے اور ان پر بال تھے۔ سر کے بال گھنگریالے تھے اور اصلع تھے۔ دانت بہت ہی خوبصورت تھے۔ آپ کی کنپٹیوں کے بال کانوں سے نیچے لٹکتے تھے۔ زرد خضاب لگایا کرتے تھے۔ دانتوں کو سونے کی تار سے باندھا ہوا تھا۔

خوبرو و خوبصورت

ابن عساکر عبداللہ بن حزم مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی مرد و عورت کو خوبصورت نہیں دیکھا۔

ان سے زیادہ

ابن عساکر اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک بڑا پیالہ گوشت سے بھرا ہوا دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا۔ جب میں آپ کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ پس میں کبھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کی طرف دیکھتا اور کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف نظر کرتا۔

---

[1] جڑواں۔

جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ ﷺ نے فرمایا! تم ان دونوں کے پاس گئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا! تم نے کبھی ان سے زیادہ خوبصورت میاں بیوی دیکھے ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! نہیں۔

استقامت

ابن حارث تیمی سے روایت ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابوالعاص بن امیہ نے آپ کو پکڑ کر مضبوط رسی سے جکڑ دیا اور کہا کہ کیا تم اپنے آبائی دین سے پھر کر نئے دین کی طرف جاتے ہو؟ بخدا میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم اس دین پر ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا! بخدا میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ جب حکم نے آپ کا یہ استقلال دیکھا تو آپ کو چھوڑ دیا۔

ہجرت

ابویعلیٰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مسلمانوں سے پہلے پہل جس نے اپنے اہل وعیال کو ساتھ لے کر ہجرت کی، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ بیشک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل کو ساتھ لیکر ہجرت کی۔

عقد ام کلثوم رضی اللہ عنہا

ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عقد کر دیا تو آپ نے انہیں فرمایا! تیرا خاوند تیرے دادے ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ محمد ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

مشابہت

ابن عدی اور ابن عساکر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام سے بہت مشابہ پاتے ہیں۔

فصل نمبر 1

احادیث فضیلت ماتقدم کے سوا

بخاری و مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام کپڑے سمیٹ لیے اور فرمایا۔ میں اس شخص سے کیوں حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

جنت ملے گی

بخاری ابوعبدالرحمٰن سلمیٰ سے راوی ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تو آپ نے اوپر سے جھانک کر فرمایا! میں صرف آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو قسم دلا کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص جیش عسرت[1] کو روانہ کرے گا اسے جنت ملے گی۔ تو میں نے ہی انہیں روانہ کیا۔ پھر کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بیر[2] رومہ کو لے کر وقف کر دے' اسے جنت ملے گی۔ پس میں نے اسے مول لے کر وقف کر دیا۔ اس پر سب اصحاب نے آپ کی تصدیق کی۔

یہی کافی ہے

ترمذی عبدالرحمٰن جناب رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایسے حال میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہ آپ جیش العسرۃ کے لیے لوگوں کو برانگیختہ کر رہے تھے۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! میں سو اونٹ مع پلان وغیرہ سامان کے دیتا ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس لشکر کی روانگی کے لیے ترغیب دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں دوسو اونٹ دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس جیش کے لیے پھر ترغیب دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی! یارسول اللہ ﷺ میں مع پالان وغیرہ کے تین سو اونٹ دیتا ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ منبر سے اتر آئے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اس کے بعد اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوئی نفلی عبادت نہ بھی کریں تو انہیں یہی

1. تنگی کا لشکر۔ 2. کنواں۔

کافی ہے۔

ست اقدس

ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب رسول کریم ﷺ نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اہل مکہ کی طرف بطور ایلچی گئے ہوئے تھے۔ جب لوگوں نے بیعت کرلی تو آپ نے فرمایا! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کام گئے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا۔ پس رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے اب تمام ہاتھوں سے بہتر تھا۔

ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عنقریب ہی ایک فتنہ برپا ہوگا اور فرمایا اس میں یہ (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) مظلوم قتل ہوں گے۔

آئندہ کی خبر

ابن ماجہ مرہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہی ایک فتنہ نمودار ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص اپنے گرد چادر لپیٹے ہوئے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا یہ شخص اس دن حق پر ہوگا۔ مرہ بن کعب کہتے ہیں۔ میں لپک کر اس شخص کی طرف بڑھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر میں نے آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھ کر عرض کیا کہ یہ شخص؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

ایک قمیص

ترمذی اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا! اے عثمان! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ پس اگر منافق اسے اتارنے کا قصد کریں تو تم اسے نہ اتارنا، حتیٰ کہ تم مجھ سے ملو۔

ایک عہد

ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محصور ہونے کے دن فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک عہد کیا ہوا ہے اور میں اس پر صابر و ثابت ہوں۔

حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میرے تمام اصحاب سے میرے بہت مشابہ ہیں۔

نکاح بذریعہ وحی

طبرانی عصمۃ بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کی دوسری صاحبزادی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، فوت ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح کردو۔ میرے پاس اگر تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کا بھی ان سے نکاح کردیتا اور میں نے اپنی بیٹیوں کا ان سے نکاح بذریعہ وحی کیا ہے۔

ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ ''اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ایک ایک کرکے ان کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کردیتا، حتیٰ کہ کوئی بھی باقی نہ رہتی۔

فرشتے نے کہا؟

ابن عساکر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ تھا تو اس نے کہا کہ یہ شخص قتل ہوگا۔ ان کی قوم انہیں شہید کرے گی اور میں ان سے حیا کرتا ہوں۔

ابویعلیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے حیا کرتے ہیں۔

ابن عساکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حیا فرمانے کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اگر آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ گھر میں ہوتے اور کوٹھڑی کا دروازہ بھی بند ہوتا اور کپڑے اتار کر آپ نہانا چاہتے تو حیا کی وجہ سے پیٹھ سیدھی نہ کرتے۔

فصل نمبر 2

خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کرنے کے تین رات بعد آپ سے بیعت کی گئی۔ مروی ہے کہ

لوگ ان ایام میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے اور مشورے اور سرگوشیاں کرتے۔ مگر جو صاحب رائے شخص آپ سے خلوت میں بات کرتا' وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہی افضل بتلاتا۔ جب عبدالرحمٰن بیعت کے لیے بیٹھے تو آپ نے خداتعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا ہے۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے خلیفہ بننے کو پسند نہیں کرتے۔ (اسے ابن عساکر نے مسور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے)

خلافت کے لائق

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے حمد و ثناء کے بعد کہا۔ اے علی رضی اللہ عنہ میں نے لوگوں کے حالات میں نظر کی ہے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو خلافت کے لائق نہیں بتاتے اس لیے تم اپنے واسطے کوئی کارروائی نہ کرنا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ہم آپ سے خداتعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلیفوں کے طریقوں پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ سے بیعت کر لی۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار نے آپ سے بیعت کی۔

ایک گھڑی پہلے

ابن سعد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرنے سے ایک گھڑی ہی قبل ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا! انصار سے پچاس شخصوں کو لے کر اصحاب شوریٰ کے ساتھ رہنا۔ مجھے خیال ہے کہ وہ عنقریب ہی ایک گھر میں جمع ہوں گے۔ تم اپنے پچاس آدمیوں کو ساتھ لے کر دروازے پر کھڑے رہنا اور جب تک وہ کسی کو امیر مقرر نہ کر دیں کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ہی بغیر امیر مقرر کیے تیسرا دن گزرنے دینا۔

بیعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

مسند احمد میں ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیسے بیعت کر لی؟ تو آپ نے فرمایا! اس میں میرا قصور نہیں' کیونکہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ میں آپ سے کتاب اللہ'

سنت رسول ﷺ اور سیرۃ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر بیعت کرتا ہوں تو انہوں نے کہا جہاں تک میری طاقت میں ہے تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر میں نے یہی بات پیش کی تو انہوں نے فرمایا میں اس بات پر راضی ہوں۔

کس سے بیعت؟

مروی ہے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو علیحدہ لے جا کر کہا اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ پھر ایسے ہی انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علیحدہ لے جا کر ان سے بھی یہی کچھ پوچھا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے۔ انہوں نے کہا! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ پھر انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا اگر میں تم سے بیعت نہ کروں تو تم مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہو تو انہوں نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہو۔ کیونکہ میں اور تم تو خلافت چاہتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے دیگر معزز شخصوں سے پوچھا تو ان سے اکثر کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہی راضی پایا۔

سنۃ الرعاف (یعنی نکسیر کا سال)

ابن سعد اور حاکم ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمارے امیر مقرر کیے گئے تو ہم نے ان کی تابعداری اور امیر بنانے میں کوتاہی اور کمی نہیں کی۔ آپ کی خلافت کے سال اوّل 24 ہجری میں ملک رے فتح ہوا جو پہلے بھی ایک فتح ہو چکا تھا مگر پھر ہاتھ سے نکل گیا تھا اور اسی سال لوگوں کو کثرت سے نکسیریں جاری ہوئیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی نکسیر جاری ہوئی، حتیٰ کہ آپ حج کے لیے نہ جا سکے اور مایوس ہو کر وصیت بھی کر دی۔ اس سال کو سنۃ الرعاف (یعنی نکسیر کا سال) کہتے ہیں۔ اسی سال میں روم کے بہت سے قلعے فتح ہوئے اور اسی سال میں مغیرہ کو معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو آپ نے کوفہ کا حاکم بنایا۔

پہلا الزام

25 ہجری میں آپ نے سعد کو کوفہ سے معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط جو والدہ کی طرف سے آپ کے بھائی تھے' وہاں کا حاکم مقرر کیا اور اس سے سب سے پہلا الزام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر قائم کیا گیا' چونکہ آپ نے اپنے اقرباء کو حاکم بنانا اختیار کیا۔ کہتے ہیں ولید نے ایک دن حالت نشہ میں صبح کی چار رکعات پڑھا دیں اور پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کیا اور پڑھا دوں؟

قبرص پر حملہ

26 ہجری میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمندر کے راستے سے قبرص پر حملہ کیا۔ اس لشکر میں عبادہ بن صامت اور ان کی بیوی ام حرام بنت ملحان بھی ساتھ تھیں جو اس جگہ اپنے گھوڑے سے گر کر انتقال کر گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس لشکر کی پہلے ہی خبر دی تھی اور ان کے لیے دعا کی تھی۔ خدا کرے تم بھی اس لشکر سے ہو۔ آخر انہیں قبرص میں ہی دفن کیا گیا اور اسی سال ارجان اور دار بجرد فتح ہوئے اور اسی سال میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی صراح کو وہاں کا حاکم بنایا اور انہوں نے وہاں جا کر افریقہ پر حملہ کیا اور تمام ملک کو فتح کر لیا اور اس فتح سے ہر سپاہی کو ایک ہزار دینار اور ایک قول کے مطابق تین ہزار دینار غنیمت حصہ میں آئی۔ اس کے بعد اسی سال اندلس فتح ہوا۔

لطیفہ:

معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بار بار اصرار کیا کرتے تھے کہ سمندر کے راستے قبرص پر حملہ کیا جائے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص کی طرف لکھا کہ سمندر اور اس کی سواری کا حال لکھو تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک بڑی مخلوق پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ اگر وہ بڑی مخلوق کھڑی ہو جائے تو دل دھڑکنے لگتے ہیں اور اگر حرکت کرے تو عقلیں خوف کھاتی ہیں اور اس میں عقلیں کم ہوتی ہیں اور گناہ بہت ہوتے ہیں۔ لوگ اس میں اس طرح نظر آتے ہیں جیسے کیڑا لکڑی پر سوار ہوتا ہے۔ اگر لکڑی ذرا کسی طرف جھکتی ہے تو وہ غرق ہو جاتا ہے اور اگر نجات پا جائے تو مارے خوشی کے چمک اٹھتا ہے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پڑھا تو معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ بخدا میں مسلمانوں کو کبھی ایسی خوفناک چیز میں سوار نہیں کروں گا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قبرص سے لڑے اور انہوں نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔

توسیع مسجد نبوی

29 ہجری میں اصطخر اور قساء وغیرہ غلبۃً فتح ہوئے۔ اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں توسیع کی اور اسے نقش و نگار کردہ پتھروں سے بنوایا اور ستون ایک ایک پتھر کے ہی بنوائے اور چھت ساگوان کی لکڑی سے بنوایا اور مسجد کا طول 160 ہاتھ اور عرض 150 ہاتھ رکھا۔

اتنا زیادہ مال

30 ہجری میں جور اور خراسان کے بہت سے شہر فتح ہوئے اور نیشاپور صلح سے اور طوس اور سرخس دونوں صلح سے اور اسی طرح "مرو" اور بیہق بھی فتح ہوئے۔ جب یہ سب ملک فتح ہوئے تو مال بڑھ گیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ہر طرف سے اتنا مال آنے لگا کہ خزانے بنانے پڑے اور آپ نے دل کھول کر لوگوں کو مال دیا' حتیٰ کہ ہر شخص کے حصے میں ایک لاکھ بدرہ[1] آیا اور ہر ایک بدرہ میں چار ہزار اوقیہ[2] ہوتے تھے۔

اپنا حق

35 ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ زہری کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ سال خلافت کی ہے۔ پہلے چھ سال تک تو لوگوں کو آپ سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی بلکہ قریش آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اچھا سمجھتے تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں ذرا سختی تھی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے ان سے نرمی اختیار فرمائی۔ مگر پھر آپ نے قریش کے امر میں سستی کی اور اپنی خلافت کے پچھلے چھ سالوں میں اپنے عزیزوں اور قریبیوں کو مناصب پر فائز کیا جن میں مروان کو افریقہ کا افسر بنایا۔ چنانچہ مروان کو افریقہ کا خمس معاف کر دیا اور اپنے اقرباء کو اپنے ذاتی مال سے دینا شروع کیا۔ چنانچہ فرمایا میں صلح رحمی کرتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

---

[1] ہزار روپے کا توڑا۔ [2] آٹھ ماشے کا وزن۔

نے اگرچہ اپنا یہ حق نہیں لیا تھا۔ مگر میں اسے لیکر اپنے اقرباء میں تقسیم کرتا ہوں۔ بعض لوگوں نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا۔ (رواہ ابن مسعود)

معاملہ مصر اور سازش مروان

ابن عساکر ایک اور وجہ سے ابن زہری سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے سعید بن مسیّب سے پوچھا کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیسے شہید کیے گئے اور لوگوں کا اور ان کا کیا معاملہ تھا؟ اور آنحضرت ﷺ کے اصحاب نے انہیں کیوں چھوڑ دیا تھا؟ انہوں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم قتل ہوئے اور جس نے انہیں شہید کیا تھا' وہ ظالم تھا اور جس نے آپ کو چھوڑ دیا (یعنی مدد نہ کی) وہ معذور تھا۔ میں نے کہا کہ یہ بات کس طرح ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو صحابہ سے ایک جماعت نے آپ کی خلافت کو مکروہ سمجھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو دوست رکھتے تھے اور آپ نے بارہ سال تک خلافت کی اور اس میں اکثر بنی اُمیہ کو ہی حاکم مقرر کرتے تھے جو کہ آنحضرت ﷺ کی صحبت سے فیضیاب نہ تھے اور جب ان سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جاتا جسے آنحضرت ﷺ کے صحابہ ناپسند کرتے تو آپ صحابہ کو رضامند کر لیتے اور اس امیر کو معزول نہ فرماتے۔ جب آپ اپنی خلافت کے پچھلے چھ سالوں میں اپنے چچازاد بھائیوں کو حاکم بنانے لگے اور ساتھ ہی ان کو خدا تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم بھی کیا۔ پس عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر فرمایا اور وہ چند سال تک وہاں رہا تو اہل مصر اس کے ظلم کی شکایت لیکر آپ کے پاس حاضر ہوئے اور اس سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ ابوذر اور عمار بن یاسر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ رنجش تھی۔ اس لیے بنوہذیل اور بنوزہرہ ابن مسعود کے باعث اور بنوغفار اور ان کے ہم عہد ابوذر کی وجہ سے اور بنومخزوم عمار بن یاسر کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کشیدہ خاطر تھے۔ ایسے حال میں اہل مصر ابن سرح کی شکایت لیکر آئے تو آپ نے ابن سرح کی طرف ایک خط لکھا جس میں اسے دھمکایا۔ لیکن ابن سرح نے ان باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کیا جن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا تھا اور جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے ان کو مارا اور قتل کر دیا۔ اس پر اہل مصر سے سات سو آدمی مدینہ منورہ میں آئے اور ابن سرح کے ظلم کی تمام صحابہ سے شکایت کی۔ پس طلحہ بن عبیداللہ کھڑے ہوئے اور اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سختی سے گفتگو کی اور حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سختی سے کہلا بھیجا۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب آپ سے اس شخص کے معزول کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ مگر آپ انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس نے مصریوں کے کئی آدمی قتل کر دیئے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے عامل سے انہیں انصاف لے دیجئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ وہ ابن سرح کی جگہ دوسرا آدمی چاہتے ہیں اور انہوں نے اس پر خون کا دعویٰ بھی کیا۔ آپ اسے معزول کر دیجئے اور ان کا فیصلہ کیجئے۔ پس اگر اس کے ذمہ جرم ثابت ہو جائے تو اس سے بدلہ لیجئے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے لیے کسی شخص کو پسند کر لو۔ میں اس کی جگہ اسے حاکم بنا دوں گا۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کو پیش کیا اور کہا کہ انہیں وہاں کا حاکم بنا دیجئے۔ پس آپ نے ان کی تقرری کا حکم لکھ دیا۔ جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر کو روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ کئی مہاجر اور انصار بھی شامل ہوئے تاکہ ابن سرح اور اہل مصر کے معاملہ پر غور کریں۔ جب یہ لوگ مدینہ منورہ سے تین دن کے فاصلے پر پہنچے تو انہیں ایک حبشی غلام ملا جو اپنے اونٹ کو اس تیزی سے چلا رہا تھا گویا وہ کسی کی تلاش میں ہے یا کوئی اور شخص تلاش میں اس کے پیچھے لگا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا اور کیا معاملہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھاگ کر آ رہے ہو یا کسی کو تلاش کر رہے ہو۔ اس نے کہا میں امیر المومنین کا غلام ہوں۔ مجھے انہوں نے عامل مصر کی طرف بھیجا ہے۔ ایک شخص نے کہا مصر کے حاکم تو یہ ہیں۔ اس نے کہا میں انہیں نہیں چاہتا۔ پھر محمد بن ابی بکر کے کہنے پر ایک آدمی اسے پکڑ لایا۔ اس سے پوچھا گیا تو کون ہے؟ تو وہ خود کو کبھی امیر المومنین کا غلام بتاتا اور کبھی کہتا میں مروان کا غلام ہوں۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے اسے پہچان لیا کہ یہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔ پھر محمد بن ابی بکر نے پوچھا کہ تم کس کی طرف بھیجے گئے ہو۔ اس نے کہا عامل مصر کی طرف۔ پھر اس سے پوچھا کیوں بھیجے گئے ہو۔ اس نے کہا ایک پیغام دیکر۔ پھر اس سے پوچھا تمہارے پاس کوئی خط ہے۔ اس نے انکار کیا۔ پھر اس کی تلاشی لی گئی۔ لیکن اس کے پاس سے کوئی خط برآمد نہ ہوا۔ مگر اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جو خشک ہو چکا تھا اور اس میں کوئی چیز کھڑکھڑاتی تھی۔ انہوں نے جب اسے نکالنا چاہا تو اس طرح نہ نکل سکی۔ پھر اس کو پھاڑا گیا تو اس میں سے ایک خط نکلا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابن سرح کی طرف لکھا گیا تھا۔ محمد بن ابی بکر نے سب مہاجرین و انصار کو جو آپ

کے ساتھ تھے جمع کیا اور پھر ان کے سامنے اس خط کو کھولا۔ اس میں لکھا تھا جب تیرے پاس محمد اور فلاں فلاں شخص آئے تو کسی حیلہ سے انہیں قتل کر دے اور ان کی تقرری کے فرمان کو باطل سمجھ اور اپنی ملازمت پر برقرار رہو۔ حتیٰ کہ میں تمہیں کوئی ہدایت اس کے بارے میں بھیجوں اور جو شخص تیرے ظلم کی شکایت لے کر میرے پاس آنا چاہتا ہو' اسے قید کر دے اور اس بارے میں میری طرف سے عنقریب ہی تیرے پاس ہدایت آئے گی۔ یہ خط پڑھ کر سب لوگ دنگ رہ گئے اور مدینے کی طرف واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا۔ محمد بن ابی بکر نے اس خط پر اپنے ہمراہیوں میں سے چند ایک معزز لوگوں کی مہریں لگوا لیں اور پھر وہ خط ان میں سے ایک شخص کے حوالے کر دیا۔ جب یہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو انہوں نے طلحہ' زبیر' علی' سعد وغیرہ رضی اللہ عنہم اصحاب آنحضرت ﷺ کو جمع کیا اور ان کے روبرو خط کھولا اور وہ معاملہ ان میں شروع سے آخر تک بیان کر دیا جسے سن کر بظاہر سب لوگوں کو غصہ آیا اور جو لوگ ابن مسعود' ابوذر اور عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہم کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کشیدہ خاطر رہتے تھے' ان کی آتش غضب اور بھی تیز ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ تو اس خط کی وجہ سے آزردہ خاطر اور غمگین ہو کر اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے اور لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا۔ محمد بن ابی بکر نے اپنے قبیلہ بنی تیم وغیرہ کو بھی وہاں لا کھڑا کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو آپ نے طلحہ' زبیر' سعد اور عمار وغیرہ رضی اللہ عنہم سب بدری صحابہ کو بلوایا اور سب مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور خط' غلام اور اونٹ ساتھ لے آئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا۔ کیا یہ غلام آپ کا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا' کیا یہ اونٹ آپ کا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ آپ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ نہ ہی لکھنے کا حکم کیا ہے اور نہ مجھے اس کا علم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مہر تو آپ کی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں مہر تو میری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ غلام آپ کا' اونٹ آپ کا اور خط جس پر مہر بھی آپ کی ہو کوئی لیکر جائے اور آپ کو خبر تک نہ ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے اور نہ اس کے لکھنے کا حکم کیا ہے اور نہ ہی اس غلام کو مصر کی طرف روانہ کیا ہے۔

خط کی تحقیق

بعدازاں پہچانا گیا کہ خط مروان کا لکھا ہوا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے لوگوں کو شک ہوا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالے کر دیجئے۔ مگر آپ نے مروان کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کیا۔ (مروان اس وقت آپ کے گھر میں موجود تھا۔) تو آنحضرت ﷺ کے اصحاب وہاں سے آزردہ ہو کر نکلے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں انہوں نے شک کیا۔ مگر وہ اتنا ضرور جانتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جھوٹی قسم نہیں اٹھاتے۔ لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو ہمارے حوالے نہ کر دیں' وہ شک سے بری نہیں ہو سکتے۔ ہم مروان سے دریافت کریں گے اور اس خط کا حال پوچھیں گے کہ کس طرح وہ آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی کو بغیر حق کے قتل کا حکم کرتا ہے۔ اگر ثابت ہو گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی اس خط کو لکھا ہے تو ہم انہیں معزول کر دیں گے اور اگر مروان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا ہو گا تو ہم مروان کے معاملہ میں غور کریں گے۔ پس لوگ بلوے[1] پر جم گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو حوالہ کرنے سے پہلو تہی کی۔ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور پانی اندر جانا بند کر دیا تو آپ نے اوپر سے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کیا تم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں؟ انہوں نے کہا' نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم میں سعد رضی اللہ عنہ ہیں؟ لوگوں نے کہا' نہیں۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر پہنچائے اور وہ ہمیں پانی پلائیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی کارکردگی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے پانی سے بھری ہوئی تین مشکیں اندر بھجوا دیں مگر یہ پانی اس وقت آپ کو نہ مل سکا جب تک بنی ہاشم اور بنو امیہ کے گھر والوں کو زخم نہ پہنچ گیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر بھی پہنچ گئی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا! ہم تو ان سے صرف مروان کو طلب کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کو تو نہیں چاہتے۔ پھر آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ اپنی تلواریں لیکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کھڑے ہو رہو اور کسی کو اندر نہ آنے دو اور زبیر و طلحہ اور دیگر

---

[1] امتحان اور آزمائش۔

کئی صحابہ نے بھی اپنے لڑکوں کو بھیجا کہ وہ کسی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور ان سے مروان کے حوالہ کر دینے کے بارے میں عرض کریں۔

دیوار پھاند کر

جب محمد بن ابی بکر نے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تیر چلانے شروع کیے ہیں، حتیٰ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی خون میں تر بتر ہیں اور مروان کو بھی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تیر لگا اور محمد بن طلحہ بھی خون میں رنگین ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر بھی زخمی ہیں تو اسے (یعنی محمد بن ابی بکر کو) فکر پیدا ہوا کہ حسنین رضی اللہ عنہما کا حال دیکھ کر بنو ہاشم غضبناک نہ ہو جائیں اور ایک اور فتنہ اٹھ کھڑا ہو جائے اس لیے انہوں نے دو شخصوں کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اگر بنو ہاشم نے آ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو آ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہٹا دیں گے اور ہمارا ارادہ باطل ہو جائے گا اس لیے مناسب ہے کہ ہم تینوں شخص دیوار پھاند کر اندر چلے جائیں اور پوشیدہ طور پر انہیں قتل کر دیں۔

شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

یہ پروگرام بنا کر محمد بن ابی بکر اور اس کے دونوں ساتھی انصاری کے گھر سے کود کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک جا پہنچے اور کسی کو بھی ان کے پہنچنے کی خبر نہ ہوئی کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کے سب لوگ چھت پر تھے اور نیچے صرف آپ اور آپ کی بیوی ہی تھے۔ محمد بن ابی بکر نے اپنے دونوں ساتھیوں کو کہا تم یہاں ہی ٹھہرو کیونکہ آپ کے پاس آپ کی بیوی ہے۔ میں پہلے جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پکڑتا ہوں۔ جب میں اجازت دوں تو آ جانا اور انہیں قتل کر دینا۔ پس محمد بن ابی بکر اندر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ڈاڑھی سے پکڑ لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ اگر تمہارے والد اس فعل کو دیکھتے تو اسے برا مناتے۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے آپ کی ڈاڑھی چھوڑ دی۔ پھر ان کے دونوں ساتھیوں نے اندر آ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا اور جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے بھاگ گئے۔

میں قاتل نہیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی چیخنے لگیں مگر شور و غوغا کے باعث ان کی آواز کسی نے نہ سنی۔

آخرانہوں نے چھت پر چڑھ کر پکارا کہ امیرالمومنین قتل کر دیئے گئے ہیں۔لوگ یہ بات سن کر اندر گئے۔دیکھا تو واقعی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مذبوح پڑے ہیں۔جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ طلحہ ' زبیر ' سعد رضی اللہ عنہم اور مدینہ کے باقی لوگوں کو پہنچی تو سراسیمہ ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پر آئے۔دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقعی شہید پڑے ہیں۔یہ دیکھ کر انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تمہارے دروازے پر موجود ہوتے ہوئے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کون قتل کر گیا۔یہ کہہ کر حسن رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا اور حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارکہ پر مکا مارا اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو سرزنش کی اور سخت غصے ہو کر آپ اپنے مکان میں تشریف لے آئے۔لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے کہ ہاتھ بڑھایئے۔ہم آپ سے بیعت کریں کیونکہ کسی امیر کا ہونا ضروری ہے۔آپ نے فرمایا خلیفہ کا انتخاب کرنا تمہارا کام نہیں ہے بلکہ یہ اہل بدر کا کام ہے جس پر وہ راضی ہوں گے وہی خلیفہ ہوگا۔پھر سب اہل بدر نے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب آپ سے زیادہ خلافت کا کوئی حقدار نہیں۔اپنا ہاتھ بڑھایئے کہ ہم آپ سے بیعت کریں۔پھر سب نے آپ سے بیعت کی اور مروان اور اس کا لڑکا بھاگ گیا۔پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حرم محترم کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے دریافت کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا ہے؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔اتنا ہی جانتی ہوں کہ دو شخص یہاں آئے تھے جنہیں میں نہیں پہچانتی اور ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر بھی تھا۔پھر انہوں نے سارا حال کہہ سنایا۔یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بلایا اور جو کچھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زوجہ محترمہ نے کہا تھا' اس کے بارے اس سے پوچھا تو محمد بن ابی بکر نے کہا انہوں نے سچ کہا ہے۔میں بیشک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے ارادے سے ان کے گھر میں داخل ہوا تھا مگر جب انہوں نے میرا باپ مجھے یاد دلایا تو میں فوراً الگ ہو گیا اور میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔بخدا نہ میں نے انہیں قتل کیا ہے اور نہ انہیں پکڑا ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حرم محترمہ نے کہا مگر ان دونوں شخصوں کو تو انہوں نے ہی اندر داخل کیا تھا۔

قاتل حمار

ابن عساکر کنانہ مولاء صفیہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مصر

---

۱ نیلی آنکھوں والا۔

سے ایک شخص نے قتل کیا تھا جس کی آنکھیں کرنجی اور رنگ سرخ تھا اور اسے حمار کہتے تھے۔

دارِ ہجرت اور ہمسائیگی نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

احمد روایت کرتے ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ محصور ہونے کی حالت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا آپ لوگوں کے امام ہیں اور اب آپ پر یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔ میں آپ کو تین باتیں بتاتا ہوں۔ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیجئے۔ یا تو آپ ان سے باہر نکل کر جنگ کیجئے کیونکہ آپ کے پاس سامان اور لشکر ہے اور آپ حق پر بھی ہیں اور وہ باطل پر۔ اور یا اپنے مکان سے دوسری طرف دروازہ نکال کر سوار ہو کر مکہ پہنچ جائیے کیونکہ وہ آپ کو قتل کریں گے ہی نہیں۔ اور یا شام کی طرف تشریف لے جائیے کیونکہ وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں جو آپ کے رشتہ دار ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں باہر نکل کر ان سے نہیں لڑوں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء سے ہو کر خونریزی کروں اور نہ بھاگ کر مکے میں ہی جا سکتا ہوں کیونکہ میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے' قریش سے ایک شخص حرم مکہ میں ظلم کرے گا۔ اس پر تمام دنیا سے آدھا عذاب ہوگا۔ پس میں نہیں چاہتا کہ میں وہی شخص بنوں اور شام کی طرف میں اس لیے نہیں جا سکتا کہ میں نہیں چاہتا کہ اپنے دارِ ہجرت اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمسائیگی کو چھوڑ دوں۔

دس پوشیدہ خصلتیں

ابن عساکر ابوثور فہمی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے کی حالت میں ان کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کے پاس دس خصلتیں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں۔ اوّل یہ کہ میں تین شخصوں کے اسلام لانے کے بعد اسلام لایا ہوں۔

دوم: یہ کہ پہلے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔

سوم: یہ کہ جب وہ فوت ہو گئیں تو اپنی دوسری صاحبزادی سے نکاح کر دیا۔

چہارم: یہ کہ میں نے کبھی گایا نہیں۔

پنجم: یہ کہ میں نے کبھی برائی کی آرزو نہیں کی۔

ششم: یہ کہ جب سے میں نے رسول پاک ﷺ سے بیعت کی ہے کبھی اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ پر نہیں رکھا۔

ہفتم: یہ کہ جب سے میں مشرف باسلام ہوا ہوں کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے ایک غلام آزاد نہ کیا ہو اور اگر اس وقت پاس نہ ہوتا تو بعد ازاں آزاد کرتا۔

ہشتم: یہ کہ میں نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا۔

نہم: یہ کہ میں نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی چوری نہیں کی۔

اور دہم: یہ کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے عہد کے موافق قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔

حش[1] و کوکب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ایام تشریق میں 35 ہجری میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق بروز جمعہ 18 ذی الحج کو شہید ہوئے اور ہفتہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان جنت البقیع میں بمقام حش و کوکب دفن ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے اوّل آپ ہی اس جگہ دفن ہوئے ہیں۔

اختلافِ عمر

اور بعض کہتے ہیں آپ چہارشنبہ (بدھ) کو شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ بتاریخ 24 ذی الحج بروز دوشنبہ (اتوار) شہید ہوئے اور عمر آپ کی اس وقت 82 برس کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ 81 برس کی تھی اور ایک قول کے مطابق 84 برس اور ایک قول کے مطابق 86 برس اور ایک قول کے مطابق 88 برس، 89 برس یا 90 برس کی تھی۔

قتادہ کہتے ہیں زبیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں دفن کیا کیونکہ آپ نے انہیں اسی طرح وصیت کی تھی۔

اللہ کی تلوار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ رہے، اللہ تعالیٰ کی تلوار بھی میان میں رہی۔ مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو وہ

[1] کھجوروں کا جھنڈ اور کوکب: بخت گرمی والی جگہ اور ایک ستارہ، کلی جماعت چمک اٹھنے والی جگہ۔

تلوار پھر ایسی میان سے نکلی کہ تا قیامت کبھی میان میں نہ جائیگی۔

سزا ملی

ابن عساکر یزید بن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ عام لوگ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوا[1] کیا تھا ان سے بہت سے دیوانے[2] ہو گئے تھے۔

پہلا فتنہ اور آخری فتنہ

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جانا ہے اور سب سے آخری فتنہ خروجِ دجال ہوگا اور قسم ہے اس خدا تعالیٰ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس شخص کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی ذرا سی بھی خوشی ہوگی اگر وہ دجال کے زمانہ میں ہوگا تو اس کا پیرو ہو جائے گا ورنہ قبر میں اس پر ایمان لائے گا۔

نہ خوش نہ مددگار

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ نہ کرتے تو آسمان سے ان پر پتھر برستے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ سے باہر اپنی کسی زمین پر گئے ہوئے تھے۔ جب آپ نے یہ خبر سنی تو آپ نے فرمایا' الٰہی تو جانتا ہے کہ نہ میں اس واقعہ سے خوش ہوں اور نہ میں نے اس میں مدد دی ہے۔

عقل اُڑ گئی

حاکم قیس بن عبادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے روز فرما رہے تھے "اے اللہ! میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہوں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز میری عقل اڑ گئی تھی اور میں اپنے آپ کو نہ پہچانتا تھا اور جب لوگ میرے پاس بیعت کرنے کے لیے آئے تو میں نے کہا کہ بخدا مجھے شرم آتی ہے میں ایسی قوم سے بیعت لوں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اور مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں ایسی حالت میں بیعت کیا جاؤں کہ ابھی تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دفن بھی نہ کیے گئے ہوں۔ یہ سن کر لوگ چلے گئے۔ جب پھر وہ واپس آئے تو انہوں نے مجھے بیعت کے لیے کہا تو میں نے

[1] گھیراؤ اور محاصرہ۔ [2] پاگل' سودائی

کہا اے اللہ! میں اس چیز سے ڈرتا ہوں جس پر میں پیش کیا جاتا ہوں۔ آخرانہوں نے مجھے مجبور کیا تو میں نے ان سے بیعت لے لی۔ پھرانہوں نے مجھے امیرالمومنین کہہ کر پکارا تو گویا ان کی بات نے میرے دل میں چھید کر دیا اور میں نے کہا۔ اے اللہ! اگر میں نے کچھ کیا ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مجھ سے بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہو جائے۔

خیالِ بنی امیہ

ابن عساکر ابوخلدہ حنفی سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے آپ فرما رہے تھے بنی امیہ خیال کرتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو میں نے قتل کرایا ہے۔ مگر میں اس خدائے واحد کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، قسم اٹھا کر کہتا ہوں نہ میں نے انہیں قتل کیا ہے اور نہ اس میں مدد دی ہے بلکہ میں نے لوگوں کو منع کیا تھا مگر انہوں نے میرا کہا نہ مانا۔

خلافت اور اہل مدینہ

سمرہ سے مروی ہے۔ اسلام ایک مضبوط قلعہ میں تھا۔ مگر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے اس میں رخنہ ڈال دیا ہے جو تا قیامت بند نہ ہوگا اور خلافت اہل مدینہ میں چلی آتی تھی۔ مگر انہوں نے اسے باہر نکال دیا۔ اب پھر کبھی ان میں واپس نہیں آئے گی۔

فرشتوں کے گھوڑے

محمد بن سیرینؒ سے مروی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید کیے جانے سے ہی فرشتوں کے ابلق گھوڑے جنگوں سے مفقود ہو گئے اور ہلالوں کی رویت میں اختلاف بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے شروع ہوا ہے اور افق کی سرخی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے ہی شروع ہوئی ہے۔

قاتل کوڑی

عبدالرزاق اپنی کتاب میں حمید بن ہلال سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کرنے والوں کے پاس آتے اور کہتے انہیں قتل نہ کرو۔ بخدا! جو شخص بھی تم سے ان کو قتل کرے گا وہ کوڑی ہو جائے گا اور اس کا ہاتھ وغیرہ نہ رہے گا اور اب تک تو اللہ کی تلوار میان میں ہے اور اگر تم نے انہیں قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس تلوار کو میان سے ایسے کھینچے گا کہ پھر کبھی میان میں نہیں کرے گا اور یہ خوب سمجھ لو کہ ایک نبی کے بدلے 70 ہزار

اور ایک خلیفہ کے بدلے 35 ہزار شخص قتل ہوتے ہیں۔

انفرادیتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ابن عساکر عبدالرحمٰن بن مہدی سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں دو خصلتیں ایسی تھیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی نہیں تھیں۔ ایک تو شہادت کے وقت تک صبر کرنا' دوسرے ایک مصحف پر تمام لوگوں کو جمع کر دینا۔

حاکم شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ کعب بن اخبار رضی اللہ عنہ کے مرثیہ سے بہتر اور کسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مرثیہ نہیں کہا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

مرثیہ کے اشعار

فَكَفَّ يَدَيْهِ ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهٗ　　وَاَيْقَنَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلِ

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کشت وخون سے اپنے دونوں ہاتھ روک لیے اور اپنے گھر کے دروازے کو بند کرلیا اور یقین کرلیا خدا تعالیٰ ہمارے اور ان کے حال سے غافل نہیں۔

وَقَالَ لِاَهْلِ الدَّارِ لَا تَقْتُلُوْهُمْ　　عَفَا اللّٰهُ عَنْ كُلِّ امْرِءٍ لَمْ يُقَاتِلِ

اور اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ بلوا کرنے والوں سے جنگ نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ جنگ نہ کرنے والوں کہ معاف کردیا کرتا ہے۔

فَكَيْفَ رَاَيْتَ اللّٰهَ صَبَّ عَلَيْهِمُ　　اَلْعَدَاوَةَ وَالْبُغْضَاءَ بَعْدَ التَّوَاصُلِ

(کعب بن اخبار) کہتے ہیں اے مخاطب دیکھ۔ پھر خدا تعالیٰ نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے دل میں کس طرح عداوت اور بغض ڈالا۔ بعد اس کے کہ وہ آپس میں ملے جلے تھے۔

وَكَيْفَ رَاَيْتَ الْخَيْرَ اَدْبَرَ بَعْدَهٗ　　عَنِ النَّاسِ اِدْبَارَ الرِّيَاحِ الْجَوَافِلِ

اور پھر آپ کی شہادت کے بعد لوگوں سے بھلائی کیسے دور ہوگئی جیسے کہ تیر چلنے والا۔

فصل نمبر 3

زرد کپڑے

ابن سعد موسیٰ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ آپ جمعہ کے دن گھر سے نکلتے اور آپ پر دو زرد رنگ کے کپڑے ہوتے اور آپ منبر پر بیٹھ

جاتے اور مؤذن اذان دیتا اور آپ ابھی تک لوگوں کو غلہ کے نرخ اور ان کی خیریت اور مریضوں کے حالات سے ہی پوچھتے ہوتے۔

خود وضو کرنا

عبداللہ رومی سے مروی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کے وقت خود وضو کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنے کسی خدمتگار کو کیوں نہیں بلا لیا کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ اب رات کو بھی وہ آرام نہ کریں۔

انگوٹھی کا نقش

ابن غساکر عمر بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کا نقش اٰمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی تھا۔

گستاخی کی سزا

ابو نعیم دلائل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جہجاہ غفاری نے ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا لیکر جس کو پکڑے ہوئے آپ خطبہ پڑھ رہے تھے' اپنے زانو پر رکھ کر توڑ دیا۔ ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کے پاؤں میں گوشت خورہ ہو گیا۔

فصل نمبر 4

اولیاتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

عسکری اوائل میں لکھتے ہیں کہ جاگیریں پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی مقرر کیں اور چراگاہیں رکھنے کا دستور بھی سب سے پہلے آپ نے ہی جاری کیا۔ تکبیر میں سب سے پہلے آپ نے اپنی آواز کو پست کیا اور لوگوں سے سب سے پہلے آپ نے ہی مسجد کی لپائی کرائی اور جمعہ میں پہلی اذان آپ نے ہی مقرر کی اور مؤذنوں کی تنخواہیں آپ نے ہی مقرر کیں اور آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جو خطبہ پڑھتے پڑھتے رک گئے اور فرمایا کہ اے لوگو! پہلے سوار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ آج کے بعد بھی پھر کئی دن آئیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو تمہیں نہایت اچھی طرح

سے خطبہ سنایا کروں گا۔ ہمارا خاندان خطیب نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جیسے کہ ہم ہیں۔ (رواہ ابن سعد) عید میں نماز سے قبل خطبہ آپ نے ہی مقدم کیا اور سب سے پہلے آپ نے ہی لوگوں کو خود زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا اور آپ ہی سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو اپنی والدہ کی زندگی میں خلیفہ ہوئے اور کوتوال سب سے پہلے آپ ہی نے مقرر کیے۔ سب سے پہلے مسجد میں مقصورہ[1] آپ نے ہی بنوایا تا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سا معاملہ واقعہ نہ ہو۔ (یہاں تک عسکری کا بیان ہے) سب سے پہلے آپ کے عہد خلافت میں ہی بعض لوگوں نے بعض کو خطاوار ٹھہرایا اور آپ پر نکتہ چینی کی۔ اس سے قبل لوگ صرف فقہ میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو کوئی برا نہ کہا کرتا تھا۔ میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں کہ سب سے پہلے آپ نے ہی اپنے اہل وعیال کو لیکر ہجرت کی اور ایک قرأت پر لوگوں کو متفق کیا۔

کبوتر اور غلیلیں

ابن عساکر حکیم بن حنیف سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کے عہد خلافت میں جب دنیاوی مال بہت بڑھ گیا تو پہلی بری بات یہ پیدا ہوئی کہ بے فکروں نے کبوتر بازی اور غلیل اندازی شروع کی اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے روکنے کے لیے اپنی خلافت کے آٹھویں برس بنی لیث سے ایک شخص کو مقرر کیا جس نے کبوتروں کے پر کتر ڈالے اور غلیلیں توڑ دیں۔

فصل نمبر 5

وفات اعلام امت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مندرجہ ذیل اعلام امت فوت ہوئے:

سراقہ بن مالک بن جعشم، جبار بن سخر، حاطب بن ابی بلتعہ، ایاض بن زہیر، ابو اسید ساعدی، اوس بن صامت، حرث بن نوفل، عبداللہ بن حذافہ، زید بن خارجہ جو مرنے کے بعد بھی بولتا رہا، لبید شاعر، مسیب والد سعید، معاذ بن عمرو بن جموح، سعید بن عباس، معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی، ابو لبابہ بن عبدالمنذر، نعیم بن مسعود اشجعی، ان کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ فوت ہوئے اور غیر صحابہ سے حطیہ شاعر اور ابو ذریب شاعر ہذلی فوت ہوئے۔

---

[1] چھوٹا کمرہ، مسجد میں امام کے کھڑا ہونے کی جگہ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نسب وکنیت

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ابو طالب عبد مناف کے نام سے مشہور تھے اور عبد مناف عبد المطلب کے بیٹے تھے اور ان کا نام شیبہ تھا یعنی اس نام سے مشہور تھے اور شیبہ ہاشم کے بیٹے تھے اور وہ عمر کے نام سے مشہور تھے اور وہ عبد مناف کے بیٹے تھے اور عبد مناف مغیرہ کے نام سے مشہور تھے اور وہ قصی کے بیٹے تھے اور قصی زید کے نام سے مشہور تھے اور زید مرہ بن کعب کے بیٹے تھے اور کعب لوئی کے بیٹے تھے اور لوئی غالب کے بیٹے تھے اور غالب فہر کے بیٹے تھے اور مالک مصر کے بیٹے تھے اور نضر کنانہ کے بیٹے تھے۔ اور آپ کی کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے اور ابو تراب آپ کی کنیت آنحضرت ﷺ نے رکھی تھی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ یہ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ایک ہاشمی جنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع میں ہی مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت فرمائی۔ آپ عشرۂ مبشرہ سے ہیں اور از روئے مواخات رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں اور آنحضرت ﷺ کے داماد ہیں۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والوں سے ہیں اور علمائے ربانیین اور شجعانِ مشہورین اور زہاد مذکورین اور خطبائے معروفین سے شمار ہوتے ہیں۔ اور آپ ان لوگوں میں سے بھی ہیں جنہوں نے قرآن مجید جمع کیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آنحضرت ﷺ نے آپ کے بارے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں اور آپ بنی ہاشم کے پہلے خلیفہ ہیں اور آپ ہی ابو السبطین ہیں۔ آپ شروع میں ہی مشرف باسلام ہوئے بلکہ ابن عباس، انس زید بن ارقم، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور اس کے علاوہ کئی علماء نے کہا ہے کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے اور بعض نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔

روز دوشنبہ

ابو یعلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ دوشنبہ (سوموار) کے روز مبعوث ہوئے اور میں سہ شنبہ (منگل) کو ایمان لایا۔ اس وقت آپ (یعنی حضرت علی رضی

اللہ عنہ) کی عمر دس برس کی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ 9 برس کی اور بعض 8 برس کہتے ہیں اور بعض اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔

حسن بن زید بن حسن کہتے ہیں۔ آپ نے ابتدائے عمر سے ہی کبھی بت نہیں پوجے۔ (رواہ ابن سعد)

امانتیں اور وصایا

جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ شریف کو ہجرت کی تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تم یہاں چند دن یہاں تک رہ کر میرے پاس جو لوگوں کے امانتیں اور وصایا وغیرہ ہیں' وہ ان کو پہنچا کر اپنے اہل وعیال کو لے کر آ جانا۔ پس آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر' اُحد وغیرہ تمام جنگوں میں شریک رہے سوائے غزوۂ تبوک کے' کیونکہ اس جنگ میں آنحضرت ﷺ آپ کو مدینہ شریف میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے تھے۔ تمام جنگوں میں آپ کی شجاعت کے آثار مشہور ہیں اور کئی جگہوں میں آنحضرت ﷺ نے آپ کو جھنڈا عطا فرمایا۔

سولہ زخم

سعید بن میتب کہتے ہیں۔ جنگ اُحد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سولہ زخم کھائے تھے۔

فتح خیبر

صحیحین میں مذکور ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جنگ خیبر میں ایک دن قبل فرمایا کہ کل میں جس کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا' فتح انہی کے ہاتھ پر ہوگی اور اس سے اگلے روز آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر انہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

لڑائیوں میں آپ کے آثارِ شجاعت اور احوال مشہور ہیں۔ آپ بدن کے دُہرے[1] اور اصلع[2] تھے' قد میانہ تھا مگر پستی کی طرف مائل تھا' پیٹ بڑا تھا اور' کندھوں کے درمیانی حصہ پر گوشت تھا داڑھی بہت ہی بڑی تھی۔ رانیں گوشت سے پُر تھیں' رنگ گہرا گندمی تھا۔

ایک اور چالیس

جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ جنگ خیبر میں آپ نے دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا تھا اور

[1] سخت [2] چوڑے سینے والے

مسلمانوں نے اس پر سے گزر کر قلعہ کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد جب لوگوں نے اس دروازہ کو اٹھانا چاہا تو چالیس آدمیوں سے بھی اٹھایا نہ گیا (رواہ ابن عساکر)

ایک اور اَسّی

ابن اسحٰق مغازی میں اور ابن عساکر ابورافع سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھا کر ڈھال بنالیا اور اسی سے لڑتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قلعہ پر فتح عطا فرمائی۔ جب آپ نے وہ دروازہ پھینکا تو ہم سے 80 آدمیوں نے اس دروازے کو پلٹنے کا قصد کیا مگر وہ پلٹ نہ سکے۔

اے ابوتراب رضی اللہ عنہ

امام بخاری ادب میں سہل بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب ناموں میں سے جو سب زیادہ پیارا نام تھا وہ ابوتراب تھا اور اس کے ساتھ پکارنے پر آپ بہت خوش ہوتے تھے کیونکہ ابوتراب آپ کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی رکھا تھا اور یہ اس طرح کہ ایک دن آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کلام[1] ہوجانے کی وجہ سے گھر سے باہر چلے گئے اور مسجد میں آکر ایک دیوار کے ساتھ لگ کر سو گئے۔ اس دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کمر کے ساتھ جو مٹی لگی ہوئی تھی، اسے جھاڑتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوتراب اٹھ۔

آپ سے مروی احادیث

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور آپ سے آپ کے بیٹوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، محمد بن حنفیہ اور ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابوموسیٰ، ابوسعید، زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ، ابوامامہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کئی صحابہ اور تابعین روایت کرتے ہیں۔

---

[1] مراد! جیسے آج کل گھر میں میاں بیوی کے مابین تلخ کلامی ہوجاتی ہے۔

فصل نمبر 1

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں احادیث

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ جتنی احادیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں، کسی کی فضیلت میں وارد نہیں۔ (رواہ حاکم)

عورتوں اور بچوں پر خلیفہ

بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک میں خلیفہ بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بناتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اسی طرح چھوڑے جاتا ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (رواہ احمد بزار)

آئندہ کل کی خبر

بخاری اور مسلم سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے جنگ خیبر کے دن فرمایا میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ اسے (قلعہ خیبر) فتح کرے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ رات کو لوگ اسی بات میں غور وخوض کرتے رہے کہ دیکھئے کل جھنڈا کس کو عطا ہوتا ہے۔ صبح اٹھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا انہیں میرے پاس بلاؤ۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے آپ کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگا دیا اور آپ کیلئے دعا کی تو آپ کی آنکھیں بالکل اچھی ہوگئیں۔ گویا کہ انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا (رواہ طبرانی)

میرے اہل

مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب آیت ندع ابناء نا و ابناء کم (پ 3 سورۂ آل عمرآن آیت نمبر 61)

ترجمہ: ''ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے'' نازل ہوئی تو رسول پاک ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا۔ اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔

اللہ کی دوستی

ترمذی ابی سریحہ اور زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی پاک ﷺ نے فرمایا جس شخص کا میں دوست ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں۔ (امام احمد اسی حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری، زید بن ارقم اور زمی سے روایت کیا ہے اور ابویعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے ابن عمر اور مالک بن حویرث اور حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور جریر نے سعد بن ابی وقاص اور ابوسعید خدری، حضرت انس، بزار، ابن عباس، عمارہ اور بریدہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے اور ان میں سے بعض روایتوں میں یہ لفظ ''اے اللہ! جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ'' زائد ہیں۔

اللہ کی دشمنی

احمد، ابوالطفیل سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کشادہ (کھلی) جگہ میں جمع کیا اور کہا کہ میں ہر اس مسلمان کو قسم دیکر پوچھتا ہوں جو غدیر خم کے روز وہاں تھا جب رسول اکرم ﷺ کھڑے تھے تو آپ نے کیا فرمایا تھا۔ اس پر تیس شخصوں نے کھڑے ہو کر کہا آنحضرت ﷺ نے اس دن فرمایا تھا جس کا میں دوست ہوں اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن سمجھ۔

چار شخصوں کی دوستی

ترمذی اور حاکم حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے چار شخصوں کو دوست رکھوں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ﷺ ان کے نام بیان فرمایئے۔ آپ نے

فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے ہی ہیں۔

کمال قرابت

ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ حبشی بن جنادہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ یہ کمال قرابت کی طرف اشارہ ہے۔

دنیا و آخرت

ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان عقد مواخات کر دیا تھا۔ یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بچشم تر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے سب صحابہ میں عقد مواخات کر دیا ہے، مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو اس پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

مومن اور منافق

مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو پھاڑا ہے اور جان کو پیدا کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے جو مومن ہوگا وہ مجھ سے محبت رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔

علامت نفاق

ترمذی ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے پہچانا کرتے تھے۔ (یعنی جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اسے ہم منافق سمجھتے تھے) (رواہ بزار و طبرانی)

شہر علم

ترمذی اور حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے، صحیح نہیں ہے، جیسا کہ حاکم نے اسے کہا ہے اور موضوع بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ جن سے ابن

جوزی اور نووی بھی ہیں اور میں نے (یعنی مصنف نے) اس کا حال (التعقیبات علی الموضوعات میں لکھا ہے۔)

قضا کیا ہے؟

حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے ان لوگوں کی طرف بھیجا ہے' حالانکہ میں ابھی نوعمر ہوں۔ مجھے معلوم بھی نہیں کہ قضا کیا ہوتی ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ اے اللہ! اس کے دل کو راہِ راست دکھادے اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بخدا اس کے بعد کبھی دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مجھے شک نہیں ہوا۔

زیادہ حدیثیں

ابن سعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا۔ کیا وجہ ہے آپ نے صحابہ سے زیادہ حدیثیں آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہیں۔ آپ نے فرمایا جب کبھی میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کرتا تھا تو آپ مجھے بتلایا کرتے تھے اور جب میں چپ ہوجاتا تو آپ خود مجھ سے دریافت فرمالیا کرتے تھے (کہ کچھ پوچھنا تو نہیں)

اچھا فیصلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے اچھا فیصلہ کرتے ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ بھر میں سب سے اچھا فیصلہ کرنا جانتے ہیں۔

ابن سعد ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی معتبر شخص ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بتاتا تو پھر ہم اس سے تجاوز نہ کیا کرتے تھے (یعنی ہم اسی کو ہی تسلیم کرلیا کرتے تھے۔)

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ جب کوئی مشکل کام درپیش ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا کر خدا کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

جو چاہو پوچھو

انہی سے مروی ہے۔ صحابہ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ یہ کہے مجھ سے جو کچھ چاہو' پوچھو۔

ماہر علم فرائض

ابن عساکر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سب سے بڑھ کر قاضی اور علم فرائض جاننے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

واقف بالسنّت

ابن عساکر ہی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا موجودہ لوگوں میں آپ سب سے بڑھ کر واقف بالسنّت ہیں۔

مسروق کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر ختم ہو گیا ہے۔

پختہ اور مضبوط

عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم میں نہایت پختہ اور مضبوط تھے اور اپنے قبیلے میں نہایت معزز تھے۔ سب سے پہلے اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور سنت نبوی کی سمجھ' دلیری اور بخشش میں مشہور تھے۔

ایک درخت سے

طبرانی اوسط میں جابر بن عبداللہ سے بسند ضعیف روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ہی درخت سے ہیں۔

اے ایمان والو!

طبرانی ابن ابی حاتم سے روایت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلام اللہ میں جہاں کہیں یاایھا الذین امنوا (یعنی اے ایمان والو!) آیا ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امیر ہیں۔

نزولِ آیات

ابن عساکر' ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جتنی آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق

میں نازل ہوئی ہیں، اتنی آیات کسی کے حق میں نازل نہیں ہوئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان

ابن عساکر سے ہی مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔

مقام و مرتبہ

بزار، سعد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا میرے اور تمہارے سوا کسی کو جائز نہیں کہ اس مسجد میں جنبی ہو۔

گفتگو کی جرأت

طبرانی اور حاکم ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ غضبناک ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا

طبرانی اور حاکم ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔)

طبرانی اور حاکم نے اس حدیث کو عمران بن حصین سے بھی روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل، حضرت انس، حضرت ثوبان، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

طبرانی اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اٹھارہ صفات ایسی ہیں جو اس امت کے اور شخص میں نہیں ہیں۔

تین خصلتیں

ابویعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تین خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر مجھ میں ان سے ایک خصلت بھی ہوتی تو تمام دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے بہتر تھی۔ لوگوں نے عرض کیا وہ تین خصلتیں کونسی ہیں؟ تو

آپ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح آپ سے کردیا اور ان دونوں کو مسجد میں رہنے دیا جو مسجد میں انہیں جائز ہے وہ مجھے جائز نہیں اور جنگ خیبر میں آپ کو جھنڈا عطا کیا۔ احمد نے بسند صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

لعاب مبارک کی برکت

احمد اور ابویعلیٰ بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب سے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے کو پونچھا ہے اور خیبر کے دن میری آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگایا ہے' اس دن سے نہ میری آنکھ دکھی ہے اور نہ درد سر ہوا ہے۔

عظمت و درجہ

ابویعلیٰ اور بزار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی اس نے گویا مجھے ہی تکلیف دی۔

اللہ سے بغض

طبرانی بسند صحیح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھا' اس نے گویا مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا' اس نے اللہ تعالیٰ کو دوست رکھا اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا تو گویا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا' اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

سب و شتم[1]

احمد اور حاکم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں' اس نے گویا مجھے گالیاں دیں۔

قرآن کے معانی کا بیان

احمد اور حاکم بسند صحیح ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم قرآن مجید کے معانی بیان کرنے میں فرق[2] اسلام سے لڑو گے' جب میں ان لوگوں سے لڑا ہوں جو قرآن کے نازل ہونے کے منکر تھے۔

---

[1] گالیاں دینا۔ [2] جمع فرقہ کی گروہ

مثالِ عیسیٰ علیہ السلام

بزار ابویعلیٰ اور حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن آقا علیہ السلام نے مجھے بلا کر فرمایا تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ یہودیوں نے ان سے ایسی دشمنی کی' ان کی والدہ پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے ان سے اس درجہ محبت کی کہ ان کو ایسے مرتبہ پر پہنچادیا جس کے وہ لائق نہ تھے۔

بہتان باندھنا

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آگاہ ہو جاؤ میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے۔ ایک تو اس درجہ محبت رکھنے والا جو ایسی باتیں ثابت کرے گا جو مجھ میں نہیں اور دوسرا اس درجہ کا بغض رکھنے والا جو برا کہتے کہتے مجھ پر بہتان باندھنے لگے گا۔

حوضِ کوثر پر

طبرانی اوسط اور صغیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہوں گے اور قرآن پاک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگا اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے' حتیٰ کہ دونوں مجھے حوضِ کوثر پر آملیں گے۔

خون سے رنگین؟

احمد اور حاکم بسند صحیح عمار بن یاسر سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا دو شخص بہت ہی بد بخت ہیں۔ ایک تو احمر جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور دوسرا وہ شخص جو اے علی رضی اللہ عنہ تیرے سر پر تلوار مار کر ڈاڑھی کو خون سے رنگ دے۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ' صہیب اور جابر' سمرہ وغیرہم سے بھی مروی ہے۔

اللہ سے معاملہ

حاکم بسند صحیح ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خطیب کھڑے ہو کر فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کیا کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ میں بہت سخت ہیں۔

فصل نمبر 2

صحابہ کی بیعت اور جنگ جمل

ابن سعد سے مروی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دوسرے دن ہی تمام صحابہ نے مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ۔ بعدہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ قصاص کے سلسلہ میں مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ عراق کی طرف نکلے اور جمادی الاخری 36 ہجری میں بصرہ کے پاس جنگ جمل ہوئی جس میں طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پندرہ روز بصرہ میں قیام فرمایا اور پھر کوفہ میں تشریف لے آئے۔

جنگ صفین

اس کے بعد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے شام کے لوگوں کو ساتھ لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف خروج کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی تو آپ بھی مقابلے کیلئے روانہ ہوئے اور دونوں لشکر صفر کے مہینہ میں سینتیس ہجری میں مقام صفین میں صف آرا ہوئے۔ کئی روز تک جنگ ہونے کے بعد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی سے اہل شام نے قرآن مجید اپنے نیزوں پر بلند کیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے لڑائی سے ہاتھ ہٹا لیے اور صلح کے لیے دو ثالث مقرر کیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ثالث مقرر کیا۔

عہد نامہ

اس صلح نامہ میں یہ عہد نامہ لکھا گیا شروع سال میں مقام ازرح میں جمع ہوں اور جس امر میں امت کی اصلاح ہو اس میں غور کریں۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی طرف اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی طرف لوٹ گئے۔ اس معاملہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر اور ہمراہیوں سے بہت سے لوگ علیحدہ ہو گئے اور کہنے لگے لا حکم الا للہ پھر انہوں نے مقام حروراء میں لشکر جمع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سد باب کیلئے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لشکر دیکر روانہ کیا جنہوں نے ان سے جنگ اور مناظرہ کیا جس سے ان میں سے بہت سے لوگ واپس حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی طرف آ گئے اور کچھ اسی رائے پر قائم رہے اور نہروان کی طرف جا کر راہ زنی کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کی روک تھام کیلئے تشریف لے گئے اور انہیں قتل کر ڈالا اور انہیں میں ذوالشدیہ بھی مارا گیا (جس کے خروج کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی) یہ واقعہ 38 ہجری میں ہوا۔

ابوموسیٰ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

شعبان 38 ہجری میں لوگ حسب قرارداد مقام ازرح میں جمع ہوئے اور سعد بن ابی وقاص، ابن عمر وغیرہما بھی تشریف لائے۔ پہلے ابوموسیٰ اشعری نے عمرو بن عاص کی باتوں میں آ کر اس طرح کی تقریر کی جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول[1] کر دیا۔ بعد ازاں عمرو بن عاص نے تقریر کر دی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھا اور اس سے بیعت کر لی۔ اس پر لوگ دو گروہ ہو گئے۔

گھناؤنا منصوبہ

ادھر خوارج سے تین شخص عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تیمی اور عمرو بن بکیر تیمی مکہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے عہد کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا جائے۔ ابن ملجم نے کہا میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا بیڑا اٹھاتا ہوں اور برک نے کہا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ قبول کرتا ہوں اور عمرو بن بکیر نے کہا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قتل میرے حصہ میں آیا۔ پھر انہوں نے عہد کیا یہ معاملہ ایک ہی رات میں یعنی گیارہویں یا سترہویں رمضان کی رات کو طے ہو جائے۔ یہ منصوبہ باندھ کر ان میں سے ہر ایک اس شہر کی طرف روانہ ہوا جس میں اس کا مطلوب موجود تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

چنانچہ ابن ملجم کوفہ میں پہنچ کر اپنے دوستوں خوارجیوں سے جا ملا۔ جب 40 ہجری 17 ماہِ رمضان جمعرات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو کہا آج رات میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے

[1] برطرف کیا ہوا۔

آپ کی امت سے بہت تکلیف پہنچی ہے تو آپ نے فرمایا آپ یہ باتیں کر رہے تھے کہ ابن بناح مؤذن حاضر ہوا اور نماز فجر کے لیے آپ کو بلایا۔ آپ اپنے مکان سے لوگوں کو نماز کے لیے پکارتے ہوئے نکلے۔ راستے میں ابن ملجم ملا اور اس نے ایسی تلوار ماری جو آپ کی پیشانی مبارک کو چیرتی ہوئی کنپٹی تک چلی گئی۔ لوگوں نے ہر طرف سے دوڑ کر ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ اور ہفتہ دو دن زندہ رہے اور اتوار کی رات کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

غسل اور نماز جنازہ

حضرت حسن و حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور نماز جنازہ آپ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور رات کو ہی دارالامارۃ کوفہ میں دفن کر دیا گیا۔ پھر ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ایک ٹوکرے میں رکھ کر اسے جلایا گیا۔ یہ سب کچھ ابن سعد نے بیان کیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان واقعات کے خلاصہ کرنے میں انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے کام لیا ہے اور دوسرے مؤرخوں کی طرح ان پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس مقام کے لائق بھی ایسا ہی بیان ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب میرے اصحاب کا تذکرہ ہو تو خاموش رہا کرو (یعنی ان پر اعتراض نہ کیا کرو) نیز فرمایا میرے اصحاب کیلئے قتل ہو جانا ہی کافی ہے۔

گمراہی کی وجہ

حاکم نے مستدرک میں سدی سے روایت کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجیوں سے ایک عورت پر عاشق تھا جس کا نام قطام تھا۔ جب اس سے نکاح کیا تو اس کا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل مقرر ہوا۔ اس واقعہ کو فرزدق شاعر نے یوں نظم کیا ہے۔

فَلَمْ اَرَمَهْرًا سَاقَهٗ ذُوْ سَمَاحَةٍ　　كَمَهْرِ قَطَامٍ بَيِّنٍ" غَيْرَ مُعْجَمٍ

ترجمہ: مجھے معلوم نہیں کہ کسی جوانمرد نے ایسا مہر مقرر کیا ہو جیسا کہ قطام کا مہر بین تھا اور مجمل نہیں تھا۔

ثَلٰثَةِ الآفٍ وَ عَبْدٍ وَ قَيْنَةٍ　　وَضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ

۱۔ گلوکار　۲۔ تیز کاٹنے والی

ترجمہ: یعنی تین ہزار درہم اور ایک غلام اور ایک سرود گو لونڈی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شمشیر براں سے قتل کر دینا۔

فَلَا مَهْرَ اَغْلٰى مِنْ عَلِيٍّ وَاِنْ غَلَا وَلَا فَتْكَ اِلَّا دُوْنَ فَتْكِ ابْنِ مُلْجَمٖ

ترجمہ: پس کوئی مہر اگرچہ کتنا ہی گراں (مہنگا بیش قیمت) ہو مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گراں نہ ہوگا اور ابن ملجم کی دلیری یا ناگاہ قتل کرنے سے کسی کی دلیری زیادہ نہ ہوگی۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کو پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ تاکہ خوارج اس کو کھود نہ لیں۔

شریک کہتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی میت مبارک کو لے جا کر مدینہ منورہ میں دفن کر دیا تھا۔

مبرد محمد بن حبیب سے نقل کرتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ایک قبر سے دوسری قبر میں تحویل کیے گئے ہیں۔

ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ کی میت کو مدینہ شریف لے جانے لگے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کو دفن کریں۔ مگر اثنائے راہ میں وہ اونٹ جس پر آپ کا جنازہ تھا' بھاگ گیا اور پتہ ہی نہ چلا کہ کہاں گیا اسی لیے اہل عراق کہتے ہیں آپ بادلوں میں رہتے ہیں۔

''بعض لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اونٹ بھاگ کر بلا دِ طے میں چلا گیا۔ انہوں نے آپ کو وہیں دفن کر دیا۔''

جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' اس وقت آپ کی عمر مبارک 63 برس تھی۔ بعض چونسٹھ اور بعض پینسٹھ' ستاون اور بعض اٹھاون برس بتاتے ہیں۔ آپ کی انیس لونڈیاں تھیں۔

فصل نمبر 3

آپ کے اخبار' قضایا اور کلمات

سعد بن منصور اپنی سنن میں فزارہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میرا دشمن بھی دینی معاملات میں مجھ سے استفادہ کرتا ہے۔ حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ نے مجھ سے خنثیٰ مشکل کی بابت پوچھ بھیجا ہے تو میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ اس کی پیشاب گاہ کو دیکھ کر حکم میراث جاری کیا جائے گا۔ (ہشیم نے مغیرہ سے اور انہوں نے شعبی سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔)

بہتان کیوں باندھوں؟

ابن عساکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ابن کواء اور قیس بن عباد نے آپ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے خلافت کی بابت آپ کو کوئی وصیت کی تھی۔ اس معاملہ میں آپ سے بڑھ کر کون ثقہ ہوگا جس سے ہم دریافت کریں۔ آپ نے فرمایا یہ جو لوگ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلافت کی بابت وصیت کی تھی۔ یہ تو غلط ہے جب میں نے آپ کی سب سے قبل تصدیق کی تو آپ پر بہتان کیوں باندھوں۔ اگر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے میری خلافت کی کوئی وصیت کی ہوتی تو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو کیوں رسول اللہ ﷺ کے ممبر پر کھڑا ہونے دیتا بلکہ ان کے ساتھ جہاد کرتا۔ خواہ میرا ساتھ دینے والا ایک بھی نہ ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فوراً قتل نہیں کیے گئے اور نہ ہی آپ اچانک وفات پا گئے بلکہ آپ کئی روز تک بیمار رہے۔ ہر روز مؤذن حاضر ہو کر نماز کے لیے اذن چاہتا تو آپ فرمادیتے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حالانکہ آپ میرے مرتبہ اور مکان کو بھی جانتے تھے۔ آپ کی ازواج مطہرات سے ایک (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کے ارادے سے باز رکھنا بھی چاہا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور تاکید کرتے ہوئے فرمایا تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی سی عورتیں ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے جاؤ، وہی نماز پڑھائیں گے۔

حق ادا کیا

جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور کیا اور اس شخص کو اپنی دنیا کے واسطے قبول کر لیا جسے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے دین کیلئے منتخب فرمایا تھا' چونکہ نماز اصل دین ہے اور آپ دین کے امیر اور اس کے قائم رکھنے والے ہیں۔ پس ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور وہ اس کے لائق بھی تھے اور اسی لیے ہم میں سے کسی نے

بھی ان کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ ہی کیا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی شخص بیزار ہی ہوا۔ اسی بنا پر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق ادا کیا اور ان کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے لشکر میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑتا رہا۔ جو کچھ آپ مجھے دیتے تھے' میں لے لیتا تھا اور جہاں کہیں آپ مجھے لڑنے کا حکم دیتے تھے' لڑتا تھا اور ان کے حکم سے حدود شرعیہ لگاتا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قدم بقدم چلے۔ اس لیے ہم نے ان سے بیعت کر لی اور کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو ضرر پہنچانے کا ارادہ ہی کیا اور نہ ہی کوئی شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیزار ہی ہوا۔ پس میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی حق ادا کیا اور ان کی اطاعت کی اور لشکر میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑتا رہا۔ جو کچھ وہ مجھے دیتے تھے' لے لیتا اور جہاں لڑنے بھیجتے' چلا جاتا اور ان کے سامنے اپنے دُرّہ کے ساتھ حدود شرعی جاری کرتا۔

بخشش و عوض کا اصول

جب انہوں نے انتقال فرمایا تو میں نے اپنی قرابت' اسلام کی پیش قدمی اور فضیلت میں غور کیا تو خیال ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے خلیفہ نہ بنائیں گے لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ ان کے بعد والا خلیفہ جو گناہ کرے گا انہیں قبر میں اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ اپنے آپ اور اپنے بیٹے کو اس سے نکال لیا اور اگر آپ بخشش و عوض کے اصول پر چلتے تو اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے۔ مگر آپ نے خلافت کو قریش کے چھ شخصوں کے سپرد کیا' جن سے ایک میں بھی ہوں۔ جب یہ لوگ انتخاب کے لیے جمع ہوئے تو مجھے خیال تھا کہ وہ مجھ سے تجاوز کریں گے۔ پس عبدالرحمٰن بن عوف نے ہم سے اس بات پر وعدے لیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ خلیفہ بنائے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میری بیعت پر اطاعت غالب آ گئی ہے اور وعدہ جو لیا گیا تھا وہ غیر کی اطاعت کے لیے لیا گیا تھا۔ پس ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور میں نے ان کا بھی حق ادا کیا اور ان کی اطاعت کی اور لشکر میں شامل ہو کر لڑتا رہا۔ جو کچھ بھی وہ مجھے دیتے تھے' لے لیتا تھا اور جہاں لڑنے کے لیے بھیجتے' چلا جاتا اور ان کے سامنے اپنے درہ سے حدود شرعی جاری کیا کرتا تھا۔

حق خلافت

جب وہ بھی شہید ہوئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ خلیفے جنہیں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمایا تھا' گزر گئے اور یہ جن کی اطاعت کا وعدہ لیا گیا تھا وہ شہید ہو گئے تو اہل حرمین اور دونوں شہروں کے لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی۔ مگر درمیان میں ایک شخص کود پڑا جو نہ میرے جیسا تھا اور نہ اس کی قرابت میری قرابت جیسی اور نہ ہی اس کیلئے میرے جیسی سبقت فی الاسلام ہے بلکہ میں اس سے خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔

بوسیدہ دیوار

ابونعیم دلائل میں جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ دو شخصوں کا فیصلہ کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھے۔ ایک شخص نے عرض کی دیوار گرا چاہتی ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا تم اپنا کام کرو' اللہ تعالیٰ میری حفاظت کرنے والا کافی ہے۔ پھر آپ نے ان دونوں شخصوں کا فیصلہ کر دیا اور جب آپ وہاں سے اٹھے تو دیوار گر پڑی۔

امام الہدیٰ

طیوریات میں بسند جعفر بن محمد مذکور ہے۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ خطبہ میں فرمایا کرتے ہیں الٰہی ہمیں ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی خلفائے راشدین کو عطا فرمائی۔ تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا وہ دونوں میرے دوست حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو امام الہدیٰ ہیں اور شیخ الاسلام ہیں اور قریش میں سے ایسے دو شخص تھے جن کی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد لوگوں نے پیروی کی جس نے ان کی پیروی کی' اس نے نجات پائی اور جو ان کے قدم بقدم چلا اس نے راہِ راست پالیا اور جس نے ان دونوں سے تمسک کیا وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ سے ہیں۔

گہری بات

عبدالرزاق حجر مدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا حال اس وقت کیسا ہوگا جب تجھ سے کہا جائے گا کہ مجھ پر لعنت بھیج۔ میں نے عرض کیا! کیا ایسی بات

ہوگی؟ آپ نے فرمایا! ہاں۔ میں نے عرض کیا میں ایسی حالت میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ بظاہر مجھ پر لعنت کر دینا مگر دراصل مجھ سے بیزار نہ ہونا۔ حجر مدری کہتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے جو یمن کا امیر تھا' مجھ سے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیج۔ امیر نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجنے کو کہا ہے۔ پس [1] خدا تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو۔ تم اس پر لعنت بھیجو۔ میری اس بات کے راز کو ایک شخص کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھا۔

طبرانی اوسط میں اور ابونعیم دلائل میں زاذان سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بات سنائی تو ایک شخص نے آپ کی تکذیب کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں تجھ پر بددعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا' کیجئے۔ پس آپ نے بددعا کی تو وہ ابھی وہاں سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

آٹھ درہموں کا فیصلہ

زر بن جبیش سے مروی ہے۔ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ جب انہوں نے کھانا شروع کیا تو پاس سے ایک آدمی گزرا اور سلام کیا۔ انہوں نے اسے بھی کھانے میں شریک کر لیا اور تینوں شخص آٹھ روٹیوں کے کھانے میں شریک رہے۔ جب کھا چکے تو اس تیسرے شخص نے انہیں آٹھ درہم دیدیئے اور کہا کہ کھانا جو میں نے کھایا ہے اس کے عوض میں یہ قبول کیجئے۔ اب ان دونوں کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ لیتا ہوں اور تم تین لو' مگر تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں تو نصف سے کم پر راضی نہیں ہوں گا۔ آخر کار وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام قصہ سنایا۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ جو تیرے دوست نے تجھ پر پیش کیا ہے' اسے قبول کر لے کیونکہ اس کی روٹیاں تیری روٹیوں سے زائد تھیں۔ اس نے عرض کیا۔ بخدا! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک حق طور سے فیصلہ نہ کیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حق پوچھتا ہے تو پھر تمہیں ایک درہم ملتا ہے اور تیرے ہمراہی کے حصہ میں سات درہم آتے ہیں۔ اس شخص نے عرض کیا سبحان اللہ! آپ بھی عجیب فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا واقعی یہی بات ہے۔ اس نے عرض کیا اگر یہی بات ہے تو اچھا پھر یہ بات

---

[1] یہاں قائل کی مراد امیر ہے۔ (مترجم)

مجھے سمجھا تو دیجئے تاکہ میں اسے مان لوں۔ آپ نے فرمایا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ٹکڑے ہوتے ہیں اور تم تین شخص ہو اور یہ تو معلوم ہی نہیں کہ تم سے کس نے زیادہ کھایا ہے اور کس نے کم۔ اس لیے برابر ہی فرض کیا جائے گا اور اس لحاظ سے تم نے چوبیس سے آٹھ ٹکڑے کھائے اور تمہاری روٹیوں کے نو ٹکڑے بنتے ہیں۔ گویا تمہاری روٹیوں سے اس شخص نے ایک ٹکڑا کھایا اور تمہارے ہمراہی نے بھی آٹھ ٹکڑے کھائے اور اس کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنتے تھے تو گویا اس کی روٹیوں سے اس شخص نے سات ٹکڑے کھائے۔ اس لیے تمہیں ایک ٹکڑے کے بدلے ایک درہم مل جائے گا اور اس کو سات درہم مل جائیں گے۔ اس شخص نے کہا کہ اب میں راضی ہو گیا ہوں۔

جھوٹے گواہ

ابن ابی شیبہ عطا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر کیا گیا اور دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے۔ آپ ایک اور مقدمہ میں مشغول ہو گئے اور جھوٹے گواہوں کو آپ نے ڈرایا اور فرمایا کہ اگر جھوٹے گواہ میرے سامنے پیش ہوں گے تو میں انہیں سخت سزا دوں گا۔ پھر آپ نے دوسرے مقدمہ سے فارغ ہونے کے بعد ان دونوں گواہوں کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ فرار ہو گئے ہیں اس لیے اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔

سایہ کو! کوڑے

عبدالرزاق روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ خواب میں اس نے میری والدہ سے زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ کوڑے لگا دو۔

بادشاہی اللہ کیلئے ہے

ابن عساکر بسند جعفر بن محمد روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مہر پر نعم القادر اللہ کھدا ہوا تھا مگر عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی انگوٹھی کا نقش خاتم (الملک للہ) تھا۔

زینتِ خلافت

مدائنی روایت کرتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے تو حکمائے عرب سے

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین آپ نے تو خلافت کو زینت دی ہے مگر اس نے آپ کو زینت نہیں دی اور آپ نے تو اس کا مرتبہ بلند کیا ہے لیکن اس نے آپ کا مرتبہ بلند نہیں کیا اور وہ بہ نسبت آپ کے آپ کی طرف بہت محتاج تھی۔

پہلے جھاڑو پھر نماز

مجمع سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا۔ بیت المال میں جھاڑو دیتے اور پھر وہاں نماز ادا فرماتے۔ اس خیال سے کہ یہ قیامت کے روز گواہی دے کہ مسلمانوں سے روک کر انہوں نے بیت المال میں روپیہ جمع نہیں رکھا۔

علماء کی فضیلت

ابوالقاسم زجاجی اپنے امالی میں بسندہ ابوالاسود دئلی سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ سر جھکائے متفکر سے بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ متفکر کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے تمہارے اس شہر میں لوگوں کو اعراب میں غلطی کرتے سنا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اصول عربیہ میں کوئی کتاب وضع کر دوں۔ میں نے عرض کیا اگر آپ ایسا کریں گے تو گویا آپ ہم کو زندہ کریں گے اور یہ لغت یعنی عربی ہم میں ہمیشہ باقی رہے گی۔ پھر میں تین روز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میری طرف ایک کاغذ پھینکا جس میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کلام کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ ہے جو مسمی سے خبر دے اور فعل وہ ہے جو حرکت مسمی ظاہر کرے اور حرف وہ ہے جو ایسے معنی سے خبر دے جو نہ اسم میں پایا جاتا ہے نہ فعل میں۔ پھر آپ نے فرمایا تتبع کر کے اس میں اور باتیں زیادہ کرو۔ پھر فرمایا اے ابوالاسود چیزوں کی تین قسمیں ہیں۔ ظاہر، مضمر اور تیسری وہ جو نہ ظاہر ہے اور نہ مضمر اور علماء کی فضیلت اسی چیز کے معلوم کرنے سے ظاہر ہوتی ہے جو نہ ظاہر ہے اور نہ مضمر۔

حروف النصب

ابوالاسود کہتے ہیں۔ اس کے بعد پھر میں نے کئی ایک اشیاء جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ منجملہ ان کے حروف النصب بھی تھے اور ان سے میں نے ان، ان، لیت، لعل اور کان ہی ذکر کیے تھے اور لکن کو ذکر نہیں کیا تھا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا لکن کو تم نے کیوں نے نہیں

لکھا؟ میں نے عرض کیا میں اسے حروف ناصبہ سے خیال نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا نہیں، وہ تو حروف ناصبہ سے ہے۔ اسے ان میں لکھ لو۔

اعمال اور دل

ابن عساکر ربیعہ بن ناجد سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! ایسے بن جاؤ جیسے کہ جانوروں میں شہد کی مکھی ہے۔ سب پرندے اسے ضعیف اور کمزور سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر انہیں اس چیز کی خوبی معلوم ہوتی جو اس کے پیٹ میں ہے تو وہ اسے ایسا نہ سمجھتے۔ لوگوں سے اپنی زبان اور جسموں کے ساتھ ملا جلا کرو۔ مگر اپنے اعمال و دل ان سے علیحدہ رکھا کرو۔ کیونکہ ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے کمایا ہوگا اور قیامت کے روز انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جنہیں وہ دوست رکھتا تھا۔

عمل بغیر خلوص

مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نیک کام کرنے کی بجائے اس کے قبول کا زیادہ اہتمام کیا کرو کیونکہ عمل تقویٰ کے باعث ہی قبول ہوا کرتا ہے۔ پس بغیر خلوص کے عمل کیسے قبول ہو؟

ظاہر کے مخالف

یحییٰ بن جعدہ سے مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اہل قرآن! قرآن مجید پر عمل بھی کیا کرو کیونکہ عالم وہی ہوتا ہے جو عمل بھی کرے اور اس کا عمل علم کے موافق بھی ہو۔ عنقریب ہی ایسے لوگ پیدا ہوں گے علم ان کے حلقوں سے نیچے نہ اترے گا۔ ان کا باطن ظاہر سے مخالف ہوگا اور ان کا عمل علم سے مختلف ہوگا۔ حلقے باندھ کر بیٹھے ہوئے اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں گے۔ حتیٰ کہ اگر ان کا ہم نشین دوسرے کے پاس بیٹھے گا تو اس پر خفا ہوں گے اور اسے چھوڑ دیں گے۔ ایسے لوگوں کے اعمال خدا تک نہیں پہنچیں گے۔

عمدہ میراث

مروی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا توفیق بہت اچھا راہبر ہے اور خوش خلق ہونا سب سے بہتر ہم نشین ہے اور عقل بہت اچھا دوست ہے اور ادب سب سے عمدہ میراث ہے اور وحشت غرور سے بھی بری ہے۔

تقدیر ایک راز ہے

حارث سے مروی ہے۔ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا مجھے تقدیر کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ اندھیرا راستہ ہے۔ اس میں نہ چل۔ پھر اس شخص نے وہی عرض کیا تو آپ نے فرمایا وہ بحر عمیق ہے۔ اس میں داخل نہ ہو۔ پھر اس نے وہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جو تجھ پر پوشیدہ ہے۔ اس کی تفتیش نہ کر۔ لیکن اس شخص نے وہی عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو بتاؤ خدا تعالیٰ نے تمہیں اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیا ہے یا تیری مرضی کے مطابق، اس نے عرض کیا اپنی مرضی کے مطابق۔ آپ نے فرمایا پھر جب چاہے وہ تجھے استعمال کرے، تیرا اس میں کیا چارہ ہے۔

انتہاءِ رنج والم

مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ہر رنج و مصیبت کی انتہا ہوا کرتی ہے اس لیے ضروری ہے ہر صاحب مصیبت اس انتہا تک پہنچے تو عاقل کو چاہئے جب مصیبت میں گرفتار ہو تو اس سے غافل ہو جائے۔ (یعنی اس کے دفع میں کوئی حیلہ نہ کرے۔) حتیٰ کہ اس کی مدت ختم ہو جائے کیونکہ اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے اس کے دفع کرنے میں حیلہ جوئی کرنا رنج میں زیادتی کرنا ہے۔

سخاوت اور بخشش

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا سخاوت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو بغیر سوال کے ہو اور جو مانگنے کے بعد ہو، وہ تو بخشش ہے۔

مدح میں مبالغہ

مروی ہے۔ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت مبالغہ سے آپ کی تعریف کی (اور اس سے قبل اس شخص نے آپ کی شان کے بارے برے کلمات کہے تھے) آپ نے فرمایا جس قدر تم میری صفت بیان کر رہے ہو میں ویسا نہیں، البتہ جو مرتبہ میرا تمہارے دل میں ہے اس سے بڑا ہوں۔

مروی ہے۔ آپ نے فرمایا گناہ کا بدلہ عبادت کی سستی رزق کی تنگی اور لذات کا کم

ہو جاتا ہے۔ نیز فرمایا اگر حلال چیز سے شہوت آئے تو فوراً ہی وہ کم ہو جاتی ہے۔

علی ربیعہ سے مروی ہے۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ثابت رکھے (اور وہ شخص دل میں آپ سے دشمنی رکھتا تھا) آپ نے فرمایا۔ ہاں خدا تعالیٰ مجھے ثابت رکھے، مگر تیرے سینے پر۔

بڑے شاعر

شعبی کہتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شعر کہا کرتے تھے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تینوں سے بڑھ کر شاعر تھے۔

نبیط اشجعی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ یہ اشعار پڑھے۔

اِذَا اشْتَمَلَتْ عَلٰی الْیَاسِ الْقُلُوْبُ وَضَاقَ لَمَا بِہِ الصَّدْرِ الرَّحِیْبُ

ترجمہ: جب دل ناامیدی پر مشتمل ہوں اور سینے وسعت کے باوجود تنگ ہو جائیں

وَاَوْطَنَتِ الْمَکَارِہُ وَاطْمَانَتْ وَاَرْسَتْ فِیْ اَمَاکِنِھَا الْکُرُوْبُ

ترجمہ: اور حوادث ومصائب اقامت اختیار کریں اور سختیاں اپنی جگہوں میں جم جائیں

وَلَمْ یُرَ لِاِنْکِشَافِ الضُّرِّ وَجْہٌ وَلَا اَغْنٰی بِحِیْلَتِہِ الْاَرِیْبُ

ترجمہ: اور خلاصی کی کوئی وجہ نظر نہ آئے اور حیلہ دانا کو کوئی فائدہ نہ دے

اَتَاکَ عَلٰی قُنُوْطٍ مِّنْکَ غَوْثٌ یَمُنُّ بِہِ اللَّطِیْفُ الْمُسْتَجِیْبُ

ترجمہ: تو اس ناامیدی کی حالت میں تیرے پاس خدائے دانا دعا قبول کرنے والے کی مہربانی سے کوئی نہ کوئی فریادرس پہنچ جائے گا۔

وَکُلُّ الْحَادِثَاتِ اِذَا تَنَاھَتْ فَمَوْصُوْلٌ بِہٖ فَرَجٌ قَرِیْبُ

ترجمہ: اور جب حوادث زمانہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو ان کے پیچھے جلد ہی کشائش آجاتی ہے۔

شعبی سے مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو صحبت بد سے ڈرانے کیلئے فرمایا۔

وَلَا تَصْحَبْ اَخَا الْجَھْلِ وَاِیَّاکَ وَاِیَّاہُ فَلَمْ مِنْ جَاھِلٍ اَرْدٰی حَکِیْمًا حِیْنَ اٰخَاہُ

یُقَاسُ الْمَرْءُ بِالْمَرْءِ اِذَا مَاھُوَا مَاشَاہُ وَلِلشَّیْءِ مِنَ الشَّیْءِ مَقَایِیْسٌ وَاَشْبَاہُ

قِیَاسُ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ اِذَا مَا ھُوَ حَاذَاہُ وَلِلْقَلْبِ عَلَی الْقَلْبِ دَلِیْلٌ حِیْنَ یَلْقَاہُ

ترجمہ: جاہل کے پاس نہ بیٹھ اور اس سے بچتا رہ کیونکہ بہت سے جاہل ایسے ہیں کہ

جب کسی دانا نے ان سے بھائی چارہ کیا تو انہوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ آدمی اپنے ساتھ چلنے والے پر ہی قیاس کیا جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ ایک شے کو دوسری شے سے مشابہت ہوا ہی کرتی ہے' جیسے کہ جب جوتی کے ایک پاؤں کو دوسرے کے ساتھ رکھا جاتا ہے تو وہ برابر ہو جاتے ہیں اور دلوں کو دلوں سے راہ ہوا ہی کرتے ہیں۔

تلوار پر اشعار

مبرد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار پر یہ شعر کندہ تھے: شعر

لِلنَّاسِ حِرْص" عَلَی الدُّنْیَا بِتَبْذِیْرِ — وَصَفُوْھَا لَکَ مَمْزُوْج" بِتَکْدِیْرِ
لَمْ یُرْزَقُوْھَا بِعَقْلٍ حِیْنَ مَارُزِقُوْا — لٰکِنَّھُمْ رُزِقُوْھَا بِالْمَقَادِیْرِ
کَمْ مِنْ اَدِیْبٍ لَبِیْبٍ لَاتُسَاعِدُہٗ — وَمَائِقٍ نَالَ دُنْیَاہُ بِتَقْصِیْرِ
لَوْکَانَ عَنْ قُوَّۃٍ اَوْعَنْ مُغَالَبَۃٍ — طَارَالْبُزَاۃُ بِاَرْزَاقِ الْعَصَافِیْرِ

ترجمہ: لوگ دنیا کے مال و متاع خرچ کرنے پر بہت حریص ہوتے ہیں' حالانکہ دنیا کی خوشی کدورت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ دنیا کا مال لوگوں کو عقل سے نہیں ملا۔ (یعنی ایسا نہیں ہوا کہ جس میں عقل زائد ہو۔ اسے مال بھی زیادہ ملے۔) بلکہ دنیا کا مال انہیں تقدیر کے موافق ملا ہے۔ بہت سے ایسے دانا ہیں کہ دنیا ان کی مدد ہی نہیں کرتی اور بہت سے ایسے احمق ہیں کہ بغیر مشقت کے انہیں مال ملتا ہے۔ اگر رزق قوت و غلبہ سے حاصل ہوا کرتا تو باز چڑیوں کا رزق چھین لے جایا کرتے۔

حمزہ کی روایت

حمزہ بن حبیب زیات سے مروی ہے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

لَاتُفْشِ سِرَّکَ اِلَّا اِلَیْکَ — فَاِنَّ لِکُلِّ نَصِیْحٍ نَصِیْحًا
فَاِنِّیْ رَاَیْتُ غُوَاۃَ الرِّجَالِ — لَایَتْرُکُوْنَ اَدِیْمًا صَحِیْحًا

ترجمہ: راز کسی دوسرے شخص کو نہ بتایا کر کیونکہ ہر ناصح کا ایک ناصح ہوتا ہے۔ مگر گمراہ آدمیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ کسی کو بے عیب لگائے نہیں چھوڑتے۔

آٹھ باتیں

عقبہ بن ابی الصہبا سے مروی ہے۔ جب ابن ملجم نے آپ کو (یعنی حضرت علی رضی اللہ

عنہ) کو زخم پہنچایا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے بیٹا! آٹھ باتیں مجھ سے یاد رکھنا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے والد مہربان وہ کون سی ہیں۔ آپ نے فرمایا:

1- سب سے بڑی تونگری عقل ہے۔
2- اور سب سے زیادہ مفلسی حماقت ہے۔
3- اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے۔
4- سب سے بڑا اکرم حسن خلق ہے۔

یہ تو چار باتیں تھیں جبکہ دوسری چار یہ ہیں:

5- احمقوں کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ وہ چاہتا تو ہے کہ تمہیں نفع پہنچائے مگر نقصان پہنچاتا ہے۔
6- جھوٹے شخص کی ہم نشینی سے بھی پرہیز کیا کرو کیونکہ وہ قریب کو تجھ سے بعید کر دیتا ہے اور بعید کو قریب کر دیتا ہے۔
7- بخیل سے بھی دور بھاگنا کیونکہ وہ تم سے وہ چیزیں چھڑا دے گا جن کی تمہیں سخت حاجت ہے۔
8- بدکار کی صحبت سے دور بھاگنا کیونکہ وہ تمہیں کوڑیوں کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

یہودی اسلام لایا

ابن عساکر سے مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہا ہمارا خدا کیسے ہوا تھا۔ یہ بات سن کر آپ کا چہرہ غضب سے سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا کیا کوئی ایسا زمانہ بھی گزرا ہے کہ وہ نہیں تھا بلکہ وہ تو ہر ایک چیز سے پہلے بلا کیفیت موجود تھا۔ اس کی ابتداء انتہا نہیں۔ اس کی غایت اور نہایت کے ورے ہی سب غایات ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ آپ کا یہ کلام سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔

قاضی شریح کا فیصلہ

درّاج اپنی جزءِ مشہور میں بسند مجہول میسرہ سے اور وہ قاضی شریح سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے لیے تشریف لے جانے لگے تو آپ کی زرہ گم ہو گئی۔ جب آپ لڑائی سے کوفہ میں واپس آئے، تو وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی تو آپ

نے فرمایا کہ یہ زرہ تو میری ہے' نہ میں نے اسے بیچا ہے اور نہ ہبہ کیا تمہارے پاس یہ کس طرح گئی۔ یہودی نے کہا یہ تو میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم قاضی کے پاس چلتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ قاضی شریح کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا اگر میرا فریق ثانی یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ برابر کھڑا ہوتا لیکن میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے یہودیوں کو ذلیل وحقیر سمجھا کرو کیونکہ خدا تعالیٰ نے بھی انہیں ذلیل وحقیر سمجھا ہے۔ شریح نے عرض کیا اے امیر المومنین اپنا دعویٰ پیش کیجئے۔ آپ نے فرمایا میرا دعویٰ یہ ہے یہ زرہ جو یہودی کے ہاتھ میں ہے' یہ میری ہے۔ میں نے نہ اسے بیچا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے۔ شریح نے یہودی سے کہا تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ شریح نے کہا اے امیر المومنین! آپ کا کوئی دعویٰ ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں میرا غلام قنبر اور میرا بیٹا حسن رضی اللہ عنہ اس بات کی گواہی دیں گے یہ زرہ میری ہے۔ شریح نے کہا بیٹے کی گواہی باپ کے لیے جائز نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا جنتی شخص کی گواہی بھی قبول نہیں ہوسکتی؟ میں نے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جوانانِ جنت کے سردار ہوں گے۔ یہودی نے کہا امیر المومنین! مجھے اپنے قاضی کے پاس لائے تھے اور اس نے ان کے برخلاف فیصلہ کیا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین حق ہے اور یہ زرہ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہی ہے اور میں اب بطیب خاطر مسلمان ہوتا ہوں۔

فصل نمبر 4

آپ کا کلام

تفسیر قرآن مجید میں آپ کا کلام بہت سا ہے جسے ہم نے پوری طرح اپنی تفسیر (یعنی تفسیر مصنف) میں پوری طرح بیان کیا ہے۔ یہاں مختصراً بیان کرتے ہیں۔

قلب عاقل

ابن سعد روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں مجھے اس کی شانِ نزول اور مقامِ نزول نیز یہ کہ وہ کس کے حق میں نازل ہوئی ہے' معلوم نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے مجھے قلب عاقل اور زبانِ ناطق عطا فرمائی ہے۔

ایک ایک آیت

ابن سعد وغیرہ ابن الطفیلؒ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کر
تے قرآن مجید کی نسبت جسے کچھ پوچھنا ہو وہ پوچھ لے کیونکہ مجھے ایک ایک آیت کی نسب
معلوم ہے کہ وہ رات کے وقت نازل ہوئی یا دن کے وقت' پہاڑ پر نازل ہوئی یا میدان میں۔

ذخیرۂ علم

ابن ابی داؤد محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں۔ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام
وصال فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں دیر کی تو ا
دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے مل کر پوچھا کیا آپ میری امارت کو برا سمجھتے ہیں
آپ نے فرمایا' ہرگز نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے قسم کھالی ہے نماز کے سوا کبھی' چادر
اوڑھوں گا' حتیٰ کہ قرآن جمع کرلوں۔ لوگوں کا خیال ہے قرآن مجید آپ نے اسی ترتیب
جمع کیا تھا جیسے نازل ہوا تھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں اگر وہ قرآن پاک ہم تک پہنچتا تو وہ علم
بہت بڑا ذخیرہ ہوتا۔

فصل نمبر 5

چالاک وہوشیار

آپ نے فرمایا ہوشیاری اور چالاکی سوءِ ظن کا نام ہے۔ یعنی چالاک وہوشیار وہی ہ
ہے جو کسی پر بھروسہ نہ کرے بلکہ ہر ایک پر بدگمان ہی رہے۔ (رواہ شیخ ابن حبان)

زیادہ قربت

ایک دفعہ آپ نے فرمایا قریبی وہی ہے جسے دوستی قریب کرے۔ اگر چہ وہ بعید النس
ہی ہو اور بعید وہ ہے جسے عداوت دور کرے۔ اگر چہ وہ قریب النسب ہی ہو۔ جسم میں سب
زیادہ قربت ہاتھ کو ہے۔ لیکن جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو قطع کیا جاتا ہے اور قطع کرنے کے بع
اسے داغ دیا جاتا ہے۔ (رواہ ابونعیم)

یاد رکھو

آپ نے فرمایا مجھ سے پانچ باتیں بھی یاد رکھو۔

گناہ کے علاوہ اور کسی بات سے نہ ڈرو۔
خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھو۔
جو چیز نہ آتی ہو اس کے پوچھنے میں شرم نہ کرو۔
عالم کو چاہئے کہ جب اس سے ایسی بات پوچھی جائے جو اسے نہ آتی ہو تو کہہ دے اَللّٰہُ اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ یعنی خدا تعالیٰ وہ رسول پاک ﷺ بہتر جانتے ہیں۔
صبر وایمان میں وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے (یعنی صبر ایمان کا سر ہے) جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے جیسے کہ جب سر اتر جاتا ہے تو جسم بھی جاتا رہتا ہے۔
(رواہ ابن منصور)

بے فائدہ

ایک بار آپ نے فرمایا کامل فقیہ وہی ہوتا ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے ناامید نہ کرے اور گناہوں کی رخصت نہ دے اور نہ ہی انہیں خدا تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف کر دے۔ قرآن مجید سے اعراض کر کے کسی اور کی طرف نہ جائے جس عبادت کا آدمی کو علم نہ ہو۔ اس میں بھلائی نہیں ہوتی اور نہ اس سے علم وفہم ہی بڑھتا ہے۔ اس قرأت کا بھی فائدہ نہیں جس میں غور وفکر نہ ہو۔ (رواہ ابوضریس فی فضائل القرآن)

آپ نے فرمایا میرے نزدیک نہایت ہی لذیذ اور عمدہ بات یہ ہے جب مجھ سے ایسی بات پوچھی جائے جو مجھے نہ آتی ہو تو اس کے جواب میں اللہ اعلم کہہ دوں۔ (رواہ ابن عساکر)

انصاف کی بات

آپ نے فرمایا اپنے نفس اور لوگوں کے درمیان انصاف کرے تو اسے لوگوں کے لیے بھی وہی بات پسند کرنی چاہئے جسے وہ اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔ (رواہ ابن عساکر)

سات چیزیں

آپ نے فرمایا سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں:
1- غصہ کی شدت۔ 2-و3- عطاس[1] اور جمائی کی شدت۔
4- قے 5- نکسیر

[1] نسوار کی وجہ سے چھینک آنا۔

6-بول و براز 7-اور ذکر خدا کے وقت نیند کا آنا۔

مقویِ معدہ

آپ نے فرمایا انار اس کی نیلی سی جھلی کے ساتھ ہی کھایا کرو کیونکہ وہ مقوی معدہ ہے۔ (رواہ عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند)

پڑھنا برابر

آپ نے فرمایا تیرا عالم پر پڑھنا اور تجھ پر عالم کا پڑھنا برابر ہے۔ (رواہ حاکم فی تاریخ)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں مومن شخص لونڈیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔ (رواہ سعید بن منصور)

اسود کے اشعار

ابوالاسود دئلی نے باشعار ذیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہا ہے۔

اَلاَ یَا عَیْنُ وَیْحَکِ اَسْعِدِیْنَا ... اِلَّا تَبْکِیْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَا
وَتَبْکِیْ اُمُّ کَلْثُوْمٍ عَلَیْهِ ... بِعَبْرَتِهَا وَقَدْرَاَتِ الْیَقِیْنَا
اَلاَ قُلْ لِلْخَوَارِجِ حَیْثُ کَانُوْا ... فَلاَ قَرَّتْ عُیُوْنُ الْحَاسِدِیْنَا
اِنِّیْ شَهْرِ الصِّیَامِ فَجَعْتُمُوْنَا ... بِخَیْرِ النَّاسِ طُرًّا اَجْمَعِیْنَا
قَتَلْتُمْ خَیْرَ مَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا ... وَذَلَّلَهَا وَمَنْ رَکِبَ السَّفِیْنَا
وَمَنْ لَبِسَ النِّعَالَ وَمَنْ حَذَاهَا ... وَمَنْ قَرَاءَ الْمَثَانِیْ وَالْمُبِیْنَا
وَکُلُّ مَنَاقِبِ الْخَیْرَاتِ فِیْهِ ... وَحُبُّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَا
لَقَدْ عَلِمَتْ قُرَیْشٌ حَیْثُ کَانَتْ ... بِاَنَّکَ خَیْرُهُمْ حَسَبًا وَدِیْنَا
اِذَا اسْتَقْبَلْتَ وَجْهَ اَبِیْ حُسَیْنٍ ... رَاَیْتَ الْبَدْرَ فَوْقَ النَّاظِرِیْنَا
وَکُنَّا قَبْلَ مَقْتَلِهٖ بِخَیْرٍ ... نَرٰی مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ فِیْنَا
یُقِیْمُ الْحَقَّ لاَ یُرْتَابُ فِیْهِ ... وَیَعْدِلُ فِی الْعِدٰی وَالْاَقْرَبِیْنَا
وَلَیْسَ بِکَاتِمٍ عِلْمًا لَدَیْهِ ... وَلَمْ یَخْلُقْ مِنَ الْمُتَکَبِّرِیْنَا
کَاَنَّ النَّاسَ اِذْ فَقَدُوْا عَلِیًّا ... نَعَامٌ حَارَ فِیْ بَلَدٍ سِنِیْنَا
فَلاَ تَشْمُتْ مُعٰوِیَةَ بْنَ صَخْرٍ ... فَاِنَّ بَقِیَّةَ الْخُلَفَاءِ فِیْنَا

ترجمہ: اے آنکھ تجھے خرابی ہو' کیا تو ہماری مدد نہ کرے گی اور امیر المومنین پر نہ روئے گی' حالانکہ ام کلثوم ان پر روتی اور اپنے آنسو بہاتی ہے اور انہوں نے یقین یعنی موت کو دیکھ لیا۔ اے مخاطب! خارجی جہاں کہیں بھی ہوں ان کو کہہ دے کہ (خدا کرے) ہمارے حاسدوں کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی نہ ہوں۔ (اوکم بختو!) کیا تم نے ماہ رمضان میں ایسے شخص کو شہید کر کے جو سب لوگوں سے بہتر تھا' ہمیں تکلیف پہنچائی تھی۔ تم نے ایسے شخص کو قتل کر دیا ہے جو تمام ان لوگوں سے جو کشتیوں یا گھوڑوں وغیرہ پر سوار ہوئے بہتر تھا اور تمام ان لوگوں سے بہتر تھا جنہوں نے جوتا پہنا یا مثانی ومبین کو پڑھا۔ تمام خوبیاں اس میں موجود تھیں اور وہ رسول رب العالمین کے دوست تھے۔ قریش جہاں کہیں ہوں انہیں معلوم رہے کہ آپ ان سب سے حسب ودین میں بہتر تھے۔ اے مخاطب! جب تو ابوحسین (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے سامنے آئے تو دیکھنا کہ گویا ناظرین پر ماہ کامل نکل آیا ہے۔ ہم ان کے شہید ہونے سے پہلے خوش تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے دوست کو اپنے درمیان دیکھتے تھے۔ آپ حق کو قائم کرتے تھے اور اس میں ذرا بھی شک نہ کرتے تھے اور دشمنوں اور اقرباء میں ایک جیسا عدل کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے علم کو کبھی نہ چھپاتے اور نہ ہی آپ متکبروں سے تھے اور لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گم کر کے ایسے ہوگئے ہیں جیسے شترمرغ قحط سالی میں میدان میں مارا مارا پھرتا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خوش نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خلفاء کا بقیہ (یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ) اب بھی ہم میں موجود ہیں۔

فصل نمبر 6

فوت یا شہید

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مندرجہ ذیل اعلام امت فوت یا شہید ہوئے:

خذیفہ بن یمان' زبیر بن عوام' طلحہ' زید بن صوحان' سلمان فارسی' ہند بن ابی ہالہ' اویس قرنی' جناب بن ارت' عمار بن یاسر' سہل بن حنیف' تمیم الداری' خوات بن جبیر' شرجیل بن سمط' ابومیسرہ بدری' صفوان بن عسال' عمرو بن عنبسہ' ہشام بن حکیم اور ابورافع آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

موافق حدیث

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب ابو محمد رسول اللہ ﷺ کے دو ہتے اور جگر گوشہ اور موافق حدیث سب سے آخری خلیفہ تھے۔

اہل کساء

ابن سعد عمران بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے اسماء سے ہیں۔ جاہلیت میں عرب میں کسی شخص کا یہ نام نہیں رکھا گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نصف ماہ رمضان 3 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ سے کئی احادیث مروی ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے بیٹے حسن اور ابو حور، ربیعہ بن شیبان شعبی اور ابو الوائل وغیرہم بہت سے تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ صورت میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت مشابہ تھے۔ آپ کا نام حسن آنحضرت ﷺ نے ہی رکھا تھا اور ساتویں دن عقیقہ کر کے بال اتروائے تھے اور حکم کیا تھا ان بالوں کے عوض چاندی کا صدقہ کیا جائے۔ آپ اہل کساء[1] سے پانچویں ہیں۔

پوشیدہ نام

عسکری کہتے ہیں۔ جاہلیت میں یہ نام کسی کو معلوم نہیں تھا۔ مفضل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین دونوں نام پوشیدہ رکھے تھے، حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے دوہتوں کے نام رکھے۔

بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہہ نہ تھا۔

بخاری و مسلم براء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے، اے اللہ! میں اسے دوست رکھتا

---

[1] قرآن کے پڑھنے والے قاری۔

ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔

بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف رکھتے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے تو آپ کبھی لوگوں کی طرف نظر کرتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرائے گا۔

بخاری ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا دنیا میں یہ دونوں میرے پھول ہیں۔

ترمذی اور حاکم ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما جوانانِ جنت کے سردار ہوں گے۔

پیار کا اظہار

ترمذی اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھا آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور فرمارہے تھے اے اللہ! یہ میرے بیٹے اور نواسے ہیں۔ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور نیز ان سے محبت رکھ جو ان کو دوست رکھیں۔

زیادہ پیارا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ آپ نے فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔

سواری اور سوار

حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن آنحضرت ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تشریف لارہے تھے۔ راستے میں ایک شخص ملا اس نے دیکھ کر کہا میاں لڑکے تمہیں کیا اچھی سواری ملی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سوار بھی تو اچھا ہے۔

انتہائے محبت

ابن سعد عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں۔ اہل بیت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ صورت میں بہت ملتے جلتے تھے اور وہی آپ کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں جاتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کندھے یا پیٹھ پر بیٹھ جاتے تو آپ انہیں نہ اتارا کرتے' حتیٰ کہ وہ خود ہی خوشی سے اتر جاتے اور کبھی آنحضرت ﷺ رکوع میں ہوتے تو آپ اپنے پاؤں کو کشادہ کر دیتے' حتیٰ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک طرف سے دوسری طرف نکل جاتے۔

ابن سعد ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکالا کرتے اور زبان کی سرخی دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے۔

حاکم زہیر بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ قبیلہ ازد سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے آپ کو گود میں لیے ہوئے فرما رہے تھے جو شخص یہاں ہے وہ دوسروں کو پہنچا دے کہ جو شخص مجھے دوست رکھتا ہے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھے۔ اگر مجھے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل مقصود نہ ہوتی تو میں اس بات کو بیان نہ کرتا۔

باکمال سخاوت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت ہیں۔ آپ نہایت حلیم' صاحب وقار و حشمت اور نہایت سخی تھے۔ فتنہ و خونریزی سے آپ سخت متنفر تھے۔ شادیاں آپ بہت کیا کرتے تھے اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک شخص کو ہی ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیا کرتے تھے۔

پچیس حج

حاکم عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پاپیادہ کیے' حالانکہ اعلیٰ درجے کی تیز رفتار اونٹنیاں آپ کے پاس ہوا کرتی تھیں۔

ابن سعید عمیر بن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں۔ صرف حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی ایسے شخص تھے کہ جب آپ کلام کرتے تو میں چاہتا تھا کہ آپ خاموش نہ ہوں۔ کبھی کوئی فحش کلمہ آپ کی زبان سے نہیں سنا گیا۔ مگر ایک مرتبہ کہ آپ کے اور عمرو بن عثمان کے درمیان زمین کا کچھ تنازع تھا۔ آپ نے ایک امر پیش فرمایا۔ مگر عمرو اس سے راضی نہ ہوئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے

پاس تو اس کے علاوہ کچھ نہیں جس سے تمہاری ناک خاک آلودہ ہو یعنی یہی کچھ ہے' اگر تمہاری مرضی کے خلاف ہے۔ پس یہی ایک سخت کلمہ میں نے آپ کی زبان سے سنا تھا۔

کم نہیں کرتا

ابن سعد عمیر بن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں۔ مروان ہمارا حاکم تھا اور وہ ہر جمعہ کو منبر پر کھڑا ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے سب وشتم کیا کرتا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سنتے رہتے' مگر کبھی آپ جواب نہ دیا۔ ایک دن مروان نے آپ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ حضرت علی پر اور تجھ پر...... تمہاری مثال خچر کی سی ہے جب اس سے پوچھا جائے تمہارا باپ کون تھا تو وہ کہتی ہے میری ماں گھوڑی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا جا کر اسے کہہ دو میں تجھے گالیاں دیکر تیرے نامہ اعمال سے کوئی چیز کم نہیں کرتا۔ میرا تیرا فیصلہ خدا کے سامنے ہوگا۔ اگر تو سچا ہے تو خدا تجھے جزائے خیر دے اور اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تعالیٰ سب سے سخت عذاب دینے والا ہے۔

تم پر اُف

ابن سعد رزیق بن سوار سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی تو مروان نے آپ سے درشتی کے ساتھ کلام کیا۔ پھر مروان نے دائیں ہاتھ سے ناک صاف کیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ہلاک ہو تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ دایاں ہاتھ منہ کیلئے ہے اور ناک کیلئے اور ناپاکیوں کے دور کرنے کے لیے بایاں ہاتھ ہے۔ تجھ پر اف ہے۔ مروان یہ سن کر بالکل خاموش ہو گیا۔

کیا اجازت ہے؟

ابن سعد اشعث بن سوار سے روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص آ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا آپ نے فرمایا آپ ایسے وقت یہاں آ کر بیٹھے ہیں کہ ہم اٹھ رہے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں؟

ایک موزہ

ابن سعد علی بن زید بن جدعان سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال راہِ خدا میں بانٹ دیا اور تین مرتبہ نصف نصف مال خیرات کی' حتیٰ کہ ایک جوتا رکھ لیا اور

ایک خیرات کر دیا اور ایک موزہ رکھ لیا اور ایک خیرات کیا۔

نہایت دوست

ابن سعد علی بن حسن رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ عورتوں کو بہت طلاق دیا کرتے تھے اور جسے آپ طلاق دیتے وہ آپ کو نہایت دوست رکھتی' چنانچہ آپ نے نوے عورتوں سے نکاح کیا۔

ابن سعد جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ادھر عورتوں سے نکاح کرتے اور ادھر طلاق دیدیتے۔ آپ کی اس عادت سے یہاں تک اندیشہ ہوا کہ قبائل کی آپس میں عداوت ہی نہ پڑ جائے۔

ابن سعد جعفر بن محمد سے ہی روایت کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اہل کوفہ! حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے لڑکیوں کا نکاح نہ کیا کرو کیونکہ وہ طلاق بہت دیا کرتے ہیں۔ اس پر ہمدان کے ایک شخص نے اٹھ کر کہا' بخدا ہم تو ان سے نکاح کر دیا کریں گے۔ ان کی مرضی ہے جس کو چاہیں رکھیں اور جس کو چاہیں طلاق دیں۔

عاشق اور فریفتہ

ابن سعد عبداللہ بن حسن سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بہت عورتوں سے نکاح کیا کرتے تھے اور ایسی عورتیں بہت کم ہوا کرتی تھیں کہ آپ ان سے نکاح کریں اور وہ آپ پر عاشق اور فریفتہ نہ ہو جائیں۔

حلیم اور بردبار

ابن عساکر جویریہ بن اسماء سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو مروان آپ کے جنازے میں رو پڑا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب تو روتا ہے اور ان کی زندگی میں انہیں گالیاں دیا کرتا تھا۔ مروان نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا میں اس سے بھی زیادہ حلیم اور بردبار شخص کو کہا کرتا تھا۔

اللہ کی رضا

ابن عساکر مبرد سے روایت کرتے ہیں۔ لوگوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

سے کہا ابوذر کہتے ہیں غنیٰ سے فقر اور تندرستی سے بیماری مجھے بہت پسند ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے۔ ان کا خیال اچھا ہے۔ مگر میں تو کہتا ہوں جو شخص اللہ کے اختیار پر بھروسہ کرے تو اسے اس بات کی تمنا کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کردہ حالت کے سوا کسی اور حالت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر ٹھہرنے کی یہی حد ہے۔

صلح کرائے گا؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کی شہادت کے بعد از روئے بیعت خلیفہ ہوئے اور چھ مہینے اور چند دن تک خلیفہ رہے۔ لیکن حکم خدا میں چارہ نہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان شرائط پر خلافت انہیں سپرد کر دی کہ ان کے بعد خلافت آپ کو ملے اور اہل مدینہ و حجاز اور عراق کے پاس جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقت سے چلا آتا ہے' ان سے کچھ نہ لیا جائے گا اور آپ کے قرض ادا کر دیئے جائیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سب شرائط مان لیں اور آپس میں صلح ہوگئی اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشین گوئی ثابت ہوگئی جو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

بلقینی نے آپ کے منصب خلافت کو جو سب منصبوں سے بڑا ہوتا ہے' چھوڑ دینے سے یہ دلیل لی ہے کسی وظیفہ اور منصب سے دستبردار ہو جانا جائز ہے۔ آپ نے ماہ ربیع الاول 41 ہجری میں خلافت کو چھوڑا۔ اور بعض ربیع الاخریٰ اور بعض جمادی الاولیٰ میں بتاتے ہیں۔ آپ کے دوست آپ کو عار المسلمین کہا کرتے تھے تو آپ جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ عار آگ سے بہتر ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے کہا۔ اے مسلمانوں کو ذلیل کرنیوالے السلام علیکم۔ آپ نے فرمایا میں نے مومنوں کو ذلیل تو نہیں کیا بلکہ مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ ملک کی خاطر تمہیں قتل کرواؤں۔ خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد آپ مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی۔

محض خدا تعالیٰ

حاکم جبیر بن نفیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کیا میں نے سنا ہے' آپ پھر خلافت کا ارادہ کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تمام اہل عرب کے سر میرے ہاتھ میں تھے جسے جس سے چاہتا لڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کر لیتا' اس وقت بھی

میری خوشنودی محض خداتعالیٰ اور اس خیال سے آنحضرت ﷺ کی امت کا ناحق خون نہ ہو خلافت چھوڑ دی اور اب اہل حجاز کی غمگینی دور کرنے کے لیے میں اسے کیوں قبول کرنے لگا۔

زہر کس نے دیا؟

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ میں مسموم[1] فوت ہوئے۔ آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے آپ کو زہر دیدیا تھا جسے یزید بن معاویہ نے پوشیدہ طور سے کہلا بھیجا تھا کہ انہیں زہر دیدو۔ پھر میں تم سے نکاح کرلوں گا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اس نے یزید سے ایفائے وعدہ طلب کیا۔ اس نے کہلا بھیجا کہ جب میں یہ نہ دیکھ سکا کہ تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہے تو بھلا میں تجھے اپنے واسطے کیسے پسند کرتا ہوں؟ آپ کی شہادت 49 ہجری اور ایک قول کے مطابق ربیع الاول 50 ہجری اور ایک قول کے مطابق 51 ہجری میں ہوئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ہزار ہا چاہا آپ یہ بتلا دیں آپ کو زہر کس نے دیا ہے مگر آپ نے نہ بتلایا اور فرمایا کہ جس پر میرا شبہ ہے اگر وہ قاتل ہے تو خداتعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے ورنہ میرے واسطے کوئی دوسرا کیوں قتل کیا جائے۔

شہادت حضرت حسن رضی اللہ عنہ

ابن سعد عمران بن عبداللہ بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روز حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا میری دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے۔ یہ خواب سن کر اہل بیت خوش ہوئے اور اس خواب کو سعید بن مسیب سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی عمر بہت ہی کم رہ گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ چند دنوں کے بعد شہید ہوئے۔

فراخی کی دعا

بیہقی اور ابن عساکر بسند ابی المنذر راور ہشام بن محمد روایت کرتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ درہم بطور وظیفہ سالانہ ملا کرتا تھا۔ ایک سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ وظیفہ نہ بھیجا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بہت تنگ ہو گیا۔ ایک روز آپ نے امیر معاویہ

---

[1] زہر دیا گیا۔

رضی اللہ عنہ کی یاددہانی کی خاطر خط لکھنے کیلئے قلم دوات منگوائی مگر آپ پھر رک گئے۔ رات کو آپ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اے حسن رضی اللہ عنہ کیسا حال ہے؟ تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اچھا ہوں اور پھر اپنی تنگدستی کی شکایت کی تو آپ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے آج اس خاطر قلم دوات منگوائی تھی کہ اپنے ہی جیسی مخلوق سے مدد مانگوں تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ پھر میں اور کیا کرتا؟ آپ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَکَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَکَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصَرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخَصَّنِیْ بِہٖ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع کردے یہاں تک کہ اپنے علاوہ مجھے کسی کی امید نہ رہے اور اس سے میری قوت کمزور نہیں ہوتی اور نہ میرا عمل اس سے کوتاہ ہوا ہے اور نہ میری رغبت انتہا کو پہنچی ہے اور نہ میرا سوال اس تک پہنچا ہے اور نہ وہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ (پس اے اللہ وہ مجھے بھی عطا کر) جس سے تو نے اوّلین و آخرین کو عطا کیا ہے۔ یقین سے پس تو مجھے بھی اس کے ساتھ خاص فرما' اے جہانوں کے پالنے والے۔

ہفتہ نہ گزرا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مجھے یہ دعا پڑھتے ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے میرے پاس پندرہ لاکھ درہم بھیج دیئے۔ میں نے کہا اس خدا تعالیٰ کا شکر ہے جو اپنے یاد کرنے والے کو کبھی نہیں بھولتا اور جو اس سے دعا کرتا ہے اس کو مایوس نہیں کرتا۔ اس کے بعد پھر میں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے حسن رضی اللہ عنہ کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اچھا ہے۔ پھر میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا ہاں بیٹا جو شخص اپنے خالق سے مانگتا ہے اور مخلوق سے امید نہیں رکھتا اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ایسا ہی ہوتا ہے۔

طیوریات میں سلیم بن عیسیٰ سے جو کوفہ کے قاری تھے' مروی ہے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رو کیوں رہے ہیں؟ آپ تو رسول کریم ﷺ اور اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا رہے ہیں اور وہ آپ کی والدہ ہیں اور قاسم و طاہر کے پاس جا رہے ہیں جو آپ کے ماموں ہیں اور حمزہ و جعفر کے پاس جاتے ہو جو آپ کے چچا ہیں۔ یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا اے بھائی! میں اب اللہ تعالیٰ کے ایسے امر میں داخل ہو رہا ہوں جس میں اس سے پہلے کبھی داخل نہیں ہوا اور میں اس وقت خدا تعالیٰ کی ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں جسے میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

سفہائے کوفہ

ابن عبدالبر کہتے ہیں۔ کئی طرق سے مروی ہے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اے بھائی! تیرے باپ نے خلافت کا ارادہ کیا تھا مگر خدا تعالیٰ نے ان سے پھیر کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیدی۔ ان کے بعد پھر انہوں نے ارادہ کیا۔ مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مل گئی۔ پھر ان کے بعد انہیں یقین تھا کہ وہ انہیں ملے گی مگر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی گئی مگر تلواریں نیاموں سے باہر آ گئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم میں نبوت و خلافت کو جمع نہیں فرمائے گا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفہائے[1] کوفہ تمہیں یہاں سے ضرور نکالیں گے۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ اس وقت انہوں نے مان لیا تھا۔ مگر مجھے خیال ہے کہ لوگ یہ بات نہ تسلیم کریں۔ تو اصرار نہ کرنا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات بسر و چشم قبول ہے۔ لیکن مروان مانع آیا۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہیوں نے ہتھیار لگا لیے۔ مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو روک دیا اور آپ کو اپنی والدہ کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

[1] بیوقوف۔

امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ

معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی اموی ابوعبدالرحمٰن۔ یہ اور ان کے والد فتح مکہ کے روز ایمان لائے۔ جنگ حنین میں شامل ہوئے' مولفۃ القلوب میں سے تھے۔ مگر بعد میں نہایت پکے مسلمان ہوگئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے منشیوں میں سے تھے۔ آپ سے ایک سوتریسٹھ حدیثیں مروی ہیں جن کو ابن عباس رضی اللہ عنہ' ابن عمر رضی اللہ عنہ' ابن زبیر رضی اللہ عنہ' ابوالدرداء' جریر بجلی' نعمان بن بشیر' ابن مسیب' حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

آپ ہوشیاری اور حلم میں مشہور تھے۔ آپ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں مگر بہت کم ثابت ہوئی ہیں۔

دعائے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

ترمذی عبدالرحمٰن بن ابی عمیر صحابی سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔ اے اللہ اسے ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ بنادے۔

احمد اپنی مسند میں عرباض بن ساریہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب وحساب سکھا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔

خلافت کا شوق

ابن ابی شیبہ مصنف میں اور طبرانی کبیر میں عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سے مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اے معاویہ جب تو بادشاہ ہو تو لوگوں سے اچھی طرح سلوک کرنا۔ اس وقت سے مجھے خلافت کا طمع رہا ہے۔

کسریٰ عرب

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قد کے لمبے' خوبصورت اور مہیب شخص تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں کسریٰ عرب کہا کرتے تھے۔

خلافتِ معاویہ کا اٹھنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو مکروہ نہ سمجھو کیونکہ جب یہ تمہارے سروں سے اٹھ جائیں گے تو دیکھو گے کہ کتنے سر جسموں سے جدا کیے جاتے ہیں۔

معاویہ ضرب المثل

مقبری کہتے ہیں کہ تم ہرقل اور کسریٰ کی ہوشیاری اور زیرکی کو تو یاد کرتے ہو مگر معاویہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ جاتے ہو' حالانکہ وہ ہم میں ضرب المثل تھے۔

ابن ابی الدنیا اور ابوبکر بن عاصم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم میں ایک علیحدہ کتاب تصنیف کی ہے۔

ابن عون کہتے ہیں۔ ایک شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا اے معاویہ ہمارے ساتھ اچھی طرح برتاؤ کرو ورنہ ہم تمہیں سیدھا کر دیں گے۔ آپ نے کہا کہ کس چیز سے سیدھا کرو گے؟ اس نے کہا لکڑی سے۔ آپ نے کہا کہ ہاں بھائی میں اس وقت سیدھا ہو جاؤں گا۔

قبیصہ بن جابر کہتے ہیں کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مدت تک رہا ہوں' پس میں نے آپ سے بڑھ کر حلیم' عاقل اور متواضع کوئی شخص نہیں دیکھا۔

طویل المیعاد حاکم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ گئے اور جب یزید مر گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا حاکم مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں برقرار رکھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں تمام شام پر حاکم بنا دیا۔ اس لحاظ سے وہ بیس برس شام کے امیر رہے ہیں اور بیس برس ہی خلیفہ رہے ہیں۔

کعب احبار کہتے ہیں۔ جتنی مدت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم رہے ہیں اتنی مدت اس امت سے کوئی شخص حاکم نہیں رہا۔

بغیر مخالفت کے خلافت

ذہبی کہتے ہیں۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے سے پہلے ہی وفات

پا گئے۔ لیکن کعب احبار نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک ہی کہا ہے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیس برس تک اس طرح خلافت کی ہے کہ کوئی ان کا مخالف کھڑا نہ ہوا۔ برخلاف کہ جو اُن کے بعد خلفاء ہوئے اکثر لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور کئی شہر ان کے تصرف سے نکل گئے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا تھا اور بعد از اں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر' اسی لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت چھوڑ دی تھی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ 41 ہجری سے مستقل خلیفہ ہوئے۔ اسی لیے اسے عام جماعت کہتے ہیں کیونکہ اس میں امت کا ایک خلیفہ پر اتفاق ہو گیا۔ اسی سال میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔

43 ہجری میں حج وغیرہ بلاد بحستان اور ودّان برقہ' کلوازی وغیرہ شہر فتح ہوئے اور اسی سال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی زیاد کو حاکم بنایا اور یہ پہلی بات ہے جس میں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے حکم فی الاسلام کی مخالفت کی۔ (رواہ ثعالبی)

یزید کی بیعت

45 ہجری میں قیقان فتح ہوا۔

50 ہجری میں قوہستان غلبتہً فتح ہوا اور اس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو بلا کر ان سے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی اور آپ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی حیات میں اپنے بیٹے کے لیے بیعت لی۔ اس کے بعد انہوں نے مدینہ میں مروان کو لکھا کہ وہاں کے لوگوں سے بھی بیعت لو۔ چنانچہ مروان نے خطبہ پڑھا اور کہا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا ہے کہ میں ان کے بیٹے یزید کے لیے سنت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر بیعت لوں۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا یہ نہ کہو بلکہ کہو کہ سنت کسریٰ وقیصر پر' کیونکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے خلافت کو اپنے بیٹوں یا اپنے خاندان کے لیے خاص نہیں کیا تھا۔

ایسی رات

51 ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور وہاں بھی اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا کر کہا اے ابن عمر تم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں نہیں پسند کرتا کہ

ایسی رات گزاروں جس میں مجھ پر کوئی امیر نہ ہو اور اب مجھے خوف ہے کہ تم ہی اس معاملہ میں مسلمانوں کے امن میں خلل ڈالنے اور ان میں فساد کرنے والے ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا تم سے پہلے بھی خلیفہ گزرے ہیں اور ان کے بیٹے بھی تھے اور تیرا بیٹا ان کے بیٹوں سے اچھا بھی نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے تمہاری طرح اپنے بیٹوں کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑا کہ جسے وہ اچھا سمجھیں خلیفہ بنالیں اور یہ جو آپ نے کہا تم مسلمانوں میں فساد ڈالو گے، سو میں تو مسلمانوں سے ایک شخص ہوں۔ جب وہ سب کسی امر پر اتفاق کرلیں گے تو مجھے بھی ان کے ساتھ اتفاق کرنا پڑے گا۔ آپ کی یہ بات سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے (یعنی آپ نے اچھی بات کہی) اتنا کہہ کر ابن عمر رضی اللہ عنہ چلے آئے۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ جب وہ آئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بھی وہی باتیں کرنے لگے تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے ان کے کلام کو قطع کر کے کہا کہ شاید آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کے بیٹے کے معاملہ میں آپ کو اپنا وکیل کرلیا ہے۔ بخدا ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ ہم امر خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑیں گے یا فریب سے آپ کو اس سے علیحدہ کردیں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! جو میں چاہتا ہوں اس میں میری مدد فرما۔ پھر کہا ذرا سختی کو کام میں نہ لائیں اور نرمی اختیار کریں اور اہل شام تک اس بات کو نہ پہنچانا کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تمہیں میرے جانے سے پہلے ان سے کچھ نقصان نہ پہنچ جائے۔ جب آج شام کو میں انہیں خبر دے دوں کہ تم نے بیعت کرلی ہے تو پھر جو کچھ چاہے کرنا۔ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر کو بلایا اور کہا اے ابن زبیر تو تو مکار لومڑی کی طرح ہے۔ جب کبھی وہ ایک سوراخ سے نکلتی ہے دوسرے میں جا گھستی ہے۔ تم نے ان دونوں آمیوں (یعنی ابن عمر اور ابن ابوبکر رضی اللہ عنہم) کے کانوں میں کچھ پھونک دیا ہے اور ان کی رائے کے خلاف ہمیں آمادہ کردیا ہے۔ اس پر ابن زبیر نے کہا اگر آپ ایسے ہی خلافت سے بیزار ہو گئے ہیں تو اسے چھوڑ دیں اور اپنے بیٹے کو لائیں۔ ہم اس سے بیعت کرلیتے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کی بیعت بھی رکھیں اور اس سے بھی بیعت کرلیں تو کس کی اطاعت کریں اور کس کی اطاعت نہ کریں۔ ایک وقت میں دو بیعتیں نہیں ہوسکتیں۔ یہ کہہ کر ابن زبیر

رضی اللہ عنہ چلے آئے۔

بیعت نہیں کی

پھر اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور خدا کی حمد وثناء کے بعد کہا لوگ بالکل جھوٹ کہتے ہیں کہ ابن عمر اور ابن ابی بکر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت نہیں کی حالانکہ انہوں نے بیعت کر لی ہے۔ اہل شام نے کہا جب تک وہ سب کے سامنے بیعت نہ کریں تب تک ہم راضی نہ ہوں گے ورنہ ہم ان تینوں کو قتل کر دیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! لوگ قریش کی شان میں کس قدر جلدی گستاخی کرتے ہیں۔ خبردار! آج کے بعد کوئی شخص ایسا کلمہ زبان پر نہ لائے۔ یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے۔ پس لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ابن عمر، ابن ابی بکر اور ابن زبیر نے بیعت کر لی ہے۔ مگر وہ کہتے تھے بخدا ہم نے بیعت نہیں کی۔ لیکن لوگ کہتے تھے نہیں تم نے بیعت کر لی ہے۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کو واپس لوٹ گئے۔

ابن مکندر سے مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یزید سے بیعت کرتے وقت کہا اگر اچھا ہوگا تو ہم راضی ہوں گے اور اگر برا ہوگا تو صبر کریں گے۔

خرائطی ہواتف میں حمید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ ہند بنت عقبہ بن ربیعہ، فاکہ بن مغیرہ کے عقد میں تھی جو جوانانِ قریش سے تھا اور اس نے ایک بیت الضیافت بنا رکھا تھا جس میں لوگ بغیر اذن کے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ مکان خالی تھا اور فاکہ اور ہند دونوں اس میں تھے۔ قضا سے فاکہ کسی کام کے لیے باہر گیا تو اس کے بعد ایک شخص جو ہر روز وہاں آیا جایا کرتا تھا، اندر داخل ہوا۔ مگر ایک عورت کو دیکھ کر الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔ جاتے وقت اسے فاکہ نے دیکھ لیا۔ اپنی عورت کو آ کر کہنے لگا کہ یہ شخص کون تھا۔ اس نے کہا میں نے تو نہیں دیکھا اور میں تو تمہارے آگاہ کرنے سے خبردار ہوئی ہوں۔ اس نے کہا جا اپنے گھر چلی جا۔ اس واقعہ کا لوگوں میں چرچا ہو گیا تو ہند کے باپ نے ایک روز اسے علیحدہ لے جا کر پوچھا۔ اے بیٹی! تمہارے معاملہ میں لوگ بہت کچھ گفت وشنید کرتے ہیں تو مجھے اصلی واقعہ بتا دے۔ اگر وہ شخص یعنی تیرا خاوند سچا ہوگا تو میں کسی آدمی کو کہہ کر اسے پوشیدہ طور سے قتل کرا دوں گا اور اگر وہ جھوٹا ہے تو ہم یمن کے کاہنوں کے پاس جا کر اس سے فیصلہ کریں گے۔

اس پر ہند نے زمانہ جاہلیت کی تمام قسمیں کھا کر کہا یہ اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ پھر عتبہ نے فاکہ سے کہا تم نے میری بیٹی پر نہایت سخت بہتان باندھا ہے۔ چلو یمن کے بعض کاہنوں سے اس کا فیصلہ کرا لیں۔ پس فاکہ اپنے قبیلہ بنی مخزوم کے کئی آدمی ساتھ لیکر عتبہ بن عبد مناف کے بہت سے شخص ساتھ لے کر چلے' ان کے ساتھ ہند اور اس کی کئی سہیلیاں تھیں۔ جب یہ لوگ بلاد یمن کے قریب گئے تو ہند کا حال دگرگوں ہو گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اس کے باپ نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تیرا حال متغیر ہوا جاتا ہے اور اس کا کوئی سبب ضرور ہے۔ اس نے کہا اے میرے باپ یہ حال دگرگوں ہونا کسی برائی کا باعث نہیں بلکہ میں دیکھتی ہوں کہ تم اس معاملہ کو ایک ہم جیسے آدمی کے پاس لیے جاتے ہو جن کی باتیں کبھی سچی ہوتی ہیں اور کبھی جھوٹی اس لیے میں ڈر رہی ہوں کہ وہ مجھ پر کہیں ایسا نشان نہ لگا دے جو میرے لیے عرب بھر میں ننگ و عار بن جائے۔ عتبہ نے کہا تمہارا معاملہ پیش کرنے سے پہلے میں اسے آزما لوں گا۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو اس طرح کی آواز دی کہ اس نے اپنا ذکر باہر نکال لیا اور اس نے اس کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھ دیا اور بعد ازاں اسے باندھ دیا۔

جھٹک دیا

جب صبح کے وقت کاہن کے پاس گئے تو اس نے ان کی بڑی خاطر و تواضع کی اور ان کے لیے بکرے وغیرہ ذبح کیے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو عتبہ نے کہا ہم تیرے پاس ایک کام کے لیے آئے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے میں نے تیری آزمائش کے لیے ایک چیز پوشیدہ کی ہے۔ بتاؤ وہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گندم کا دانہ پوشیدہ کیا ہے۔ عتبہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔ اب تو ان عورتوں کا حال دیکھ۔ پس وہ کاہن ایک ایک کے پاس جاتا اور کہتا کھڑی ہو جا۔ جب ہند کے پاس گیا تو اس کے کندھوں پر دھپڑ مار کر کہنے لگا کہ کھڑی ہو جا' نہ ہی تجھ سے کوئی بدی سرزد ہوئی ہے اور نہ ہی تو زانیہ ہے۔ تجھ سے ایک بادشاہ پیدا ہو گا جس کا نام معاویہ ہو گا۔ فاکہ نے یہ سن کر ہند کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا جا دور ہو جا۔ اگر کوئی ایسا بادشاہ میرے بطن سے پیدا ہونے والا ہے تو وہ تیرے نطفہ سے نہ ہو گا۔ اس کے بعد ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

بال مبارک اور ناخن مبارک

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ماہ رجب 60 ہجری میں انتقال کیا اور باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی عمر 77 سال کی ہوئی۔ ان کے پاس رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ بال اور ناخن تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں میری آنکھوں اور منہ میں رکھ دینا اور مجھے خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دینا۔

فصل نمبر 1

مختصر حالاتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ابن ابی شیبہ سعید بن جمہان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سفینہ سے پوچھا بنی امیہ کا کیا خیال ہے کیا وہ خلیفہ ہیں؟ اس نے کہا کہ بنوزرقا جھوٹ کہتے ہیں۔ وہ تو بادشاہ ہیں اور بادشاہ بھی سخت ترین اور سب سے پہلے بادشاہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

خلفاء کون؟

بیہقی اور ابن عساکر ابراہیم بن ارمنی سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ خلفاء کون تھے؟ آپ نے فرمایا! حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ میں نے عرض کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خلافت کا کوئی مستحق نہیں تھا۔

عیب نہ نکلا

سلفی طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا اصل بات یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن بہت تھے۔ انہوں نے تلاش کیا کہ آپ میں کوئی عیب نکلے مگر نہ نکلا تو وہ ایسے شخص کے پاس آئے جس نے آپ سے جنگ وجدل کیا اور انہوں نے اسے اپنی نسبت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ حیلہ گر پایا۔

ڈنگ اور آبِ دہن

ابن عساکر عبدالملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ جاریہ بن قدامہ سعدی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا جاریہ بن قدامہ۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم کیا بن سکتے ہو۔ تمہاری مثال تو ایک حقیر شہد کی مکھی کی سی ہے۔ جاریہ بن قدامہ نے کہا تم نے تو مجھے ایک ایسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا ڈنگ زہر آلود اور آبِ دہن میٹھا ہوتا ہے۔ مگر معاویہ تو کتیا کو کہتے ہیں جو دوسرے کتوں کو بھونکاتی ہے اور امیہ امتہ کی تصغیر ہے۔

سخت زرہیں

فضل بن سوید سے مروی ہے۔ جاریہ بن قدامہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور کہا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر کوشش کر رہے ہو اور ایسی آگ بھڑکا رہے ہو جس سے عرب کے گاؤں جل جائیں اور سخت خونریزی ہو۔ جاریہ نے کہا اے معاویہ رضی اللہ عنہ! حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ کرو کیونکہ جب سے ہم نے ان کے ساتھ دوستی کی ہے اس دن سے کبھی ان سے دشمنی نہیں کی اور جس روز سے ہم نے ان کی خیر خواہی پر کمر باندھی ہے، کبھی ان سے فریب نہیں کیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے جاریہ! تجھ پر افسوس ہے کہ تو اپنے گھر والوں کی نظروں میں کیسا ذلیل تھا کہ انہوں نے تیرا نام جاریہ (لونڈی) رکھ دیا۔ اس نے کہا اے معاویہ تو بھی اپنے اہل کی نظروں میں کس قدر ذلیل تھا۔ انہوں نے تیرا نام معاویہ رکھ دیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کرے تیری ماں نہ ہو' اس نے کہا مجھے ماں نے جنا ہی نہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں ابھی تک ان تلواروں کے قبضے ہیں جن سے ہم نے صفین میں آپ کے ساتھ لڑائی کی تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو مجھے دھمکاتا ہے۔ جاریہ نے کہا آپ ہم پر زبردستی اور غلبہ سے حاکم نہیں بنے ہو بلکہ آپ نے ہم سے عہد و پیمان کیے تھے (اور ہم نے ملک آپ کے حوالے کر دیا) اگر آپ انہیں پورا کریں گے تو ہم بھی پورا کریں گے اور اگر آپ کسی اور بات کی طرف رغبت کریں گے تو یہ جان لیں کہ میں نے اپنے پیچھے ایسے مددگار چھوڑے ہیں جن کی زرہیں سخت ہیں اور زبانیں تیز۔ پس اگر آپ نے ذرا بھی عہد شکنی کی تو ہم بھی آپ کے ساتھ مکر و فریب کی چال چلیں گے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کرے تیرے جیسے اور لوگ پیدا ہی نہ ہوں۔

کس نے روکا!

ابوالطفیل عامر بن واصلہ سے مروی ہے۔ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا تم عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے نہیں ہو۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ میں ان لوگوں سے ہوں جو آپ کی شہادت کے وقت موجود تھے۔ مگر انہوں نے آپ کی مدد نہ کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں ان کی مدد سے کس بات نے روکا تھا۔ انہوں نے کہا مہاجرین وانصار نے بھی تو آپ کی مدد نہ کی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا انہیں لازم تو تھا آپ کی مدد تو کرتے۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین آپ نے اور اہل شام نے ان کی مدد کیوں نہ کی۔ آپ نے کہا کیا آپ کے خون کا مطالبہ کرنا مدد نہیں ہے؟ یہ سن کر ابوالطفیل ہنس پڑے اور کہا آپ کا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حال ایسا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

لَا اُلْفِیَنَّکَ بَعْدَ الْمَوْتِ تَنْدِبُنِیْ وَفِیْ حَیَاتِیْ مَا زَوَّدْتَنِیْ نَادِیْ

ترجمہ: تجھے چاہئے کہ موت کے بعد مجھ پر نہ روئے کیونکہ زندگی میں مجھے خرچ دینا جو تجھ پر واجب تھا' تو نے نہ دیا۔

خطبہ سنایا

شعبی کہتے ہیں۔ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہی بیٹھ کر خطبہ سنایا اور یہ بات بسبب موٹا ہو جانے اور پیٹ کے بڑھ جانے کے ہوئی۔ (رواہ ابن ابی شیبہ)

زہری کہتے ہیں۔ نمازِ عید سے پہلے خطبہ پڑھنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہی ایجاد کیا۔
(رواہ عبدالرزاق)

سعید بن میتب کہتے ہیں۔ سب سے قبل عید کی اذان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہی مقرر کی۔
(رواہ ابن ابی شیبہ)

انہی سے ہی روایت ہے کہ تکبیر میں سب سے پہلے آپ نے ہی کمی کی۔
(رواہ عسکری فی اوائل)

سب سے پہلے ہرکارے آپ نے ہی مقرر کیے اور اپنی خدمت کے لیے آپ نے ہی ملازم رکھا۔ سب سے پہلے آپ سے ہی رعیت کو نفرت ہوئی۔ سب سے پہلے آپ کو ہی السلام علیک یا امیر المومنین رحمہ اللہ تعالیٰ کہا گیا۔ مہر لگانے کا طریقہ سب سے پہلے آپ نے ہی ایجاد

کیا اور یہ کام عبداللہ بن اوس غسانی کے سپرد تھا اور اس مہر پر کندہ تھا (لِکُلِّ عَمَلٍ ثَوَابٌ) یعنی ہر کام کا ثواب ہوتا ہے اور یہ طریقہ خلفائے عباسیہ میں بھی آخر وقت تک رہا اور اس طریقہ کے ایجاد کی وجہ یہ ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم انعام دینے کا حکم لکھ دیا۔ اس نے اس کاغذ کو کھول کر ایک لاکھ کی جگہ دو لاکھ بنا لیے۔ جب حساب معاویہ رضی اللہ عنہ کے روبرو پیش ہوا تو انہوں نے اس شخص کی خیانت کو معلوم کر کے مہر لگانے کا طریقہ ایجاد کیا۔

غلاف پر غلاف

سب سے پہلے مسجد میں حجرہ آپ نے ہی بنوایا اور سب سے پہلے کعبہ کے غلاف اتارنے کا آپ نے حکم دیا۔ اس سے پہلے غلاف تو بر تو چڑھائے جاتے تھے۔

قسم

زبیر بن بکار موفقیات میں روایت کرتے ہیں کہ زہری سے ان کے بھائی نے پوچھا سب سے پہلے بیعت لیتے وقت قسم دینے کا طریقہ کس نے ایجاد کیا؟ انہوں نے کہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وقت سے کہ انہوں نے بیعت لیتے وقت خدا کی قسم دلائی تھی اور جب عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے طلاق اور آزادی غلام کی قسم دلائی۔

حلقہ میں

عسکری کتاب الاوائل میں سلیمان بن عبداللہ بن معمر سے روایت کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب مکہ یا مدینہ میں آئے تو مسجد میں آ کر اس حلقہ میں بیٹھ گئے جس میں ابن عمر، ابن عباس اور عبدالرحمٰن بیٹھے ہوئے تھے تو سب لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو گئے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے منہ پھیر لیا۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس اعراض کرنے والے اور اس کے چچازاد بھائی سے خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں۔ ایک دفعہ امیر معاویہ مدینہ میں آئے تو راستے میں انہیں ابوقتادہ انصاری ملے، انہیں دیکھ کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے انصار کے گروہ تمہارے سوا مجھے سب لوگ ملتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس سواریاں نہیں رہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ پانی لانے والے تیز رفتار اونٹ کہاں گئے؟ انہوں نے کہا وہ سب جنگ بدر میں تمہارے او

رتمہارے باپ کا تعاقب کرتے کرتے مر گئے۔ پھر ابوقتادہ نے کہا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حقداروں پر غیر حقداروں کو ترجیح دی جائے گی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا کرنے کا ارشاد فرمایا؟ انہوں نے کہا ہمیں صبر کرنے کا حکم فرمایا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا پس تم صبر کرو۔ جب یہ بات عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت کو پہنچی تو انہوں نے کہا:

اَلاَ اَبْلِغْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ حَرْبٍ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِنَا کَلاَمِیْ

ترجمہ: اے مخاطب امیرالمومنین معاویہ بن حرب کو میری طرف سے یہ بات بطور پیغام پہنچادیں۔

فَاِنَّا صَابِرُوْنَ وَ مُنْظِرُوْکُمْ اِلٰی یَوْمِ التَّغَابُنِ وَالْخِصَامِ

ترجمہ: ہم قیامت تک صبر کرتے اور تمہیں مہلت دیتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا معلوم ہو جائے گا۔

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر جبلہ بن سحیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں معاویہ بن ابی سفیان کے پاس ان کے خلیفہ ہونے کے زمانہ میں گیا تو دیکھا ایک چھوٹا سا لڑکا ان کی گردن میں رسی ڈالے ہوئے انہیں کھینچ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اے بندۂ نفس! تمہیں معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس شخص کا کوئی بچہ ہو تو اسے چاہئے اس کی خاطر وہ بھی بچہ بن جائے۔ (ابن عساکر کہتے ہیں کہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔)

غصہ اور گرفت

ابن ابی شیبہ شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قریش کا ایک جوان آیا اور نہایت سختی سے کلام کرنے لگا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے میرے بھتیجے! اس بات سے باز آجاؤ کیونکہ بادشاہ کا غصہ لڑکے کا سا اور اس کی گرفت شیر کی طرح ہوتی ہے۔

سختی، نرمی اور آسانی

شعبی روایت کرتے ہیں۔ زیاد نے ایک شخص کو خراج لینے پر متعین کیا اور اس سے خراج میں کچھ کمی آگئی تو وہ اس کے عذاب سے ڈر کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ اس پر زیاد نے

ان کی طرف لکھا میرے اس نوکر کی یہ گستاخی ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا نہ مجھے ہی یہ بات لائق ہے اور نہ تجھے کہ لوگوں کو ایک ڈنڈے سے ہی دھمکائیں اور سب سے نرمی سے برتاؤ کر لیں انہیں گناہ کرنے پر دلیر کر دے۔ نہ ہی یہ چاہئے کہ سب سے سختی کر کے انہیں مہلکات میں گرفتار کر دیں بلکہ تمہیں سختی کرنی چاہئے اور مجھے نرمی اور آسانی سے کام لینا چاہئے۔

یہ امت

شعبی کہتے ہیں۔ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا جس قوم میں تفرقہ پڑا اسی میں اہل باطل اہل حق پر غالب آ گئے۔ مگر یہ امت اس بات سے بچی رہی۔

طیوریات میں سلیمان مخزومی سے مروی ہے۔ ایک دن معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنے پاس آنے کا اذن عام دیا۔ جب تمام لوگ آ گئے تو آپ نے کہا مجھے اہل عرب سے کسی شخص کے ایسے تین شعر سناؤ کہ ان سے ہر شعر مستقل معانی رکھتا ہو دوسرے پر موقوف نہ ہو۔ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد عبداللہ بن زبیر آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ شخص عرب بھر میں سب سے فصیح اور علامہ ہے۔ پھر کہا اے ابوخبیب (یہ ابن زبیر کی کنیت ہے) انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے عرب کے کسی آدمی کے تین شعر سناؤ جو قائم بالمعنی ہوں۔ انہوں نے کہا تین لاکھ لیکر سناؤں گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک ہم دیدیں گے۔ انہوں نے کہا اچھا آپ مختار ہیں، لیجئے سنئے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

بَلَوْتُ النَّاسَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ فَلَمْ اَرَغَيْرَ خَتَّالٍ وَقَالٍ

ترجمہ: میں نے لوگوں کو ہر زمانے میں آزمایا ہے مگر سوائے دھوکہ باز اور دشمن کے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے۔ دوسرا شعر سناؤ تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

وَلَمْ اَرَفِي الْخُطُوْبِ اَشَدَّ وَقْعًا وَاَصْعَبَ مِنْ مُعَادَاتِ الرِّجَالِ

ترجمہ: اور حوادثِ زمانے سے میں نے نہایت سخت اور شدید لوگوں کی دشمنی سے کسی واقعہ کو نہیں دیکھا۔

آپ نے کہا ٹھیک ہے تیسرا سناؤ۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا:

وَذُقْتُ مِرَارَةَ الْاَشْيَآءِ طُرًّا فَمَا طُعْمٌ "اَمَرُّ مِنَ السُّؤَالِ

ترجمہ: میں نے تمام کڑوی اشیاء کو چکھا ہے مگر سوال سے زیادہ کوئی کڑوی چیز نہیں دیکھی۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے بہت ٹھیک کہا ہے۔ پھر تین لاکھ درہم آپ کو دیدیئے۔

اچھی رائے

بخاری اور نسائی، ابن ابی حاتم سے روایت کرتے ہیں۔ جب مروان معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حجاز کا حاکم تھا تو اس نے ایک دن مدینہ منورہ میں خطبہ پڑھا اور کہا امیر المومنین نے ایک اچھی رائے سوچی ہے کہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنائیں کیونکہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی تو خلیفہ بنایا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریقے کے موافق۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اٹھ کر کہا یہ نہ کہو بلکہ کہو ہرقل و قیصر کے طریقے کے موافق کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو اپنی اولاد کے لیے خاص نہیں کیا اور نہ کسی اپنے اور رشتہ دار کے لیے ہی مقرر کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ یہ کام شفقت پدری کے باعث کر رہے ہیں۔ مروان نے کہا کیا تم وہی شخص نہیں ہو جنہوں نے اپنے والدین کو اف کہا تھا۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم ابن اللّعین نہیں ہو۔ تمہارے باپ پر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لعنت کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مروان جھوٹ کہتا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

(پ 15 سورۂ بنی اسرائیل آیت 23)

ترجمہ: اور ان سے ہوں نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

(ترجمہ و حوالہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل نہیں ہوئی بلکہ وہ تو فلاں شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلا نے مروان کے والد کو لعنت کی تھی اور مروان اس کی صلیب میں تھا تو مروان کو کہو وہ اللہ کی لعنت سے فیض حاصل کرے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں عروہ سے روایت کرتے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حلم تجربہ سے حاصل ہوا کرتا ہے۔

عاقل' زیرک اور چالاک

ابن عساکر شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ عاقلانِ عرب چار ہیں۔ اوّل معاویہ رضی اللہ عنہ' دوم عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ' سوم مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' چہارم زیاد' معاویہ رضی اللہ عنہ تو حلم و تحمل کے باعث اور عمرو بن عاص مشکلات کو حل کرنے کے باعث اور مغیرہ بن شعبہ اچانک پیش آ جانے والے کاموں کو درست کرنے کے باعث اور زیاد چھوٹے بڑے کے ساتھ یکساں پیش آنے میں۔ نیز ان سے ہی مروی ہے کہ عرب سے قاضی بھی چار ہوئے ہیں اور زیرک اور چالاک بھی چار شخص ہی ہوئے ہیں۔ قاضی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے اور زیرک و چالاک معاویہ رضی اللہ عنہ' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ' مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور زیاد۔

قبیصہ بن جابر سے مروی ہے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ قاری اور فقیہہ کسی شخص کو نہیں دیکھا اور طلحہ بن عبید اللہ سے بڑھ کر بن مانگے دینے والا کسی شخص کو نہیں دیکھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا حلیم اور ہوشیار کسی کو نہیں دیکھا اور مغیرہ بن شعبہ تو ایسے ہیں کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ان میں سے کسی ایک سے بھی سوائے مکر کے کوئی شخص نہ نکل سکتا ہو' مگر یہ سب دروازوں سے نکل آئیں گے۔

ایک لاکھ درہم

ابن عساکر حمید بن ہلال سے راوی ہیں۔ عقیل بن ابی طالب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا میں محتاج اور فقیر ہوں۔ مجھے کچھ عطا فرمائیے۔ آپ نے کہا صبر کرو۔ جب مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت سے مجھے حصہ ملے گا تو تمہیں دوں گا مگر انہوں نے اصرار کیا ابھی دیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا انہیں بازار میں لے جاؤ اور کہو دکانوں کے قفل (تالے) توڑ کر جو کچھ ان میں ہے' لے لو۔ انہوں نے کہا آپ مجھے چور بناتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم مجھے ہی چور بناتے ہو کہ مسلمانوں کا مال لے کر تمہیں دیدوں۔ انہوں نے کہا میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے کہا بڑے شوق سے جاؤ۔ پھر وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو ایک لاکھ درہم عطا کیے اور کہا منبر پر کھڑے ہو کر جو کچھ تمہارے بھائی علی رضی اللہ عنہ نے اور جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے' اس کا اعلان کر دو۔ انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثناء کے بعد

کہا کہ اے لوگو! میں تمہیں ایک امر کی خبر دیتا ہوں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسی چیز مانگی تھی جوان کے دین کو مضر (نقصان دہ) تھی۔ پس انہوں نے اپنے دین کو زیادہ عزیز رکھا اور اسی بات کا میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ لیکن انہوں نے مجھے اپنے دین سے عزیز سمجھا۔

حضرت عقیل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس

ابن عساکر جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں۔ عقیل رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ عقیل ہیں اور ان کا چچا ابولہب ہے۔ عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا یہ معاویہ ہے اور اس کی پھوپھی حمالۃ الحطب ہے۔

عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور وفات اعلام امت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مندرجہ ذیل اعلامِ امت فوت ہوئے۔ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، لبید شاعر، عثمان بن طلحہ حجی، عمرو بن عاص، عبداللہ بن سلام، محمد بن سلمہ، ابوموسیٰ اشعری، زید بن ثابت، ابوبکر، کعب بن مالک، مغیرہ بن شعبہ، جریر بن بجلی، ابوایوب انصاری، عمران بن حصین، سعید بن زید، ابوقتادہ انصاری، فضالہ بن عبید، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جبیر بن مطعم، اسامہ بن زید، ثوبان، عمرو بن حزم، حسان بن ثابت، حکیم بن حزام، سعد بن ابی وقاص، ابوالیسر، قثم بن عباس، ان کے بھائی عبیداللہ، عقبہ بن عامر، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم۔ انہوں نے 59ھ میں وفات پائی۔ وہ اکثر خدا تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے 60ھ اور لونڈوں کی امارت سے پناہ مانگتا ہوں، چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے لوگ فوت ہوئے۔

یزید بن معاویہ ابوخالد اموی

یزید بن معاویہ 45 ہجری یا 46 ہجری میں پیدا ہوا۔ نہایت موٹا تازہ آدمی تھا۔ بدن پر بال بہت تھے۔ اس کی والدہ میسون بنت بجدل کلبیہ تھی۔ احادیث اس نے اپنے والد سے روایت کی ہیں اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان نے روایت کی ہیں۔ اس

کے والد نے اپنی زندگی میں ہی اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور لوگوں نے اس بات کو مناسب خیال نہ کیا' جیسا کہ پہلے گزرا۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ دو شخصوں نے لوگوں کا کام بگاڑا ہے۔ ایک تو وہ جس نے جنگ صفین میں امیر معاویہ کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید نیزوں پر بلند کیے جائیں اور اس مکر سے صلح ہو گئی۔

(ابن قراء کہتا ہے۔ اس بات سے انہوں نے خارجیوں کو مضبوط کر دیا جو قیامت تک باقی رہیں گے۔)

اور دوسرا وہ جو امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا۔ جب میرا خط پڑھو' اسی وقت سے اپنے آپ کو معزول سمجھو۔ جب انہوں نے حکومت سے دستبردار ہونے میں دیر کی اور جب امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ انہوں نے کہا میں ایک خاص کام کی تیاری کر رہا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کیا؟ انہوں نے کہا آپ کے بعد آپ کے بیٹے یزید کیلئے بیعت لے رہا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے اس کام کو انجام دے دیا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا جاؤ تم اپنے کام پر بحال ہو۔ جب وہاں سے رخصت ہو کر آئے تو لوگوں نے دریافت کیا' کیسے گزری' تو انہوں نے لوگوں کو جواب دیا کہ میں نے ان کے پاؤں ایسی گمراہی کی رکاب میں رکھ دیئے ہیں کہ قیامت تک اس میں رہیں گے۔ حسن بصری کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا سلطنت کا حقدار ہونے لگا ورنہ مشورہ سے اس کام کا انجام دینا قیامت تک مسلمانوں میں قائم رہتا۔

نصیحت اور رائے

ابن سیرین کہتے ہیں۔ عمرو بن حزم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا میں تمہیں خوف خدا دلاتا ہوں کہ امت محمد مصطفیٰ ﷺ میں کسی کو خلیفہ بناؤ۔ انہوں نے کہا آپ نے بہت اچھا کیا۔ مجھے نصیحت کی اور اپنی رائے بتلائی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا

عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور یہ دعا کی اے اللہ!

اگر میں یزید کو اس کی لیاقت کی وجہ سے ولی عہد بناتا ہوں تو مجھے میرے ارادے میں کامیاب کر اور اگر میں محض شفقت پدری کے تحت اس کو ولی عہد بنا رہا ہوں اور حقیقت میں وہ اس قابل نہیں تو تخت نشین ہونے سے قبل ہی اس کی جان قبض فرمالے۔ جب معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اہل شام نے یزید سے بیعت کر لی اور پھر اس نے اہل مدینہ کی طرف کسی شخص کو بھیجا تاکہ ان سے اس کیلئے بیعت لے۔ مگر حضرت حسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت کرنے سے انکار کیا اور وہ دونوں اسی رات کو مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نہ یزید کی بیعت کی اور نہ اپنی بیعت کے لیے کسی کو ترغیب دی۔ مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہی کوفہ کے لوگ بلا رہے تھے مگر آپ توقف فرماتے رہے۔ اب جو لوگوں نے یزید سے بیعت کی تو آپ کبھی اپنی موجودہ حالت پر ہی رہنے کا قصد کرتے اور کبھی اہل کوفہ کی طرف جانے کا۔ آپ اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اہل کوفہ کے پاس چلنے کا مشورہ دیا۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ یہاں سے نہ جائیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کہا آپ یہاں سے نہ جائیں کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا و آخرت میں سے کسی کو پسند کرنے کا اختیار دیا گیا تھا تو آپ نے آخرت کو پسند فرمایا تھا اور آپ چونکہ ان کے لخت جگر ہیں اس لیے آپ کو دنیا نہیں مل سکے گی۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے معانقہ کیا اور رو کر الوداع کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی فکر پر عمل کیا اور اہل کوفہ کی طرف چل پڑے حالانکہ ان کو اپنے والد اور بھائی کے معاملہ میں کوفہ والوں کا تجربہ ہو چکا تھا۔

کوفہ میں چلے

جابر بن عبداللہ ابو سعید اور ابو واقد لیثی وغیرہم نے بھی آپ سے نہ تشریف لے جانے کے بارے میں عرض کیا۔ مگر آپ نے چونکہ کوفہ کی طرف جانے کا مصمم ارادہ فرما لیا تھا' سو چلے گئے۔ جاتے وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا' مجھے معلوم ہوتا ہے آپ اپنے حرموں (عورتوں) اور بچوں کے سامنے شہید کر دیئے جائیں گے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تھے۔ یہ کہہ کر ابن عباس رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا آپ نے زبیر کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا ہے۔ ادھر سے جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو ابن عباس نے کہا لو بھائی تمہاری مراد پوری ہوئی۔ حضرت امام حسین

رضی اللہ عنہ چلنے کو تیار ہیں اور ہمیں اور حجاز کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

یَـا لَکِ مِنْ قُنْبُرَۃٍ بِمَعْمَرِ خَلاَ لَکِ الْبَرُّ فَبِیْضِیْ وَاصْفِرِیْ

نَقِّرِیْ مَا شِئْتَ اَنْ تَنْقِرِیْ

ترجمہ: اے معمر کے چنڈول تمہارے لیے میدان خالی ہو گیا ہے۔ پس جس جگہ چاہے انڈے دے اور چہچہا اور جہاں چاہے دانہ چگ۔

کوفیوں کا غدر

غرض امام حسین رضی اللہ عنہ اہل عراق کے لکھنے کے موافق دس ذی الحج کو اپنے اہل کا ایک گروہ ساتھ لے کر جس میں چند مرد، عورتیں اور بچے تھے، کوفہ کو روانہ ہوئے۔ ادھر یزید نے عراق کے حاکم عبیداللہ بن زیادہ کو آپ سے جنگ کرنے کا حکم دیا تو اس نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کی زیر کمان چار ہزار لشکر روانہ کیا۔ پس اہل کوفہ نے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دھوکہ کیا، اسی طرح آپ کا ساتھ بھی چھوڑ دیا اور جب دشمنوں نے چاروں طرف سے غلبہ کر لیا تو آپ سے صلح کرنے یا یزید کے پاس چل کر بیعت کرنے کو کہا گیا۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا تو انہوں نے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ خدا آپ کے قاتل ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرے۔ آپ کی شہادت کربلا میں عاشوراء کے روز ہوئی جس کا قصہ بہت لمبا ہے اور اس کے سننے کا کوئی دل متحمل نہیں ہو سکتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت سے سولہ آدمی شہید ہوئے۔ آپ کے شہید ہونے کے بعد سات دن تک دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی معلوم ہوتا تھا۔ ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے تھے۔ سورج کو گرہن لگ گیا تھا۔ آپ کے شہید ہونے کے چھ مہینے بعد تک آسمان کے کنارے سرخ رہے اور وہ سرخی آج تک موجود ہے، حالانکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کہتے ہیں اس دن بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا، اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا اور لشکر مخالف میں جتنا کسم تھا وہ سب کا سب راکھ ہو گیا۔ ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹ ذبح کیا تو اس کے گوشت سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ جب انہوں نے اسے پکایا تو وہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو گیا۔

آنکھیں گئیں

ایک شخص نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے کوئی کلمہ گستاخی کہا تو خدا کی قدرت کاملہ سے آسمان سے ستارے گرے۔ جن سے اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔

منحوس محل

ثعالبی کہتے ہیں۔ کئی راویوں نے عبدالملک بن عمیر لیثی سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا میں نے اسی عمارت میں کوفہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کا سر ایک ڈھال پر رکھا ہوا عبیداللہ بن زیاد کے سامنے دیکھا۔ پھر اسی عمارت میں عبیداللہ بن زیاد کا سر ڈھال پر مختار بن ابی عبید کے سامنے دیکھا ہے اور پھر مختار کے سر کو مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھا اور اسی طرح مصعب کے سر کو عبدالملک کے سامنے دیکھا۔ عبدالملک کو جب لوگوں نے یہ بات سنائی تو اس نے محل کو منحوس سمجھ کو چھوڑ دیا۔

خاک آلود ہے

ترمذی سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو دیکھا' آپ رو رہی ہیں۔ میں نے کہا آپ کیوں روتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے کہ آپ کی ریش مبارک اور سر مبارک خاک آلودہ ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کا یہ کیسا حال دیکھتی ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ میں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ دیکھنے گیا تھا۔

بیہقی دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال منتشر اور خاک آلود ہیں اور ایک شیشہ ہاتھ میں ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ خون ہے جسے میں آج اکٹھا کرتا رہوں ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس دن کو یاد رکھا اور بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسی روز شہید ہوئے تھے۔

۱؎ سامان' کمائی۔

جنوں کا نوحہ

ابو نعیم دلائل میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں۔ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر روتے اور نوحہ کرتے سنا ہے۔

ثعلب اپنے امالی میں ابو جناب کلبی سے روایت کرتے ہیں۔ میں کربلا میں آیا تو اشراف عرب سے ایک شخص سے میں نے پوچھا میں نے سنا ہے کہ جنات کا نوحہ سنتے رہے ہو۔ اس نے کہا یہ بات تو یہاں تمہیں ہر شخص جو ملے گا' بتا دے گا۔ میں نے کہا تم نے جو کچھ سنا ہے وہ مجھے بتاؤ۔ اس نے کہا میں نے تو یہ شعر سنے ہیں:

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِيْنَهٗ فَلَهٗ بَرِيْقٌ فِي الْخُدُوْدِ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ اسی وجہ سے ان کے رخسار چمک رہے ہیں۔

اَبَوَاهُ مِنْ عُلْيَا قُرَيْشٍ وَجَدُّهٗ خَيْرُ الْجُدُوْدِ

ترجمہ: ان کے والدین کے اعلیٰ خاندان سے ہیں اور ان کے نانے بہترین خلقت ہیں۔

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی شہید ہوئے تو ابن زیاد نے ان کے سر یزید کی طرف روانہ کیے پہلے تو وہ اس کام سے خوش ہوا مگر جب تمام مسلمان اس کی اس حرکت سے خفا ہوئے تو خود بھی شرمندہ اور پشیمان ہوا اور یہ حق بات ہے کہ لوگوں کا اس سے ناراض ہو جانا اور آج تک رہنا بجا ہے۔

رخنہ ڈالے گا

ابو یعلیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گی' یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے ایک شخص اس میں رخنہ ڈالے گا۔

سنت بدلے گا

رویانی نے اپنی مسند میں ابو الدرداء سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے سنا ہے کہ سب سے پہلے بنی امیہ کا ایک شخص یزید نامی سنت کو بدلے گا۔

بیس کوڑے

نوفل بن ابوالضرات کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا تھا ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا۔ امیر المومنین یزید بن معاویہ نے یوں کہا' عمر بن عبدالعزیز نے کہا تو نے اسے امیر المومنین کہا ہے' پھر اسے بیس کوڑے لگانے کا حکم کیا۔

لعنت کمانے والا

63ہجری میں یزید کو خبر ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت فسخ کر دی ہے اور اس سے باغی ہو گئے ہیں۔ اس نے فوراً ایک جرار لشکر ان سے لڑنے کیلئے روانہ کیا اور کہا ان سے لڑنے کے بعد مکہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کریں' چنانچہ مدینہ کے باب طیبہ پر جنگ حرہ ہوئی اور جنگ بھی کیسے ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ حسن بصری کہتے ہیں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس لشکر کے گزند سے محفوظ رہا ہو۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر لوگ بھی اس جنگ میں شہید ہوئے۔ مدینہ منورہ کو لوٹا گیا اور شرم وحیاء کے دامن چاک کیے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. حالانکہ رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا' اللہ اس کو خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ' اس کے تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ (رواہ مسلم)

فسخ کا سبب

اہل مدینہ کے بیعت فسخ کرنے کا یہ سبب ہوا کہ یزید نے گناہوں میں بہت ہی زیادتی شروع کر دی تھی' چنانچہ واقدی بسند عبداللہ بن حنظلہ بن غسیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک یزید کی بیعت فسخ نہیں کی یہاں تک کہ ہمیں یقین نہ ہو گیا کہ آسمان سے پتھر برسیں گے۔ یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ لوگ ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتے تھے او رشراب پیتے تھے اور نماز وغیرہ چھوڑ بیٹھے تھے۔

اسلام کا فدیہ

ذہبی کہتے ہیں۔ جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ بدی سے پیش آیا (اور شراب وغیرہ برے کام تو وہ پہلے ہی کرتا تھا) تو لوگ اس سے بہت ہی برافروختہ ہوئے اور سب کے سب

اس کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور خدا نے اس کی عمر میں برکت نہ دی۔ چنانچہ جب لشکر حرہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے مکہ کو روانہ ہوا تو راستے میں سپہ سالار لشکر مر گیا تو یزید نے اس کی جگہ اور شخص کو امیر بنایا۔ آخر 64 ہجری ماہ صفر میں انہوں نے مکہ کا محاصرہ کر لیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ شروع ہوگئی اور منجنیق سے پتھر مارنے لگے اور ان کی آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پردے، چھت اور اس دنبہ کے سینگ جل گئے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ بنا کر بھیجا گیا تھا اور جو اس زمانہ سے کعبہ کی چھت میں لٹکے چلے آتے تھے۔ اسی سال نصف ماہ ربیع الاول میں خدا تعالیٰ نے یزید کو ہلاک فرما دیا اور یہ خبر مکہ میں عین جنگ کی حالت میں پہنچی۔ پس ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ اے اہل شام تمہیں گمراہ کرنے والا مر گیا۔ یہ سن کر وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگوں نے تعاقب کر کے انہیں خوب ذلیل و خوار کیا۔ اس کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لے لی اور خلیفہ ہوئے اور اہل شام نے معاویہ بن یزید سے بیعت کی۔ مگر وہ دیر تک خلیفہ نہ رہا، جیسا کہ ہم عنقریب ہی بیان کریں گے۔ یزید شعر کہا کرتا تھا، چنانچہ ذیل کے شعر اسی کے ہیں۔

اٰبَ هٰذَا السَّهْمُ فَالْتَعَنَا وَاَمَرَ النَّوْمَ فَامْتَنَعَا

ترجمہ: قبیلہ سہم واپس آیا اور نیند کو اس نے مجھ سے باز رکھا۔

رَاعِيًا لِلنَّجْمِ اَرْقُبُهُ فَاِذَا مَا كَوْكَبٌ طَلَعَا

ترجمہ: وہ قبیلہ ستارہ کا منتظر تھا اور میں اس کا منتظر تھا، حتیٰ کہ جب وہ ستارہ چڑھا۔

حَامَ حَتّٰى اِنَّنِىْ لَاَرٰى اَنَّهُ بِالْغَوْرِ قَدْ وَقَعَا

ترجمہ: تو وہ قبیلہ واپس ہوا، حتیٰ کہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ زمین یمن میں جا اترا۔

وَلَهَا بِالْمَاطِرُوْنَ اِذَا اَكَلَ النَّمْلُ الَّذِىْ جَمَعَا

ترجمہ: اور اس کیلئے موضع ماطرون ہے جبکہ چیونٹی اپنے ذخیرہ کو کم کر دیتی ہے۔

نُزْهَةٌ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتْ نَزَلَتْ مِنْ جِلَّقٍ بِيَعَا

ترجمہ: اور اس قبیلہ نے وہاں سیر کی اور جب وہ موضع جلق کے گرجوں میں جا پہنچا۔

فِىْ قِبَابٍ وَسْطَ دَسْكَرَةٍ حَوْلَهَا الزَّيْتُوْنُ قَدْ يَنَعَا

ترجمہ: گاؤں کے درمیان گنبد ہے جس کے اردگرد زیتون کے درخت اگے ہوئے ہیں۔

ابن عساکر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے ہوں گے' جیسا کہ لوہے کا سینگ ہوتا ہے اور پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ذوالنورین مظلوم ہوں گے۔ اور انہیں دُگنا اجر ملے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا دونوں ارضِ مقدس یعنی شام کے بادشاہ ہوں گے اور سفاحِ اسلام منصور' جابر' مہدی' امین اور امیر الغضب سب کے سب بنی کعب بن لوئی سے ہوں گے اور ایسے صالح بادشاہ ہوں گے ان کی مثال نہ ملے گی۔ ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کئی طریقوں سے مروی ہے۔ مگر کسی نے اسے مرفوع نہیں کیا۔

دیباجۂ رومی

واقدی ابوجعفر باقر سے روایت کرتے ہیں۔ سب سے قبل یزید بن معاویہ نے ہی کعبہ پر دیباجۂ رومی کا پردہ ڈالا۔ یزید کے عہد میں مندرجہ ذیل اعلامِ امت فوت ہوئے۔ (ان میں شہیدانِ کربلا اور شہیدانِ مدینہ شامل نہیں ہیں۔) ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا' خالد بن عرفطہ' جرہد اسلمی' جابر بن عتیک' بریدہ بن حصیب' مسلمہ بن مخلد' علقمہ بن قیس' نخعی فقیہ' مسور بن مخرمہ اور مسروق وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ جنگ حرہ میں انصار و قریش سے تین سو چھ شخص شہید ہوئے۔

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ اسے ابو یزید بھی کہتے اور ابولیلیٰ بھی۔ اپنے باپ کے بعد ربیع الاوّل 64 ہجری میں تخت نشین ہوا۔ نہایت صالح اور نیک بخت تھا۔ جب تخت پر بیٹھا اس وقت بیمار تھا اور آخر اسی بیماری سے مر گیا۔ نہ وہ کسی دن تخت پر بیٹھا اور نہ اس نے کوئی کام کیا اور نہ ہی لوگوں کو اس نے کوئی نماز پڑھائی۔ کل چالیس دن تخت کا مالک رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا عہد حکومت دو ماہ ہے اور بعض کے نزدیک تین ماہ تک ہے اور اکیس یا بیس برس کی عمر میں فوت ہو گیا۔ بوقت نزع اس سے کہا گیا آپ کسی کو بادشاہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے۔ کہنے لگا میں نے خلافت کی حلاوت چکھی نہیں' اس لیے اس کی تلخی برداشت نہیں کر سکتا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اسدی۔ آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ بعض کہتے ہیں ابوخبیب تھی، خود بھی صحابی تھے اور باپ بھی اور والد عشرہ مبشرہ سے تھے۔ آپ کی والدہ اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کی دادی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ آپ بیس ماہ بعد از ہجرت مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد مہاجرین کے ہاں سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا وہ آپ ہی ہیں۔ ان کی پیدائش کی مسلمانوں میں بڑی خوشی منائی گئی تھی کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے۔ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے۔ اب ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (تبرکاً و تیمناً) ایک کھجور چبا کر ان کو کھلائی اور ان کا نام عبداللہ اور ان کے نانا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام پر کنیت ابوبکر مقرر فرمائی۔ آپ کثیر الصوم، قائم اللیل، صلہ رحمی کرنے والے تھے اور اعلیٰ درجہ کے شجاع تھے۔ راتوں کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک صبح تک نماز پڑھتے رہتے، ایک صبح تک رکوع میں ہی رہتے اور ایک رات تک سجدہ میں ہی رہتے۔

اہل مصر و شام

آنحضرت ﷺ سے آپ نے تینتیس حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان سے ان کے بھائی عروہ نے اور ابن ملیکہ، عباس بن سہل، ثابت البنانی، عطا اور عبیدہ سلمانی وغیرہ لوگوں نے روایت کی ہیں۔ یہ ان لوگوں سے تھے جنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ معظمہ تشریف لے آئے۔ نہ اپنی بیعت کے لیے کسی کو کہا اور نہ خود کسی کی بیعت کی۔ اس لیے یزید ان پر بہت خفا تھا۔ جب یزید مر گیا تو لوگوں نے ان سے بیعت کر لی اور اہل حجاز یمن، عراق اور خراسان نے ان کی اطاعت کر لی۔ کعبہ کی عمارت کو آپ نے نئے سرے سے تعمیر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے موافق دو دروازے بنوائے اور اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی خواہش معلوم کر کے حجر کی طرف چھ گز زمین اس میں اور زیادہ کر دی۔ صرف اہل شام اور اہل مصر نے آپ سے بیعت نہیں کی کیونکہ انہوں نے معاویہ بن یزید سے بیعت کی تھی۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے بھی آپ سے بیعت

کرلی۔ پھر مروان بن حاکم نے بغاوت کر کے شام اور مصر پر غلبہ کرلیا اور مرنے تک ان پر قابض رہا اور مرتے وقت اپنے بیٹے عبدالملک کو ولی عہد کر گیا۔

خلافت عبدالملک

ذہبی نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ ابن مروان خلفاء سے شمار نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ باغی تھا جس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے سرکشی کی اور نہ ہی اس کے باپ کا اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا صحیح ہے۔ ہاں عبدالملک کی خلافت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقتول ہونے کے بعد صحیح ہوئی ہے۔

پوشیدہ طور

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ پر برابر خلیفہ رہے، حتیٰ کہ عبدالملک نے غلبہ پالیا اور آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے حجاج کو چالیس ہزار سوار دیکر بھیجا۔ اس نے برابر ایک ماہ تک مکہ معظّمہ کا محاصرہ رکھا اور منجنیق لگا کر پتھر پھینکتا رہا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دوست اور ہمراہی آپ سے علیحدہ ہوگئے اور پوشیدہ حجاج سے جا ملے۔ پس ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو حجاج نے پکڑ کر 73 ہجری 10 جمادی الاولیٰ یا اخریٰ کو سولی پر چڑھا دیا۔

منجنیق سے شعلہ

ابن عساکر محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ جس روز حجاج نے مکہ شریف پر منجنیق لگائی۔ اس روز میں کوہِ ابوقبیس پر کھڑا تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے منجنیق سے ایک بڑا شعلہ نکلا اور گدھے کی طرح گھوما اور قریباً پچاس اہل منجنیق کو جھلسا کر راکھ کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے زمانہ میں قریش کے شاہسوار تھے اور آپ کے اکثر جنگی واقعات زبان زدِ عام تھے۔

پوشیدہ جگہ

ابویعلیٰ اپنی مسند میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز پچھنے لگوائے اور جب فارغ ہوئے تو فرمایا اے عبداللہ! جاؤ اس خون کو ایسی جگہ گرا آؤ کہ کوئی نہ دیکھے۔ انہوں نے الگ ہو کر اس خون کو پی لیا اور جب واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خون کدھر گیا۔ انہوں نے عرض کیا میں نے اسے نہایت ہی پوشیدہ جگہ میں رکھ دیا

ہے۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم نے پی لیا ہے۔ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو تجھ سے خرابی پہنچے گی اور تجھے لوگوں سے نقصان پہنچے گا۔ لوگ کہا کرتے تھے ان کی قوت اسی خون کی وجہ سے تھی۔

شہسوارِ خلفاء

نوف بکالی کہتے ہیں۔ میں نے کتب سابقہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو فارس الخلفاء یعنی خلیفوں کے شاہسوار) لکھا دیکھتا ہوں۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں۔ ابن زبیر سے بڑھ کر خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور منجنیق کے پتھر آ آ کر آپ کپڑوں سے لگتے تھے۔ لیکن آپ آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھتے۔

مجاہد کہتے ہیں۔ جس عبادت سے سب لوگ عاجز آ جاتے تھے۔ ابن زبیر اسے بھی ادا کر دیا کرتے تھے‘ چنانچہ ایک دفعہ اتنا پانی آیا کہ اس سے خانہ کعبہ چھپ گیا تو آپ تیر کر طواف کرتے رہے۔

بے مثل

عثمان بن طلحہ کہتے ہیں۔ تین باتوں یعنی شجاعت‘ عبادت اور بلاغت میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ بے مثل تھے‘ آواز ایسی بلند تھی کہ پہاڑوں سے ٹکرایا کرتی تھی۔

ابن عساکر عروہ سے روایت کرتے ہیں۔ نابغہ جعدی نے عبداللہ بن زبیر کو یہ شعر سنائے۔

حَكَيْتَ لَنَا الصِّدِّيقَ لَمَّا وَلِيْتَنَا ۔۔۔ وَعُثْمَانَ وَالْفَارُوقَ فَارْتَاحَ مُعْدِمُ

ترجمہ: جیسے کہ تم ہم پر حاکم ہوئے ہو (تو تم نے ایسا عدل و انصاف کیا ہے) کہ حضرت ابوبکر‘ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے مشابہ ہو گئے ہو۔ پس تنگ دست مفلس نے راحت پائی۔

وَسَوَّيْتَ بَيْنَ النَّاسِ فِي الْحَقِّ فَاسْتَوٰى ۔۔۔ فَعَادَ صَبَاحًا حَالِكُ اللَّوْنِ اَسْحَمُ

ترجمہ: اور آپ نے تمام خلقت کو حق میں برابر رکھا ہے۔ پس حق روشن ہو گیا ہے۔ اس کے بعد کہ نہایت سخت سیاہ تھا۔

ہشام بن عروہ اور خبیب سے مروی ہے۔ پہلے پہل جس نے خانہ کعبہ پر دیبائے رومی کا پردہ ڈالا' وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس سے قبل خانہ کعبہ پر ٹاٹ اور چمڑے کا پردہ ہوا کرتا تھا۔

دینی و دنیوی امور

عمرو بن قیس سے مروی ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ایک سو غلام تھے جن سے ہر ایک غلام علیحدہ علیحدہ زبان میں گفتگو کیا کرتا تھا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہر ایک سے اسی کی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے اور جب میں آپ کے دنیاوی کاروبار دیکھتا تو سمجھتا تھا ان کو کبھی خدا یاد آتا ہی نہ ہوگا اور جب آپ کے دینی امور کو دیکھتا تو خیال کرتا تھا دنیا کا کوئی کام یہ کرتے ہی نہ ہوں گے۔

اس تلوار سے

ہشام بن عروہ سے مروی ہے۔ میرے چچا عبداللہ بن زبیر نے سب سے پہلے جو لفظ زبان سے نکالا وہ سیف تھا اور اسے ایسا وردِ زبان کیا کہ کبھی نہ بھلایا' آپ کے والد ماجد نے بطور پیشین گوئی کہا بیٹے تمہیں اس تلوار سے طویل مدت تک کام پڑتا رہے گا۔

فلاں سلسلہ سے

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عبداللہ بن زبیر اسدی' عبداللہ بن زبیر بن عدام کے پاس آئے اور کہا آپ فلاں سلسلہ سے میرے رشتہ دار ہیں تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہاں بیشک یہ بات صحیح ہے مگر اگر تم غور سے سوچو تو سب لوگ ایک ہی ماں باپ کے بیٹے ہیں۔ اس نے کہا اے امیر المومنین میرا خرچ ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا میں تمہارے نفقہ کا ضامن تو نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ اس نے کہا اے امیر المومنین میری اونٹنی تھک گئی ہے اور اس کے پاؤں میں سوراخ ہو گئے ہیں۔ آپ نے کہا اپنی اونٹنی کو آہستہ آہستہ کسی مرغزار میں لے جا اور چرنے کے لیے اسے چھوڑ دے اور اسے نمدہ پہنا دے اور عصر و مغرب کے وقت اسے لے کر چل پڑ۔ اس نے کہا اے امیر المومنین میں آپ سے کچھ انعام لینے آیا صلاح و مشورہ تو پوچھنے نہیں آیا تھا۔ اس اونٹنی پر لعنت ہے جس نے مجھے یہاں پہنچایا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اس اونٹ کے سوار پر بھی لعنت کرو۔ پس اسدی یہ اشعار پڑھتے ہوئے وہاں سے نکلا:

اَرٰی الْحَاجَاتِ عِنْدَ اَبِیْ خُبَیْبٍ   یَکِدْنَ وَلَا اُمَیَّةَ فِی الْبِلَادِ

ترجمہ: میں جانتا تھا کہ ابوخبیب کے پاس میری حاجات پوری ہو جائیں گی کیونکہ میری اونٹنی لاغر ہو گئی ہے اور ملک میں امیر موجود نہیں۔

مِنَ الْاَعْيَاصِ اَوْمِنْ اٰلِ حَرْبٍ اَغَرُّ كَغُرَّةِ الْفَرَسِ الْجَوَادِ

ترجمہ: اعیاص اور آل حرب سے کوئی بھی موجود نہیں جو گھوڑے کی سفید پیشانی کی طرح نمایاں ہے۔

وَقُلْتُ لِصَحْبَتِيْ اِدْنُوْا رَكَابِيْ اُفَارِقُ بَطْنَ مَكَّةَ فِيْ سَوَادِ

ترجمہ: اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میری اونٹنیاں لاؤ۔ میں اندھیرے اندھیرے ہی بطن مکہ سے جدا ہو جاؤں۔

وَمَالِيْ حِيْنَ اَقْطَعُ ذَاتَ عَرْقٍ اِلَى ابْنِ الْكَاهِلِيَّةِ مِنْ مَعَادِ

ترجمہ: کیونکہ ذات عرق کی مسافت طے کر کے ابن کاہلیہ کے پاس جانے سے مجھے اچھا انجام نہیں ملے گا۔

وفات مشاہیر امت

حسب ذیل مشاہیر امت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئے: اسید بن ظہیر، عبداللہ بن عمرو بن عباس، نعمان بن بشیر، سلیمان سرد، جابر بن سمرہ، زید بن ارقم، عدی بن حاتم، ابن عباس، ابوواقد لیثی، زید بن خالد جہنی، ابوالاسود دئلی اور دیگر حضرات رضی اللہ عنہم اجمعین۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب، اس کی کنیت ابوالولید تھی، 60 ہجری میں پیدا ہوا اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اپنے باپ کی حیات میں ولی عہد ہوا۔ اس لحاظ سے اس کی خلافت درست نہیں ہوئی اور یہ مصر و شام پر غالب رہا۔ پھر عراق پر بھی اور 73 ہجری میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے تمام ملکوں پر متصرف ہو گیا اور اسی روز سے اس کی بادشاہت چلی۔ اسی سال حجاج نے کعبہ شریف کو منہدم کر کے اس صورت میں جیسے کہ آج ہے بنا دیا اور اسی حجاج کے اشارہ سے ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے زخمی کیا جس سے آپ بیمار ہو کر

74 ہجری میں فوت ہو گئے۔ اس کے بعد حجاج نے مدینہ میں جا کر رسول اللہ ﷺ کے باقی ماندہ صحابہ کرام کو تنگ کیا' چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ کی مشکیں کسالیں اور ان کی سخت توہین کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.

75 ہجری میں عبدالملک نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور حجاج کو عراق کا حاکم بنا کر روانہ کیا۔

77 ہجری میں ہرقلہ فتح ہوا اور عبدالعزیز بن مروان نے جامع مصر کو مسمار کر کے اسے چاروں طرف سے وسیع کیا۔

82 ہجری میں مصیصہ کا قلعہ سنان فتح ہوا اور مغرب میں جنگ ارمینیہ و منہاجہ ہوئیں۔

83 ہجری میں شہر واسط کی بنیاد ڈالی۔

84 ہجری میں مصیصہ اور رادویہ فتح ہوا۔

85 ہجری میں عبدالعزیز بن ابی حاکم بن نعمان باہلی نے شہر آروبیل اور شہر بروحہ کو بسایا۔

86 ہجری میں قلعہ تولق اور قلعہ اخرم فتح ہوا۔ اسی سال طاعون فتیات[1] پھیلی اور طاعون فتیات اسے اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پہلے عورتوں سے شروع ہوئی تھی۔ اسی سال خلیفہ عبدالملک سترہ بچے چھوڑ کر شوال میں فوت ہوا۔

منہ سے بدبو

احمد بن عبداللہ عجل کہتے ہیں۔ عبدالملک کے منہ سے بدبو آیا کرتی تھی اور چھ ماہا تھا۔

ابن سعد کہتے ہیں۔ خلیفہ ہونے سے پہلے عبدالملک نہایت عابد و زاہد تھا۔ یحیٰ غسانی کہتے ہیں۔ عبدالملک بن مروان اکثر ام الدرداء کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو ایک دن انہوں نے دریافت کیا امیر المومنین مجھے معلوم ہوا تم قربانی اور عبادت کے بعد شراب پیتے ہو۔ وہ کہنے لگا ہاں بخدا میں اس خون کو پیا ہی کرتا ہوں۔

واقفِ قرآن

نافع کہتے ہیں۔ میں نے مدینہ میں کوئی جوان عبدالملک بن مروان سے بڑھ کر چالاک' فقیہ' عابد اور واقف قرآن نہیں دیکھا۔

فقہائے مدینہ

ابوالزناد کہتے ہیں۔ سعید بن میسب' عبدالملک بن مروان' عروہ بن زبیر اور قبیصہ بن

ذویب فقہائے مدینہ سے شمار ہوتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اور لوگ تو بیٹے جنتے ہیں مگر مروان نے باپ کو جنا ہے۔

ابن مروان فقیہ

عبادہ بن لبنی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا! آپ لوگ تو بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ کے بعد ہم مسائل کس سے دریافت کیا کریں گے' آپ نے فرمایا ابن مروان فقیہ ہے۔ اس سے پوچھ لیا کرنا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سحیم کہتے ہیں۔ عبدالملک لڑکا ہی تھا۔ ایک روز وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا تو انہوں نے فرمایا یہ کبھی عرب کا بادشاہ ہوگا۔

عبیدہ بن رباح غسانی کہتے ہیں۔ ام الدرداء نے ایک دن عبدالملک بن مروان کو کہا میں پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تم ضرور بادشاہ بنو گے۔ عبدالملک نے پوچھا وہ کس طرح۔ انہوں نے کہا میں نے تم سے زیادہ اچھا بات سننے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

بڑھ گیا

شعبی کہتے ہیں۔ میں جس شخص کے پاس بیٹھا میں نے اس سے اپنے آپ کو بڑا ہی سمجھا۔ مگر عبدالملک بن مروان سے جس بات میں بھی گفتگو کی وہ مجھ سے بڑھ گیا اور جس شعر میں اس سے مباحثہ کیا وہ مجھ سے سبقت ہی لے گیا۔

روایت حدیث

ذہبی کہتے ہیں۔ عبدالملک نے حضرت عثمان' ابو ہریرہ' ابوسعید رضی اللہ عنہم' ام سلمہ رضی اللہ عنہا' بریرہ رضی اللہ عنہا' ابن عمر رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث سنیں اور اس سے عروہ خالد بن معدان' رجاء بن حیات' زہری' یونس بن میسرہ' ربیعہ بن یزید' اسمٰعیل بن عبیداللہ' جریر بن عثمان وغیرہم نے روایت کی ہیں۔

بکر بن عبداللہ مزنی کہتے ہیں کہ ایک یوسف نامی یہودی مسلمان ہوا اور وہ کتب سابقہ کو اچھی طرح سے پڑھا ہوا تھا۔ ایک دن وہ مروان کے گھر کے پاس سے گزرا۔ کہنے لگا امت

۱؎ جوان عورتیں۔

محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اس گھر والوں سے بہت سختی پہنچے گی۔ میں نے اس سے پوچھا یہ سختی کب تک پہنچے گی۔ اس نے کہا جب تک سیاہ جھنڈے والے خراسان سے نہ آ جائیں گے۔ یہ شخص عبدالملک بن مروان کا بڑا دوست تھا۔ ایک دن اس کے شانوں پر ہاتھ مار کر کہنے لگا جب تو بادشاہ ہو جائے تو امت محمد یہ ﷺ کے معاملہ میں خدا سے ڈر کر کام کرنا۔ عبدالملک نے کہا چھوڑو بھی۔ میں کہاں اور وہ بادشاہت کہاں۔ اس نے کہا تمہیں پھر کہتا ہوں ان کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا۔ جب یزید نے اہل مکہ پر اپنی فوج بھیجی تو عبدالملک نے کہا' خدا نہ کرے کہ میں کبھی حرم محترم پر فوج کشی کروں۔ یوسف نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا گھبرا نہیں' تیرا لشکر جوان پر آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔

اوندھے

یحیٰی غسانی کہتے ہیں۔ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں اترا تو میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آ کر عبدالملک کے پاس بیٹھ گیا تو عبدالملک نے مجھ سے کہا تو بھی اس لشکر سے ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ تیرا خانہ خراب ہو' تو نہیں جانتا تو ایسے شخص کے برخلاف ہتھیار اٹھاتا ہے جو ظہورِ اسلام کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور ذات النطاقین کا بیٹا ہے۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے حاکم بنایا تھا۔ اگر تو دن کے وقت اس کے پاس جائے تو اسے روزہ دار پائے گا۔ اگر رات کے وقت جائے تو اسے نماز میں مشغول دیکھے گا۔ اگر تمام لوگ اس کے قتل پر اتفاق کر لیں تو خدا ان سب کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا۔ یحیٰی غسانی کہتے ہیں۔ جب عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے اسی شخص پر لشکر بھیجا اور قتل کر ڈالا۔

محارم سے بچنا

ابن ابی عائشہ کہتے ہیں۔ جب عبدالملک خلیفہ ہوا' اس وقت قرآن پاک اس کے سامنے تھا۔ اسے بند کر کے کہنے لگا بس اب تیرا زمانہ ہو چکا۔ مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ میں نے یحیٰی بن سعید سے سنا ہے سب سے پہلے ظہر و عصر کے درمیانی وقت میں عبدالملک ہی نماز پڑھتا رہا ہے' چنانچہ جب امام نماز پڑھ لیتا تو جوان جوان لوگ کھڑے ہو کر عصر تک نماز پڑھتے رہتے۔ سعید بن مسیب سے کسی نے کہا کاش ہم بھی ان لوگوں کی طرح نماز پڑھتے رہتے' وہ

کہنے لگے کثرت صوم وصلوٰۃ کا نام عبادت نہیں ہے بلکہ عبادت اللہ تعالیٰ کے امر میں غور وفکر کرنے اور محارم سے بچنے کا نام ہے۔

قرآن دیناروں پر

مصعب بن عبداللہ کہتے ہیں۔ اسلام میں سب سے قبل عبدالملک کا نام ہی عبدالملک رکھا گیا۔ یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں۔ میں نے مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے سنا سب سے قبل عبدالملک نے ہی دینار بنوائے اور ان پر قرآن مجید کی آیات لکھوائیں۔

حلقہ سے باہر

مصعب کہتے ہیں۔ عبدالملک نے دیناروں کی ایک طرف قل ہواللہ احد لکھا اور دوسری طرف لا الٰہ الا اللہ لکھا تھا اور اس کے گرداگرد ایک چاندی کا حلقہ تھا جس میں ''ضرب شہر فلاں'' لکھا ہوا تھا اور اس حلقہ سے باہر ''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ ''(پ 26 سورۃ الفتح آیت 28,29) ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

(ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

عسکری اوائل میں بسندہ روایت کرتے ہیں۔ سب سے پہلے عبدالملک نے ہی خطوط کے شروع میں قل ہواللہ احد اور آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک مع تاریخ کے لکھا۔ اس پر بادشاہِ روم نے اس کی طرف لکھا کہ تم نے جو اپنے خطوط کے شروع میں اپنے پیغمبر کا ذکر شروع کر دیا ہے' اسے چھوڑ دو ورنہ ہمارے دینار تمہارے پاس نہیں آیا کریں گے۔ عبدالملک پر یہ بات بہت گراں گزری۔ اس نے خالد بن یزید بن معاویہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا ان کے دینار آپ بند کر دیجئے اور خود اپنے دینار جاری کیجئے۔ جن پر اللہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہو اور اپنے خطوط کی پیشانی جسے وہ برا سمجھتے ہیں بدستور رہنے دیں۔ پس اس مشورے کے موافق 75 ہجری میں اس نے اپنے دینار ایجاد کیے۔

خلفاء کے سامنے

عسکری لکھتے ہیں۔ سب سے پہلا خلیفہ جس نے بخل کیا' عبدالملک تھا۔ اسی لیے اسے رشح الحجارہ کہا کرتے تھے اور گندہ ذہنی کے باعث ابوالزبان کہلاتا تھا۔ اسلام میں سب سے پہلے

اسی نے عذر کیا۔ خلفاء کے سامنے کلام کرنے سے اسی نے منع کیا اور سب سے قبل امر بالمعروف سے بھی اسی نے ہی منع کیا۔

پہلا غدر

عسکری بسندہ ابن کلبی سے راوی ہیں۔ عمرو بن سعید بن عاص نے مروان کو اپنے بیٹے کے بعد ولی عہد بنایا تھا اور یہ سب سے پہلا غدر تھا جو اسلام میں ظاہر ہوا۔ اس پر کسی نے یہ اشعار کہے:

یَا قَوْمُ لَا تَغْلَبُوْا عَنْ رَائِکُمْ فَلَقَدْ جَرَّبْتُمُ الْغَدْرَ مِنْ اَبْنَاءِ مَرْوَانَا

ترجمہ: اے لوگو! اپنی راہوں پر نہ چلو کیونکہ تم نے مروان کے بیٹوں کا غدر دیکھ لیا ہے۔

اَمْسُوْا وَقَدْ قَتَلُوْا عُمْرَ وَمَا رَشَدُوْا یَدْعُوْنَ غَدْرًا بَعْهِدِ اللّٰہِ کَیْسَانَا

ترجمہ: دیکھو انہوں نے عمرو کو قتل کر دیا اور یہ کام اچھا نہیں کیا کہ انہوں نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا۔

تَلَاعَبُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاتَّخَذُوْا ھُوَ اَھَمُّ فِیْ مَعَاصِیُ اللّٰہِ قُرْبَانَا

ترجمہ: انہوں نے کتاب اللہ کو کھیل بنالیا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی کو قربانی بنالیا ہے۔

تلوار دوا

عسکری بسندہٖ روایت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے شہید کیے جانے کے بعد عبدالملک نے 75 ہجری میں مدینہ میں خطبہ پڑھا تو خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح ضعیف خلیفہ نہیں اور نہ معاویہ کی طرح ناز ونعمت کا اثر دکھانے والا اور نہ یزید کی طرح ضعیف الرائے۔ مجھ سے قبل خلفاء اس مال سے کھایا کرتے تھے۔ مجھے تو تلوار کے علاوہ اور کوئی دوا آتی نہیں، حتیٰ کہ تمہارے نیزے میری مدد کیلئے کھڑے ہوں تو ہمیں مہاجرین جیسے عمل کرنے کی تکلیف دیتے ہو اور خود ان جیسے عمل کرتے نہیں جب تک کہ تلوار ہمارے درمیان فیصلہ نہ کردے' تکلیف بڑھتی ہی رہے گی۔ یہ عمرو بن سعید جس کی قرابت اور مرتبہ تمہیں معلوم ہے' اس نے اپنے سر سے کہا کہ ایسا ہوگا۔ ہم نے اپنی تلواروں سے کہا' نہیں یوں ہوگا' ہم تمہاری ہر بات کو برداشت کرلیں گے مگر امیر کے ساتھ لڑنا برداشت نہیں کریں گے۔ جس تلوار کو میں نے عمرو بن سعید کی گردن پر رکھا تھا' وہ میرے پاس موجود ہے۔ اب جو

شخص اس جیسا کام کرے گا' اس کی گردن پر بھی وہی تلوار رکھوں گا۔ آج کے بعد تم سے جس شخص نے مجھے خدا سے ڈرنے کیلئے کہا' اسے قتل کردوں گا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔

فارسی سے عربی

عسکری کہتے ہیں۔ اس نے ہی سب سے قبل منبر پر اپنے ہاتھ بلند کیے اور اس نے ہی سب سے پہلے دفتر فارسی سے عربی میں نقل کیے۔ میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں یہاں تک اس کی دس اولیات پوری ہوتی ہیں جن سے پانچ مذموم ہیں۔

عیدین کی اذان

ابن ابی شیبہ بسندہ محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں مروانیوں نے ہی اذان دلوائی۔ خواہ عبدالملک ہو یا اس کی اولاد سے۔

کوئی پردہ

عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں۔ مجھے بہت لوگوں نے بیان کیا ہے سب سے پہلے عبدالملک نے ہی کعبہ پر دیباج کے پردے لٹکائے اور تمام فقہاء نے سن کر یہ کہا کہ واقعی کعبہ شریف کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی پردہ نہیں ہوسکتا۔

یوسف بن ماجشون کہتے ہیں۔ جب عبدالملک فیصلہ کرنے کیلئے بیٹھتا تو غلام برہنہ تلواریں کیے اس کے سر پر کھڑے رہتے۔

عقل خرچ

اصمعی کہتے ہیں۔ عبدالملک سے کسی نے پوچھا آپ کو اتنی جلدی بڑھاپا کیوں آ گیا تو اس نے کہا بڑھاپا کیسے نہ آئے' حالانکہ میں ہر جمعہ لوگوں پر اپنی عقل خرچ کرتا رہا ہوں۔

بلند اور زہد و قوت اور انصاف

محمد بن حرب زیادی کہتے ہین۔ عبدالملک سے پوچھا گیا۔ سب لوگوں سے افضل کون ہے؟ اس نے کہا جس نے بلندی کے باوجود تواضع کی اور قدرت کے باوجود زہد اختیار کیا اور قوت کے ہوتے ہوئے بھی انصاف کیا۔

جھوٹ نہ کہنا

ابن عائشہ کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص باہر سے عبدالملک کے پاس آتا تو عبدالملک اس سے کہہ دیا کرتا تھا چار باتوں سے مجھے معاف رکھنا اوران کے علاوہ جو کچھ چاہے کہنا۔

نمبر1۔ایک تو مجھ سے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جھوٹے کی کوئی رائے نہیں ہوتی۔

نمبر2۔دوسرا یہ کہ جو کچھ میں نہ پوچھوں اس کا جواب نہ دینا کیونکہ میرا خیال اسی بات میں ہوگا جو میں تم سے پوچھوں گا۔

نمبر3۔میری مدح میں مبالغہ نہ کرنا کیونکہ تیری نسبت میں اپنے آپ سے اچھی طرح واقف ہوں۔

نمبر4۔چوتھا یہ کہ رعیت پر مجھے برانگیختہ نہ کرنا کیونکہ مجھے ان کے ساتھ نرمی کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

مدائنی کہتے ہیں۔ جب عبدالملک کو اپنی موت کا یقین ہوگیا تو کہنے لگا' کاش میں پیدائش سے لیکر آج تک حمال (مزدور) رہتا۔ پھر اپنے بیٹوں کو بلا کر خوفِ خدا کی وصیت کی اور تفرقہ اور اختلاف سے ڈرایا۔انہیں کہا کہ اچھی ماں کے بیٹے بننا اور لڑائی میں جواں مردوں کا سا کام کرنا اور نیکی میں نشان و علامت یعنی ضرب المثل بننے کی کوشش کرنا کیونکہ لڑائی آدمی کی مقررہ موت کو پہلے نہیں آتی اور احسان سے ہمیشہ تک ذکرِ خیر باقی رہتا ہے۔ مصیبت میں خندہ پیشانی سے رہا کرنا اور سختی میں نرمی اختیار کیا کرنا اور ایسے ہو جاؤ جیسا کہ ابن عبدالاعلیٰ شیبانی نے کہا ہے۔

اِنَّ الْقِدَاحَ اِذَا جْتَمَعْنَ فَرَامَهَا بِالْكَسْرِ ذُوْحَنَقٍ وَبَطْشٍ اَيِّدٖ

ترجمہ: جبکہ تیر جمع ہو جائیں اور بڑا غصے والا حملہ آور شخص ان کے توڑنے کا قصد کرے تو وہ تیر بوجہ ہیئت اجتماعی کے نہیں ٹوٹیں گے۔

عَزَّتْ عَلَيْهِ فَلَمْ تكْسُرْ وَاِنْ هِيَ بَددت فَالْكَسْرُ وَالتَّوْهِيْنُ لِلْمُتَبَدِّدِ

ترجمہ: اور اگر وہ تیر متفرق ہو جائیں تو متفرق کی ذلت اور شکستگی سہل (آسان) ہوتی ہے۔

دایاں ہاتھ اور تلوار

اے ولید جس معاملہ میں میں تجھے نائب کرتا ہوں' اس میں خدا تعالیٰ کا خوف کرنا اور حجاج کی عزت کرنا کیونکہ اسی نے تمہیں منبروں پر چڑھنے کے مرتبہ تک پہنچایا۔اس کو اپنا دایاں

ہاتھ اور تلوار سمجھنا۔ وہ تجھے دشمنوں سے پناہ میں رکھے گا۔ اس کے حق میں کسی کا قول نہ سننا۔ اس کی نسبت تو اس کا زیادہ محتاج ہے۔ جب میں مر جاؤں تو لوگوں سے بیعت لے لینا اور جو شخص انکار کرے اس کو قتل کر دینا۔

قریب المرگ

کہتے ہیں جب عبدالملک قریب المرگ ہوا تو اس کا لڑکا ولید اس کے پاس آیا تو عبدالملک نے یہ شعر پڑھا:

کَمْ عَائِدٍ رَجُلاً وَلَیْسَ یَعُوْدُهٗ　　اِلَّا لِیَعْلَمَ هَلْ یَرَاهُ یَمُوْتُ

ترجمہ: بہت سے بیمار پرسی کرنے والے بظاہر تو بیمار پرسی کرتے ہیں مگر ان کی غرض یہ بات معلوم کرنا ہوتی ہے کہ مریض کس وقت مرے گا۔

رونے سے منع کیا

یہ سن کر ولید رو پڑا تو عبدالملک نے کہا لڑکیوں کی طرح رونے سے کیا فائدہ جب میں مر جاؤں تو تیار ہو جا اور جرأت ظاہر کر اور تلوار اپنے کندھے پر رکھ لے اور جو شخص ذرا بھی سر اٹھائے اسے قتل کر دے اور جو خاموش رہے اسے چھوڑ دے وہ اپنی بیماری آپ ہی مر جائے گا۔

میں (یعنی مصنف) کہتا ہوں اگر عبدالملک کے گناہوں سے صرف حجاج کو مسلمانوں اور صحابہ پر والی اور حاکم بنانا ہی ہوتا کہ جس نے ان کی توہین و ذلت اور قتل و ضرب کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور بیشمار صحابہ کرام اور اکابر تابعین کو تہ تیغ کیا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابیوں کی مشکیں کسوائی تھیں تو بھی اس بات کیلئے کافی تھا کہ خدا تعالیٰ اسے کبھی نہ بخشے۔

عبدالملک شعر بھی کہا کرتا تھا۔ ذیل کے اشعار اسی کے ہیں:

لَعَمْرِیْ لَقَدْ عُمِّرْتُ فِی الدَّهْرِ بُرْهَةً　　وَدَانَتْ لِیَ الدُّنْیَا بِوَقْعِ الْبَوَاتِرِ

ترجمہ: مجھے اپنی عمر کی قسم کہ مدت دراز تک میں دنیا میں جیا ہوں اور دنیا زہر آلود تلوار لیکر میرے قریب ہوئی (یعنی میں ہمیشہ لڑتا رہا ہوں)

فَاَضْحٰی الَّذِیْ قَدْ کَانَ مِمَّا یَسُرُّنِیْ　　کَلَمْحٍ مَضٰی فِی الْمُزْمِنَاتِ الْغَوَابِرِ

ترجمہ: پس وہ چیز جو مجھے اچھی لگتی تھی ایسے گزر گئی ہے جیسے کہ گزشتہ زمانے کا ایک لمحہ گزر جاتا ہے۔

فَيَا لَيْتَنِي لَمْ اَعِنْ فِي الْمُلْكِ سَاعَةً وَلَمْ اَلْهُ فِي اللَّذَّاتِ عَيْشَ نَوَاضِرِ

ترجمہ: کاش میں سلطنت پر غلبہ اور ظلم نہ کرتا اور اپنی زندگی کو عیش و عشرت پر بسر نہ کرتا۔

وَكُنْتُ كَذِي طَمْرِيْنَ عَاشَ بِبُلْغَةٍ مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى زَارَ ضَنْكَ الْمَقَابِرِ

ترجمہ: اور میں اس درویش کی طرح رہتا جو قوت لا یموت (ہمیشہ کی قوت) پر زندگی بسر کرتا ہے' حتیٰ کہ قبر میں جا پڑتا۔

چار واقعات

ابن عساکر اپنی تاریخ میں ابراہیم بن عدی سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے عبدالملک بن مروان پر ایک ہی رات میں چار سخت واقعات پیش ہوئے۔ مگر وہ ذرا بھی نہ گھبرایا۔ اوّل عبداللہ بن زیاد کا قتل اور دوسرا حبیش بن دلجہ کا قتل حجاز میں' تیسرا اس کے اور شاہِ روم کے درمیان جھگڑا کا شروع ہو جانا' چوتھے عمرو بن سعید کا دمشق میں بغاوت کرنا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ چار شخصوں نے نیکی اور بیہودگی کے کاموں میں کبھی خطا نہیں کی۔ یعنی شعبی' عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف اور ابن تریہ۔

میراث میں حصہ

سلفی طیوریات میں ذکر کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان ایک روز باہر نکلا تو راستے میں اسے ایک عورت ملی اور کہنے لگی اے بادشاہ! عبدالملک نے کہا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگی میرا بھائی چھ صد دینار چھوڑ کر مر گیا ہے اور اس کی میراث سے مجھے صرف ایک دینار دیا جاتا ہے او رکہتے ہیں کہ یہی تیرا حصہ ہے۔ عبدالملک کو اس بات کی سمجھ نہ آئی تو شعبی سے پوچھا' انہوں نے کہا اس کا اتنا ہی حصہ ہے کیونکہ متوفی دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہے۔ ان کو دو تہائی یعنی چار سو دینار ملیں گے۔ ایک اس کی ماں بھی ہے جس کا چھٹا حصہ یعنی سو دینار مل جائیں گے۔ اس کی ایک زوجہ بھی ہے جس کا آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار ملیں گے' اس کے بارہ بھائی بھی ہیں جنہیں چوبیس دینار ملیں گے اور باقی ماندہ ایک دینار اس کو ملے گا۔

خدا کیلئے

ابن ابی شیبہ مصنف میں بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابو سفیان حمیری نے بیان کیا کہ خالد بن محمد قریشی کہتے ہیں۔ ایک دن عبدالملک بن مروان نے کہا جو شخص لذتِ نفس کیلئے لونڈی

خریدنا چاہتا ہے تو ملک بربر کی خریدے اور اگر وہ خدا کے واسطے خریدے تو چاہئے کہ وہ فارسی خریدے اور اگر خدمت کیلئے خریدنا چاہے تو رومی خریدے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ جب اخطل نے عبدالملک کو اپنا قصیدہ سنایا جس کا ایک شعر یہ ہے:

شُمُسُ العَدَاوَةِ حَتّٰی يُسْتَفَادَلَهُمْ وَاَعْظَمُ النَّاسِ اَحْلَامًا اِذَا قَدَرُوْا

ترجمہ: جب تک رعایا کیلئے فائدہ حاصل نہ کیا جائے' تب تک وہ شدید العداوت رہتا ہے اور جب وہ دشمنوں پر غالب ہو جائے از حد حلیم و بردبار ہو جاتا ہے۔

یہ شعر سن کر اس نے کہا اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ جا اور جتنا مال یہ اٹھا سکے' اسے دیدے۔ پھر کہنے لگا ہر قوم میں ایک شاعر ہوا کرتا ہے اور بنی امیہ کا شاعر اخطل ہے۔

ابتداء لذت انتہاء درد

اصمعی کہتے ہیں۔ ایک روز اخطل عبدالملک کے پاس آیا تو اس نے کہا کچھ مستی کا حال تو بیان کر۔ اخطل کہنے لگا کہ ابتدا میں لذت ہوتی ہے اور انتہا میں درد۔ اور اس کے درمیان ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جس کا لطف میں بیان ہی نہیں کر سکتا۔ عبدالملک نے کہا کچھ تو بیان کر۔ اخطل نے کہا اس وقت اے بادشاہ! آپ کا ملک میرے جوتے کے تسمے سے بھی ذلیل ہوتا ہے۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

اِذَا مَا نَدِيْمِیْ عَلَّنِیْ ثُمَّ عَلَّنِیْ ثَلٰثُ زُجَاجَاتٍ لَهُنَّ هَدِيْرٌ

ترجمہ: جبکہ میرا دوست پے در پے تین بھرے ہوئے شراب کے پیالے مجھے پلائے۔

خَرَجْتُ اَجُرُّ الذَّيْلَ مِنِّیْ كَاَنَّنِیْ عَلَيْكَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرٌ

ترجمہ: تو میں اپنے منہ کو کھینچتا ہوا ہوں۔ ایسے نکلتا ہوں گویا کہ میں تم پر امیر کا بھی امیر ہوں

ثعالبی کہتے ہیں۔ عبدالملک کہا کرتا تھا میں رمضان ہی میں پیدا ہوا ہوں اور رمضان میں ہی میں نے دودھ چھوڑا ہے اور رمضان میں ہی میں نے قرآن مجید ختم کیا ہے اور رمضان میں ہی میں بالغ ہوا ہوں اور رمضان میں ہی خلیفہ ہوا ہوں' اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں رمضان میں ہی نہ مر جاؤں۔ لیکن جب رمضان گزر گیا اور اسے اطمینان ہو گیا تو وہ شوال میں مر گیا۔

اموات

عبدالملک کے زمانہ میں حسب ذیل مشاہیر امت فوت ہوئے:

ابن عمرؓ اسماء بنت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابوسعید بن معلیٰ ابوسعید خدری رافع بن خدیج سلمہ اکوع عرباض بن ساریہ جابر بن عبداللہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سائب بن زید اسلم مولائے عمرؓ ابوادریس خولانی شریح قاضی ابان بن عثمان بن عفانؓ اعشی شاعر ایوب بن قریہ (جو فصاحت میں ضرب المثل تھا) خالد بن یزید بن معاویہ زر بن حبیش وسان بن سلمہ بن محبق سوید بن غفلہ ابودائل طارق بن شہاب محمد حنیفہ عبداللہ بن شداد بن الہاد ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود عمرو بن حریث عمر بن سلمہ جرمی و دیگر حضرات رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

ولید بن عبدالملک

اس کا نام ولید بن عبدالملک تھا اور کنیت ابوالعباس تھی۔ شعبی کہتے ہیں چونکہ یہ ناز و نعمت میں پلا تھا اس لیے ان پڑھ رہا۔ روح بن زنباع کہتے ہیں میں ایک دن عبدالملک کے پاس گیا تو وہ کچھ غمگین سا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا کیا وجہ ہے تو کہنے لگا میں سوچ رہا ہوں کس کو عرب کا حاکم بناؤں؟ میں نے کہا ولید سے اچھا کون ہو سکتا ہے؟ کہنے لگا بات تو درست ہے مگر اس کو نحو نہیں آتی (اور وہ کلام صحیح نہیں کر سکتا) ولید نے بھی یہ بات سن لی اور تمام نحویوں کو جمع کیا اور لگاتار چھ ماہ ان سے پڑھتا رہا۔ مگر پھر بھی ویسا ہی جاہل کا جاہل رہا۔

ایک دن

ابوالزناد کہتے ہیں۔ ولید اعراب میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا، چنانچہ ایک دن مسجد نبوی میں منبر پر کھڑا خطبہ پڑھ رہا تھا تو کہنے لگا یا اہل المدینۃ (یعنی اہل کی لام پر ضمہ پڑھا، حالانکہ نحوی قاعدے سے اس پر فتح آنی چاہیے۔)

منبر کے نیچے

ابوعکرمہ ضبی کہتے ہیں کہ ایک روز ولید نے بر سر منبر کھڑے ہو کر پڑھا یالیتھا کانت القاضیہ پڑھا اور منبر کے نیچے عمر بن عبدالعزیز اور سلیمان بن عبدالملک دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ سلیمان نے کہا وددتہا واللہ۔

حجاز اور مصر

ولید بڑا جبار اور ظالم تھا، چنانچہ ابونعیم حلیہ میں ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں عمر بن

عبدالعزیز کہا کرتے تھے ولید نے شام کی، حجاج نے عراق کی، عثمان بن جبارہ نے حجاز کی اور قرہ بن شریک نے مصر کی زمین کو ظلم سے بھر دیا۔

فقیروں کی تنخواہیں

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں ابراہیم بن زرعہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روز ولید نے کہا کہ خلیفہ کا بھی حساب ہو۔ میں نے کہا اے مسلمانوں کے امیر! اللہ کے ہاں آپ کا رتبہ بڑا ہے یا داؤد علیہ السلام کا؟ کہنے لگا کہ ان کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور خلافت کو جمع کیا تھا اور پھر قرآن مجید میں بھلائی کا وعدہ بھی ان سے کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے یا داؤد علیہ السلام؟ ولید باوجودیکہ ایسا ویسا تھا، مگر اس نے اپنے زمانے میں جہاد کو جاری کیا اور بہت سے ملک اس کے عہد میں فتح ہوئے۔ یتیموں کا ختنہ کرادیا کرتا تھا اور ان کے پڑھانے کے لیے معلم مقرر کر دیتا تھا۔ اپاہجوں کے لیے خدمتگار مقرر کر دیا کرتا تھا اور نابینوں کے لیے ایسے شخص مقرر کر دیئے تھے جو انہیں جہاں وہ چاہتے لیے پھرتے تھے۔ مسجد نبوی کو وسیع کر کے از سر نو تعمیر کیا۔ فقیہوں، ضعیفوں اور فقیروں کی تنخواہیں مقرر کیں اور کہہ دیا کہ اب وہ کسی شخص سے سوال نہ کریں اور تمام باتوں کے ضابطے مقرر کر دیئے تھے۔

چاندی کے پیالے

ابن ابی عیلہ کہا کرتے تھے خدا تعالیٰ ولید پر رحم کرے۔ اس جیسا بادشاہ کہاں ہوگا؟ اس نے ہند و اندلس کو فتح کیا اور مسجد دمشق کو بنوایا۔ فقراءِ بیت المقدس میں چاندی کے پیالے تقسیم کیے۔

قربانی کے روز

ولید اپنے باپ کی زندگی میں ہی شوال 86 ہجری میں تخت نشین ہوا اور 87 ہجری میں جامع دمشق کی تعمیر شروع کی اور مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر کے لیے احکام جاری کیے۔ اسی سال بیکند، بخارا، سردانیہ، مطمورہ، قمیقم اور بحیرۃ الفرسان غلبۃً فتح ہوئے اور اسی سال عمر بن عبدالعزیز نے بحالت امارت مدینہ لوگوں کے ساتھ حج کیا اور قربانی کے روز غلطی سے ٹھہر گئے جس کا انہیں نہایت رنج ہوا۔

88 ہجری میں جرثومہ، طوانہ فتح ہوئے۔

89 ہجری میں جزیرۂ مطورہ اور میورقہ فتح ہوئے۔

91 ہجری میں نسف، کش، مدائن اور بحرآذربیجان سے کئی ایک قلعے فتح ہوئے۔

92 ہجری میں اقلیم اندلس مکمل طور پر فتح ہوئی اور علاوہ ازیں شہرارما بیل اور قتربوں فتح ہوئے۔

93 ہجری میں دبیل وغیرہ فتح ہوئے اور بعد ازاں کرخ، برہم، باجہ، بیضاء، خوارزم، سمرقند اور سعد فتح ہوئے۔

94 ہجری میں کابل، فرغانہ، شاش، سندرہ وغیرہ فتح ہوئے۔

95ء ہجری میں موقان، مدینۃ الباب فتح ہوئے۔

96 ہجری میں طوس وغیرہ فتح ہوئے اور اسی سال میں ولید نصف جمادی الاخریٰ میں بعمر اکاون سال فوت ہوا۔

ایسی فتوحات

ذہبی کہتے ہیں۔ ولید کے عہد میں جہاد جاری رہا اور ایسی فتوحات عظیمہ ہوئیں جیسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی تھیں۔

عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں۔ جب میں نے ولید کو لحد میں رکھا تو وہ بار بار اپنے پاؤں زمین پر مارتا تھا۔ ولید کہا کرتا تھا کہ اگر قرآن پاک میں افعال قوم لوط کا ذکر نہ ہوتا تو مجھے گمان ہی رہتا کہ لوگ ایسا بھی کرلیا کرتے ہیں۔

فوت شدگان

ولید کے عہد میں مندرجہ ذیل اعلام امت فوت ہوئے:

عتبہ بن عبد سلمٰی، مقدام بن معدی کرب، عبد بن بشیر المازی، عبداللہ بن ابی اوفی، ابوالعالیہ جابر بن زید، انس بن مالک، سہل بن سعد، سائب بن یزید، سائب بن خلاء، حبیب بن عبداللہ بن زبیر، بلال بن ابی الدرداء، سعید بن میتب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، سعید بن جبیر (جو شہید ہوئے تھے) اور آپ کو حجاج علیہ اللعنۃ نے قتل کر دیا تھا۔ ابراہیم نخعی، مطرف، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف، حجاج شاعر و دیگر حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

سلیمان بن عبدالملک

اس کا نام سلیمان بن عبدالملک تھا اور کنیت ابوایوب تھی۔ شاہانِ بنی امیہ سے ہے۔ سب سے بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ اس کے باپ نے ہی ولید کے بعد اسے ولی عہد مقرر کیا تھا۔ 96ھ ہجری میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے باپ اور عبدالرحمٰن بن ہبیرہ سے احادیث روایت کی ہیں اور اس سے اس کے بیٹے عبدالواحد اور زہری نے روایت کی ہے۔ نہایت فصیح و بلیغ' عدل کا حریص اور جہاد کا شائق تھا۔ اس کے محاسن کے متعلق اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ عمرو بن عبدالعزیز جیسا آدمی اس کا وزیر تھا اور اسی کے مشورے پر چلا کرتا تھا۔ حجاج کے عاملوں کو موقوف کر دیا تھا اور عراق کے قید خانوں میں جتنے شخص قید تھے' انہیں رہا کر دیا تھا۔ بنوامیہ سب کے سب نماز میں تاخیر کیا کرتے تھے۔ مگر عبدالملک نے نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا شروع کیا۔

درست وقت

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے۔ خدا سلیمان پر رحم کرے کہ اس نے اپنی خلافت کی ابتدا نماز کو ٹھیک وقت پر پڑھنے سے کی ہے اور اس کا خاتمہ عمر بن عبدالعزیز جیسے شخص کو خلیفہ بنانے میں کیا۔

گانے سے منع

سلیمان راگ گانے سے منع کیا کرتا تھا اور ان لوگوں سے تھا جو بہت کھانے میں مشہور تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ہی وقت ستر انار اور بکری کا چھ مہینے کا بچہ اور چھ مرغ اور کئی سیر کشمش کھا گیا۔

جوانی اور حسن و جمال

یحییٰ غسانی کہتے ہیں۔ سلیمان نے ایک دن آئینہ دیکھا تو اپنی جوانی اور حسن و جمال کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا آنحضرت ﷺ نبی تھے اور ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور عثمان حیادار تھے اور معاویہ حلیم تھے اور عبدالملک سیاست کرنے والا تھا اور ولید ظالم تھا اور میں جوان بادشاہ ہوں۔ اس بات کو ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ مر گیا۔ اس کی وفات بروز جمعہ 10 ماہ صفر 99 ہجری میں ہوئی۔

انتقال کرنے والے

اس کے عہد خلافت میں جرجان' حصن الحدید' سردا' شقا' طبرستان اور شہر سفالیہ فتح ہوئے اور مشاہیر امت سے قیس بن ابی حازم' محمود بن لبید' حسن بن حسین بن علی' کریب مولیٰ ابن عباس' عبدالرحمٰن بن اسود نخعی و دیگر حضرات نے انتقال کیا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جہاد کے دوران

عبدالرحمٰن بن حسان کنعانی کہتے ہیں۔ سلیمان بمقام دابق جہاد کرتا ہوا فوت ہوا۔ جب بیمار ہوا تو رجاء بن حیوٰۃ کو کہنے لگا میرے بعد خلیفہ ہونا چاہئے۔ کیا میں اپنے بیٹے کو خلیفہ بنا جاؤں۔ وہ کہنے لگا آپ کا بیٹا تو یہاں موجود نہیں۔ سلیمان نے کہا اپنے دوسرے بیٹے کو امیر کر جاؤں۔ رجاء بن حیوٰۃ کہنے لگے وہ تو ابھی چھوٹا ہے تو وہ بولا خلیفہ و امیر کسے مقرر کروں۔ رجاء نے کہا میرے نزدیک تو عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنانا چاہئے۔ سلیمان نے کہا مجھے خوف ہے میرے بھائی اس بات سے راضی نہیں ہوں گے۔ رجاء نے کہا ایسے کیجئے آپ عمر بن عبدالعزیز کو امیر بنائیں گے اور وصیت کر دیجئے کہ اس کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہو اور اس مضمون کا ایک وصیت نامہ لکھ کر اس پر مہر لگا دیجئے اور لوگوں سے کہئے جو شخص اس میں اس کی بیعت کرے۔ سلیمان نے کہا یہ بات تم نے خوب سوچی ہے۔ پھر قلم دوات منگوا کر وصیت نامہ لکھا اور رجاء کو دیکر کہا باہر جا کر اس شخص کے لیے بیعت کرلو اس میں جس کا نام لکھا ہے۔ انہوں نے باہر نکل کر کہا امیر المومنین کہتے ہیں جس کا اس میں نام ہے' اس سے بیعت کرلو۔ لوگوں نے کہا وہ کون ہے؟ رجاء نے کہا کہ اس پر مہر لگی ہوئی ہے۔ اس کا نام امیر المومنین کے انتقال کے بعد ہی معلوم ہوگا۔ لوگوں نے کہا ہم بیعت نہیں کرتے۔ رجاء نے آ کر سلیمان کو اس بات کی اطلاع دی۔ اس نے کہا کہ کوتوال اور سپاہیوں کو بلوا کر لوگوں سے بیعت لے لو' جو شخص انکار کرے اس کی گردن اڑا دو۔ یہ بات سن کر لوگوں نے بیعت کر لی۔ رجاء کہتے ہیں جب میں واپس آ رہا تھا تو مجھ سے ہشام نے کہا تم امیر المومنین کے بڑے مقرب ہو' یہ بتاؤ کہ امیر المومنین نے یہ کیا کام کیا ہے؟ مجھے خوف ہے کہ کہیں انہوں نے مجھے محروم ہی نہ رکھا ہو۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو مجھے بتلا دو حتیٰ کہ اس کا کچھ سد باب کیا جائے۔ میں نے کہا امیر المومنین نے اس امر کو پوشیدہ رکھنے کو کہا ہے۔ میں تمہیں کیسے بتلا دوں۔ پھر میں عمر بن عبدالعزیز سے ملا

تو انہوں نے مجھ سے کہا اے رجاء میرے دل میں سلیمان سے بہت ہی خوف ہے۔ کہیں خلافت میرے حوالہ ہی نہ کردی جائے' حالانکہ میں اس کے بارگراں اٹھانے کے قابل ہی نہیں اس لیے مجھے بتاؤ تا کہ میں اس کا کچھ چارہ کروں۔ میں نے کہا امیرالمومنین نے مجھے اس امر کے پوشیدہ رکھنے کو کہا ہے' میں اسے کیسے بتلا سکتا ہوں۔ غرضیکہ جب سلیمان کے انتقال کے بعد وہ وصیت نامہ کھولا گیا تو اس میں عمر بن عبدالعزیز کا نام لکھا تھا۔ یہ دیکھ کر عبدالملک کے بیٹوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ مگر جب اس کے پیچھے یزید بن عبدالملک کا نام سنا تو کچھ تسلی ہوئی اور امر خلافت عمر بن عبدالعزیز کے سپرد کردیا۔ عمر بن عبدالعزیز وہیں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ آخر لوگوں نے ان کے بازو پکڑ کر منبر پر لا کر بٹھایا۔ وہاں بھی وہ دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ رجاء نے لوگوں کو کہا تم بیعت کے لیے کیوں نہیں اٹھتے ہو۔ اس پر لوگ بیعت کے لیے آگے بڑھے اور عمر بن عبدالعزیز نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پھر کھڑے ہو کر پہلے خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر کہا اے لوگو! میں قاضی نہیں بلکہ میں تو احکام جاری کرنے والا ہوں اور نہ میں کسی چیز کا ایجاد کرنے والا ہوں بلکہ میں تو سلف صالحین کے تابع ہوں۔ اگر تمہارے اردگرد کے لوگوں نے میری بیعت منظور کرلی تو میں تمہارا والی اور حاکم ہوں اور اگر انہوں نے انکار کیا تو پھر میں تمہارا حاکم نہیں۔ یہ کہہ کر آپ منبر پر سے اتر آئے۔

یقین ہو گیا

پھر داروغہ اصطبل نے بادشاہی سواری کا گھوڑا پیش کیا تو آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی یہ شاہی گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ میرا اپنا ہی گھوڑا لے آؤ۔ پھر آپ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر تشریف لے آئے اور دوات اور قلم منگوا کر عمال بیرون جات کے نام خط لکھے۔ رجاء کہتے ہیں مجھے خیال تھا یہ خلافت کو سنبھال نہ سکیں گے۔ مگر جب میں نے ان کی تحریر دیکھی تو مجھے ان کے قاضی ہونے کا یقین ہو گیا۔

منہ پر ہاتھ

مروی ہے کہ مروان بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ سلیمان نے اسے سخت الفاظ کہے۔ مروان اس کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا میں تجھے خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں جواب

نہ دینا کیونکہ وہ بڑا بھائی اور تیرا بادشاہ ہے۔ مروان یہ سن کر چپ کر گیا اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا بخدا تم نے مجھے قتل کر دیا۔ تم نے میرے اندر کی آگ کو بھڑکا دیا' چنانچہ وہ اسی شب کو مر گیا۔

نیک نامی

ابن ابی الدنیا زیاد بن عثمان سے روایت کرتے ہیں۔ جب سلیمان کا بیٹا ایوب مر گیا تو میں ان کے پاس گیا اور کہا اے امیر عبدالرحمٰن بن ابی بکر فرمایا کرتے تھے جس شخص کی آرزو ہو کہ میرا نام تا قیامت زندہ رہے' اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو مصائب میں ڈالے۔ یعنی نیک نامی بغیر مشقت کے حاصل نہیں ہوتی۔

عمر بن عبدالعزیز

آپ کا نام عمر بن عبدالعزیز بن مروان اور کنیت ابو حفص تھی۔ نہایت ہی نیک اور صالح خلیفہ ہوئے ہیں' حتیٰ کہ خلفائے راشدین سے پانچواں آپ کو شمار کرتے ہیں۔

راشدین پانچ

سفیان توری کہا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین پانچ ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم (رواہ ابوداؤد فی سننہ)

عمر بن عبدالعزیز 61 ہجری یا 63 ہجری میں مصر کے شہر حلوان میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں ان کے والد مصر کے حاکم تھے۔ آپ کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھیں۔ بچپن میں کسی چوٹ کے لگ جانے کی وجہ سے ان کے چہرے پر داغ تھا۔ ان کے والدان کے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے (جب چوٹ لگی تھی) اور کہتے جاتے تھے اگر تو بنی امیہ کا داغدار ہے تو سعادت مند ہے۔ (رواہ ابن عساکر)

چہرے پر داغ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ میری اولاد سے ایک شخص ہوگا جس کے چہرے پر داغ ہوگا۔ وہ زمین کو عدل سے پر کر دے گا۔ (رواہ ترمذی فی تاریخہ)

عدل سے پُر

ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے فرمایا کاش! کہ میں اپنے اس داغدار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو عدل سے اس طرح بھر دے گا جیسے کہ وہ اس سے پہلے ظلم سے بھری ہوگی۔

ختم نہ ہوگی

ابن عمر ﷺ سے مروی ہے۔ ہم کہا کرتے تھے دنیا اس وقت تک ختم ہوگی جب تک آل عمر ﷺ سے ایک شخص حضرت عمر ﷺ جیسے عمل کرنے والا پیدا نہ ہولے۔ بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر بھی نشان تھا اس لیے لوگ خیال کرتے تھے کہ شاید حضرت عمر ﷺ کی بشارت کے مصداق یہی ہوں گے حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

ان کی روایت حدیث

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے والد انس رضی اللہ عنہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ابن قارض یوسف بن عبداللہ بن سلام عامر بن سعد سعید بن مسیتب عروہ بن زبیر ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ربیع بن سمرہ وغیرہم سے روایت کی ہے اور ان سے زہری محمد بن منکد یحییٰ بن سعید انصاری مسلمہ بن عبدالملک رجاء بن حیوٰۃ وغیرہم بہت سے اشخاص نے روایت کی ہے۔

حاسد اور عیب جو

عمر بن عبدالعزیز نے قرآن مجید چھوٹی عمر میں ہی یاد کر لیا تھا۔ پھر پڑھنے کے لیے ان کے والد نے انہیں مدینہ بھیج دیا تھا اور وہاں عبیداللہ بن عبداللہ کے پاس آتے جاتے رہے اور ان سے پڑھتے رہے اور جب ان کے والد فوت ہو گئے تو عبدالملک نے انہیں دمشق بلا لیا اور اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ ان کا عقد (نکاح) کر دیا۔ خلیفہ ہونے سے پہلے بھی آپ نہایت صالح تھے۔ مگر ذرا ناز و نعمت میں رہنے کو پسند کیا کرتے تھے اور آپ کے حاسد ان میں یہی عیب نکالا کرتے تھے کہ یہ ناز و نعمت کو بہت پسند کیا کرتے ہیں اور متکبرانہ چال سے چلتے ہیں۔

دیوار چن دو

جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا حاکم بنا دیا چنانچہ آپ وہاں 86

ہجری سے 93 ہجری تک حاکم رہے۔ پھر معزول کر دیئے گئے تو شام میں چلے آئے۔ پھر ولید کی یہ خواہش ہوئی کہ اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے۔ اس معاملہ میں بہت سے اشراف نے اس کی طوعاً و کرہاً اطاعت کی۔ لیکن عمر بن عبدالعزیز نے اس بات کو نہ مانا اور کہا سلیمان کی بیعت ہماری گردنوں میں ہے۔ ولید نے یہ سن کر کہا کہ ان کے گرد دیوار چن دو۔ مگر پھر کسی کی سفارش سے رہا ہو گئے۔ سلیمان نے ان کے اس احسان کو یاد رکھا اور اپنے بعد ان کے لیے خلافت کی وصیت کر دی۔

قیام وقومہ

زید بن اسلم انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی کہ جس کی نماز اس جوان یعنی عمر بن عبدالعزیز کی نسبت رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہ ہو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز رکوع وسجود پوری طرح ادا فرمایا کرتے تھے اور قیام وقومہ میں زیادہ دیر نہ کیا کرتے تھے۔ (رواہ بیہقی)

محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے کسی نے عمر بن عبدالعزیز کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بنی امیہ کے نجیب ہیں اور قیامت کے دن وہ بصورت امت واحدہ اٹھیں گے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ علماء اس طرح رہا کرتے تھے جیسا کہ استادوں کے ساتھ شاگرد ہوتے ہیں۔

حضرت خضر

ابونعیم بسند صحیح ریاح بن عبیدہ سے روایت کرتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز ایک دن نماز پڑھنے آئے تو ایک بوڑھا آدمی آپ کے ہاتھ پر ٹیک دیئے چلا آ رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ بڈھا سٹھیا گیا ہے۔ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو میں نے مل کر عرض کیا۔ یا امیر المومنین! یہ بڈھا کون ہے جو آپ کے ہاتھ پر ٹیک دیئے چلا آ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے ریاح تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا تم صالح آدمی ہو اس لیے بتائے دیتا ہوں وہ میرے بھائی خضر تھے۔ مجھے بتا کر گئے کہ عنقریب ہی تم اس امت کے حاکم ہو گے اور اس میں عدل کرو گے۔

رو پڑے

ابونعیم ابی ہاشم سے راوی ہیں کہ ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے اور آپ آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھے تھے۔ اسی اثنا میں دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عمر بن عبدالعزیز جب تو خلیفہ ہو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقوں پر چلنا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص سے کہا حلفیہ کہو کیا تم نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اس شخص نے حلف اٹھا کر کہا ہاں۔ یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز رو پڑے۔

اچھے اچھے طریقے

پہلے بیان گزر گیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ماہ صفر میں خلیفہ ہوئے۔ مدت خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے مطابق کل دو سال پانچ ماہ ہوئی۔ اس دوران آپ نے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا اور بہت سے اچھے طریقے جاری فرمائے۔

اپنا ہی گھوڑا

کہتے ہیں جب خلیفہ سلیمان کا وصیت نامہ کھول کر پڑھا گیا تو آپ بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے اور فرمانے لگے کہ واللہ میں نے کبھی اس امر کے لیے دعا نہیں کی' پھر داروغہ اصطبل خاص شاہی گھوڑا لیکر حاضر ہوا تو آپ نے اس پر سوار ہونے سے انکار فرما دیا اور فرمایا میرا اپنا گھوڑا ہی لے آؤ۔

جمع کر دو

حکم بن عمر کہتے ہیں۔ جب داروغہ اصطبل گھوڑوں کی خوراک کے لیے خرچ وغیرہ مانگنے عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں اس وقت وہیں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا ان سب گھوڑوں کو شام کے شہروں میں لے جاؤ اور جس قیمت پر بک سکیں' بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں جمع کر دو۔ میرے لیے میرا گھوڑا ہی کافی ہے۔

حقدار کا حق

عمر بن ذر کہتے ہیں جب عمر بن عبدالعزیز سلیمان کے جنازے سے واپس تشریف لائے

تو آپ کے آزاد کردہ غلام نے عرض کیا آپ غمگین کیوں نظر آتے ہیں تو آپ نے فرمایا جو شخص حاکم ہو غم اس کے لیے لازم ہے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ہر حقدار کا حق میں اسے پہنچا دوں اور اسے طلب و کتابت کی نوبت ہی نہ آئے۔

عمر بن مہاجر وغیرہ سے مروی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو کھڑے ہو کر پہلے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا اے لوگو! قرآن مجید کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی نہیں، میں قاضی نہیں ہوں (کہ جس کا حکم لوگوں کو ماننا لازم ہوتا ہے) بلکہ میں تو احکام جاری کرنے والا ہوں اور نہ میں کوئی نئی چیز اختراع کرنے والا ہوں بلکہ میں تو متبع ہوں اور نہ میں تم سے کسی شخص سے بہتر ہوں بلکہ تمہاری نسبت مجھ پر زیادہ بوجھ ہے۔ جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم اور نافرمان نہیں اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت واجب ہی ہے۔

خدا تعالیٰ کے ہاں

زہری سے روایت ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے سالم بن عبداللہ سے پوچھ بھیجا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صدقات کے متعلق کیا روش تھی۔ انہوں نے اس کا جواب لکھ بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ بھیجا اگر تم ایسا ہی عمل کرو گے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں کیا کرتے تھے تو خدا تعالیٰ کے ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ مرتبہ پاؤ گے۔

خدا کی مدد

حماد سے مروی ہے۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو رو پڑے اور کہنے لگے مجھے بڑا ہی خوف آرہا ہے۔ حماد نے کہا یہ تو بتلایئے آپ کو درہم و دینار سے کس حد تک محبت ہے؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ بالکل نہیں۔ حماد نے کہا پھر آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ خدا تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔

کیسے حلال ہو

مغیرہ کہتے ہیں۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بنی مروان کو جمع کیا اور فرمایا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس باغ فدک تھا جس کی آمدنی سے آپ بنو ہاشم کے بچوں کی خبر گیری کیا کرتے تھے اور ان کی بیواؤں کے نکاح کر دیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ

عنہا نے اس باغ کو آپ سے مانگا تو آپ نے اس کے دینے سے انکار فرمایا اور پھر وہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی میں بھی اسی طرح رہا۔ لیکن پھر مروان نے اسے اپنی جاگیر میں داخل کرلیا اور اب وہ مجھے ورثہ میں پہنچا ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جس چیز کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی رضی اللہ عنہا کو دینے سے اعراض فرمایا' وہ مجھ پر کیسے حلال ہوگا۔ اب تم گواہ رہو کہ میں نے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جیسے وہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ باسعادت میں تھا۔

جاگیریں ضبط

لیث رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو آپ نے اپنے خویش واقرباء کے پاس جو جاگیریں تھیں' ضبط کرلیں اور انہیں مالِ ظلم قرار دیا۔

خوش عیش و تنگ عیش

اسماء بن عبید کہتے ہیں۔ عنبسہ بن سعید بن عاص' عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین! آپ سے پہلے خلفاء ہمیں انعام دیا کرتے تھے مگر آپ نے روک لیے۔ میں عیالدار (بال بچے دار) ہوں اور ایک جاگیر بھی میرے پاس ہے' کیا آپ اذن (اجازت) دیتے ہیں کہ میں اس سے اس قدر لے لیا کروں جو میرے عیال کو کافی ہو۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا تم سے اچھا وہی ہے جو اپنی مشقت اور تکلیف سے ہمیں بچالے۔ پھر فرمایا تم موت کو اکثر یاد کیا کرو کیونکہ اگر تم سختی میں ہوگے تو خوش عیش ہو جاؤ گے اور اگر فراخی میں ہوگے تو اس سے تنگ عیش ہو جاؤ گے۔

میں' تم اور ہیرا

فرات بن سائب کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کو کہا دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلو۔ یا تو وہ بے مثل اور قیمتی جوہر جو تمہارے والد نے تمہیں دیا تھا' بیت المال میں دیدو یا مجھے اذن دو میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں کیونکہ مجھے یہ بات ناپسند ہے میں تم اور وہ ہیرا تینوں ایک گھر میں رہیں۔ انہوں نے کہا میں آپ کو ہی اختیار کرتی ہوں اور دو کیا چیز ہے؟ اس سے دُگنی مالیت کی چیز آپ کے لیے چھوڑنے کو تیار ہوں۔ پھر اس جوہر کو بیت المال میں بھیج دیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس

نے آپ کی اہلیہ محترمہ سے کہا اگر تم چاہو تو میں وہ ہیرا پھر تمہیں دیدوں۔ انہوں نے کہا میں نے اسے ان کی زندگی میں بخوشی حوالہ کر دیا تھا' اب ان کی موت کے بعد میں اسے لیکر کیا کروں گی؟

دیوارِ عدل کھینچو

عبدالعزیز کہتے ہیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بعض عاملوں نے ان کی طرف لکھا ہمارا شہر خراب ہو گیا ہے۔ اگر امیر المومنین ہمیں کچھ مال عطا کریں تو ہم اس کی اصلاح کر لیں۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا جب تم میرا یہ خط پڑھو تو اس شہر کے گرد عدل کی دیوار کھینچ دو اور ظلم سے اس کے راستوں کو پاک وصاف کر' کیونکہ یہی اس کی مرمت ہے۔ والسلام۔

ابراہیم سکونی کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ بولنا بہت بری بات ہے' اس دن سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

قیس بن جبیر کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کی مثال بنوامیہ میں مومن آلِ فرعون جیسی ہے۔

میمون بن مہران کہتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کو بھیجنے کا عہد کرتا تھا' اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کا بھی عہد کیا تھا۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں۔ اگر اس امت میں کوئی مہدی ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہی ہے۔

محمد بن فضالہ کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ایک راہب کے پاس سے گزرے جو ایک جزیرے میں رہا کرتا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ ان کے پاس آ گیا' حالانکہ وہ کسی کے پاس آیا نہیں کرتا تھا۔ پھر ان سے کہنے لگا تم جانتے ہو' میں کیوں تمہارے پاس آیا ہوں؟ انہوں نے کہا بخدا مجھے تو معلوم نہیں۔ اس نے کہا محض اس لیے کہ تم ایک امام عادل کے بیٹے ہو اور ہم انہیں آئمہ عادلین میں ایسا پاتے ہیں' جیسا کہ عزت والے مہینوں میں رجب ہے۔ (مطلب اس کا یہ ہے کہ جیسے تینوں مہینے پے در پے آتے ہیں' اسی طرح حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی پے در پے خلیفہ ہوئے اور جیسے رجب اکیلا آتا ہے' ایسا ہی عمر بن عبدالعزیز بھی ان کے بعد تن تنہا خلیفہ ہوئے۔)

سر کی اصلاح

حسن قصاب کہتے ہیں۔ میں نے عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں دیکھا کہ بھیڑیے

بکریوں کے ساتھ جنگل میں پھر رہے ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ عجیب بات ہے کہ بھیڑیا بکریوں کو ضرر نہیں پہنچا رہا۔ چرواہے نے میری یہ بات سن کر کہا جب سر کی اصلاح ہو جائے تو بدن بھی تندرست ہو جاتا ہے۔

کون نیک بخت؟

مالک بن دینار کہتے ہیں۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے پوچھنے لگے اب کون نیک بخت خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیے ہماری بکریوں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

بھیڑیا آزاد ہوا

موسیٰ بن اعین کہتے ہیں۔ ہم عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں شہر کرمان کے پاس بکریاں چرایا کرتے تھے اور وہیں بھیڑیے بھی پھرا کرتے تھے۔ ایک رات بھیڑیا بکری اٹھا کر لے گیا۔ میں نے خیال کیا شاید خلیفہ صالح وفات پا گیا ہو۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا واقعی اسی رات عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا ہے۔

بیعت کر لینا

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک شخص جو خراسان کا باشندہ تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اسے کہہ رہا ہے۔ جب بنی امیہ کا داغدار آدمی خلیفہ ہو تو جا کر اس کی بیعت کر لینا کیونکہ امام عادل ہوگا۔ وہ شخص ہر خلیفہ کا حلیہ پوچھتا رہا' یہاں تک کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو متواتر تین رات تک اسے وہی شخص کہتا رہا جا اب بیعت کر لے' اس پر اس نے بیعت کر لی۔

منع فرمایا

ابن عون کہتے ہیں کہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے طلاء (شراب کی ایک قسم) کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا امام الہدیٰ یعنی عمر بن عبدالعزیز نے اس کے پینے سے منع فرمایا ہے۔

کوئی مہدی نہ ہوگا

حسن کہتے ہیں اگر کوئی مہدی ہوگا تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہی ہیں ورنہ عیسیٰ ابن مریم علیہما

السلام کے علاوہ کوئی مہدی نہ ہوگا۔

مالک بن دینار کہتے ہیں۔ لوگ مجھے زاہد کہتے ہیں حالانکہ زاہد عمر بن عبدالعزیز تھے جن کے پاس دنیا آئی مگر انہوں نے اسے ترک کر دیا۔

یونس بن ابی شبیب کہتے ہیں۔ میں نے قبل از خلافت عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا کہ ان کے پاجامے کا نیفہ فربہی کے باعث ان کے پیٹ میں گھسا جاتا تھا۔ لیکن خلافت کے بعد یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ بے تکلف ان کی پسلیوں کی ہڈیاں شمار کی جا سکتی تھیں۔

عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں۔ مجھ سے ابوجعفر منصور نے پوچھا جب تمہارے والد خلیفہ ہوئے تو ان کی آمدنی کیا تھی۔ میں نے کہا چالیس ہزار دینار۔ پھر اس نے پوچھا جب انہوں نے انتقال کیا اس وقت کیا آمدن تھی؟ میں نے کہا کل چار سو دینار اور اگر کچھ اور زندہ رہتے تو اس سے بھی کم ہو جاتی۔

کرتہ ہی نہیں

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں۔ میں عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کے لیے گیا تو دیکھا کہ آپ ایک میلا کرتا پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا تم ان کا کرتا دھو کر کیوں نہیں دیتیں۔ انہوں نے کہا ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کرتا ہی نہیں ہے کہ اسے اتار کر یہ اس کو پہن لیں۔

زمین قبر

ابوامیہ خصی غلام عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں۔ ایک روز میں نے اپنے آقا کے حرم (زوجہ) کی خدمت میں شکایت کی مسور کی دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آ گیا ہے۔ انہوں نے کہا تمہارے آقا امیر المومنین کا بھی روز کا یہی کھانا ہے۔ ابوامیہ ہی کہتے ہیں۔ ایک روز عمر بن عبدالعزیز حمام میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنے موئے زہار کو اپنے ہاتھ سے دور کیا اور جب آپ قریب المرگ ہوئے تو مجھے ایک دینار دیکر اہل دیر کے پاس بھیجا کہ ان سے کہہ دو اگر تم مجھے میری قبر کی زمین بیع کر دو تو بہتر ہو ورنہ میں اپنی قبر کسی اور جگہ کھدوا دوں۔ انہوں نے جواب دیا اگر ہمیں یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ کسی اور جگہ قبر کھدوا دیں گے تو یہ بات کبھی بھی منظور نہ کرتے۔

انگور کی خواہش

عون بن معمر کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے ایک روز اپنے اہلیہ سے کہا تمہارے پاس کچھ درہم ہیں کہ میں ان کا انگور لیکر کھاؤں۔ انہوں نے کہا میرے پاس تو کوڑی نہیں۔ تم امیر المومنین ہو۔ کیا تمہارے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لیکر کھالو۔ آپ نے فرمایا انگوروں کی تمنا دل میں لے جانا بہتر ہے' بہ نسبت اس کے کہ کل کو دوزخ کی زنجیروں میں جکڑے جائیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ فرماتی ہیں۔ جب سے آپ خلیفہ ہوئے' اس وقت سے مرتے دم تک مجھے معلوم نہیں آپ کو جنابت یا احتلام کے باعث نہانے کی ضرورت پڑی ہو۔

جب گھر آتے

سہل بن صدقہ کہتے ہیں۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو آپ کے گھر سے رونے کی آواز آئی۔ لوگوں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا آپ نے اپنی لونڈیوں سے فرمادیا ہے میرے سر پر ایک ایسا بوجھ آپڑا ہے میں جس میں ہر وقت مشغول رہوں گا اس لیے تمہیں اختیار ہے جو آزاد ہونا چاہے' میں اسے آزاد کرتا ہوں اور جو میرے پاس رہنا چاہے میں اسے اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ اگرچہ مجھے تم سے کسی کی بھی حاجت نہیں ہے۔ یہ سن کر لونڈیاں رو رہی ہیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو اپنے آپ کو نماز پڑھنے کی جگہ میں ڈال دیتے اور روتے رہتے اور دعا کرتے رہتے اور اسی حالت میں سو جاتے۔ پھر کچھ دیر بعد بیدار ہو کر اسی طرح رونے لگتے۔

نہیں دیکھا

ولید بن ابی السائب کہتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

سعید بن سوید کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے آئے تو آپ کے کرتے کے سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین! خدا تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ عطا فرمایا ہے' پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے۔ یہ بات سن کر آپ بہت دیر تک سر جھکائے کھڑے رہے۔ پھر فرمایا بحالت تونگری میانہ روی اور بحالت قدرت عفو بہت بڑی چیز ہے۔

دنیاوی طمع

میمون بن مہران کہتے ہیں۔ ایک دن عمر بن عبدالعزیز فرمارہے تھے اگر میں پچاس برس بھی تم میں رہوں تو مراتب عدل کو تکمیل پر نہیں پہنچا سکتا۔ میں چاہتا ہوں تمہارے دلوں سے طمع دنیاوی کو نکال ڈالوں' مگر تمہارے دل اس بات کے متحمل نہ ہوسکیں گے۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں۔ میں نے ایک روز طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں؟ تو اس نے کہا وہ بیشک مہدی ہیں۔ لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ ابھی تک ان سے عدل پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا۔

عمر بن اسد کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں لوگوں کے غنیٰ کا یہ حال تھا کوئی شخص ہمارے پاس بہت سا مال لیکر آتا اور کہتا کہ جہاں تمہاری مرضی ہو' اسے خرچ کردو تو تھوڑی دیر کے بعد وہ مال اسے واپس لے جانا پڑا۔ کیونکہ کسی کو ضرورت نہ ہوتی۔

جویریہ کہتی ہیں۔ ہم فاطمہ بنت علی بن ابی طالب کے پاس گئے تو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی بہت تعریف کی اور فرمایا اگر وہ زندہ رہتے تو ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی۔

سوال ہوگا

عطاء بن رباح کہتے ہیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں۔ بیعت لینے کے بعد جب آپ گھر میں تشریف لائے اور اپنے جائے نماز پر بیٹھے تو میں نے دیکھا آپ کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر تھی تو میں نے حیران ہوکر پوچھا خیریت تو ہے۔ آپ نے فرمایا امت محمدیہ ﷺ کے تمام کاموں کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈال دیا گیا ہے۔ اب میں فقیر' بھوکے' مریض' مظلوم' بچے' بوڑھے' کم حیثیت' عیالدار وغیرہم کی حالت کے بارے فکرمند ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے بارے مجھ سے سوال کرے گا اور میں ڈرتا ہوں کہ مجھ سے جواب نہ بن سکے گا۔ اب میں اسی فکر میں رو رہا ہوں۔

ادنیٰ مسلمان

اوزاعی کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز اپنے مکان مع اشراف بنی امیہ کے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں کسی لشکر کا مالک بنادوں۔

ایک شخص نے کہا آپ ہم پر وہ بات پیش ہی کیوں کرتے ہیں جسے آپ پورا کرنا نہیں چاہتے۔ آپ نے فرمایا کیا تم میرے اس فرش کو دیکھتے ہو' میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ ملک فنا میں گرفتار ہونے والا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے پاؤں سے یہ ناپاک ہو۔ پس میں کس طرح تمہیں اپنے دین اور مسلمانوں کے اغراض کا مالک کردوں۔ تمہاری حالت بہت ہی افسوسناک ہے۔ انہوں نے کہا کیا ہم آپ کے قریبی نہیں؟ کیا آپ پر ہمارا حق نہیں؟ آپ نے فرمایا میرے نزدیک اس معاملہ میں ایک ادنیٰ سا مسلمان اور تم برابر ہو۔

حمید کہتے ہیں۔ حسن نے میری معرفت ایک خط عمر بن عبدالعزیز کو لکھا اور اپنی حاجات اور کثرتِ عیال کی شکایت کی۔ آپ نے انہیں انعام دینے کا حکم صادر فرمایا۔

اوزاعی کہتے ہیں۔ جب عمر بن عبدالعزیز کسی شخص کو سزا دینا چاہتے تو پہلے احتیاطاً تین دن تک اسے قید رکھتے تاکہ غصہ اور جلدی میں اسے سزا نہ دے بیٹھیں۔

جویریہ بن اسماء کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا میرا نفس بڑا حریص ہے۔ جب میں نے اس کی خواہش کے مطابق اسے کچھ دیا تو اس نے اس سے بھی زیادہ کی خواہش کی اور جب میں نے اس کو دنیا کی سب سے بہتر چیز (یعنی خلافت) دی تو اس نے اس سے بھی برتر چیز یعنی جنت کی خواہش کی۔

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کا روزانہ خرچ دو درہم تھا۔ یوسف بن یعقوب کاہلی کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رات کو پوستین پہنا کرتے تھے اور آپ کا چراغدان تین لکڑیوں کا تھا اور اس پر مٹی رکھی ہوئی تھی۔

شاہی باورچی خانہ

عطاء خراسانی کہتے ہیں۔ ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے اپنے غلام کو کہا پانی گرم کرلاؤ۔ وہ جا کر شاہی باورچی خانہ سے گرم کرلایا۔ آپ کو معلوم ہوا تو ایک درہم کی لکڑیاں باورچی خانہ میں بھجوادیں۔

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں۔ جب تک عمر بن عبدالعزیز سلطنت کے کاروبار میں مشغول رہتے' اس وقت تک آپ کے سامنے شاہی لیمپ جلایا جاتا اور جب فارغ ہوجاتے تو اسے بجھا کر اپنا مٹی کا چراغ جلالیتے۔

جو رہنا چاہے

حکم بن عمر کہتے ہیں۔ خلیفہ کے لیے تین سو نگہبان اور تین سو کوتوال مقرر تھے۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے انہیں کہا میری حفاظت کے لیے قضاوقدر اور موت ہی کافی ہے، تمہاری ضرورت نہیں۔ ہاں اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو اسے دس دینار تنخواہ ملے گی اور اگر نہ رہنا چاہے تو اپنے اہل وعیال میں چلا جائے۔

ادھر ہدیہ ادھر رشوت

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں۔ ایک دن عمر بن عبدالعزیز کو سیب کھانے کی خواہش ہوئی تو آپ کے اہل بیت سے کسی نے ہدیہ آپ کو ایک سیب بھیج دیا۔ آپ نے اسے لیکر کہا اس کی خوشبو کیسی عمدہ ہے اور کیسا خوبصورت ہے۔ اے غلام ہمیں پہنچ گیا اور ہم نے اسے بہت پسند کیا۔ میں نے عرض کیا، اے امیر المومنین! یہ تو آپ کے چچازاد بھائی اور قریبی نے بھیجا ہے اور آنحضرت ﷺ بھی ہدیہ کو لے لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے وہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تو ہدیہ تھا مگر یہ ہمارے لیے رشوت ہے۔

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کے علاوہ جس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تھے، کبھی کسی کو درّے نہیں لگوائے اور اسے بھی فقط تین درّے لگوائے تھے۔

حق ایک جیسا

اوزاعی کہتے ہیں۔ جب عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اہل بیت کی خاص تنخواہیں بند کردیں تو انہوں نے اس امر کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا میرا مال بہت کم ہے۔ اس میں اتنی گنجائش نہیں اور یہ جو دوسرا مال ہے اس میں تمہارا اتنا ہی حق ہے، جتنا کہ کسی دور دراز شہر میں رہنے والے کا ہے۔

نسخ احکام

ابو عمر کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے حجاج کے کئی ایک احکام جو نہایت سخت تھے، منسوخ کردیئے۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے موصل کا حاکم بنا تو میں نے وہاں جا کر دیکھا۔ چوری اور نقب زنی وہاں اور سب ملکوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ میں نے آپ کو تحریراً اطلاع دی اور آپ سے پوچھا لوگوں کو محض ظن تہمت کے شبہ پر سزا دیا کروں یا شہادت (گواہی) پر فیصلہ کیا کروں کیونکہ اگر حق ان کی اصلاح نہ کرے گا تو خدا تعالیٰ بھی ان کی اصلاح نہیں کرے گا۔ تو آپ نے جواباً خط ارسال فرمایا۔ یحییٰ کہتے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا جیسے آپ نے فرمایا تھا تو اس کی برکت سے موصل میں چوری کم کم ہی ہوا کرتی تھی۔

رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں۔ ایک رات میں عمر بن عبدالعزیز کے ہاں مہمان تھا۔ چراغ گل ہو گیا اور وہیں آپ کا غلام بھی سو رہا تھا۔ میں نے کہا اسے بیدار نہ کردوں؟ آپ نے فرمایا! نہ۔ پھر میں نے کہا میں خود اٹھ کر چراغ جلا دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مہمان کو تکلیف دینا خلاف مروّت ہے۔ پھر آپ نے خود اٹھ کر تیل کا کوزہ اٹھایا اور چراغ میں تیل ڈال کر اسے روشن کیا اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے اور فرمایا جب میں اٹھ کر لیمپ جلانے کیلئے گیا تھا' اس وقت بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہی ہوں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کثرت کلام سے فخر مجھے روکتا ہے۔

اگر کہہ دوں

مکحول کہتے ہیں۔ اگر میں حلف اٹھا کر کہہ دوں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا تو میں حانث نہیں ہو گیا۔

سعید بن عروبہ کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز ہر رات فقہاء کو جمع کرتے تھے اور وہ موت و حیات کا ذکر کرتے اور پھر سب اس قدر روتے کہ گویا ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔

اصلاح کر لو

عبیداللہ بن عیزار کہتے ہیں۔ ایک دفعہ شام میں مٹی کے منبر پر کھڑے ہو کر ہمیں عمر بن عبدالعزیز نے خطبہ سنایا اور کہا اے لوگو! اپنے باطنوں کی اصلاح کر لو' تمہارا ظاہر بھی درست ہو جائے گا اور اپنی آخرت کے لیے عمل کرو تو دنیا بھی تمہیں کافی ہو جائے گی۔ جان لو کہ موت سب کو آنے والی ہے۔ والسلام علیکم۔

وہیب بن ورد کہتے ہیں۔ ایک دفعہ بنو مروان عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر جمع

ہوئے اور آپ کے بیٹے عبدالملک کو کہنے لگے تیرے باپ نے ہمیں مال و دولت سے محروم کر رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے والد کو جا کر خبر دی تو آپ نے فرمایا انہیں کہہ دو میرا باپ کہتا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے عذابِ قیامت سے خوف آتا ہے۔

جاننے والا

اوزاعی کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا سلف صالحین کے قول پر عمل کیا کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ اچھے اور زیادہ جاننے والے تھے۔

اوزاعی کہتے ہیں۔ جریر شاعر دیر تک عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر مقیم رہے اور آپ نے ان کی طرف توجہ نہ کی تو انہوں نے عون بن عبداللہ کی طرف جو عمر بن عبدالعزیز کے خاص مصاحب تھے' یہ شعر لکھے:

يَـا اَيُّهَـا الْـقَـارِئُ الْمُرْخِي عِمَامَتَهُ هٰذَا زَمَانُكَ اِنِّيْ قَدْ مَضٰى زَمَنِيْ

ترجمہ: اے قاری جو اپنے عمامہ کو لٹکائے ہوئے ہے' یہ تیرے مقرب کا زمانہ ہے اور ہمارا زمانہ گزر گیا۔

اَبْلِغْ خَلِيْفَتَنَـا اِنْ كُنْتَ لَاقِيْهِ اِنِّيْ لَدَى الْبَابِ كَالْمَصْفُوْدِ فِيْ قَرَنٍ

ترجمہ: اگر تو ہمارے خلیفہ سے ملے تو اسے کہہ دینا میں تمہارے دروازے پر قیدی کی طرح کھڑا ہوں۔

مبارک باد

جویریہ بن اسماء نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو بلال ابن ابی بردہ نے آ کر آپ کو مبارک باد دی اور کہا پہلے لوگوں کو خلافت نے زینت دی تھی' مگر آپ نے اس کو زینت بخشی ہے اور آپ ایسے ہی ہیں جیسے مالک بن اسماء نے کہا ہے:

وَتَـزِيْـدِيْنَ طِيْـبَ الطِّيْبِ طِيْبًا اِنْ تَـمَـسِّيْـهِ اَيْـنَ مِثْلُكَ اَيْـنَـا

ترجمہ: اگر تو کسی کو ہاتھ سے چھوئے تو اس کی خوشبو کو زیادہ کر دیتی ہے۔ بس تیرے جیسا کون ہو سکتا ہے؟

وَاِذَا الـدُّرُّ زَانَ حُسْـنَ وُجُـوْهٍ كَـانَ لِلـدُّرِّ حُسْـنُ وَجْهِكَ زَيْنًا

ترجمہ: موتی اگرچہ خوبصورتی زیادہ کرتا ہے' لیکن تمہارے چہرے سے موتی کو زینت ملتی ہے۔

تعریف کیوں؟

جونہ کہتے ہیں۔ جب عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز فوت ہوا تو عمران کی تعریف کرنے لگے تو اس پر مسلمہ نے کہا اے امیر! اگر وہ زندہ رہتے تو کیا آپ اس کو ولی عہد بنا دیتے۔ آپ نے فرمایا' ہرگز نہیں۔ مسلمہ نے کہا پھر آپ اس کی اس قدر تعریف کیوں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس طور پر دیکھتا ہوں کہ میں اس کو بحیثیت بیٹا ہونے کے ہی اچھا سمجھتا ہوں' یا وہ واقعی اچھا تھا اور دوسرے بھی اسے اچھا سمجھتے تھے۔

غسان قبیلہ اسد کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ اور اسے سب چیزوں سے زیادہ اختیار کر اس سے تیری سختی دور ہو جائے گی اور اس کا تجھے اچھا بدلہ ملے گا۔

اپنی جگہ

ابوعمر بیان کرتے' ہیں کہ اسامہ بن زید کی صاحبزادی عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں تو آپ ان کے استقبال کیلئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے اور ان کی ہر حاجت کو پورا کر دیا۔

فکر قرآن میں

حجاج بن عنبسہ کہتے ہیں۔ ایک دن بنو مروان نے جمع ہو کر کہا چلو آج مزاح مزاح میں امیر المومنین کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ یہ منصوبہ باندھ کر وہ سب آپ کے پاس آئے اور ایک شخص نے مزاحاً کوئی بات کہی اور جب عمر بن عبدالعزیز نے اس کی طرف دیکھا تو دوسرے نے بھی اس کی تائید کر دی' اس پر آپ نے کہا کیا تم ایسی ذلیل باتوں کے لیے جمع ہو۔ ایسی باتیں جو کینہ پیدا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا جب کبھی جمع ہوا کرو تو قرآن مجید میں غور و فکر کیا کرو اور اگر اس سے بھی آگے بڑھنا چاہو تو سنت رسول ﷺ میں غور و خوض کیا کرو اور اگر اس سے بھی آگے جانا چاہو تو حدیث کے معانی میں غور کیا کرو۔

اوزار نہ ہوں

ایاس بن معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مثال ایک اعلیٰ درجہ کے صناع کی سی ہے جس کے پاس اوزار نہ ہوں، یعنی ان کا کوئی معاون موجود نہیں ہے جو ان کا ہاتھ بٹائے۔

بھلائی پر

عمر بن حفص کہتے ہیں۔ مجھے عمر بن عبدالعزیز نے کہا جب تم کبھی کسی مسلمان شخص سے بات سنو تو جب تک اسے بھلائی پر محمول کرنے کی طاقت اور محل ہو اسے کسی برائی پر محمول نہ کیا کرو۔

یحیٰی غسانی کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز سلیمان بن عبدالملک کو خارجیوں کے قتل کرنے سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے جب تک وہ توبہ نہ کریں تب تک انہیں قید میں رکھو۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک خارجی سلیمان کے پاس لایا گیا تو اس نے اس سے پوچھا اب کیا حال ہے؟ اس نے کہا اے فاسق ابن فاسق میں کیا کہوں؟ انہوں نے کہا عمر بن عبدالعزیز کو بلائیں۔ جب وہ آئے تو کہنے لگا سنیں یہ کیا کہتا ہے؟ خارجی نے پھر وہی الفاظ دہرائے تو سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا' اب بتائیں اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو آپ خاموش رہے تو سلیمان نے کہا میں تمہیں قسم دلا کر پوچھتا ہوں بتلائیں اس کے ساتھ کیا عمل کیا جائے؟ تو آپ نے کہا میری رائے تو یہی ہے جیسی اس نے مجھے گالی دی ہے' ویسی ہی آپ بھی اسے دے لو۔ سلیمان نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ پھر اس خارجی کے قتل کا حکم دیا اور عمر بن عبدالعزیز وہاں سے چلے آئے۔ پیچھے سے خالد کوتوال بھی آپ سے آملا اور کہنے لگا آپ نے تو عجیب ہی رائے دی تھی کہ جیسی اس نے دی ویسی گالی ہی اسے بھی دے لی جائے۔ مجھے تو امید تھی امیر اس کے ساتھ آپ کے قتل کا بھی حکم دیں گے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر وہ حکم کرتے تو تم مجھے قتل کر دیتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے اور آپ کے سامنے خالد اپنے مرتبہ و مقام پر آ کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے خالد یہ تلوار رکھ دو اور پھر فرمایا۔ اے اللہ میں نے تیری رضامندی سے خالد کو برخاست کیا ہے تو کبھی اسے کسی مرتبہ پر نہ پہنچانا۔ پھر عمرو بن مہاجر انصاری کو بلا کر کہا اے عمرو تم جانتے ہو میرا تم سے کوئی رشتہ و قرابت نہیں' صرف قرابت اسلام ہے۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ تم اکثر تلاوت قرآن کرتے رہتے ہو اور تم ایسی جگہ

نماز پڑھتے ہو جہاں تمہارا خیال تھا مجھے کوئی نہ دیکھے گا اور تم قبیلہ انصار سے ہو اس لیے یہ تلوار اٹھا لیجئے۔ میں نے آپ کو اپنا کوتوال مقرر کر لیا ہے۔

اندیشہ ہے

شعیب کہتے ہیں۔ ایک روز عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز نے اپنے والد سے پوچھا اے امیر المومنین! جب قیامت کے دن آپ کو یہ سوال ہوگا کہ تم نے بدعت کی بیخ کنی اور احیائے سنت کیوں نہیں کیا؟ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا' اے بیٹا! خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ اس زمانہ کے لوگ موافق بدعت اور خلاف سنت کام کرنے پر تل گئے ہیں۔ اگر میں ان کی مخالفت کروں تو خونریزی کا اندیشہ ہے اور مجھے دنیا کا زوال اس بات سے بہت آسان ہے کہ ایک چلو بھر خون بھی بہایا جائے۔ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہارا باپ ہر روز بدعتوں کو مٹانے اور سنت کو جاری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

راہ فلاح

معمر کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے جو شخص لڑائی' جھگڑے اور غصے سے بچا رہا وہ فلاح پا گیا۔

یہ بھی دعا ہے

ارقاۃ منذر کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز سے کہا گیا اگر آپ اپنے لیے کوئی محافظ مقرر کر لیں اور کھانے پینے میں احتیاط کریں تو بہتر ہو تو آپ نے فرمایا اے اللہ! اگر میں قیامت کے علاوہ کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں تو مجھے اس خوف سے امن میں نہ رکھنا۔

عدی بن فضل کہتے ہیں۔ ایک دن عمر بن عبدالعزیز خطبہ فرما رہے تھے' اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق کیلئے مارے مارے نہ پھرو کیونکہ اگر تم میں سے کسی کا رزق پہاڑ کی چوٹی پر زمین کے نیچے دبا ہوا ہوگا تو وہ اسے پہنچ کر رہے گا۔

پیوند لگی قمیص

ازہر کہتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے عمر بن عبدالعزیز خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ کی قمیص میں کئی جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

کلماتِ خطبہ

عبداللہ بن علاء کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز ہر جمعہ میں ایک ہی خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اس کے پہلے یہ سات کلمے کہا کرتے تھے۔ وہ کلمات مندرجہ ذیل ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ غَوٰی۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور ہم اس سے ہی مدد چاہتے ہیں اور اس سے ہی ہم بخشش کے طلبگار ہیں اور ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور جس کو اللہ راہ (صحیح راہ) دکھاتا ہے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کی طرف سے اللہ تعالیٰ نظر رحمت پھیرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی۔ تحقیق اس نے درست راہ پالی اور جس نے اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کی نافرمانی کی۔ تحقیق وہ گمراہ ہوگیا۔

(ترجمہ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی ولد حضرت علامہ مولانا محمد اصغر قادری سلطانی نوراللہ مرقدہ گاؤں کھوسر شریف منڈی بہاءالدین 0456-593331)

ان کلمات کے بعد آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور جو کچھ کہنا ہوتا وہ فرماتے اور خطبے کے آخر میں یہ آیات پڑھتے یاعبادی الذین اسرفوا

تمسک و تاخر

حاجب بن خلیفہ برجمی کہتے ہیں۔ میں ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز کے خطبہ پڑھنے کے دوران آیا تو آپ فرما رہے تھے۔ اے لوگو! جو کچھ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے دونوں اصحاب یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ تھا، ہم اسی کے ساتھ تمسک

(عمل) کریں گے اور ان کے علاوہ جو کسی کا طریقہ ہے اسے مؤخر کریں گے۔ (مذکورہ بالا تمام روایات کو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔)

مبارک و اچھا طریقہ

ابن عساکر ابراہیم بن ابی عیلہ سے راوی ہیں۔ ہم عید کے روز عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے تو دیکھا لوگ آ کر آپ کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدا تعالیٰ ہم سے اور آپ سے قبول فرمائے۔ آپ انہی الفاظ سے انہیں جواب دیتے جاتے ہیں اور ذرا بھی کشیدہ خاطر (آزردہ) نہیں ہوتے تھے۔ میں (مصنف) کہتا ہوں کہ عید نئے سال یا مہینے کی مبارک باد کے لیے یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔

وسط میں رہنا

جونہ کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے عمرو بن قیس سکونی کو صائفہ کا حاکم مقرر فرمایا اور بھیجتے وقت ان کو فرمایا وہاں کے نیک لوگوں کی بات سننا اور بروں سے تجاوز کرنا اور ان کے آگے بڑھنے والوں سے ہونا کہ بزدل ہو جاؤ گے بلکہ ان کے وسط میں رہنا جہاں سے سب لوگ تمہیں دیکھیں اور تمہاری آواز سن سکیں۔

عدل اور حق

سائب بن محمد سے مروی ہے۔ جراح بن عبداللہ نے عمر بن عبدالعزیز کی طرف لکھا خراسان کے لوگ بہت برے ہیں۔ اب وہ تلوار اور درّے کے علاوہ درست نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ پسند کریں تو مجھے اس امر کی اجازت دیدیں۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ مجھے تمہارا خط ملا۔ تم نے جو یہ لکھا ہے اہل خراسان تلوار اور درّے کے علاوہ درست نہیں ہو سکتے' غلط ہے بلکہ عدل و حق ان کی اصلاح کر سکتا ہے۔ یہ دونوں باتیں ان میں پھیلاؤ۔ والسلام۔

زبان کے شر سے

امیہ بن زید قرشی سے مروی ہے۔ جب عمر بن عبدالعزیز مجھ سے خط لکھوانے لگتے تو کہتے اے اللہ! میں اپنی زبان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

کتب سابقہ

صالح بن جبیر سے مروی ہے۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا میں کوئی بات کہتا تو عمر بن عبدالعزیز مجھ سے خفا ہو جاتے تو پھر میں دل میں کہتا کتب سابقہ میں لکھا ہے جوان بادشاہ کے غصے سے ڈرنا چاہیے اس لیے آپ سے نرمی سے باتیں کرتا ہوں اور جب غصہ فرو ہو جاتا تو مجھے فرماتے اے صالح حالت غصہ میں ہم سے بات چیت کرنے میں خوف نہ کیا کرو مگر جب وہ حق ہو۔

ذکر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

عبدالحکیم بن محمد مخزومی سے مروی ہے۔ جریر بن حطفی عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا تو اس نے کچھ اشعار سنانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضری چاہی تو آپ نے اسے منع فرما دیا۔ اس نے کہا میں تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر سنانے حاضر ہوا تھا۔ یہ سن کر آپ نے اسے بلالیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اِنَّ الَّذِیْ ابْتَعَثَ النَّبِیَّ مُحَمَّدًا جَعَلَ الْخَلَافَةَ لِلْاَمِیْرِ الْعَادِلِ

ترجمہ: جس ذات نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس نے خلافت عادل امیر کے ہاتھ میں دی ہے۔

رَدَّ الْمَظَالِمَ حَقَّهَا بِیَقِیْنِهَا عَنْ جَوْرِهَا وَاَقَامَ مَیْلَ الْمَائِلِ

ترجمہ: اس امیر نے مظالم اور جور کو خلافت حق کے ساتھ دور کر دیا ہے اور کجرو کی کجی کو سیدھا کر دیا ہے۔

اِنِّیْ لَاَرْجُوْ مِنْکَ خَیْرًا عَاجِلاً وَالنَّفْسُ مُغْرِمَةٌ بِحُبِّ الْعَاجِلِ

ترجمہ: میں تجھ سے ایسا انعام چاہتا ہوں جو جلدی مل جائے کیونکہ انسان کا نفس جلدی مل جانے والی چیز پر مائل اور فریفتہ ہوا کرتا ہے۔

آپ نے یہ اشعار سن کر کہا کتاب اللہ میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا یا امیر المومنین یہ بات ٹھیک ہے مگر میں ابن السبیل ہوں۔ یہ سن کر آپ نے اسے اپنے خاص مال سے پچاس دینار انعام دیا۔

مرادِ فقہ اکبر

طیوریات میں ہے۔ حریز بن عثمان رجی مع اپنے والد کے عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں آیا تو آپ نے ان سے ان کے بیٹے کا حال پوچھا اور پھر فرمایا اسے فقہ اکبر سکھاؤ۔ انہوں نے پوچھا فقہ اکبر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا قناعت کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا۔

ایک دُرّہ تک

ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے بلا کر پوچھا عدل کی کیا تعریف ہے۔ میں نے کہا بہت خوب۔ آپ نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے۔ عدل یہ ہے چھوٹوں سے باپ کی طرح اور بڑوں سے بیٹوں کی طرح اور اپنے جیسوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح اور عورتوں سے اس طرح سلوک کرنا اور لوگوں کو ان کے گناہ اور جرموں کے موافق سزا دینا۔ اپنے غصہ کے سبب کسی کو ایک درّہ تک نہ لگانا۔ بس ان باتوں کا نام عدل ہے۔

بات چیت اعمال

عبدالرزاق زہری سے روایت کرتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز ہر اس چیز کو کھانے سے وضو کرتے تھے جو آگ سے پکی ہوتی، حتیٰ کہ شکر کھانے سے بھی وضو کیا کرتے تھے۔

وہیب سے مروی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے جو شخص اپنے اعمال بات چیت کرنے کو خیال کرے اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

دعا قبول ہوئی

ذہبی کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں ایک غیلان نامی شخص نے قدر کا انکار کیا۔ آپ نے اسے بلا کر توبہ کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا میں گمراہ تھا۔ آپ نے مجھے ہدایت کی۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! اگر یہ سچا ہے تو بہتر ورنہ اس کے ہاتھ پیر کٹ جائیں اور یہ سولی پر چڑھا دیا جائے، چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور ہشام بن عبدالملک کے دور میں اس نے پھر وہی عقیدہ پھیلانا شروع کیا تو اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اسے دمشق میں سولی پر چڑھایا۔

یہ آیت

مروی ہے۔ بنو امیہ خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کیا کرتے مگر جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو آپ نے اس بات کو بند کر دیا اور اپنے تمام نائبین کے نام حکم لکھ بھیجا۔ ان خلاف ادب الفاظ کی بجائے یہ آیت پڑھی جایا کرے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ (پ14 سورۂ نحل آیت 90) ترجمہ: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔
(ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان: صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

پس اس آیت کا پڑھنا اب تک خطبوں میں جاری ہے۔

وفات سے قبل

قالی اپنے امالی میں لکھتے ہیں۔ احمد بن عبید سے مروی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی وفات سے قبل یہ اشعار کہے تھے:

اشعار

اَنِہِ الْفُؤَادَ عَنِ الصِّبَا وَعَنِ الْقِیَادِ لِلْھَوٰی
ترجمہ: اپنے دل کو فریفتگی سے منع کرو اور خواہشاتِ نفسانی کی تابعداری سے اسے روک۔

فَلَعَمْرُ رَبِّکَ اِنَّ فِیْ شَیْبَ الْمَفَارِقِ وَالْجَلَا
ترجمہ: تیرے رب کی عزت کی قسم ہے' بے شک بڑھاپے' بڑھاپے اور سر کی صفائی میں۔

لَکَ وَاعِظًا لَوْ کُنْتَ تَتَّعِظُ اتِّعَاظَ ذَوِی النُّھٰی
ترجمہ: اتر اگر تو صاحب عقل ہے تو تیرے لیے نصیحت ہے اور تو صاحب عقل و ہوش کی طرح نصیحت قبول کرے۔

حَتّٰی مَتٰی لَا تَرْعَوِیْ وَاِلٰی مَتٰی وَاِلٰی مَتٰی
ترجمہ: اور تو کب تک باز نہ آئے گا۔ کب تک باز نہ آئے گا اور کب تک۔

مَا بَعْدَ اِنْ سُمِّیْتَ کَھْلًا وَاسْتُلِبْتَ اِسْمَ الْفَتٰی
ترجمہ: جب تو بوڑھا ہو جائے گا تجھ سے ''جوان'' کا نام چھین لیا جائے گا۔

بَلِیَ الشَّبَابُ وَاَنْتَ اِنْ عَمَرْتَ رَھْنًا لِلْبَلَا
ترجمہ: جوانی پھر واپس نہیں آئے گی اور تو اگرچہ بہت عرصہ تک زندہ رہے' پھر مصیبت

میں پھنس جائے گا۔

وَکَفٰی بِذَالِکَ زَاجِرًا لِلْمَرْءِ عَنْ غَيٍّ کَفٰی

ترجمہ: آدمی کیلئے یہی تغیر وتبدل کافی ہے اور یہ لہو ولعب کی فرصت نہیں دیتا۔

فائدہ: ثعالبی لطائف المعارف میں لکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' مروان بن حکم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اصلع تھے۔ ان کے بعد کوئی خلیفہ اصلع نہیں ہوا۔

فائدہ: زبیر بن بکار کہتے ہیں۔ ایک شاعر نے فاطمہ بنت عبدالملک زوجہ عمر بن عبدالعزیز کی شان میں کہا:

بِنْتُ الْخَلِيْفَةِ وَالْخَلِيْفَةُ جَدُّهَا اُخْتُ الْخَلَائِفِ وَالْخَلِيْفَةُ زَوْجُهَا

ترجمہ: وہ خلیفہ کی بیٹی ہے اور اس کا دادا بھی خلیفہ ہے اور وہ خلیفوں کی بہن ہے اور اس کا خاوند بھی خلیفہ ہے۔

مرض اور وفات

ایوب کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز سے کہا گیا آپ مدینہ میں ہوتے اور وہیں انتقال ہوتا تو آنحضرت ﷺ کے مزارِ مبارک کے قریب جو جگہ چوتھی قبر کی ہوتی' وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ آپ نے فرمایا عذابِ دوزخ کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ سب عذاب مجھ پر ڈال دیتا تو میں اس بات سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو اس بات کے لائق سمجھوں۔

ایسا نہ کرنا

ولید بن ہشام کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز سے بحالت بیماری کہا گیا آپ دوا کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا جس وقت مجھے زہر پلایا گیا تھا' اس وقت اگر کوئی مجھ سے اتنا بھی کہتا میں اپنے کان کو ہاتھ لگانے یا فلاں خوشبو سونگھنے سے اچھا ہو جاؤں گا تو بھی ایسا نہ کرتا۔

عبید بن حسان کہتے ہیں۔ جب آپ قریب المرگ ہوئے تو آپ نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ' چنانچہ سب لوگ اٹھ گئے اور مسلمہ اور فاطمہ دونوں دروازے میں بیٹھ گئے تو انہوں نے سنا آپ نے فرمایا۔ مرحبا ہے ان صورتوں کیلئے جو نہ انسانوں کی ہیں اور نہ جنوں کی' پھر یہ آیت پڑھی۔ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ ۔ (پ20 سورۃ القصص آیت 83) ترجمہ: یہ

آخرت کا گھر۔ (ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

اس کے بعد پھر آواز نہ آئی۔ جب اندر جا کر دیکھا تو آپ کی روح پرواز کر گئی تھی۔

دنیا کا بہتر

ہشام کہتے ہیں۔ جب عمر بن عبدالعزیز کی وفات کی خبر پہنچی تو حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج دنیا کا سب سے بہتر آدمی اٹھ گیا۔

خالد ربعی کہتے ہیں۔ ہم تورات میں لکھا دیکھتے کہ عمر بن عبدالعزیز پر چالیس دن تک زمین وآسمان روئیں گے۔

یوسف بن مالک کہتے ہیں۔ جب ہم عمر بن عبدالعزیز کی قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے تو ایک کاغذ آسمان سے گرا جس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کو دوزخ کی آگ سے نجات دی گئی ہے۔

خلیفہ کی طرف

قتادہ کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے بعد خلیفہ کی طرف اس طرح خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کے بندے عمر سے یزید بن عبدالملک کی طرف تم پر سلام ہو۔ اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں یہ خط تمہیں نہایت ہی تکلیف کی حالت میں لکھ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں مجھ سے میرے زمانہ حکومت کے بارے سوال ہونے والا ہے اور سوال بھی وہ کرے گا جو دنیا وآخرت کا مالک ہے۔ میں اس سے اپنی کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں ہمیشہ کی رسوائی سے فلاح پاؤں گا اور اگر ناراض ہوا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ میں اس خدائے واحد سے دعا کرتا ہوں اپنے فضل وکرم سے مجھے آگ سے بچائے اور خوش ہو کر مجھے جنت نصیب کرے۔ تمہیں لازم ہے خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور رعیت کی رعایت کرو کیونکہ تم بھی میرے بعد تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہو گے۔ والسلام۔ (ان سب روایات کو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔)

عدل کرنے پر

حضرت عمر بن عبدالعزیز دیر سمعان میں جو مضافات حمص سے ہے' بتاریخ بیس یا پچیس ماہ رجب 101 ہجری بعمر انتالیس سال فوت ہوئے۔ آپ کو بنو امیہ نے زہر دلوا دیا تھا کیونکہ

آپ نے ان پر سختی کی تھی اور جو کچھ انہوں نے بذریعہ غضب جمع کیا تھا' وہ سب کچھ ان سے چھین لیا تھا چونکہ آپ نے اپنی حفاظت کرنی بالکل چھوڑ دی تھی اس لیے انہوں نے آپ کو آسانی سے زہر پلوادیا تھا۔

آزادی کا وعدہ

مجاہد کہتے ہیں۔ ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے مجھ سے پوچھا لوگ میرے بارے کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ تو کہتے ہیں آپ مسحور ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھ پر جادو تو نہیں کیا گیا اور اس وقت کو بخوبی جانتا ہوں جس میں مجھے زہر پلایا گیا تھا۔ پھر آپ نے اپنے غلام کو بلایا اور فرمایا افسوس ہے تجھے کس چیز نے مجھے زہر پلانے پر برانگیختہ کیا ہے۔ اس نے کہا ایک ہزار دینار دیئے گئے ہیں اور آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ان دیناروں کو لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے انہیں بیت المال میں رکھوادیا اور اس غلام سے کہہ دیا یہاں سے ایسی جگہ بھاگ جاؤ جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔

آپ کے عہد خلافت میں حسب ذیل علماء فوت ہوئے:

ابوامامہ' سہل بن حنیف' خاجہ بن زید بن ثابت' سالم بن ابی جعد' بسر بن سعید' ابوعثمان نہدی' ابوالضحیٰ۔

یزید بن عبدالملک بن مروان

یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم ابوخالد اموی دمشقی 71 ہجری میں پیدا ہوا اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد اپنے بھائی سلیمان کی وصیت کے مطابق تخت نشین ہوا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

عبدالرحمٰن بن یزید بن اسلم کہتے ہیں۔ جب یزید تخت پر بیٹھا تو اس نے کہا عمر بن عبدالعزیز کے قدم بقدم چلو لیکن چند روز کے بعد چالیس سفید ریش لوگوں نے گواہی دی خلیفہ وقت جو چاہے کرے نہ اس سے حساب لیا جائے گا اور نہ اس کو عذاب ہوگا۔

ابن ماجشون کہتے ہیں۔ جب عمر بن عبدالعزیز فوت ہوئے تو یزید نے کہا عمر سے بڑھ کر میں اللہ کا محتاج ہوں۔ پھر وہ چالیس روز تک ان کے قدم بقدم چلا لیکن پھر اس طریقے کو چھوڑ دیا۔

خدا تعالیٰ سے ڈرنا

سلیم بن بشیر کہتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے وفات سے ذرا قبل یزید بن عبدالملک کی طرف خط لکھا۔ السلام علیک: امابعد جو میرا حال ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ پس تو امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خدا تعالیٰ سے ڈرنا کیونکہ تو دنیا کو اس شخص کے حوالہ کرے گا جو تیری تعریف نہ کرے اور ایسے شخص کے پاس جائے گا جو تیرا عذر (دھوکہ) قبول نہ کرے گا۔

والسلام۔

موضع عقیر

102 ہجری میں یزید بن مہلب خلیفہ سے باغی ہو گیا تو اس کی سرکوبی کے لیے مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کو مقرر کیا جس نے یزید کو شکست دی اور اسے قتل کر دیا۔ یہ جنگ موضع عقیر میں ہوئی جو کربلا کے قریب ہے۔ کلبی کہتے ہیں۔ میں لوگوں سے سنا کرتا تھا بنوامیہ نے کربلا میں بزرگانِ دین کو اور مقام عقیر میں کرم و احسان کو ذبح کر ڈالا۔

ستاروں کے نام

یزید ماہ شعبان 105 ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے عہد خلافت میں حسب ذیل علماء فوت ہوئے:

ضحاک بن مزاحم' عدی بن ارطاۃ' ابوالمتوکل ناجی' عطا بن یسار' مجاہد یحیٰ بن وثاب' خالد بن معدان' شعبی جو عالم عراق تھے' عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت' ابوقلابہ جرمی' ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری وغیرہم رحمہم اللہ۔

ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک ابوالولید 70 اور 80 ہجری کے درمیان پیدا ہوا اور اپنے بھائی یزید کی وصیت کے موافق خلیفہ ہوا۔

مصعب زبیر کہتے ہیں۔ عبدالملک نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ میں نے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے۔ صبح کو سعید بن مسیب سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا آپ کی اولاد سے چار بیٹے بادشاہ ہوں گے' چنانچہ ہشام ان میں سے آخری تھا۔

حق ادا کر دیا ہے

ہشام نہایت دانا اور زیرک تھا۔ بیت المال میں اس وقت تک مال داخل نہ کیا کرتا تھا جب تک چالیس شخص حلفیہ نہ کہہ دیا کرتے تھے یہ مال اپنے حق میں لیا ہے اور ہر ایک صاحب حق کا حق ادا بھی کر دیا ہے۔

خلیفہ کی بات

اصمعی کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ہشام سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا اب خلیفہ کی بات بھی تو سن لو اور ایک دفعہ ہشام سے ایک شخص پھر خفا ہوا تو کہا میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں کوڑا لگاؤں۔

نہیں ملا

سحبل بن محمد کہتے ہیں۔ میں نے ہشام سے بڑھ کر خونریزی کو مکروہ سمجھنے والا خلیفوں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ ہشام کہا کرتا تھا مجھے دنیا کی تمام لذتیں حاصل ہیں۔ مگر ایک ایسا بھائی کہ میرے اور اس کے درمیان جو سختی ہوا سے رفع کر دیتا، نہیں ملا۔

ایک دن بھی

شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جب ہشام نے قنسرین میں ایک مکان بنوایا اور چاہا کہ اس مکان میں ایک دن اس طرح رہوں کہ مجھے کوئی فکر نہ ہو۔ ابھی آدھا دن گزرا تھا کہ کسی سرحد سے ایک خون میں رنگا ہوا ایک پر آیا، اس نے دیکھ کر کہا افسوس! عمر میں ایک دن بھی ایسا نہ ملا۔

کہتے ہیں یہ ایک شعر ہشام کا ہے مزید اس کے شعر نہیں ملے:

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَعْصِ الْھَوٰی قَادَکَ الْھَوٰی اِلٰی بَعْضِ مَا فِیْهِ عَلَیْکَ مَقَالٗ

ترجمہ: اگر تو خواہش نفسانی کی نافرمانی نہ کرے گا تو وہ تجھے ایسے امور کی طرف کھینچ کر لے جائے گی جس میں لوگوں کو تجھ پر گفتگو کا موقع مل جائے گا۔

انتقال ہشام

ہشام نے ماہ ربیع الآخر 125 ہجری میں انتقال کیا۔

107 ہجری میں قیصریہ فتح ہوا اور 108 ہجری میں خجرہ فتح ہوا اور 112 ہجری میں خرشنہ جو جزیرۂ مالٹا میں ہے فتح ہوا۔ حسب ذیل علماء اس کے عہد میں فوت ہوئے:

سالم بن عبداللہ بن عمر' طاؤس' سلیمان بن یسار' عکرمہ مولاء ابن عباس' قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم' کثیرہ غرہ شاعر' محمد بن کعب قرظی' حسن بصری' محمد بن سیرین' ابوالطفیل عامر بن وائلہ صحابی' جریر' فرزدق' عطیہ عوفی' معاویہ بن قرہ' مکحول' عطاء بن ابی رباح' ابوجعفر باقر' وہب بن منبہ' سکینہ بنت حسین' اعراج' قتادہ' نافع مولاءِ ابن عمر' ابن عامر' ابن شہاب زہری وغیرہم رحمہم اللہ۔

ناراض کیوں ہیں؟

ابن عساکر ابراہیم بن ابی عیلہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ہشام نے چاہا مجھے خراج مصر کی تولیت پر مقرر کردے۔ مگر میں نے انکار کیا تو وہ اس بات سے بہت غصے ہوا اور تیز تیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا اور کہا اس عہدہ کو منظور کرلو ورنہ زبردستی تمہیں منظور کرنا ہی پڑے گا۔ میں یہ سن کر خاموش ہو رہا۔ جب اس کا غصہ فرو ہوا تو میں نے کہا اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔ اس نے کہا ہاں کہو۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا۔ (پ22 سورۃ الاحزاب آیت 72)

ترجمہ: بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی۔ آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر' تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ (ترجمہ وحوالہ از کنز الایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

جب اس انکار سے خدا ان سے ناخوش نہیں ہوا تو آپ میرے انکار سے کیوں ناراض ہوتے ہیں۔ یہ سن کر خلیفہ ہنس پڑا اور مجھے معاف کر دیا۔

خالد بن صفوان سے مروی ہے۔ میں ہشام بن عبدالملک کے پاس بطور مہمان آیا تو اس نے مجھ سے کہا ابن صفوان! کوئی بات سناؤ۔ میں نے کہا ایک دفعہ ایک بادشاہ سیر کرتا ہوا قصر خورنق میں جا نکلا اور اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ کا۔ پھر اس نے کہا جو کچھ میرے پاس ہے وہ کبھی کسی اور کے پاس بھی تم نے دیکھا ہے؟ ایک تجربہ کار اور دانا شخص بھی ساتھ تھا اس نے کہا جب آپ نے ایک بات پوچھی ہے' کیا آپ اس کا جواب دینے کا اذن (اجازت) دیتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا جو کچھ

سامان آپ کے پاس ہے ہمیشہ آپ کے پاس رہے گا؟ یا یہ بطور میراث آپ کو ملا ہے؟ اور آپ کے بعد اسی طرح کسی دوسرے کو ملنا ہے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو میرے بعد کسی کے پاس چلا جائے گا اس شخص نے کہا پھر آپ ایسی چیز پر کیا غرور کرتے ہیں؟ جو آپ کے پاس تھوڑا سا زمانہ رہے گی اور پھر ہمیشہ کیلئے چلی جائے گی۔ پھر آپ سے اس کا حساب ہوگا۔ بادشاہ اس کی یہ بات سن کر کانپ گیا اور کہا پھر کیا کرنا چاہئے اور کس طرح بھاگنا چاہئے۔ اس شخص نے کہا پھر دو باتیں ہیں یا تو آپ اللہ کی تابعداری کریں اور اس کی رضامندی کے مطابق لوگوں میں حکم کریں۔ نہیں تو تخت و تاج کو چھوڑ کر پھٹے پرانے کپڑے پہن لیں اور خدا تعالیٰ کی عبادت کریں۔ بادشاہ نے کہا آج کی رات مجھے سوچ لینے دو۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ اس شخص کے پاس آیا اور کہا میں نے اس پہاڑ اور میدانوں کو عبادت کے لیے بہتر سمجھا ہے اور ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ پس اگر تو میرا رفیق ہے تو میری مخالفت نہ کر بلکہ میرے ساتھ چل۔ یہ کہہ کر دونوں پہاڑ پر چلے گئے اور آخر وہیں فوت ہوئے۔ اسی میں عدی بن زید بن حمار نے یہ اشعار کہے ہیں:

أَيُّهَا الشَّامِتُ الْمُعَيِّرُ بِالدَّهْرِ ۔۔۔ أَأَنْتَ الْمُعَيَّرُ أُ الْمَوْفُوْرُ

ترجمہ: اے دشمنوں کی مصیبت سے خوش ہونے والے' زمانے کو عیب لگانے والے کیا تو عیب سے بری اور کامل ہے۔

أَمْ لَدَيْكَ الْعَهْدُ الْوَثِيْقُ مِنَ الْأَيَّامِ ۔۔۔ بَلْ أَنْتَ جَاهِلٌ مَغْرُوْرٌ

ترجمہ: کیا تو نے زمانے سے مضبوط عہد لکھوالیا ہے بلکہ تو تو جاہل اور مغرور ہے۔

مَنْ رَأَيْتَ الْمَنُوْنَ خَلَّدْنَ أَمْ ۔۔۔ مَنْ ذَا عَلَيْهِ أَنْ يُضَامَ خَفِيْرُ

ترجمہ: حوادثِ زمانہ کس کے لیے ہمیشہ رہے ہیں۔ اگر نگہبانوں پر ظلم کیا جائے تو اس کا کون ضامن ہے؟

أَيْنَ كِسْرَى كِسْرَى الْمُلُوْكِ أَبُوْ ۔۔۔ سَاسَانَ أَمْ أَيْنَ قَبْلَهُ سَابُوْرُ

ترجمہ: شہنشاہِ کسریٰ ابوساسان کہاں ہے؟ اور اس سے پہلے سابور کہاں ہے؟

وَبَنُوْ الْأَصْفَرِ الْكِرَامِ مُلُوْكِ ۔۔۔ الرُّوْمِ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ مَذْكُوْرُ

ترجمہ: اور اصفر کے بیٹے روم کے بادشاہ کہاں ہیں؟ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں رہا جس کا ذکر کیا جائے۔

وَاَخُوْ الْحَضْرِ اِذْ بَنَاهُ وَاِذْ دَجْلَةُ   تَجْبِیْ اِلَیْهِ وَالْخَابُوْرُ

ترجمہ: اور حضر کو بنانے والا کہاں ہے؟ جس کے پاس سے دجلہ بہتا تھا۔ اور خابور کے بنانے والا کہاں ہے؟

شَادَهٗ مَرْمَرًا وَجَلَّلَهٗ كِلْسًا   فَلِلطَّيْرِ فِيْ ذُرَاهُ وُكُوْرُ

ترجمہ: جسے سنگِ مرمر سے تعمیر کروایا ہے اور اس کے اوپر کلس بنوایا تھا اور اب جانوروں نے اس میں گھونسلے بنائے ہوئے ہیں۔

لَمْ يَهِبْهُ رَيْبُ الْمَنُوْنِ فَبَادَ   الْمُلْكُ عَنْهُ فَبَابُهٗ مَهْجُوْرُ

ترجمہ: حوادثِ زمانہ نے اسے نہ چھوڑا اور اس کا ملک جاتا رہا اور اس کے دروازے پر کوئی آتا جاتا نہیں۔

وَتَذَكَّرْ رَبَّ الْخَوَرْنَقِ اِذَا   شَرَفَ يَوْمًا وَلِلْهُدٰى تَذْكِيْرُ

ترجمہ: اور محل خورنق کے بنانے والوں کو یاد کر۔ جب اس دن اس نے ہدایت کے ساتھ شرف بخشا یا دکیا جائے۔

سَرَّمَالُهٗ وَكَثْرَةُ مَا يَمْلِكُ   وَالْبَحْرُ مَعْرِضٌ وَالسَّدِيْرُ

ترجمہ: جس چیز کا وہ مالک تھا۔ یعنی اس کی کثرت اور اس کے مال نے اس کو مغرور بنادیا اور اس کے پاس محل سے سمندر دریائے سدیر بہتا ہے۔

فَارْعَوٰى قَلْبُهٗ وَقَالَ وَمَا   غِبْطَةُ حَيٍّ اِلَى الْمَمَاتِ يَصِيْرُ

ترجمہ: مگر پھر اس کا دل ٹھہر گیا اور کہنے لگا جس نے مرنا ہو وہ کیا خوش کرسکتا ہے۔

ثُمَّ بَعْدَ الْفَلَاحِ وَالْمُلْكِ   وَالْاُمَّةِ وَارَتْهُمْ هُنَاكَ الْقُبُوْرُ

ترجمہ: پھر وہ اس طرح ہو گئے جیسے کہ خشک پتہ ہوتا ہے اور اسے ہوا ادھر سے ادھر اڑائے پھرتی ہے۔

یہ اشعار سن کر ہشام رو پڑا' حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور اس نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا میرا بستر لپیٹ دو اور کئی روز تک محل سے باہر نہ نکلا۔ ارکانِ دولت اور نوکر چاکر خالد بن صفوان کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے کیا کیا؟ امیر کے آرام میں خلل انداز ہوئے۔ اس نے کہا مجھ سے دور ہو جاؤ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہوا ہے کہ جب کسی بادشاہ

کے پاس جاؤں گا تو اس کو یادِ خدا کی طرف متوجہ کروں گا۔

ولید بن یزید بن عبدالملک

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم خلیفہ فاسق ابوالعباس 90 ہجری میں پیدا ہوا۔ اپنے باپ کی وفات کے وقت کم عم تھا اس لیے خلیفہ نہ بنایا گیا بلکہ اس کے باپ نے اپنے بھائی ہشام کو خلیفہ بنایا اور اس کے بعد اس کو (یعنی ولید) ولی عہد بنایا اور جب ہشام فوت ہوا تو ولید ربیع الاخریٰ 125 ہجری میں خلیفہ ہوا۔ نہایت فاسق و فاجر' شراب نوش اور منہیات کا ارتکاب کرنے والا تھا' یہاں تک کہ اس نے اس ارادے سے حج کا قصد کیا کہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پئے گا۔ لوگ جو اس کے فسق و فجور سے پہلے ہی اکتائے ہوئے تھے' اس کے اس ارادے سے اور بھی برافروختہ ہوئے اور جمادی الاخریٰ 126 ہجری میں اسے قتل کر ڈالا۔

ہم پیالہ ہم نوالہ

کہتے ہیں جب وہ محاصرہ میں آ گیا تو کہنے بولا تم مجھ پر یہ ظلم کیوں کرنے لگے ہو۔ کیونکہ میں نے تمہارے وظائف میں اضافہ نہیں کیا؟ کیا میں نے تم سے سختیوں کو ختم نہیں کر دیا؟ کیا تمہارے غرباء کی خبر گیری نہیں کی؟ لوگوں نے کہا یہ سب کچھ درست ہے' مگر ہم تو تمہیں مے نوشی' محرمات سے نکاح کرنے اور حرام چیزوں کے حلال کرنے کے جرم میں قتل کرتے ہیں۔ لوگوں نے قتل کے بعد اس کا سر یزید ناقص کے پاس بھیج دیا اور اس کے سامنے اسے نیزے پر لٹکایا گیا۔ اس کے بھائی سلیمان بن یزید نے اسے دیکھ کر کہا اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک چاہئے تھا کیونکہ یہ نہایت فاسق و فاجر اور شرابی تھا اور مجھے بھی اپنے ساتھ ہم پیالہ و نوالہ کرنا چاہتا تھا۔

مجموعہ

معانی جریری کہتے ہیں۔ میں نے ولید کے کچھ حالات قلمبند کیے تھے۔ اس کے تمام اشعار حماقت' سبکسری اور الحاد و کفر کا مجموعہ تھے۔

کفر و زندقہ

ذہبی کہتے ہیں۔ ولید کا کفر و زندقہ تو ثابت نہیں' ہاں وہ مے نوشی اور لواطت میں مصروف

ہو گیا۔ اس لیے لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔

اللہ کا خلیفہ ہو

ایک دفعہ مہدی کے پاس ولید کا ذکر ہوا تو کسی نے کہا وہ تو زندیق تھا۔ مہدی نے کہا، چپ رہو، یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہو کر زندیق ہو جائے۔

اگر زندہ رہتے

مروان بن ابی حفصہ کہتے ہیں۔ ولید نہایت خوبصورت اور اعلیٰ درجے کا شاعر تھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں۔ زہری ہشام کے پاس ہمیشہ ولید کی شکایت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے اس کو ولی عہد کرنا کسی طرح جائز نہیں بلکہ اس سے خلع کرنا چاہیئے۔ لیکن ہشام یہ نہ کر سکا۔ اگر زہری خلافت ولید تک زندہ رہتے تو ان پر سخت ظلم کیا جاتا۔ مگر وہ اس کی خلافت سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔

ولید کی نظم

ضحاک بن عثمان کہتے ہیں۔ ہشام نے ولید کے خلع کا ارادہ کیا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے لڑکے کو ولی عہد بنائے۔ اس پر ولید نے یہ نظم لکھ کر بھیجی:

نظم

كَفَرْتَ يَدًا مِنْ مُنْعِمٍ لَوْ شَكَرْتَهَا جَزَاكَ بِهِ الرَّحْمٰنُ بِالْفَضْلِ وَالْمَنِّ

ترجمہ: تو نے اپنے مُنعِم کے احسان کا شکر ادا نہیں کیا۔ اگر تو اس کا شکر کرتا تو خدا تعالیٰ تجھے اس کے بدلے میں بزرگی عطا فرماتا۔

رَاَيْتُكَ تَبْنِيْ جَاهِدًا فِيْ قَطِيْعَتِيْ وَلَوْ كُنْتَ ذَا حَزْمٍ لَهَدَمْتَ مَا تَبْنِيْ

ترجمہ: میں دیکھ رہا ہوں میری جاگیر میں تو مکان بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر تو ہوشیار ہوتا تو اسے منہدم کرتا۔

اَرَاكَ عَلَى الْبَاقِيْنَ تَجْنِيْ ضَغِيْنَةً فَيَاوَيْحَهُمْ اِنْ مِتَّ مِنْ شَرِّ مَا تَجْنِيْ

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ تو باقی ماندوں پر کینہ کشی کرتا ہے۔ جب تو مر جائے گا تو اس کینہ سے ان پر خرابی آئے گی۔

كَـأَنِّـيْ بِهِـمْ يَـوْمًـا وَاَكْثَـرُ قِيْلِهِمْ اِلَّا لَيْتَ اَنَّـا حِيْـنَ يَـالَيْـتَ لَاتُغْنِيْ

ترجمہ: مجھے گویا ان کا وہ دن نظر آ رہا ہے جبکہ وہ یہ بات بار بار کہیں گے کاش میں حاکم نہ بنایا جاتا۔

فکر نہ ہوا

حماد الروایت کہتے ہیں۔ ایک دن ولید کے پاس دو نجومی آئے اور کہا ہم نے بموجب حکم آپ کا زائچہ دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے آپ سات سال مزید زندہ رہیں گے۔ حماد کہتے ہیں۔ ولید دھوکے ہی میں نہ رہے تو اس لیے میں نے کہا یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ مجھے بھی کئی طرح کے علوم آتے ہیں، جن سے معلوم ہوا ہے آپ چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ ولید نے تھوڑی دیر تامل کرنے کے بعد کہا مجھے ان دونوں کے قول سے کچھ فکر پیدا نہیں ہوا اور تمہاری بات سے کچھ زیادہ خوشی نہیں ہوئی کیونکہ میں نہ تو مال کو اس شخص کی طرح جمع کرتا ہوں جسے زندہ رہنے کی امید ہو اور نہ ہی اس شخص کی طرح خرچ کرتا ہوں جسے کل ہی مر جانے کی امید ہو۔

فرعون سے بھی بڑھ کر

امام احمد اپنی مسند میں ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ اس امت میں ایک ولید نامی شخص ہوگا اور اپنی قوم کے لیے فرعون سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

بے باک گنہگار

ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے۔ ولید بن یزید جبار، کینہ ور جس ہنڈیا میں کھائے اسی میں چھید کرنے والا، جھوٹے وعدے کرنے والا، اس زمانے کا فرعون، اپنے زمانے کو مصائب سے بھرنے والا، فاسق و فاجر، قاتل، سفاک، قرآن مجید کو نیزوں سے چھید کرنے والا اور گناہوں میں نہایت بے باک تھا۔

قصیدۂ میادہ

صولی سعید بن سلیم سے روایت کرتے ہیں۔ ابن میادہ نے ولید بن یزید کو اپنا وہ قصیدہ سنایا جس میں کہتا ہے:

فَـضَـلْـتُـمْ قُـرَيْـشَ غَيْرَ آلِ مُحَمَّدٍ وَغَيْـرَ بَنِـيْ مَرْوَانَ اَهْلَ الْفَضَائِلِ

ترجمہ: آل محمد ﷺ کے اور ابن مروان اور اہل فضائل کے علاوہ تم تمام قریش سے افضل ہو۔

ولید نے اس شعر کو سن کر کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم نے آل محمد ﷺ کو ہم پر مقدم کر دیا ہے۔

ابن میادہ نے کہا ہاں اس کے علاوہ اور کوئی بات جائز نہیں۔ اسی ابن میادہ نے اپنے ایک طویل قصیدے میں جو ولید کے بارے کہا' لکھا ہے:

هَمَمْتُ بِقَوْلٍ صَادِقٍ اَنْ اَقُوْلَهُ وَاِنِّیْ عَلٰی رَغْمِ الْعُدَاةِ لِقَائِلِه

ترجمہ: میں نے سچی بات کہنے کا قصد کر لیا ہے۔ میں اس کو کہہ ہی دوں گا' اگرچہ دشمن اس سے راضی نہ ہو۔

رَاَیْتُ الْوَلِیْدَ بْنِ یَزِیْدِ مُبَارَكًا شَدِیْدًا بَاَعْبَآءِ الْخِلَافَةِ كَاهِلُهٗ

ترجمہ: اور وہ بات یہ ہے میں نے ولید بن یزید کو بابرکت دیکھا ہے۔ خلافت کے بوجھ کو اٹھانے کے لائق۔ اس کے کندھے بہت سخت ہیں۔

یزید الناقص ابوخالد بن ولید

یزید ناقص ابو خالد بن ولید بن عبدالملک چونکہ اس نے لشکر کی تنخواہیں کم کر دی تھیں اس لیے یزید ناقص کے لقب سے ملقب ہوا۔ اپنے چچازاد بھائی ولید کو قتل کر کے تخت پر براجمان ہوا۔ اس کی والدہ شاہ فرند بنت فیروز یزدجرد تھی اور فیروز کی والدہ شیرویہ بن کسریٰ کی بیٹی تھی اور شیرویہ کی والدہ ترکوں کے بادشاہ خاقان کی بیٹی تھی اور فیروز کی دادی قیصر روم کی بیٹی تھی اسی لیے یزید نے بطور فخر یہ شعر کہا ہے:

اَنَا ابْنُ كِسْرٰی وَاَبِیْ مَرْوَانُ وَقَیْصَرُ جَدِّیْ وَ جَدِّیْ خَاقَانُ

ترجمہ: میں کسریٰ کا بیٹا اور مروان کا باپ ہوں اور قیصر روم میرا دادا اور خاقان میرا نانا ہے۔

ثعالبی کہتے ہیں۔ یزید ناقص ملک وخلافت دونوں کے لحاظ سے عراقی تھا جبکہ یزید نے ولید کو قتل کیا۔

ورغلانے کیلئے

جب یزید نے ولید کو قتل کیا تو منبر پر کھڑے ہو کر کہا۔ واللہ میں مغرور نہیں ہوں اور نہ مجھے دنیا کی حرص ہے' نہ ملک کی خواہش۔ اگر خدا تعالیٰ مجھ پر رحم نہ کرے تو میں سخت گنہگار ہوں۔

میں نے خلافت کا قصد محض خدمت دین اور قرآن شریف اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوگوں کو بلانے کیلئے کیا ہے کیونکہ ہدایت کے نشان مٹ گئے ہیں اور اہل تقویٰ کے نور بجھ گئے ہیں اور ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو بدعات اور ہوائے نفسانیہ کی پیروی کرتے ہیں۔ جب میں نے ایسا حال دیکھا تو مجھے تم پر رحم آیا کہ ایسا نہ ہو کہ کثرتِ ذنوب اور قساوتِ قلبی سے تم پر اندھیرا چھا جائے جس کا دور کرنا مشکل ہو جائے اور ولید تمام کو اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ ہی نہ بنا لے۔ پس میں نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور اجانب (یعنی بیگانے لوگ وغیرہ) کو اس میں مدد کے لیے بلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے ہمیں آرام دیا۔ یہ خدا کی ہی بادشاہت ہے، کسی کو بھی خدا کے علاوہ قوت وقدرت نہیں۔ اے لوگو! میں تمہارے اوپر اس لیے حاکم بنایا گیا ہوں تا کہ تمہاری ایک اینٹ اور ایک پتھر بھی ضائع نہ ہونے دوں۔

لوگوں کو بنایا

میں کسی شے سے بھی مال نہ لوں گا، حتیٰ کہ سرحدی رخنہ بندی نہ ہو جائے اور مصالحہ امور نہ سوچ لوں اور سرحد کو مضبوط نہ کر لوں۔ اگر اس کے بعد مال بچ رہا تو اس کو شہر کی صلاح وفلاح میں خرچ کر دوں گا اور تم سب اس میں برابر حصہ دار ہو گے۔ اگر تم ان باتوں پر مجھ سے بیعت کرنا چاہتے ہو تو میں تمہارا ضامن ہوں گا اور میں ان باتوں سے ذرا بھی پھروں تو تمہارے لیے بیعت کرنا لازم نہیں ہے اور اگر مجھ سے بہتر، قوی تر اور کسی اعلیٰ شخص کو دیکھتے ہو تو سب سے پہلے میں اس کی بیعت کرتا ہوں۔ اب میں تمہارے اور اپنے لیے خدا تعالیٰ سے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔

ہتھیار لگا کر

عثمان بن ابی عاتکہ کہتے ہیں۔ سب سے پہلے ولید ہی ہتھیار لگا کر عیدین پڑھنے کے لیے نکلا، چنانچہ اس دن قلعہ کے دروازے سے لیکر مسجد کے دروازے تک دورویہ ہتھیار بند سوار کھڑے ہوتے تھے۔ تب یزید کی سواری نکلتی تھی۔

گانے سے دور رہنا

ابو عثمان لیثی کہتے ہیں۔ یزید ناقص نے کہا اے بنی امیہ! خبردار گانے بجانے کے پاس بھی نہ پھٹکنا یہ حیا کو کم کرتا ہے اور شہوت کو زندہ کرتا ہے اور مروّت کو کم کرتا ہے اور یہ خمر

(شراب) کے قائم مقام ہے اور بدمستوں کے سے کام کرواتا ہے۔ اگر تم نہ رہ سکو تو اس میں عورتوں کو نہ آنے دیا کرو کیونکہ غنی (گانا) زنا کی طرف بلایا کرتا ہے۔

مرض طاعون سے

ابن عبدالحکیم کہتے ہیں۔ میں نے شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے۔ جب ولید بن یزید خلیفہ ہوا تو اس نے عقیدۂ قدریہ[1] کی اشاعت اور لوگوں کو اس پر مستحکم کر دیا اور انہیں اپنا مقرب بنایا۔ یزید کو زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا بلکہ اسی سال 7 ذی الحج کو فوت ہوا اور صرف چھ ماہ خلافت کی۔ اس کی اس وقت 35 برس یا 46 برس کی عمر تھی۔ کہتے ہیں یہ طاعون کی مرض سے مرا تھا۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

اس کا نام ابراہیم بن ولید بن عبدالملک تھا اور اس کی کنیت ابواسحاق تھی۔ اپنے بھائی یزید ناقص کے مرنے کے بعد خلیفہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں اسے یزید نے ولی عہد بنایا تھا۔ بعض کہتے ہیں نہیں۔

جعلی وصیت نامہ

برد بن سنان کہتے ہیں۔ میں یزید بن ولید کے پاس ایسے حال میں آیا وہ قریب المرگ تھا۔ اتنے میں قطن بھی وہاں آ پہنچے اور کہا میں ان سب لوگوں کی طرف سے جو آپ کے دروازے کے باہر ہیں ایلچی بن کر آ رہا ہوں۔ وہ تمام خدا کے لیے یہ پوچھتے ہیں۔ آپ نے اپنے بھائی ابراہیم کو خلیفہ کیوں بنایا ہے؟ یہ سن کر یزید خفا ہوا اور کہا میں نے کب ابراہیم کو خلیفہ بنایا ہے۔ پھر کہا اے ابوالعلماء تمہاری رائے میں کس کو خلیفہ بنایا جائے۔ انہوں نے کہا آپ اس میں دخل ہی نہ دیں۔ اس کے بعد اسے غش آ گیا اور ایسا خیال ہوا کہ مر گیا ہے۔ قطن نے وہیں بیٹھ کر یزید کی زبان سے ایک جعلی وصیت نامہ لکھا اور لوگوں کو بلا کر اس پر گواہ بنا لیا اور حقیقت یہ تھی کہ یزید نے کوئی بھی وصیت نہ کی تھی۔ ابراہیم صرف ستتر دن تک خلیفہ رہا۔ اس کے بعد لوگوں نے مروان بن محمد کی بیعت کر لی اور ابراہیم بھاگ گیا۔ مگر پھر آ کر اس نے خلافت سے دستبرداری کی اور اسے مروان کے حوالہ کیا اور اس کی بیعت کر لی۔ ابراہیم 132

ہجری تک زندہ رہا اور آخر واقعہ سفاح میں بنی امیہ کے ساتھ یہ بھی قتل ہوا۔

ماں کی طرف سے

ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ ابراہیم نے زُہری سے احادیث سنیں اور اپنے چچا ہشام سے روایت کیں اور اس سے اس کے بیٹے یعقوب نے روایت کیں۔ اس کی ماں امِ ولد تھی اور ماں کی طرف سے یہ مروان حمار کا بھائی تھا۔ اس نے بروز سوموار 24 صفر 127 ہجری میں سلطنت چھوڑی۔

مدائنی کہتے ہیں۔ ابراہیم کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ بعض تو کہتے ہیں وہ ولی عہد تھا اور بعض اس سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس کے بارے میں کہا ہے:

تُبَایِعُ اِبْرَاهِیْمَ فِیْ کُلِّ جُمْعَةٍ ۔۔۔ اَلَا اِنَّ اَمْرًا اَنْتَ وَالِیْهِ ضَائِعُ

ترجمہ: ابراہیم کی ہر جمعہ میں بیعت کی جاتی ہے۔ جس امر کا تو والی ہوگا وہ درست نہیں رہ سکتا بلکہ وہ ضائع ہو جائے گا۔

کہتے ہیں کہ ابراہیم کی انگوٹھی کا نقش ''وثیق باللہ'' تھا۔

مروانُ الحمار

مروان حمار ابو عبدالملک بن محمد بن مروان بن حکم خلفائے بنی امیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ لقب اس کا جعدی تھا کیونکہ یہ جعد بن درہم کا شاگرد تھا اس لیے اسی طرف منسوب ہوا۔ حمار کے ساتھ ملقب ہونے کی دو وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ دشمنوں کے مقابلہ کرنے میں اس کے گھوڑے کا خوگیر[1] کبھی پسینہ سے نہیں سوکھا تھا بلکہ مدتوں ان کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ عرب میں مثل مشہور ہے ''فلاں شخص گدھے سے بھی زیادہ صابر ہے'' کیونکہ یہ جنگ کی سختی پر صبر کرتا رہا اس لیے اس لقب سے یاد کیا گیا۔

دوسری وجہ یہ بتلائی گئی ہے۔ اہل عرب کا دستور تھا ہر صدی کے بعد خاندان کے ورثاء میں سے ایک کا نام حمار رکھ دیا کرتے تھے' کیونکہ اس زمانہ میں بنو امیہ کی سلطنت کے سو برس گزر چکے تھے' اس لیے اس کا لقب حمار رکھ دیا گیا۔

قبر سے سولی پر

مروان 72 ہجری میں جزیرہ میں جہاں اس کا باپ امیر تھا' پیدا ہوا۔اس کی ماں ام ولد تھی۔تخت نشین ہونے سے قبل ولایات جلیلہ کا حکم رہا۔ 105 ہجری میں قونیہ کو فتح کیا۔شا ہسواری' مردانگی' ہوشیاری اور سختی برداشت کرنے میں معروف تھا۔ جب ولید قتل ہوا تو اس وقت یہ آرمینیہ میں تھا۔اس نے اس وقت اکثر مسلمانوں سے بیعت لی اور جب اسے یزید کے مرنے کی خبر ملی تو اپنے خزانوں کا منہ کھول دیا اور لوگوں کو بے انتہا عطیئے دیئے اور ابراہیم کو شکست دیکر خود تخت سنبھال لیا۔ 127 ہجری ماہِ صفر میں لوگوں نے اس سے بیعت کی اور سب سے اوّل جو کام کیا' وہ یہ تھا کہ یزید ناقص کی لاش کو اس جرم میں کہ اس نے خلیفہ ولید کو قتل کرایا تھا' قبر سے نکلوا کر سولی پر چڑھا دیا۔ چونکہ ہر طرف سے دشمن اس پر چڑھ آئے تھے۔اس لیے چین سے تخت پر نہ بیٹھا' یہاں تک کہ 132 ہجری میں بنو عباس نے بسر کردگی عبداللہ بن علی (جو سفاح کا چچا تھا) اس پر چڑھائی کی اور موصل کے قریب دونوں لشکروں میں مٹ بھیڑ ہو گئی جس میں مروان کو شکست ہوئی اور وہ شام کی طرف بھاگ آیا۔

قریہ بوصیر

مگر عبداللہ نے اس کا تعاقب کیا اس لیے مروان وہاں سے بھاگ کر مصر چلا گیا۔مگر وہاں بھی عبداللہ کے بھائی صالح نے اس کا تعاقب کیا اور قریہ بوصیر کے قریب ان میں لڑائی ہوئی جس میں مروان قتل ہوا۔یہ واقعہ ماہِ ذی الحجہ میں ہوا۔

مروان حمار کے عہد خلافت میں حسب ذل علماء فوت ہوئے:

سدی الکبیر' مالک بن دینار' عاصم بن ابی الجنود' یزید بن ابی حبیب' شیبہ بن نصاح' محمد بن منکدر' ابو جعفر یزید بن قعقاع' ابوایوب سختیانی' ابوالزناد' ہمام بن منبہ' واصل بن عطاء معتزلی۔

بلی اور زبان

صولی محمد بن صالح سے روایت کرتے ہیں۔ جب مروان حمار قتل ہوا تو عبداللہ بن علی کی طرف اس کا سر بھیجا گیا۔اس نے دیکھ کر علیحدہ رکھ دیا تو ایک بلی آ کر اس کی زبان کھانے لگی۔ اس پر عبداللہ نے کہا اگر ہم تمام عمر میں یہی عجیب بات دیکھتے کہ بلی مروان کی زبان کھا رہی ہے ہمارے لئے کافی تھا۔(یعنی یہ نہایت ہی عجیب بات ہے۔)

عباسیوں کی سلطنت

خلیفہ سفاح

ابوالعباس سفاح عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ 108 یا 104 ہجری میں بلقاء کے مقامِ حمید میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ اس سے کوفہ میں بیعت کی گئی۔ اس کی والدہ رائطہ حارشیہ تھی۔ اپنے بھائی ابراہیم بن محمد سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے چچا عیسیٰ بن علی نے روایت کی ہے۔ اپنے بھائی منصور سے (ابوالعباس) چھوٹا تھا۔

مٹھیاں بھر بھر

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ مسند میں ابوسعید خدری سے راوی ہیں۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اخیر زمانے میں جبکہ فتنے ظاہر ہوں گے' میرے اہل بیت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا' اسے سفاح کہا جائے گا۔ وہ لوگوں کو مٹھیاں بھر بھر کر مال عطا کرے گا۔

قاری قرآن

عبیداللہ عیشی کہتے ہیں۔ میرے والد نے بیان کیا کہ میں نے علماء سے سنا وہ کہتے تھے۔ بخدا اب سلطنت بنی عباس کو مل گئی ہے اور زمین بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی قرآن کا قاری اور مجاہد نہیں۔

آخرکار خلافت

ابن جریر طبری کہتے ہیں جس روز سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا آخرکار خلافت تمہاری اولاد میں آجائے گی۔ اس وقت سے بنو عباس خلافت کے امیدوار چلے آتے تھے۔

ایک بات

رشید بن کریب کہتے ہیں۔ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنیفہ شام کی طرف گئے تو انہیں

رستے میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ملے تو انہوں نے کہا آپ میرے چچازاد بھائی ہیں۔ مجھے ایک بات معلوم ہوئی ہے اور میں چاہتا ہوں آپ کو بتادوں۔ مگر وہ کسی اور کو نہیں بتانی اور وہ یہ کہ یہ سلطنت جس کی خواہش کررہے ہیں' آخر آپ کو ہی ملے گی۔ محمد بن علی نے کہا یہ بات ہے تو آپ نے مجھے تو بتلادی مگر کسی اور کو نہ بتلایئے گا۔

متولیٔ امر خلافت

مدائنی کئی لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔ امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہمیں تین اوقات میں سلطنت کی امید تھی۔ ایک تو یزید بن معاویہ کے مرنے کے بعد اور دوسرے ان کے سو سال گزرنے کے بعد اور تیسرے افریقہ کی بدنظمی کے بعد اور یقین تھا کہ ان اوقات میں لوگ ہمیں بلائیں گے اور ہمارے مددگار پہنچیں گے۔ جب یزید بن مسلم افریقہ میں قتل ہوا تو محمد نے ایک شخص کو خراسان بھیج کر کہلا بھیجا تم لوگ محمد ﷺ کی طرف رجوع کرو۔ لیکن کسی کا نام نہ لیا۔ پھر ابو مسلم خراسانی وغیرہ کو خط دیکر وہاں کے امراء کی طرف بھیجا تو انہوں نے اس بات کو مان لیا۔ لیکن یہ بات ابھی پختہ نہ ہونے پائی تھی کہ امام محمد نے انتقال کیا اور اپنے بیٹے ابراہیم ولی عہد کو قید کر دیا اور بعد ازاں قتل کر دیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی عبداللہ سفاح سے لوگوں نے بتاریخ 3 ربیع الاول 132 ہجری میں کوفہ میں بیعت کی۔ انہوں نے لوگوں کو وہاں جمعہ کی نماز پڑھائی اور خطبہ فرمایا۔ سب تعریفوں کے لائق وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اسلام کو اپنا دین منتخب فرمایا اور اس کو شرف و عظمت عطا کی اور ہمارے لیے اس کو پسند کیا اور ہم کو اس کی تائید کی توفیق دی اور ہم کو اس کا اہل اور اس کا قلعہ بنایا اور اس سے مکروہات کو دور کرنے کی طاقت عطا فرمائی۔ اس کے بعد آیات قرآنی سے اپنی قرابت ثابت کی اور پھر کہا جب اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے پاس بلایا تو امر خلافت کے صحابہ کرام متولی ہوئے۔

نیکیاں مباح دشمن ہلاک

اور ان کے بعد بنو حرب و بنو مروان اٹھ کھڑے ہوئے اور ظلم پر کمر باندھ لی اور فتنے برپا کیے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقررہ وقت تک ان کو مہلت دی۔ مگر انہوں نے خدا تعالیٰ کو خشمگین کیا تو خدا نے ہمارے ہاتھوں سے ان سے انتقام لیا اور ہمیں ہمارا حق واپس دیا تا کہ ہم ان لوگوں کی مدد کریں جوان کے زمانہ میں ضعیف ہو چکے تھے۔ جس بات کو خدا تعالیٰ نے ہمارے ہی

خاندان میں شروع کیا' اسے ہمارے ہی خاندان میں ختم کر دیا۔ ہم اہل بیت کی توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ہے اور اے اہل کوفہ تم لوگ ہماری محبت کا محل اور ہماری مودّت کی منزل ہو۔ اب تم اس سے پھرو نہیں اور ظالموں کے ظلم کے باعث باز نہ رہو (یعنی پھر نہ جاؤ) کیونکہ تم ہمارے ساتھ تمام لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنے والے اور ہمارے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہو۔ میں نے تمہارے عطیات میں سوسو کی ترقی کر دی ہے۔ پس تم تیار ہو جاؤ۔ میں وہ سفاح ہوں جو نیکیوں کو مباح کرنے والا اور دشمنوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔

مغربِ اقصیٰ

عیسیٰ بن علی کہا کرتے تھے۔ جب انہوں نے حمیمہ سے نکل کر کوفہ کو جانے کا قصد کیا تو چودہ نہایت دلیر اور باہمت مردان کی حمایت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ جب مروان کو سفاح کی بیعت کی خبر ملی تو وہ بھی مقابلہ کے لیے نکلا مگر آخر قتل ہو گیا اور اس کے ساتھ بنوامیہ کے لاتعداد آدمی بھی قتل ہو گئے اور سفاح مغربِ اقصیٰ تک تمام ممالک پر قابض ہو گیا۔

ذہبی کہتے ہیں۔ سفاح کی خلافت میں اتفاق کا شیرازہ بکھر گیا اور تفرقہ پڑ گیا' چنانچہ طاہرہ اور طبنہ سے لیکر بلادسوڈان تک کا تمام علاقہ اس کے قبضہ سے نکل گیا اور اندلس بھی اس کے زیرِ حکومت نہ رہا۔ جو شخص غالب ہوتا تھا' وہ ان ممالک پر قابض ہو جاتا تھا۔

انبار دارالخلافہ

سفاح نے بماہِ ذی الحج 136 ہجری میں چیچک کی مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا وہ اپنے بھائی ابوجعفر کو ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ 134 ہجری میں اس نے انبار کو دارالخلافہ بنایا تھا۔

ہر حال میں بہتر

صولی کہتے ہیں۔ سفاح کہا کرتا تھا جب قدرت بڑھ جاتی ہے تو شہوت کم ہو جاتی ہے' نیز کہا کرتا تھا کہ سب سے کمینے لوگ وہ ہیں جو بخل کو احتیاط اور حلم کو ذلت تصور کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کرتا تھا جب حلم مفسد ٹھہرے تو کوئی نقصان واقع نہ ہو اور بادشاہ کو سست نہ کر دے۔ آہستگی ہر حال میں بہتر ہے۔ مگر جب فرصت ملے اس وقت نہیں چاہئے۔

خلاف نہ کرتا

صولی کہتے ہیں۔ سفاح نہایت صحیح تھا۔ جب کسی سے وعدہ کر لیتا تو کبھی بھی اس کے

خلاف نہ کرتا اور جب تک اسے ادا نہ کر لیتا اپنی جگہ سے نہ ہلتا۔

جاؤ لے جاؤ

ایک دفعہ عبداللہ بن حسن نے سفاح سے کہا میں نے ایک لاکھ درہم سن ہی رکھے ہیں' کبھی دیکھے نہیں۔ سفاح نے اسی وقت ایک لاکھ درہم منگوا کر ان کے سامنے رکھوا دیئے اور حکم دیا' جاؤ انہیں اپنے گھر لے جاؤ۔

نقش خاتم سفاح

سفاح کا نقش ''خاتم اللہ ثقہ عبداللہ و بہ یومن'' تھا۔ اس کے اشعار مشہور نہیں ہیں۔

جتنا حق ہے

سعید بن مسلم باہلی کہتے ہیں۔ عبداللہ بن حسن ایک دفعہ سفاح کے پاس آئے اور اس وقت مجلس بنی ہاشم اور امراء سے بھری تھی اور سفاح کے ہاتھ میں قرآن مجید تھا۔ انہوں نے آ کر کہا اے امیر المومنین! جو کچھ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے ہمارا حق مقرر کیا ہے' وہ ہمیں دلوائیے۔ سفاح نے کہا آپ کے پڑدادا حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے بدرجہا بہتر اور عادل تھے تو انہوں نے اپنے بیٹوں حسن و حسین آپ کے دادوں کو جو تمام لوگوں سے بہتر تھے' تھوڑا سا دیا تھا اس لیے لازم ہے میں بھی آپ کو اتنا ہی دوں' زیادہ کے آپ حقدار نہیں ہیں۔ وہ یہ جواب سن کر چلے گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ لوگ سفاح کی اس حاضر جوابی سے حیران رہ گئے۔

عظیم الشان سلطنت

مؤرخین کا قول ہے۔ دولت بنی عباس میں اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور عربوں کا نام دفتر سے خارج ہو گیا اور ان کی بجائے ترکوں کو رکھا گیا' یہاں تک کہ وہ دیلم پر قابض ہو گئے اور ان کی ایک عظیم الشان سلطنت بن گئی اور ممالک کئی حصوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر حصہ میں الگ بادشاہ مقرر ہو گیا جو لوگوں پر قہر و ظلم کرتا تھا۔

خونریزی میں

سفاح خونریزی میں بہت جلدی کیا کرتا تھا اور یہی حال اس کے عمال کا تھا لیکن باوجود اس کے نہایت سخی تھا۔ اس کے دور میں حسب ذیل علماء فوت ہوئے:

زید بن مسلم، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، ربیعۃ الرای فقیہ اہل مدینہ، عبدالملک بن عمر، یحیٰی بن ابی اسحاق حضرمی، عبدالحمید کاتب المشہور جو بوصیر میں مروان کے ساتھ ہی قتل کیا گیا، منصور بن متمر ہمام بن منبہ۔

منصور بن ابو جعفر عبداللہ

منصور ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس۔ اس کی والدہ سلامہ بربریہ ام ولد تھی۔ یہ 95 ہجری میں پیدا ہوا اور اپنے دادا کو دیکھا۔ مگر اس سے روایت نہیں کی بلکہ روایت اپنے باپ اور عطا بن یسار سے کی۔ اس سے اس کے بیٹے مہدی نے روایت کی۔ اس کے بھائی کی وصیت کے مطابق اس سے بیعت کی گئی۔ بنی عباس کے تمام خلفاء میں سے ازروئے ہیبت و شجاعت، رائے اور دبدبے کے لحاظ سے بڑھا ہوا تھا۔ مال جمع کرنے کا اسے بڑا شوق تھا اور کھیل کود کے پاس بھی نہ پھٹکتا تھا۔ کامل العقل اور ادب و فقہ میں اعلیٰ مرتبہ رکھتا تھا۔ سینکڑوں کو قتل کر کے اپنا تسلط جمایا۔

فتویٰ دینے پر

اس نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عہدۂ قضا سے انکار کرنے پر پٹوایا تھا۔ پھر انہیں قید کروایا جس کے بعد چند روز بعد ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر خروج کرنے کا فتویٰ دیدیا تھا، اس لیے اس نے انہیں زہر دلوا دیا۔

پائی پیسہ تک

منصور نہایت فصیح و بلیغ اور پرگو شخص تھا، امارت کو پسند کرتا تھا اور نہایت حریص و بخیل تھا۔ چونکہ اپنے ملازموں سے پائی پیسہ تک کا حساب لے لیا کرتا اس لیے اسے ابوالدوانیق کہتے تھے۔

ہم میں سے

خطیب ضحاک سے اور ابن عباس راوی ہیں۔ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم میں سے ہی سفاح ہوگا اور ہم میں سے ہی منصور مہدی ہوگا۔ (ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث منکر و منقطع ہے۔)

ہم سے ہی منصور

خطیب ابن عساکر و ابن عباس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' ہم سے ہی سفاح اور ہم سے ہی منصور مہدی ہوگا (اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں)

ظلم وسخاوت

ابن عساکر بسندِ اسحاق بن ابی اسرائیل ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔میں نے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا ہے۔ہم سے قائم اور ہم سے ہی منصور اور سفاح بھی ہم سے ہی ہوگا اور ہم سے ہی مہدی ہوگا اور قائم تو خونریزی کے بغیر خلیفہ ہوگا اور منصور کی رائے کبھی رد نہ کی جائے گی اور سفاح خونریزی بھی کرے گا اور سخاوت بھی اور مہدی زمین کو اسی طرح عدل سے پر کردیگا جیسے وہ پہلے ظلم سے پر ہوگی۔

وہاں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام

منصور سے مروی ہے۔میں نے ایک رات خواب دیکھا گویا میں حرم میں ہوں اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور اس کا دروازہ کھلا۔یکا یک ایک شخص نے آواز دی عبداللہ کہاں ہیں؟ اس پر میرا بھائی ابوالعباس کھڑا ہوا اور سیڑھی پر چڑھ کر اندر داخل ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر نکلا تو اس کے پاس ایک نیزہ تھا جس کے ساتھ سیاہ پھریرا تھا جو تقریباً چار ہاتھ لمبا تھا۔اس کے بعد آواز آئی عبداللہ کہاں ہیں؟ تو میں سیڑھی پر چڑھ کر اندر داخل ہوا تو دیکھتا ہوں وہاں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔مجھ سے آپ نے وعدہ لیا اور اپنی امت کے لیے وصیت فرمائی اور میرے سر پر عمامہ باندھا جس کے میرے سر پر تئیس پیچ آئے۔اس کے بعد فرمایا: اے خلفاء کے باپ یہ لیکر جا۔

بیعت پر مائل

منصور آغازِ 137 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا اور سب سے قبل ابومسلم خراسانی کو جس نے لوگوں کو بنوعباس کی بیعت پر مائل کیا تھا اور ان کی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی' قتل کرادیا۔

اہل علم وعدل سے

138 ہجری میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان اموی اندلس پر قابض ہوا اور اس کے بعد اس کی اولاد قریباً چار سو برس تک وہاں بادشاہی کرتی رہی۔ یہ عبدالرحمٰن اہل علم وعدل سے تھا اور والدہ اس کی بربریہ تھی۔

دنیا کے مالک

ابوالمظفر ابیوری کہتے ہیں۔لوگ کہا کرتے تھے بربریوں کے دونوں بیٹے یعنی منصور اور عبدالرحمٰن بن معاویہ دنیا کے مالک ہوئے ہیں۔

بنیاد شہر بغداد

140 ہجری میں منصور نے شہر بغداد کی بنیاد ڈالی۔

فرقہ ریوندیہ

141 ہجری میں فرقہ ریوندیہ ظاہر ہوا۔ یہ لوگ تناسخ کے قائل تھے۔ پس منصور نے ان کو قتل کر ڈالا اور اسی سال طبرستان فتح ہوا۔

زبانی تعلیم وتعلّم

ذہبی لکھتے ہیں 143 ہجری میں علمائے اسلام نے تدوین علم حدیث، علم فقہ اور علم تفسیر کی تدوین شروع کی، چنانچہ ابن جریج نے مکہ میں اور مالک نے مُؤَطَّأ مدینہ میں، اوزاعی نے شام میں، ابن عروبہ، حماد بن سلمہ وغیرہ نے بصرہ میں، معمر نے یمن میں اور سفیان ثوری نے کوفہ میں احادیث تصنیف کیں اور ابن اسحاق نے مغازی اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقہ پر کتابیں تصنیف کیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد ہشیم لیث، ابن مبارک اور لہیعہ، ابو یوسف، ابن وہب وغیرہ نے تصنیفیں کیں اور علم حدیث تدوین کی کثرت ہوئی اور کتب عربیہ، لغت، تاریخ، رجال، سیر وغیرہ میں بے بہا کتابیں لکھی گئیں۔ اس سے پہلے علماء حفظ پڑھایا کرتے تھے یا مختلف لوگوں کے پاس غیر مرتب نسخے تھے، جن سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

یمین لازم نہیں

145 ہجری میں محمد ابراہیم نے منصور پر خروج کیا۔ منصور نے ان کو اور ان کے ساتھ بہت سے سیدوں کو قتل کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہی پہلا شخص ہے جس نے عباسیوں اور علویوں کے درمیان فتنہ وفساد ڈالا۔ حالانکہ اس سے قبل یہ سب ایک ہی شمار ہوتے تھے۔ منصور نے ان علماء کو بھی سخت تکالیف دیں جو ان دونوں کے ساتھ تھے یا جنہوں نے اس کے مقابلہ کا فتویٰ دیدیا تھا۔ ان ہی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ' عبدالحمید بن جعفر اور ابن عجلان شامل تھے اور جن لوگوں نے محمد کے ساتھ ہو کر منصور کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا تھا' مالک بن انس بھی ان میں سے تھے۔ جب ان سے کہا گیا کہ ہماری گردنوں میں منصور کی بیعت ہے' ہم اس کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ بیعت تم سے زبردستی لی گئی تھی اور مجبور کیے گئے پر یمین لازم نہیں آتی۔

147 ہجری میں جنگ قبرس ہوئی۔

خدمت کا صلہ

148 ہجری میں منصور نے اپنے چچا کے بیٹے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی سے معزول کر دیا۔ حالانکہ سفاح نے اس کو منصور کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا اور منصور کی طرف سے عیسیٰ بن موسیٰ نے ہی محمد اور ابراہیم کا مقابلہ کر کے ان پر فتح پائی تھی۔ لیکن اس کے باوجود منصور نے اس خدمت کے عوض کا صلہ یہ دیا کہ اس کو معزول کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنا دیا۔

لفظ امیر پر ہی

148 ہجری میں تمام ممالک پر منصور کا قبضہ ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی اور جزیرۂ اندلس کے علاوہ اور کوئی ملک اس کے قبضہ سے باہر نہ رہا کیونکہ وہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ اموی کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ہاں اس نے امیر المومنین کا لقب اختیار نہیں کیا بلکہ صرف لفظ امیر پر ہی اکتفا کیا۔

تعمیر بغداد

149 ہجری میں بغداد کی تعمیر مکمل ہو گئی تھی۔

پہاڑوں میں پناہ

150 ہجری میں سپاہِ خراسان نے استادسیس کی امارت کے ساتھ بغاوت کر دی اور خراسان کے بڑے حصہ پر قابض و متصرف ہوگئی اور سخت فتنہ وفساد برپا کیا۔ اس سے منصور کو بڑا فکر پیدا ہوا اور اس نے اشم مروزی کی سرکردگی میں تین ہزار جوان ان کے مقابلے کے لیے بھیجے۔ مگر اشم قتل ہوا اور اس کا لشکر تہ تیغ کر دیا گیا۔ اس پر منصو نے حازم بن خزیمہ کی کمان میں بہت بڑی فوج بھیجی۔ فریقین میں نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ کہتے ہیں اس جنگ میں طرفین کے ستر ہزار آدمی قتل ہوگئے۔ آخر استادسیس کو شکست ہوگئی اور اس نے بھاگ کر پہاڑیوں میں پناہ لی۔ دوسرے سال امیر حازم کے حکم سے تمام قیدی قتل کر دیئے گئے جن کی تعداد چودہ ہزار تھی اور ایک مدت تک استادسیس کا محاصرہ رکھا۔ آخر تنگ آ کر اس نے خود اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ انہوں نے اسے قید کر لیا اور اس کے لشکر کو جو تیس ہزار کے قریب تھا' رہا کر دیا۔

شہر رصافہ

151 ہجری میں شہر رصافہ کی تعمیر ہوئی۔

153 ہجری میں منصور نے حکم جاری کیا سب لوگ لمبی ٹوپیاں پہنا کریں۔ یہ ٹوپیاں بانس کی تیلیوں اور پتوں سے بنائی جاتی تھیں اور انہیں حبشی لوگ پہنا کرتے تھے۔ اس پر ابودلامہ شاعر نے یہ اشعار کہے:

وَكُنَّا نُرَجِّي مِنْ اِمَامٍ زِيَادَةٍ　　فَزَادَالْاِمَامُ الْمُصْطَفٰى فِي الْقَلَانِسِ

ترجمہ: ہمیں تو خلیفہ سے جو امام وقت ہے' کسی اور بات کی زیادتی کی امید تھی مگر اس نے زیادتی یہ کی کہ ٹوپیاں پہنا کرو۔

تَرَاهَا عَلٰى هَامِ الرِّجَالِ كَاَنَّهَا　　دَنَانُ يَهُوْدُ جُلِّلَتْ بِالْبَرَانِسِ

ترجمہ: وہ لوگوں کے سروں پر ایسی دکھائی دیتی ہیں جیسے کہ یہودیوں کے سروں پر مٹکے ہوتے ہیں اور ان پر بارانی کوٹ پہنا گیا ہوتا ہے۔

حج کا موقع

158 ہجری میں منصور نے اپنے نائب مکہ کو حکم بھیجا کہ سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو

قید کر کے بھیج دو۔ اس پر وہ قید کر دیئے گئے۔ لوگوں کو سخت اندیشہ ہوا کہ کہیں منصور انہیں قتل ہی نہ کر دے۔ اسی اثنا میں حج کا موقع آ گیا اور خدا تعالیٰ نے اسے مکہ میں صحیح و سالم نہ پہنچایا بلکہ مریض ہو کر پہنچا اور مرض اسہال سے ذی الحجہ میں مر گیا اور حجون اور بر میمون کے درمیان دفن ہوا۔ سلم خاسر نے خوب کہا ہے:

قَفَلَ الْحَجِيْجُ وَخَلَّفُوا ابْنَ مُحَمَّدٍ رَهْنًا بِمَكَّةَ فِي الضَّرِيْحِ الْمُلْحَدِ

ترجمہ: حاجی واپس آئے اور ابن محمد یعنی اپنے امام کو قبر میں جو مکہ معظمہ میں ہیر ہن کر آئے۔

شَهِدُوا الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا وَاِمَامُهُمْ تَحْتَ الصَّفَائِحِ مُحْرِمًا لَمْ يَشْهَدِ

ترجمہ: اس کے رفیقوں نے حج کے تمام ارکان پورے کیے اور اس کو بحالت احرام پتھروں کی سلوں کے نیچے دفن کر آئے۔

سبب جمع مال

ابن عساکر روایت کرتے ہیں۔ قبل از خلافت جب منصور طلب علم میں ادھر ادھر پھرا کرتا تھا، تو ایک دن وہ ایک منزل پر اترا تو چوکیدار نے اس سے دو درہم محصول کے مانگے۔ منصور نے کہا میں بنو ہاشم سے ہوں، مجھے معاف کر دے، وہ نہ مانا۔ منصور نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے چچا کی اولاد سے ہوں۔ اس نے پھر بھی نہ سنا۔ آخر جب اس نے تنگ کیا تو منصور نے دو درہم دیدیئے اور اس روز سے مال جمع کرنے اور اس کیلئے کوشش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یہاں تک کہ اس کا لقب ابو الدوانیق پڑ گیا۔

خلفاء اور بادشاہ

ربیع بن یوسف حاجب سے مروی ہے۔ منصور کہا کرتا تھا، خلفاء چار ہی ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بادشاہ بھی چار ہی ہوئے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ، عبدالملک، ہشام اور میں (یعنی منصور)۔

مالک بن انس سے مروی ہے کہ میں ابو جعفر منصور کے پاس آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کون شخص افضل ہے؟ میں نے کہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ منصور نے کہا تم نے سچ کہا، میری بھی یہی رائے ہے۔

نگہبان بنایا ہے

اسمٰعیل فہری سے مروی ہے کہ عرفہ کے روز منصور نے خطبہ میں کہا اے لوگو! خدا تعالیٰ نے مجھے اپنی زمین کا بادشاہ بنایا ہے تاکہ اس کی توفیق اور ہدایت سے رعایا پروری کروں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے مال کا حافظ و نگہبان بنایا ہے تاکہ اسے اس کے ارادہ اور حکم کے موافق خرچ کروں اور خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے مال پر بمنزلہ قفل بنایا ہے۔ جب چاہتا ہے اسے بند کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے تمہارے عطا کرنے کے لیے اسے کھول دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے بند کر دیتا ہے۔ پس اے لوگو! خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاؤ اور ایسے بزرگ دن میں جس میں اللہ نے اپنے فضل و کرم کا اظہار کر کے فرمایا۔ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (پ6 سورۃ المائدہ آیت 2) ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان' صاحبزادہ مبشر سیالوی)

دعا سننے والا

خدا تعالیٰ سے سوال کروتا کہ خدا تعالیٰ مجھے تمہارے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میرے ہاتھ سے عدل کے ساتھ تمہیں عطیات دلوائے۔ وہی دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

صولی نے بھی بعینہٖ یہی خطبہ درج کیا ہے۔ مگر اس کے شروع میں اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ منصور پر لوگ بخل کی تہمت لگاتے تھے اور خطبے کے آخر میں لکھا ہے اس کے بعد لوگوں نے کہا امیر نے مال خرچ ہونے سے بچانے کیلئے خدا کے حوالے کر دیا ہے۔

ایسے ناصح پر

اصمعی وغیرہ سے مروی ہے۔ منصور ایک دن منبر پر چڑھا اور ابھی اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِیْنُهٗ وَاُوْمِنُ بِهٖ وَاَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اس پر ہی بھروسہ کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا

ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے' کوئی اس کا شریک نہیں۔

الفاظ ہی کہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر ذکر خدا کے ساتھ یہ بھی بتاؤ کہ تم کون ہو؟ منصور نے کہا مرحبا! تم نے خوب کہا اور ایک بڑی بات سے مجھے ڈرایا ہے۔ میں اس بات سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں سے بنوں کہ جب ان سے کہا جائے کہ خدا تعالیٰ سے ڈرو تو وہ اور بھی منہیات پر جسارت کرنے لگتے ہیں' پند و نصیحت ہم ہی سے شروع ہوئی ہے اور ہم ہی سے نکلی ہے اور اے فلاں! تم نے جو مجھے نصیحت کی ہے۔ تو محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نہیں کی ہے بلکہ اس لیے کی ہے تاکہ لوگ تمہیں شاباش دیں اور کہیں کہ یہ شخص بادشاہوں کو بھی نصیحت کرنے سے نہیں ڈرتا اور اگر وہ اسے سزا دیں تو صبر کرتا ہے۔ پس ایسے ناصح پر نہایت افسوس ہے۔ جاؤ اب میں نے تمہیں معاف کیا۔ اے لوگو! تم ایسے اشخاص سے پرہیز کیا کرو۔ اس کے بعد منصور نے اپنا خطبہ وہیں سے شروع کیا جہاں سے چھوڑا تھا جیسے کہ وہ لکھا ہوا پڑھ رہا تھا۔

شکر بجالانا

کئی طرق سے مروی ہے۔ منصور نے اپنے بیٹے مہدی سے کہا اے ابا عبداللہ خلیفہ کے لیے تقویٰ لازمی ہے۔ بادشاہ کے لیے اطاعت اور رعیت کے لیے عدل' سب سے بہتر وہ شخص ہے جو باوجود قدرت ہونے کے درگزر کر دے اور بیوقوف ترین وہ شخص ہے جو اپنے سے کمزور پر ظلم کرے۔ جب تک کسی معاملہ میں اچھی طرح سے غور نہ کر لیا گیا ہو' اس میں حکم نہیں صادر کرنا چاہئے کیونکہ غور و فکر ایک طرح کا آئینہ ہے جس میں حسن و قبح نظر آ جاتا ہے۔ اے میرے بیٹے! ہمیشہ نعمت کا شکر کرنا اور قدرت میں عفو کرنا اور تالیف قلوب کے ساتھ اطاعت کی امید رکھنا' فتحیابی کے بعد تواضع و رحمت اختیار کرنا۔

قیامت کے روز

مبارک بن فضالہ سے مروی ہے۔ ہم منصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس نے ایک شخص کو بلایا اور پھر تلوار منگوائی۔ میں نے کہا اے امیر! حسن رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قیامت کے روز منادی کی جائے گی۔ جن لوگوں کا کوئی اجر خدا تعالیٰ پر ہو' وہ کھڑے ہو جائیں۔ کوئی شخص کھڑا نہ ہوگا مگر وہ جس کسی نے کسی کو معاف کیا

ہوگا وہ کھڑا ہو جائے۔ منصور نے یہ سن کر اسے معاف کر دیا۔

عدل اور فضل

اصمعی کہتے ہیں۔ ایک شخص کو سزا دینے کیلئے منصور کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا اے امیر! انتقام لینا عدل ہے اور تجاوز کرنا فضل ہے اور ہم امیر کو خدا تعالیٰ کی پناہ میں دیتے ہیں تا کہ وہ اپنے لیے ان سے کم حصہ اختیار کرے۔ یہ سن کر منصور نے اسے چھوڑ دیا۔

جمع نہیں کیں

اصمعی کہتے ہیں۔ ملک شام میں منصور ایک اعرابی سے ملا تو اس سے کہنے لگا کہ شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت کو حاکم بنا کر تم سے طاعون کو دور کر دیا ہے۔ اعرابی نے جواب دیا طاعون اور تمہاری ولایت دونوں قبیح چیزیں ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر کبھی دو قبیح باتیں جمع نہیں کیں۔

اگر حاجت ہو

محمد بن منصور بغدادی سے مروی ہے۔ منصور کے پاس ایک زاہد آیا اس نے کہا آپ کو خدا تعالیٰ نے تمام دنیا عطا کی ہے۔ اس سے خرچ کر کے اپنی آسائش بھی خرید لیں۔ اس رات کو یاد کیا کر جب تو قبر میں جائے گا اور جیسی رات تو نے کبھی نہ دیکھی ہوگی اور وہ ایسی رات ہوگی' نہ کوئی دن آئے گا اور نہ کوئی رات۔ منصور یہ بات سن کر خاموش ہو گیا اور پھر اسے انعام دینے کا حکم دیا۔ اس نے کہا اگر مجھے آپ کے مال کی حاجت ہوتی تو تمہیں نصیحت نہ کرتا۔

میں نہ مانگوں

عبداللہ بن سلام بن حرب سے مروی ہے۔ منصور نے عمرو بن عبید کو بلوایا۔ جب وہ اس کے پاس آئے تو انہیں انعام دینے کا حکم دیا۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ منصور نے کہا بخدا آپ کو یہ قبول کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا بخدا میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ مہدی نے کہا اب تو امیر نے قسم کھالی ہے' اب آپ ضرور لے لیجئے۔ انہوں نے کہا میری نسبت قسم کا کفارہ دینا امیر کو زیادہ آسان ہے۔ منصور نے کہا کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا صرف اتنی حاجت ہے جب تک میں خود نہ آؤں' مجھے بلایا نہ کرو اور جب تک میں خود نہ مانگوں' دیا نہ کرو۔ پھر منصور نے کہا آپ کو معلوم ہے میں نے اس (یعنی مہدی) کو اپنا ولی عہد بنایا ہے۔

انہوں نے کہا جب یہ خلیفہ ہوگا تو تم اور باتوں میں مشغول ہو گے۔

بادشاہ سے اختلاف

عبداللہ بن صالح سے مروی ہے کہ منصور نے بصرہ کے قاضی سوار بن عبداللہ کی طرف لکھا فلاں زمین کا مقدمہ جس میں فلاں تاجر اور فلاں فوجی افسر جھگڑ رہے ہیں' وہ زمین فوجی افسر کو دلوایئے۔ قاضی نے لکھا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ زمین تاجر کی ہے اس لیے جب تک اس کے برخلاف کوئی گواہ نہ ہو'اس سے کیسے چھین سکتا ہوں۔ منصور نے پھر لکھا کہ وہ زمین ضرور اس فوجی افسر کو دلوایئے۔ قاضی نے جواب لکھا کہ بخدا میں کسی طرح بھی اسے تاجر سے نہیں لے سکتا۔ جب یہ جواب منصور کو پہنچا تو کہنے لگا' بخدا میں نے زمین کو عدل سے بھر دیا ہے' یہاں تک کہ میرے قاضی بھی مجھ سے حق بات میں اختلاف کرتے ہیں۔

مجھ سے موافقت

مروی ہے منصور سے کسی نے قاضی سوار کی شکایت کی۔ اس نے اسے بلا بھیجا۔ جب وہ منصور کے پاس آ بیٹھے تو اسے چھینک آئی۔ قاضی نے یرحمک اللہ نہ کہا۔ منصور نے کہا تو نے یرحمک اللہ کیوں نہیں کہا۔ قاضی نے کہا کہ آپ نے الحمدللہ نہیں کہا۔ منصور نے کہا میں نے دل میں کہہ لیا تھا۔ قاضی نے کہا میں نے بھی یرحمک اللہ دل میں کہہ لیا تھا۔ منصور نے کہا کہ آپ اپنے مرتبہ پر بحال رہیئے۔ جب حق کے خلاف آپ نے مجھ سے موافقت نہیں کی تو اور کسی معاملہ میں کب ہوگی؟

انصاف اور دیانتداری

عمیر مدنی سے مروی ہے۔ ایک دفعہ منصور مدینہ میں آیا۔ اس وقت محمد بن عمران طلحی وہاں کے قاضی تھے اور میں ان کا منشی تھا۔ چند شتربانوں نے کسی معاملہ میں قاضی مدینہ کے سامنے خلیفہ پر نالش کر دی۔ اس پر قاضی صاحب نے مجھے کہا بادشاہ کو یہاں حاضر ہونے کے لیے لکھو۔ میں نے کہا مجھے اس بات سے معاف رکھئے۔ لیکن انہوں نے کہا تمہیں لکھنا پڑے گا۔ آخر میں نے خط لکھا اور اس پر مہر لگا دی۔ پھر انہوں نے کہا یہ خط لے جانا بھی تمہیں ہی پڑے گا۔ میں خط لیکر ربیع کے پاس گیا اور انہوں نے اسے امیر کے سامنے پیش کیا اور پھر باہر آ کر لوگوں کو کہا امیر کہتا ہے مجھے کچہری میں جانا پڑ گیا ہے اس لیے میرے ساتھ کوئی نہ جائے۔ پھر

ربیع اور خلیفہ دونوں وہاں آئے تو قاضی محمد ان کی تعظیم کے لیے بالکل نہ اٹھے بلکہ چادر پنڈلیوں کے گرد باندھ کر بیٹھ گئے اور پھر مدعیوں کو بلا کر خلیفہ پر ڈگری کر دی۔ جب مقدمہ سے فارغ ہوئے تو منصور نے کہا اس انصاف اور دینداری کے عوض اللہ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ میں نے تمہیں دس ہزار دینار بطور انعام دیئے۔

ابودلامہ شاعر

محمد بن حفص عجلی سے مروی ہے۔ ابی دلامہ شاعر کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس نے منصور کو خبر دی اور یہ شعر پڑھے:

لَوْ كَانَ يَقْعُدُ فَوْقَ الشَّمْسِ مِنْ كَرَمٍ   قَوْمٌ لَقِيلَ اُقْعُدُوْ يَا آلِ عَبَّاسِ

ترجمہ: اگر کوئی قوم کثرت عطا کے باعث آسمان پر بیٹھ سکتی ہے تو کہا جائے گا' اے آل عباس تم بیٹھو۔

ثُمَّ ارْتَقُوْ فِي شُعَاعِ الشَّمْسِ كُلُّكُمْ   اِلَى السَّمَاءِ فَاَنْتُمْ اَكْرَمُ النَّاسِ

اور اس کے بعد ترقی کر کے شعاعِ شمس میں جا بیٹھو' کیونکہ تم تمام لوگوں سے زیادہ معزز ہو۔

پھر ابودلامہ نے ایک تھیلی نکالی۔ منصور نے کہا یہ کیا ہے۔ ابودلامہ نے کہا جو کچھ دینا ہو اس میں ڈال دیجئے۔ منصور نے کہا اچھا اسے درہموں سے پر کر دو۔ جب اسے پر کرنے لگے تو اس میں دو ہزار درہم آئے۔

کس کا نام؟

محمد بن سلام جمحی سے روایت ہے۔ منصور سے کہا گیا کیا دنیا کی کوئی ایسی بھی تمنا ہے جو آپ کو نہ ملی ہو۔ کہنے لگا' صرف ایک خواہش باقی ہے اور وہ یہ کہ میں ایک مسند پر بیٹھوں اور میرے گرد حدیث مبارکہ پڑھنے والے طلباء بیٹھے ہوں اور حدیث لکھتے ہوں اور کہہ رہے ہوں ذرا مکرر فرمائیے۔ آپ نے کس کا نام لیا؟ راوی کہتا ہے اگلے روز تمام وزراء اور ان کے بیٹے قلمیں' دواتیں اور کاغذ لیکر حاضر ہو گئے۔ منصور نے کہا تم وہ نہیں ہو بلکہ روایت حدیث ان کا کام ہوتا ہے جن کے کپڑے میلے کچیلے ہوں' پاؤں برہنگی کے باعث پھٹ گئے ہوں' بال بڑھے ہوئے ہوں۔

یہی طریقہ ہے

عبدالصمد بن علی سے مروی ہے۔ انہوں نے منصور سے کہا' آپ نے سزا دینے پر ایسی کمر باندھی ہے گویا عفو کا نام ہی آپ نے کبھی نہیں سنا۔ کہنے لگا اب تک بنی مروان کا خون نہیں سوکھا اور آل ابی طالب کی تلواریں ابھی میان میں نہیں پہنچیں اور ہم ایسی قوم سے ہیں جن کو لوگوں نے کل کمینہ دیکھا تھا اور آج خلیفہ دیکھتے ہیں اس لیے ہماری ہیبت دلوں میں اسی طرح ہی بیٹھ سکتی ہے کہ ہم عفو کو بھلا دیں اور عقوبت کو استعمال کریں۔

غناء اور بلاغت

یونس بن حبیب سے مروی ہے۔ زیاد بن عبداللہ حارثی نے منصور کو اپنے عطاء اور رزق کی زیادتی کے لیے لکھا اور عبارت اس کی نہایت فصیح لکھی۔ منصور نے جواب لکھا جب غناء و بلاغت کسی شخص میں جمع ہوتی ہیں تو اس میں تکبر پیدا کر دیتی ہیں اور میں اس سے ڈرتا ہوں اس لیے تمہیں بلاغت پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔

ہرمہ شاعر کا شعر

محمد بن سلام سے مروی ہے۔ ایک لونڈی نے منصور کی قمیص کو پیوند لگا ہوا دیکھا تو کہا سبحان اللہ خلیفہ کو قمیص نہیں ملی۔ منصور نے یہ سن کر کہا تو نے ہرمہ کا یہ شعر نہیں سنا:

قَدْ یُدْرِکُ الشَّرَفُ الْفَتٰی وَرِدَاءُہٗ خَلَقٌ وَجَیْبُ قَمِیْصِہٖ مَرْقُوْعٌ

ترجمہ: کبھی ایسا شخص بھی بزرگی حاصل کر لیتا ہے جس کی چادر کہنہ ہوتی ہے اور اس کی قمیص کا گریبان پیوند لگا ہوتا ہے۔

قریب تھا کہ؟

عسکری اوائل میں لکھتے ہیں۔ منصور عباسیوں میں ایسا بخیل تھا جیسا عبدالملک بنی امیہ میں تھا' چنانچہ کسی نے پیوند لگی قمیص منصور پر دیکھ کر کہا خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھو۔ اس نے منصور کو باوجود سلطنت کے مفلسی میں مبتلا رکھا ہے۔ سلم الحاوی نے اس مضمون کو گانے میں ادا کیا۔ منصور نے بھی سن لیا اور اس قدر خوش ہوا قریب تھا کہ خوشی کے مارے گھوڑے سے گر پڑے اور اس کو نصف درہم انعام دینے کا حکم دیا۔ سلم نے کہا میں نے ایک دفعہ ہشام کو شعر سنائے تو اس

نے مجھے دس ہزار درہم عطا کیے تھے۔ منصور نے کہا اس کو بیت المال سے اس قدر روپیہ دینے کا حق تو نہ تھا۔ اے ربیع کسی شخص کو مقرر کرو وہ درہم اس سے وصول کرے۔ لوگوں نے سفارش کی تو کہنے لگا' اچھا آتے جاتے وقت یہ شعر مجھے بغیر انعام کے سنادیا کرو۔

کیوں مانگتا ہے؟

عسکری اوائل میں لکھتے ہیں۔ ابن ہرمہ شراب بہت پیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے منصور کے پاس آ کر یہ شعر پڑھے؟

لَہٗ لَحَظَات" مِنْ حَفا فِیْ سَرِیْرَۃٍ اِذَا کَرَّھَا فِیْھَا عِقَاب" وَنَائِلٗ

ترجمہ: ممدوح کیلئے تخت کی ہر دو جانب ایسی نظریں ہیں کہ جب انہیں مکرر کرتا ہے تو ان میں عذاب اور بخشش ہوتی ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْ اٰمَنْتَ اٰمَنَتْہُ الرِّدٰی وَاَمَّا الَّذِیْ حَاوَلْتَ بِالثُّکْلِ ثَاکِلٗ

ترجمہ: جس شخص کو تو امن دے وہ ہلاکت سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جس کی ہلاکت کا تو قصد کرلے اس کی ماں بیٹے کے درد سے روئے گی۔

منصور کو یہ شعر بہت پسند آئے اور کہا مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے کہا میری صرف یہ خواہش ہے آپ عامل مدینہ کو لکھ بھیجئے جب میں نشہ میں ہوں تو مجھے سزا نہ دے۔ منصور نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ میں خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں میں کچھ دخل دوں۔

80 کے بدلے 100

ابن ہرمہ نے کہا پھر کوئی حیلہ کیجئے۔ منصور نے اپنے عامل کو لکھا کہ جو تمہارے پاس ابن ہرمہ کو نشہ کی حالت میں پکڑ کر لائے تو اسے سو درے لگوانا اور ابن ہرمہ کو اسی درے لگوانا۔ ابن عون جب اسے نشہ میں دیکھتے تو کہتے کس کو ضرورت پڑی ہے کہ وہ اسی دروں کے عوض سو درے خریدے۔ کہتے ہیں اس مرتبہ منصور نے ابن ہرمہ کو دس ہزار درہم بھی دیئے تھے اور کہا اے ابراہیم انہیں احتیاط سے رکھنا اور نہیں ملیں گے۔ اس نے کہا اِنِّیْ اَلْقَاکَ عَلَی الصِّرَاطِ بِھَا بِخَتْمَۃِ الْجَھْبَذِ

یعنی میں تیرے لیے ان درہموں کے عوض ایک نقد قرآن کریم ختم کروں گا اور تجھ سے پل صراط پر ملاقات ہوگی۔) منصور شعر کم ہی کہا کرتا تھا۔ ذیل کے دو شعر اسی کے ہیں:

اِذَا کُنْتَ ذَا رَایٍ فَکُنْ ذَا عَزِیْمَۃٍ فَاِنَّ فَسَادَ الرَّایِ اَنْ یَّتَرَدَّدَا

ترجمہ: اگر تو صاحب رائے ہے تو مضبوط ارادے والا بھی ہو کیونکہ رائے کا متردد ہونا برا ہے۔

وَلَا تُمْهِلِ الْاَعْدَاءَ یَوْمًا بِقُدْرَۃٍ وَبَادِرْهُمْ اِنْ یَّمْلِکُوْا مِثْلَهَا غَدًا

ترجمہ: اگر قدرت ہو تو دشمن کو ایک دن کی بھی مہلت نہ دے تاکہ کل وہ تم پر غالب آجائے۔

قریب ہے تمہارا رب

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی کہتے ہیں۔ میں اور منصور ایک ہی جگہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز منصور مجھے اپنی قیام گاہ پر لے گیا اور میرے سامنے کھانا لا کر رکھا اور اس میں گوشت نہ تھا۔ پھر اپنی لونڈی سے کہا تمہارے پاس کچھ حلوہ ہے۔ اس نے کہا نہیں، پھر کہا کھجور بھی نہیں، اس نے جواب دیا نہیں۔ یہ سن کر منصور لیٹ گیا اور یہ آیات پڑھیں قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ۔ (پ9 سورۃ الاعراف آیت 129) ترجمہ: کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے۔ (ترجمہ و حوالہ از کنز الایمان صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

اگر برا ہو تو؟

جب وہ خلیفہ ہوا تو میں اسے ملنے گیا تو مجھ سے کہنے لگا تم بنی امیہ کے مقابلے میں میری خلافت کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے کہا ان کے زمانہ میں اتنا ظلم کبھی نہیں ہوتا تھا جتنا آپ کے زمانے میں ہوتا ہے۔ کہنے لگا ہمیں مددگار نہیں ملتے۔ میں نے کہا عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے بادشاہ بمنزلہ بازار کے ہوتا ہے جس چیز کی زیادہ بکری ہو، بازار میں وہی چیز آتی ہے۔ ایسے ہی اگر بادشاہ نیک ہو تو اس کے پاس لوگ بھی نیک آتے ہیں اور اگر برا ہو تو اس کے پاس لوگ بھی برے ہی آتے ہیں۔ یہ بات سن کر منصور نے اپنا سر نیچے کر لیا۔

تین کے علاوہ

منصور کہا کرتا تھا۔ بادشاہ تین باتوں کے سوا ہر بات کو برداشت کر لیتے ہیں۔ راز ظاہر ہو جانا، حرام میں تعرض (پردہ داری میں مداخلت) اور ملک میں خرابی ڈالنا (اسے صولی نے بیان کیا ہے) نیز اس کا قول تھا کہ جب تیرا دشمن تیری طرف ہاتھ بڑھائے تو اگر تجھ میں طاقت ہو اسے ختم کر دے ورنہ اسے چوم لے۔

موقع نہ پاسکا

صولی یعقوب بن جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ منصور کی ذہانت اس سے معلوم ہوتی ایک دفعہ وہ مدینہ میں آیا اور ربیع کو کہا ایک ایسا شخص مجھے لادو جو لوگوں کے گھر مجھے بتاتا جائے۔ اس پر ربیع نے ایک شخص کو لاکر حاضر کیا۔ وہ منصور کو لوگوں کے گھر بتاتا رہا۔ جب وہ جانے لگا تو منصور نے اسے ایک ہزار درہم انعام دینے کا حکم فرمایا۔ اس نے جاکر ربیع سے مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے حکم نہیں ملا۔ امیر منصور ابھی سوار ہوگا جاکر پھر یاد دلانا۔ وہ امیر کے پاس جا پہنچا مگر گفتگو کرنے کا موقع نہ پاسکا۔ جب وہاں سے آنے لگا تو کہا اے امیر! یہ عاتکہ کا گھر ہے جس کی نسبت اخرص نے یہ شعر کہا ہے:

یَـابَیْـتَ عَـاتِـکَةِ الَّـذِیْ اَتَـعَـزَّلُ ۔۔۔ حَـذُرُ الْعِدٰی وَبِکَ الْفُؤَادُ الْمُوَکَّلٖ

ترجمہ: اے عاتکہ کے گھر جس سے میں دشمنوں کے خوف سے بتکلف دور ہوتا ہوں حالانکہ میرا دل تیرے ہی پاس رہے گا۔

خلیفہ کو اس کا یہ بے موقع شعر پڑھنا برا معلوم ہوا۔ اس نے جھٹ پٹ ایک قصیدہ پڑھنا شروع کر دیا جس میں ایک شعر یہ بھی تھا:

وَاَرَاکَ تَـفْـعَـلُ مَاتَقُوْلُ وَبَعْضُهُمْ ۔۔۔ مَـذِقُ الـلِّسَـانِ یَـقُـوْلُ مَـالَا یَفْعَلُ

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ جو کچھ تو کہتا ہے وہ کرتا ہے اور بعض غیر خالص زبان والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔

منصور یہ شعر سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا، اے ربیع معلوم ہوتا ہے تم نے اس کو ایک ہزار درہم نہیں دیئے۔ جاؤ ابھی دے دو۔

عباسیوں میں سے

اسحاق موصلی کہتے ہیں۔ کھانے پینے اور گانا سننے کے وقت منصور اپنے ندماء (شراب و جام کے ساتھی) کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتا تھا بلکہ اس کے اور ندماء کے درمیان ایک پردہ ہوتا تھا اور وہ پردے سے بیس گز کے فاصلے پر بیٹھا کرتے تھے اور منصور خود بھی اس پردے سے فاصلہ پر بیٹھا کرتا تھا۔ عباسیوں میں سے سب سے پہلے مہدی ہی اپنے ندماء کے ساتھ بیٹھا ہے۔

قثم کے معنی

صولی یعقوب بن جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ منصور نے قثم بن عباس عبداللہ بن عباس کو جو اس کی طرف سے یمامہ اور بحرین کا حاکم تھا' کہا کہ قثم کے معنی کیا ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ منصور نے کہا تیرا نام تو ہاشمی ہے مگر تو اس کے معنی نہیں جانتا۔ بخدا تو جاہل معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا اگر آپ بتا دیں تو نہایت مہربانی ہوگی۔ منصور نے کہا قثم اس شخص کو کہتے ہیں جو کھانے کے بعد سخاوت کرے اور چیزوں کو از خود لوگوں کو دے ڈالے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ منصور کو مکھیوں نے بہت تنگ کیا۔ اس نے مقاتل بن سلیمان کو بلا کر پوچھا ان مکھیوں کو خدا تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے؟ مقاتل نے کہا اس لیے تاکہ ظالموں کو ان کے ہاتھوں سے ذلیل کرے۔

کلیلہ' دمنہ اور اقلیدس

محمد بن علی خراسانی کہتے ہیں۔ منصور ہی سب سے پہلا خلیفہ ہے جس نے نجومیوں کو اپنا مقرب بنایا اور ان کے احکام پر عمل کیا اور سب سے پہلے اسی کے زمانے میں سریانی اور دیگر عجمی زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ کیا گیا' جیسا کہ کلیلہ دمنہ اور اقلیدس وغیرہ۔ سب سے پہلے اپنے غلاموں کو اسی نے حاکم بنایا' یہاں تک کہ اہل عرب پر بھی انہیں مقدم کیا اور اس کے بعد یہ رسم اس کثرت سے جاری ہوگئی اور عرب کی ریاست جاتی رہی۔

روایاتِ منصور

صولی کہتے ہیں۔ منصور اپنے زمانہ میں سب سے بڑا عالم حدیث اور نساب تھا اور اس نے علوم کے حاصل کرنے میں بڑی کوشش کی تھی۔

دائیں ہاتھ مبارک میں

ابن عساکر تاریخ دمشق میں روایت در روایت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

سوار! نجات' پیچھے! ہلاک

صولی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس میں سوار ہو گیا' نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا ہلاک ہوا۔

اس کے باوجود

صولی نے ہی روایت درروایت ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جب ہم نے کسی شخص کو امیر بنایا اور اس کی تنخواہ مقرر کی اور اس کے باوجود جو کچھ اس کے پاس آیا اس نے کھا لیا' تو وہ خائن ہے۔

قسم کھا کر کہتا ہے

یحیٰی بن حمزہ حضرمی اپنے باپ سے راوی ہے۔ مہدی نے مجھے قاضی بنایا اور کہا اجراء احکام میں سختی کرنا کیونکہ میں نے اپنے والد (منصور) سے سنا ہے رسول پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہے میں دنیا اور آخرت میں ظالم سے انتقام لوں گا اور اس سے بھی انتقام لوں گا جس نے کسی مظلوم کو دیکھا اور قدرت کے باوجود اس کی مدد نہ کی۔

سبب ونسب

صولی نے روایت کرتے کرتے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے علاوہ سبب ونسب قیامت کے دن قطع ہو جائینگے۔

سفر نہ کرو

صولی روایت درروایت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے چاند کی آخری تین راتوں میں اور چاند کے برج عقرب میں ہوتے وقت سفر نہ کیا کرو۔

حسب ذیل علماء خلافت منصور میں فوت ہوئے:

ابن مقفع' سہل بن ابی صالح' علاء بن عبدالرحمٰن' خالد بن یزید مصری فقیہہ' داؤد بن ابی ہند' ابو حازم' سلم بن دینار اعرج' عطاء بن ابی مسلم خراسانی' یونس بن عبید' سلیمان احول' موسیٰ بن عقبہ صاحب مغازی' عمرو بن عبیدہ معتزلی' یحیٰی بن سعید انصاری' کلبی' ابن اسحٰق' جعفر بن محمد صادق' اعمش' شبل بن عباد' محمد بن عجلان مدنی فقیہہ' محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ' ابن جریج' ابو حنیفہ' حجاج بن ارطاۃ' حماد الراویہ' روبہ شاعر' جریری' سلیمان تیمی' عاصم احول' ابن شبرمہ ضبی'

مقاتل بن حیان' مقاتل بن سلیمان' ہشام بن عروہ' ابوعمرو بن علاء' اشعب طماع' حمزہ بن حبیب زیات' اوزاعی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مہدی ابوعبداللہ محمد بن منصور

مہدی ابوعبداللہ محمد بن منصور 127 یا 126 ہجری میں قصبہ ایذج میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں موسیٰ بنت منصور حمیریہ تھی۔ مہدی نہایت سخی ممدوح خاص و عام' خوبصورت' محبوب رعیت اور صادق الاعتقاد شخص تھا۔ زندیقوں کے پیچھے ایسا پڑا کہ ان کو فنا کر کے چھوڑا۔ سب سے پہلے اسی نے زندیقوں اور ملحدوں کے خلاف کتاب الجدل فی الرد علی الزنادقۃ والملحدین لکھوائی۔

مہدی کی روایت حدیث

مہدی نے حدیث کی روایت اپنے باپ منصور اور مبارک بن فضالہ سے کی اور اس سے یحییٰ بن حمزہ' جعفر بن سلیمان ضبعی' محمد بن عبداللہ رقاشی' ابوسفیان' سعید بن یحییٰ حمیری نے کی۔

ذہبی کہتے ہیں۔ کسی شخص نے مہدی کی حدیث میں جرح و تعدیل نہیں کی اور ابن عدی عثمان سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ مہدی میرے چچا کا بیٹا ہے۔ اس سے محمد بن ولید مولیٰ ابن ہاشم اور وہ وضعی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ ذہبی نے مرفوعاً روایت کی ہے اور یہ حدیث ابن مسعود نے بیان کی ہے۔ مہدی کا نام میرے نام کے ساتھ اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)

آنکھوں میں آنسو

جب مہدی جوان ہوگیا تو اس کے باپ نے اسے طبرستان کا حاکم بنادیا اور بہت سے علماء کی شاگردی کرائی اور پھر اسے اپنا ولی عہد بنایا۔ جب منصور مرگیا تو لوگوں نے اس سے بیعت کی۔ اس نے بغداد میں آ کر خطبہ پڑھا اور کہا امیر بھی تم جیسا ایک شخص تھا۔ جب اسے بلایا گیا تو اس نے جواب دیا۔ اسے حکم کیا گیا تو اس نے اس کی اطاعت کی۔ یہ فقرہ کہنے پر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے کہا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے عزیزوں کے فراق میں روئے ہیں اور میں تو ایک بڑے شخص یعنی اپنے والد سے جدا ہوا ہوں اور ایک امر جسیم میری گردن میں ڈالا گیا ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ سے امیر کیلئے ثواب کی امید رکھتا ہوں اور

اسی سے مسلمانوں کی خلافت پر مدد چاہتا ہوں۔ اے لوگو! باطن و ظاہر میں ہماری اطاعت یکساں رکھو کہ ہم سے تمہیں آرام ملے گا اور تمہاری عاقبت اچھی ہوگی۔ جو شخص تم میں عدل پھیلائے اور ثقل و گرانی تم سے دور کرے اور تم پر سلامتی کو بنائے' اس کی اطاعت کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ بخدا میں اپنی تمام عمر بروں کو سزا دینے اور نیکوں پر احسان کرنے پر خرچ کر دوں گا۔

تقسیم کر دیا

نفطو یہ کہتے ہیں۔ جب خزانے مہدی کے قبضے میں آئے تو اس نے ان کو ردِ مظالم میں خرچ کر دیا اور بہت سے خزانوں کو ویسے ہی تقسیم کر دیا اور انہیں اپنے عزیز واقرباء اور غلاموں کو عطا کیا۔

کہتے ہیں۔ سب سے پہلے ابودلامہ نے مہدی کو خلافت کی مبارکباد دی اور اس کے باپ کی تعزیت کی اور یہ اشعار کہے:

عینای واحدة تری مسرورة بامیرها جذلی واخری تذرف

ترجمہ: میری آنکھیں عجیب نظارہ دیکھ رہی ہیں۔ ایک امیر حال کے باعث خوش ہے اور دوسری امیر سابق کی موت پر آنسو بہا رہی ہے۔

تبکی وتضحک تارة ویسؤها ماانکرت ویسرها ماتعرف

ترجمہ: ایک آنسو بہا رہی ہے اور دوسری ہنس رہی ہے۔ ایک کو امور ناپسندیدہ رنجیدہ کر رہے ہیں اور دوسری کو امور مرغوبہ خوش کر رہے ہیں۔

فیسؤها موت الخلیفة محرما ویسرها ان قام هذا الاراف

ترجمہ: ایک کو حالت احرام میں خلیفہ کا مرنا صدمہ پہنچا رہا ہے اور دوسری کو ایسے مہربان قائم مقام کا ہونا خوش کر رہا ہے۔

ما ان رایت کما رایت ولا اری شعرا اسرحه واخر ینتف

ترجمہ: میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا اور نہ دیکھوں گا آدھے بالوں کو کنگھی کر رہا ہوں اور دوسرے بال نوچے جا رہے ہیں۔

هلک الخلیفة بالدین محمد واتاکم من بعده من یخلف

ترجمہ: خلیفہ کا خاتمہ دین محمد ﷺ پر ہوا ہے اور اس کے بعد تم پر اس کا بیٹا مہدی خلیفہ ہوا ہے۔

اھدی لھذا اللہ فضل خلافۃ ولذاک جنات النعیم تزخرف

ترجمہ: خداوند تعالیٰ اس خلیفہ کو خلافت عطا فرمائے اور اس مرحوم کیلئے جنات نعیم آراستہ ہوں۔

159 ہجری میں مہدی نے اپنے دونوں بیٹوں سے موسیٰ ہادی کو اپنے اور ہارون الرشید کو ہادی کا ولی عہد مقرر کیا اور 160 ہجری میں ار بد غلبتہً فتح ہوا۔ اسی سال مہدی نے حج کیا اور کعبہ کے دربانوں نے اسے خبر دی کہ پردوں کی کثرت سے خوف ہے کہیں کعبہ کی عمارت ہی نہ گر پڑے۔ اس پر مہدی نے حکم دیا تمام پردے اتار دیئے جائیں اور صرف ہمارا بھیجا ہوا پردہ رکھا جائے۔ اس موقع پر مہدی کے لیے مکہ شریف میں برف لائی گئی۔ ذہبی کہتے ہیں۔ مہدی کے سوا اور کسی بادشاہ کے لیے برف مکہ میں مہیا نہیں کی گئی۔

مساجد میں مقصور

161 ہجری میں مہدی نے مکہ شریف کی سڑک، سرائیں اور حوض بنانے کا حکم دیا۔ نیز حکم دیا جامع مسجدوں میں مقصورے نہ بنائے جائیں اور منبروں کو چھوٹا کرنے میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منبر کے موافق بنانے کا حکم دیا۔

یمن سے دار الخلافہ تک

163 ہجری میں روم کا بہت سا حصہ فتح ہوا اور 166 ہجری میں مہدی قصر اسلام میں چلا آیا اور مدینہ شریف، مکہ شریف اور یمن سے لیکر دار الخلافہ تک خچروں اور اونٹوں کی ڈاک بٹھائی۔

بخشیں کیں

ذہبی کہتے ہیں۔ سب سے پہلے مہدی نے ہی حجاز سے عراق تک محکمہ ڈاک چلایا تھا۔ اسی سال میں مہدی زندیقوں کے پیچھے پڑ گیا اور ان سے بحثیں کیں اور کوئی نہ کوئی تہمت لگا کر انہیں قتل کر کے نیست و نابود کیا۔

توسیع مسجد حرام

167 ہجری میں مسجد حرام میں بڑی توسیع کی اور اس کا رقبہ بڑھایا اور کئی گھر خرید کر اس

میں داخل کیے۔

دروازے کی چوک

169 ہجری میں مہدی کا انتقال ہوا اور انتقال کے باعث یہ ہوا کہ ایک دن اس نے شکار کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ شکار ایک پرانے مکان میں جا گھسا۔ گھوڑا بھی بے تحاشا اس کے پیچھے گیا۔ مکان میں داخل ہوتے وقت مہدی کی کمر میں دروازے کی چوک لگی تو اسی وقت مر گیا اور یہ حادثہ 22 محرم کو ہوا۔ بعض کہتے ہیں اسے زہر دیا گیا تھا۔

مرثیہ مہدی

سلم خاسر نے مہدی کا مرثیہ ان اشعار میں کہا ہے:

وَبَاكِيَةٍ عَلَى الْمَهْدِى عَبْرىٰ ۔۔۔ كَانْ بِهَا وَمَا جَنَّتْ جُنُوْنَا

ترجمہ: بہت سی عورتیں مہدی پر آنسو بہا رہی ہیں اور اس طرح رو رہی ہیں گویا وہ دیوانی ہیں۔ مگر حقیقت میں دیوانی نہیں ہیں۔

وَقَدْ خَمَشْتُ مَحَاسِنَهَا وَ اَبْدَتْ ۔۔۔ غَدَائِرَهَا فَاظْهَرَتِ الْقُرُوْنَا

ترجمہ: انہوں نے اپنے چہروں کو نوچ لیا ہے اور اپنے سروں اور مینڈیوں کو برہنہ کر دیا ہے۔

لَئِنْ بُلِىَ الْخَلِيْفَةُ بَعْدَ عِزٍّ ۔۔۔ لَقَدْ اَبْقَىٰ مَسَاعِىَ مَا يَلِيْنَا

ترجمہ: اگر خلیفہ مر گیا ہے تو اسکے عمدہ اور زریں کا تو نہیں مرے بلکہ وہ باقی ہیں جو ہم بیان کرتے رہیں گے۔

سَلَامُ اللهِ عُدَّةَ كُلِّ يَوْمٍ ۔۔۔ عَلَى الْمَهْدِى حِيْنَ ثَوىٰ رَهِيْنَا

ترجمہ: جب تک مہدی قبر میں ہے اس پر دنوں کی تعداد کے موافق یعنی بے شمار اللہ کی رحمتیں وسلام ہوں۔

تَرَكْنَا الدِّيْنَ وَالدُّنْيَا جَمِيْعًا ۔۔۔ بِحَيْث ثوى امير المومنينا

ترجمہ: ہم نے دین ودنیا دونوں کو ایک جگہ چھوڑ دیا ہے جس جگہ امیر المومنین لئے ہوئے ہیں۔

صولی کہتے ہیں۔ جب مہدی نے اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا ولی عہد بنایا تو مروان بن حفصہ نے یہ شعر کہے:

عَقَدْتُ لِمُوْسىٰ بِالرِّصَافَةِ بَيْعَةً ۔۔۔ شَدَّ الْاِلٰهُ بِهَا عُرَى الْاِسْلَام

ترجمہ: موسیٰ کیلئے موضع اضافہ میں بیعت لی گئی جس سے خدا نے اسلام کا قبضہ مضبوط کرلیا۔

مُوْسَی الَّذِیْ عَرَفَتْ قُرَیْش فَضْلَهٗ　　وَلَهَا فَضِیْلَتُهَا عَلَی الْاَقْوَام

ترجمہ: موسیٰ وہ ہے جس کی فضیلت قریش کو معلوم ہے اور قریش کی فضیلت تمام قوموں پر۔

بِمُحَمَّدٍ بَعْدَ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ　　حَیِّی الْحَلَالُ وَمَاتَ کُلُّ حَرَام

ترجمہ: (قریش کی فضیلت) آنحضرت ﷺ کے بعد خلیفہ محمد سے ہے جس نے حلال اشیاء کو مروّج کیا اور حرام چیزوں کو بند کر دیا۔

مَهْدِیُّ اُمَّتهٗ الَّذِیْ اَمَسَتْ بِهٖ　　لِلذُّلِّ اٰمَنَتُهٗ وَلِلَا غُدَام

ترجمہ: اور وہ خلیفہ آپ کی امت کا مہدی ہے جس کے باعث یہ امت ذلت اور دشمنوں سے بے خوف ہوگئی ہے۔

مُوْسٰی اَوْلٰی عَصَا الْخِلَافَةَ بَعْدَهٗ　　جَفَّتْ بِذَاکَ مَوَاقِعُ الْاَقْلَام

ترجمہ: اور اس کے بعد موسیٰ عصاء خلافت کا والی ہے اور یہ بات لکھ کر قلمیں خشک ہوگئی ہیں۔ (یعنی اس میں ردّ و بدل نہیں ہوسکتا۔)

ایک اور نے کہا:

یَا ابْنَ الْخَلِیْفَةِ اِنَّ اُمَّةَ اَحْمَد　　تَاقَتْ اِلَیْکَ بِطَاقَةٍ اَهْوَائُهَا

ترجمہ: اے امیر کے فرزند ارجمند امت احمد یہ کی خواہشات تیری فرمانبرداری کا اشتیاق رکھتی ہیں۔

وَلَتَمْلَانَّ الْاَرْضَ عَدْلاً کَالَّذِیْ　　کَانَتْ تُحَدِّثُ اُمَّةُ عُلَمَاءَ هَا

ترجمہ: تمہیں چاہئے کہ زمین کو عدل و انصاف سے ایسا بھر دے جیسا کہ علماء امت بیان کرتے ہیں۔

حَتّٰی تَمَنّٰی لَوْ تَرٰی اَمْوَاتُهَا　　مِنْ عَدْلِ حُکْمِکَ مَا تَرٰی اَحْیَاءُ هَا

ترجمہ: حتیٰ کہ امت کے مردے تیرے عدل و انصاف کی زندوں کی طرح امید رکھیں۔

فَعَلٰی اَبِیْکَ الْیَوْمَ بَهْجَةُ مُلْکِهَا　　وَغَدَا عَلَیْکَ اِزَارُهَا وَرِدَائُهَا

ترجمہ: پس آج کے دن تیرے والد مرحوم پر پورے ملک میں خوشیاں ہیں اور کل تجھ پر

راحت کی چادر اور تہبند ہے۔

صولی بیان کرتے ہیں۔ ایک عورت نے مہدی کے پاس آ کر کہا یَا عَصْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُنْظُرْنِیْ حَاجَتِیْ (یعنی اے رسول پاک ﷺ کے وارث میری حاجت پر غور کر۔) مہدی نے یہ سن کر کہا میں نے یہ الفاظ کبھی کسی سے نہیں سنے' جاؤ' اس کی حاجت پوری کر دو اور دس ہزار درہم اسے بطور انعام دو۔

توبہ کرتا ہوں

قریش ختلی کہتے ہیں۔ صالح بن عبدالقدوس بصری بجرم زندقہ مہدی کے پاس لایا گیا' مہدی نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا میں اپنے اس عقیدے سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

مَا یَبْلُغُ الْاَعْدَاءُ مِنْ جَاهِلٍ مَا یَبْلُغُ الْجَاهِلُ مِنْ نَفْسِهٖ

ترجمہ: دشمنوں کو جاہل سے اتنا ضرر نہیں پہنچتا جتنا جاہل کو اپنے نفس سے نقصان پہنچتا ہے۔

وَالشَّیْخُ لَا یَتْرُکُ اَخْلَاقَهٗ حَتّٰی یُوَارِیَ فِیْ ثَرٰی رَمْسِهٖ

ترجمہ: بوڑھا کھوسٹ اپنے عادات چھوڑتا ہے' جب تک کہ وہ قبر میں نہ جا پڑے۔

موت تک

مہدی نے اسے معاف کر دیا۔ جب وہ دروازے تک پہنچا تو اسے پھر واپس بلایا اور کہا تم نے یہ بات نہیں کہی۔ وَالشَّیْخُ لَا یَتْرُکُ اَخْلَاقَهٗ (یعنی بوڑھا اپنی عادت نہیں چھوڑتا) اس نے کہا ہاں کہی ہے۔ مہدی نے کہا پھر تو بھی ایسا ہی ہے موت تک اپنے اخلاق سے دستبردار نہ ہوگا۔ پھر اس کے قتل کا حکم دیا۔

جھوٹے ہو

زہیر کہتے ہیں۔ مہدی کے پاس دس محدث آئے۔ ان میں فرج بن فضالہ اور غیاث بن ابراہیم بھی تھے اور مہدی کو کبوتر بازی کا شوق تھا۔ جب غیاث مہدی کے پاس لائے گئے تو ان سے کہا گیا امیر کو کوئی حدیث سنایئے۔ انہوں نے کہا فلاں شخص نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ سبقت یا گھوڑوں وغیرہ سم دار جانوروں میں ہوتی ہے اور یا تیروں میں یا پرندوں میں۔ مہدی نے یہ سن کر انہیں دس ہزار درہم دیئے۔ جب وہ چلنے لگے تو مہدی نے کہا تم

جھوٹے ہو اور یہ مال تم نے جلبہ سے لیا ہے۔ پھر حکم دیا سب کبوتر ذبح کیے جائیں۔

یہیں کے ہو

کہتے ہیں شریک مہدی کے پاس آیا تو مہدی نے اسے کہا تین باتوں سے ایک اختیار کر لو یا تو قضا اختیار کر لو یا میرے لڑکے کو پڑھاؤ۔ یا آج میرے ہاں دعوت کھاؤ۔ شریک نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا کہ ان تینوں باتوں میں کھانا کھانا آسان ہے۔ مہدی نے قسم قسم کے کھانے پکانے کا حکم دیا۔ طباخ (باورچی) شاہی نے کہا بس اب تم یہیں کے ہو چکے' چنانچہ ایسا ہی ہوا انہوں نے عہدۂ قضا بھی منظور کیا اور مہدی کے بیٹوں کو تعلیم بھی دی۔

طریقہ طلب علم

بغوی نے جعدیات میں حمدان اصفہانی سے روایت کی ہے۔ میں شریک کے پاس تھا اتنے میں مہدی کا بیٹا آ گیا اور تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اور کوئی حدیث دریافت کی۔ شریک نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اس نے دوبارہ پوچھا مگر کچھ جواب نہ ملا۔ شہزادے نے کہا آپ خلفاء کے بیٹوں کی تحقیر کرتے ہیں۔ شریک نے کہا یہ بات نہیں بلکہ اہل علم کے نزدیک علم کی شہزادوں کی نسبت زیادہ قدر ہے اور وہ اس کو ضائع نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر مہدی کا بیٹا دوزانوں ہو کر بیٹھا اور پھر ان سے پوچھا۔ شریک نے کہا ہاں یہ طلب علم کا طریقہ ہے۔

ذیل میں مہدی کے اشعار ہیں:

مَـا یَـکُفُّ الـنَّـاسُ عَـنَّـا مَـا یَـمِـلُّ الـنَّـاسِ مِـنَّـا
اِنَّـمَـا هِـمَّـتُـهُـمْ اَنْ یَـنْـبُـشُـوْ مَـا قَـدْ دَفِـنَّـا
لَـوْ سَـکَـنَّـا بَـاطِـنَ الْاَرْضِ لَـکَـانُـوْا حَـیْـثُ کُـنَّـا
وَهُـمْ ان کَـاشَـفُـونَـا فِـی الْهَـوٰی یـوم مـجـنـا

ترجمہ: لوگ اپنے آپ کو ہم سے باز نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ ہم سے ملول ہوتے ہیں۔ جب ان کا ارادہ اور محبت یہ ہے کہ ہمارے مردوں کو شفقت کی وجہ سے قبروں سے باہر نکالیں۔ اگر ہم زمین کے نیچے سکونت اختیار کریں تو وہ اس جگہ ضرور آئیں گے جہاں ہم ہوں یعنی وہ فرطِ محبت کے سبب ضرور ہمارے رفیق ہوں۔

پردہ ہی بہتر

اسحاق موصلی سے مروی ہے۔ ابتدائے خلافت میں مہدی بھی منصور کی طرح پردے میں بیٹھا کرتا تھا۔ مگر قریباً ایک سال کے بعد یہ طریقہ موقوف کردیا۔ بعضوں نے مشورہ دیا پردہ ہی بہتر ہے۔ مہدی نے کہا لذت تو آخر مشاہدہ میں ہی ہوا کرتی ہے۔

مہدی بن سابق سے مروی ہے۔ مہدی ایک جلوس میں جا رہا تھا۔ اس دوران ایک شخص نے بآواز بلند یہ اشعار پڑھے:

قُلْ لِلْخَلِيْفَةِ حَاتِمٌ "لَكَ خَائِنٌ" فَخَفِ الْإِلٰهَ وَاعْفُنَا مِنْ حَاتِمِ

ترجمہ: خلیفہ سے کہہ دو آپ کا حاتم خائن ہے۔ پس اللہ سے ڈرتے ہوئے اس ظالم کے ہاتھ سے مجھے رہا کرائے۔

اِنَّ الْعَفِيْفَ اِذَا اسْتَعَانَ بِخَائِنٍ كَانَ الْعَفِيْفُ شَرِيْكَهٗ فِي الْمَاٰثِمِ

ترجمہ: جب نیک کردار والا شخص خائن کی امداد کرے گا تو وہ بھی اس کے گناہ اور ظلم میں شریک ہوگا۔

مہدی نے یہ سن کر حکم دیا کہ عاملوں سے جس شخص کا نام حاتم ہو اُسے معزول کردو۔

ابوعبیدہ سے مروی ہے۔ مہدی جب بصرہ میں آتا تو پانچوں وقت کی نماز جامع مسجد میں آکر پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن نماز تیار تھی ایک اعرابی نے کہا میں چاہتا تھا کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں۔ لیکن میں نے ابھی تک وضو نہیں کیا تو مہدی نے حکم دیا اچھا اس کا انتظار کرو اور خود محراب میں داخل ہو کر کھڑا ہو گیا۔ جب لوگوں نے بتایا وہ شخص وضو کر کے آ گیا ہے' تب اس نے تکبیر تحریمہ کہی۔ لوگ یہ دیکھ کر اس کی وسیع الاخلاقی سے حیران ہو گئے۔

نام کو سن کر

ابراہیم بن نافع سے مروی ہے۔ بصرہ کے لوگوں میں ایک نہر پر تنازع ہو گیا اور وہ مہدی کے پاس آئے تو اس نے کہا یہ اللہ کی زمین جو ہمارے ہاتھوں میں ہے سب مسلمانوں کی ہے۔ اس لیے جب تک اسے کوئی خرید نہ لے اس کی قیمت تمام مسلمانوں پر تقسیم کی جائے۔ یا ان کی بہتری کے کاموں میں خرچ کی جائے۔ اس لیے اس کا کوئی حقدار نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے کہا اس پر ہمارا قبضہ حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا ہے جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس کی ہو جاتی ہے اور یہ زمینیں بنجر تھیں۔ مہدی آنحضرت ﷺ کے نام کو سن کر تعظیماً ایسا جھکا کہ اس کا رخسارہ زمین پر لگ گیا اور کہا کہ میں نے رسول پاک ﷺ کے حکم کو مان لیا ہے اور اس کی اطاعت کی ہے لیکن اس کے چاروں طرف پانی ہے۔ہاں اگر اس کے بنجر ہونے پر گواہ قائم ہو جائیں تو میں مان لیتا ہوں۔

اپنی ذات اور ملائکہ کو بھی

اصمعی سے مروی ہے۔ مہدی نے ایک دن بصرہ میں خطبہ پڑھا اور کہا خدا تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسا حکم دیا ہے جس میں اپنی ذات اور ملائکہ کو بھی شامل کیا ہے' چنانچہ فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (پ22 سورۃ الاحزاب آیت 56) ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے نبی پر۔ (ترجمہ از کنز الایمان۔ صاحبزادہ مبشر سیالوی)

امتوں پر فضیلت

جس طرح خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فضیلت دی ہے' اسی طرح تم میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کر تم کو اور امتوں پر فضیلت دی ہے۔

وفات پر

جب مہدی نے وفات پائی تو ابو العتاہیہ نے یہ شعر کہے:

رحن فی الموشی واصبحن علیھن المسوح

کل نکاح من الدھر لہ یوم نطرح

ترجمہ: انہوں نے پاکیزہ لباس میں شام کی اور صبح انہوں نے ٹاٹوں میں کی۔ زمانے کے ہر شخص کو وہ سخت پیش آنے والا ہے۔

لست بالباقی ولو عمرت ما عمر نوح

نح علی نفسک یامسکین ان کنت تنوح

ترجمہ: دنیا میں تجھے بقا نہیں۔ اگر چہ تجھے عمر نوح مل جائے۔ اگر تو گریہ وزاری کرتا ہے تو اے مسکین اپنے آپ پر گریہ وزاری کر۔

روایاتِ مہدی

صولی نے احمد بن محمد بن صالح تمار سے انہوں نے یحییٰ بن محمد قرشی سے اور انہوں نے محمد بن ہشام سے انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن مسلم مدائنی سے روایت کی ہے۔ مہدی نے ایک دن خطبہ میں کہا مجھے شعبہ نے حدیث سنائی اور انہیں علی بن زید نے انہیں ابونضرہ نے اور وہ ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں عصر سے لیکر غروب شمس تک خطبہ سنایا جسے بعضوں نے یاد رکھا اور بعضوں نے بھلا دیا۔ اس میں آپ نے فرمایا اے لوگو! دنیا میٹھی اور سرسبز دکھائی دیتی ہے۔

چھوٹا کرنا یہ ہے

صولی اسحٰق بن ابراہیم قزاز سے روایت در روایت ابن حفظ خطابی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مہدی کو کہتے سنا ہے مجھے میرے والد نے بسندہ حدیث بیان کی۔ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عجمیوں کا ایک وفد آیا جن کی ڈاڑھیاں منڈھی ہوئی اور مونچھیں دراز تھیں۔ آپ نے صحابیوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان کی مخالفت کیا کرو یعنی اپنی ڈاڑھیاں لمبی کیا کرو اور مونچھیں چھوٹی کیا کرو اور مونچھوں کا چھوٹا کرنا یہ ہے کہ ہونٹوں پر نہ گریں۔ پھر مہدی نے اپنا ہاتھ ہونٹ پر رکھ کر بتایا۔

تحقیق اور احتیاط کر

منصور بن مزحم یحییٰ بن حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مہدی نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی۔ نماز کے بعد میں نے پوچھا یہ آپ نے کیا کیا؟ اس نے کہا مجھ سے میرے والد نے بسندہ حدیث بیان کی۔ آنحضرت ﷺ نے نماز میں بسم اللہ بآواز بھی پڑھی ہے۔ میں نے کہا یہ حدیث ہم آپ کے اعتبار سے روایت کریں گے۔ مہدی نے کہا کہ ہاں بیشک۔

گھڑی ہوئی حدیثیں

ذہبی کہتے ہیں۔ اس حدیث کی اسناد متصل ہیں۔ لیکن احکام میں کسی شخص نے مہدی اور اس کے والد کی احادیث سے حجت نہیں پکڑی۔ صرف محمد بن ولید نے اسے روایت کیا ہے جس

کی بابت ابن عدی کہتے ہیں وہ حدیثیں وضع بنالیا کرتا تھا۔

مہدی کے عہد خلافت میں درج ذیل علماء فوت ہوئے:

شعبہ' ابن ذئب' سفیان ثوری' ابراہیم بن ادھم' داؤد طائی زاہد' بشار بن برد شاعر' حماد بن سلم' ابراہیم بن طہمان' خلیل بن احمد نحوی صاحب عروض۔

ہادی ابو محمد موسیٰ بن مہدی

ہادی ابو محمد موسیٰ بن مہدی بن منصور' اس کی والدہ ام ولد بربریہ تھی جس کا نام خیزران تھا۔ 147 ہجری میں رے میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے بعد خلیفہ ہوا۔

خواب اچھی طرح

خطیب کہتے ہیں۔ جس عمر میں یہ خلیفہ ہوا' اس میں کوئی خلیفہ نہیں ہوا اور یہ صرف ایک سال چند ماہ تخت نشین رہا۔ اس کے والد نے اسے زندیقوں کے قتل کرنے کی وصیت کی تھی جسے اس نے خوب اچھی طرح پورا کیا اور ان میں سے لاتعداد آدمیوں کو قتل کیا۔

موسیٰ اطبق

ہادی کو موسیٰ اطبق کہا جاتا تھا کیونکہ اس کا اوپر کا ہونٹ اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔ بچپن میں اس کے باپ نے ایک خادم اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ جب وہ اس کا منہ کھلا دیکھتا تو کہتا موسیٰ اطبق (یعنی اے موسیٰ اپنا منہ بند کر) اسی سے اس کا نام موسیٰ اطبق پڑ گیا۔

قادر الکلام

ذہبی کہتے ہیں۔ ہادی شراب پیا کرتا تھا اور کھیل کود میں مشغول رہا کرتا تھا۔ گدھے پر سواری کیا کرتا تھا اور امور خلافت کو صحیح طرح انجام نہ دے سکتا تھا۔ مگر اس کے باوجود اعلیٰ درجہ کا فصیح اور قادر الکلام ادیب تھا اور صاحب رعب و دبدبہ تھا۔ اور جبکہ بعض کہتے ہیں بڑا ظالم تھا۔

جنگی اوزار

ہادی ہی سب سے پہلا خلیفہ ہے جس کے سامنے سوار ننگی تلواریں اور نیزے اور چلوں میں تیر کھینچے ہوئے چلتے تھے۔ اسے دیکھ کر اس کے عمال نے بھی یہی انداز اختیار کیا۔ اس کے

زمانے میں جنگی اوزار بہت ہو گئے تھے۔

بانس کی جڑ

ہادی نے ربیع الاخریٰ 170 ہجری میں انتقال کیا۔ مؤرخین کا اس کی موت کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اس نے اپنے ایک ندیم کو دھکا دیا اور وہ پیٹ کے بل ایک کٹے ہوئے بانس کی جڑ پر گر پڑا اور گرتے ہوئے اس کا سہارا پکڑنے میں اسے بھی گرا دیا اور اس کے پیٹ میں اور اس کی ناک میں بانس گھس گیا اور دونوں مر کر رہ گئے۔ بعض کہتے ہیں۔ اس کے پیٹ میں ایک پھوڑا تھا اور بعض کہتے ہیں جب اس نے رشید کو قتل کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی ماں خیزران نے اسے زہر دلوا دیا تھا۔ بعض کہتے ہیں اس کی والدہ حاکمہ تھی اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں دخل دیا کرتی تھی۔ بہت سے امراء و وزراء صبح کو اس کے دروازے پر جایا کرتے تھے۔ ہادی نے منع کر دیا اور اپنی والدہ کو سخت سست باتیں کہیں اور کہا اگر آج کے بعد تمہارے دروازے پر کوئی امیر مجھے نظر آیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تیرا کام چرخہ کاتنا یا قرآن شریف پڑھنا ہے۔ خیزران سخت غصہ میں اٹھ کر چلی آئی۔

کپڑا ڈال کر

کہتے ہیں اسی روز ہادی نے اس کے پاس مسموم (زہریلا) کھانا بھیجا۔ وہ اس نے کتے کو ڈلوایا تو وہ مر گیا۔ اس پر ماں نے بیٹے کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک روز ہادی شدتِ بخار میں لیٹا ہوا تھا' خیزران کے اشارے سے اس کے منہ پر کپڑا ڈال کر سانس بند کر دیا گیا جس سے وہ مر گیا۔ اس نے اپنے پیچھے سات بیٹے چھوڑے۔ ہادی اشعار بھی کہا کرتا تھا' چنانچہ جب اس کے بھائی ہارون نے اپنے آپ کو معزول کرنے سے انکار کیا تو ہادی نے یہ اشعار کہے:

نَصَحْتُ لِهَارُوْنَ فَرَدَّ نَصِيْحَتِيْ   وَكُلُّ امْرِءٍ لَا يَقْبَلُ النُّصْحَ نَادِمٌ

ترجمہ: میں نے ہارون کو نصیحت کی مگر اس نے میری نصیحت کو رد کر دیا لیکن جو نصیحت قبول نہیں کرتا وہ شرمندہ ہوتا ہے۔

وَادْعُوْهُ لِلْاَمْرِ الْمُؤَلَّفِ بَيْنَنَا   فَيَبْعُدُ عَنْهُ وَهُوَ فِيْ ذَاكَ ظَالِمٌ

ترجمہ: اور میں اسے اس امر کیلئے جو ہمارے درمیان مجوز تھا' بلایا مگر اس نے اس سے اعراض کیا اور دور ہوا اور وہ اس اعراض کرنے میں ظلم کرنے والا ہے۔

وَلَوْ لَا انْتِظَارِیْ مِنْهُ یَوْمًا اِلٰی غَدٍ لَعَادَ اِلٰی مَا قُلْتُهٗ وَهُوَ رَاغِمٌ

ترجمہ: اگر میں اپنے کام میں ایک دن تاخیر نہ کرتا تو وہ ذلت وخواری سے پھر اس کام کو قبول کرتا۔

خطیب نے فضل سے روایت کی ہے۔ہادی ایک شخص پر ناراض ہوا۔ پھر اس کی کسی نے سفارش کی تو وہ اس سے راضی ہوگیا۔ وہ شخص معذرت کرنے لگا تو ہادی نے کہا معذرت کی تکلیف کے عوض یہ رضا ہی کافی ہے۔

سخاوت وسیاست

عبداللہ بن مصعب سے مروی ہے۔ مروان بن حفصہ ہادی کے پاس آیا اور ایک قصیدہ مدحیہ پڑھ کر سنایا۔ جب اس شعر پر پہنچا:

تَشَابَهَ یَوْمًا بَأْسُهٗ وَنَوَالُهٗ فَمَا اَحَدٌ یَدْرِیْ لِاَیِّهِمَا الْفَضْلُ

ترجمہ: خلیفہ مہدی کی سخاوت وسیاست فی زمانہ ایسی متشابہ ہوگئی ہے' کوئی پہچان نہیں سکتا کہ ان میں سے کون بہتر ہے۔

دونوں رقمیں

تو ہادی نے کہا دونوں باتوں سے کونسی پسند کرتے ہو؟ تیس ہزار فوراً وصول کر لینے کو یا ایک لاکھ خزانے سے وصول کرنے کو۔ مروان نے کہا تیس ہزار نقد مل جائیں اور لاکھ کا حکم نامہ لکھ دیا جائے۔ ہادی نے کہا اچھا تمہیں دونوں رقمیں فوراً مل جائیں گی۔

دو بادشاہِ خلافت

صولی کہتے ہیں۔ ہادی اور رشید کی والدہ خیزران اور ولید کی اور سلیمان کی والدہ بنت عباس عبسیہ اور ولید بن عبدالملک' یزید ناقص اور ابراہیم کی والدہ شاہین بنت فیروز بن یزدجرد بن کسریٰ کے سوا اور کسی کے بطن سے دو بادشاہِ خلافت پیدا نہیں ہوئے۔ مصنف کہتے ہیں ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ یعنی بائی خاتون متوکل اخیر کی کنیزک جس سے عباس وحمزہ پیدا ہوئے اور وہ دونوں تخت خلافت پر بیٹھے اور اسی کی لونڈی موسومہ کزل جس کے دو بیٹے داؤد اور سلیمان تخت کے والی ہوئے۔ اس کے بعد صولی لکھتے ہیں۔ جرجان سے لیکر بغداد تک ہادی کے علاوہ

کسی اور خلیفہ نے ڈاک کا نظام قائم نہیں کیا۔

ہادی کی مہر پر (اللہ ثقتہ موسیٰ و بہ یومن) کندہ تھا۔ صولی کہتے ہیں سلم خاسر نے ہادی کی مدح میں یہ اشعار کہے ہیں:

مُوْسَى الْمَطَرُ غَيْثٌ" بكر ثُـمَّ انْهَمَـرَ اَلْوَیْ الْمَـرَرْ

ترجمہ: موسیٰ بادل ہے جو صبح کے وقت برسا' اس نے پھر بخشش کی اور کڑواہٹ کو مٹھاس بنا دیا۔

كَـمْ اِعْتَسَـرُ وَكَـمْ قَـدَرُ ثُـمَّ غَـفَـرُ عَـدْلَ السَّيَـرُ

ترجمہ: بسا اوقات وہ دشمنوں پر دشوار ہوا اور بہت غلبہ پایا مگر پھر معاف کر دیا۔ اس کے تمام افعال حلاوت وعدل کے ساتھ ہیں۔

بَـاقِـي الْاَثَـرُ خَيْـر" وَّ شَرُ نَـفْـع" وَ ضَـرُ خَيْرُ الْبَشَرُ

ترجمہ: اس کا نشان باقی رہا۔ بھلائی کا نشان دوستوں کیلئے اور برائی کا نشان دشمنوں کیلئے سب سے اچھا ہے۔

فَـرْع" مُضَـرُ بَدُر" بَدَرُ لِـمَـنْ نَـظَـرُ هُـوَ الْـوَزَرُ

ترجمہ: وہ قبیلہ مضر سے ہے۔ چاند ہے' اس کیلئے جس نے دیکھا وہ پناہ گاہ ہے۔

لِـمَـنْ حَـضَـرُ وَالْـمُفْتَخَرُ لِـــمَـــنْ غَبَــــرُ

ترجمہ: ہمارے نزدیک وہ کسی کیلئے حاضر ہوئے ہیں اور گزرے ہوؤں کیلئے فخر ہے۔

یہ قصیدہ بحر مستفعلن پر ہے اور سلم خاسری اس کا موجد ہے۔ اس سے پہلے کسی شاعر نے اس وزن پر شعر نہیں کہا۔

فضول شعر

صولی سعید بن سلم سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے امید ہے خدا تعالیٰ اس ایک بات کے بدلے بخش دے گا جو میں نے اس سے سنی وہ یہ کہ ایک روز میں اس کے پاس گیا تو ابو الخطاب سعدی اپنا قصیدہ مدحیہ اسے سنا رہا تھا۔ جب وہ اس شعر پر پہنچا:۔

يَـا خَيْـرَ مَنْ عَقَدَتْ كَفَاهُ حَجزَتهٗ وَخَيْـرَ مَنْ قَـلَّـدَتْــهُ اَمرَهَـا مضرُ

ترجمہ: اے ان تمام لوگوں سے بہتر جنہوں نے ہاتھ کمر پر باندھے ہیں اور اے ان

لوگوں سے بہتر جن کے ہاتھوں مضر قبیلہ نے حکومت کی لگام دیدی ہے۔

ہادی نے کہا یہ تو تم نے بہت فضول شعر کہا ہے اور یہ اس واسطے کہا ہے کہ شاعر نے اپنے شعر میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ میں نے کہا اے امیر اس کا مطلب زمانہ موجودہ کے لوگوں سے ہے۔ شاعر نے سوچ کر کہا:

إِلَّا النَّبِيَّ رَسُولٌ أَنَّ لَهُ ۔۔۔ فَضْلاً وَأَنْتَ بِذَاكَ الْفَضْلِ تَفْتَخِرُ

ترجمہ: مگر رسول کریم ﷺ کیونکہ ان کی بزرگی تو ظاہر ہے اور آپ ان کی بزرگی سے ہی فخر کرتے ہیں۔

ہادی نے کہا اب تم نے خوب کہا ہے۔ پھر اسے پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

یہ ثواب و رحمت

مدائنی کہتے ہیں۔ ہادی نے ایک شخص کے بیٹے کے مرنے پر اس کی تعزیت اور افسوس کرتے ہوئے کہا خدا نے تمہیں خوش کیا تھا اور وہ فتنہ اور بلا تھی اور تمہیں غمگینی کی صورت حال پیش آئی ہے اور یہ ثواب و رحمت ہے۔

صولی کہتے ہیں سلم خاسر نے ہادی کے بارے ایسے اشعار کہے ہیں جو ماتم پرسی اور تہنیت (مبارکباد) کو جامع ہیں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

اشعار

لَقَدْ قَامَ مُوسٰی بِالْخَلَافَةِ وَالْهُدٰی ۔۔۔ وَمَاتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مُحَمَّدٌ

ترجمہ: موسیٰ خلافت وہدایت پر قائم ہو گیا اور امیر المومنین محمد فوت ہو گیا۔

فَمَاتَ الَّذِي عَمَّ الْبَرِيَّةَ فَقْدُهُ ۔۔۔ وَقَامَ الَّذِي يَكْفِيكَ مَنْ يَتَفَقَّدُ

ترجمہ: پس مراد وہ شخص جس کا معدوم ہونا تمام جہان کو شامل ہے اور اس کے قائم مقام وہ شخص ہو جو اس معدوم کی جانب سے کفایت کرتا ہے۔

مروان بن ابی حفصہ نے بھی ایسے ہی شعر کہے ہیں:

لَقَدْ أَصْبَحَتْ تَخْتَالُ فِي كُلِّ بَلْدَةٍ ۔۔۔ بِقَبْرِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ الْمَقَابِرُ

وَلَوْ لَمْ تُسَكِّنْ بِابْنِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ ۔۔۔ لَمَا بَرِحَتْ تَبْكِي عَلَيْهِ الْمَنَابِرُ

وَلَوْ لَمْ يَقُمْ مُوْسٰى عَلَيْهَا لَوَجَعَتْ حَنِيْنًا كَمَا حَنَّ الصَّفَايَا الْعَشَائِرُ

ترجمہ: ہر شہر کی قبریں امیر المومنین کی قبر پر خوشی کا اظہار کر رہی ہیں۔ اگر امیر المومنین کی موت کے بعد منبروں کو اس کے بیٹوں سے تسکین نہ دی جاتی تو وہ ہمیشہ روتے ہی رہتے اور اگر موسیٰ ان منبروں پر نہ کھڑا ہوتا تو وہ احیاء واقرباء کی طرح دردناک ہوتے۔

رنگ فق

صولی نے محمد بن زکریا سے اور انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن مکی سے روایت کی ہے کہ ہم ہادی کے سامنے اس بات پر گواہ پیش ہوئے کہ فلاں شخص نے قریش کو سخت وسست کہا ہے اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اس پر ہادی نے ہمیں بٹھا کر فقہاء اور مدعا علیہ کو بلایا اور پھر ہم نے شہادت دی تو مہدی کا رنگ فق ہو گیا اور تھوڑی دیر سرنگوں رہ کر سر اٹھایا اور کہا میں نے اپنے والد مہدی سے بسندہ سنا ہے عبداللہ بن عباس نے فرمایا جس نے قریش کی اہانت کی' خدا تعالیٰ اس کی اہانت کرے گا۔ پھر مدعا علیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے دشمن خدا تو نے قریش کی اہانت پر ہی بس نہیں کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی ہے۔ جاؤ اس کی گردن اڑا دو۔ خطیب نے اسے بسندہ صولی سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ایک اور طریقے سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔ ہادی کے زمانے میں نافع قاریٔ اہل مدینہ وغیرہ کا انتقال ہوا۔

ابو جعفر ہارون الرشید

ابو جعفر ہارون الرشید بن مہدی محمد بن منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اپنے والد کی وصیت کے موافق اپنے بھائی ہادی کے بعد ہفتہ کی رات 16 ربیع الاول 170 ہجری میں خلیفہ ہوا۔ صولی کہتے ہیں اسی رات کو عبداللہ مامون پیدا ہوا اور کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ایک رات میں ایک خلیفہ مرے اور دوسرا تخت پر بیٹھے اور تیسرا پیدا ہو۔ پہلے اس کی کنیت ابو موسیٰ تھی' بعد میں ابو جعفر ہوئی۔ اس نے اپنے باپ' دادا اور مبارک بن فضالہ سے حدیث روایت کی ہے۔ اس سے اس کے بیٹے مامون وغیرہ نے روایت کی ہے۔ یہ ایک متمیز خلیفہ اور بادشاہان دنیا سے ایک بڑا بادشاہ اور بہت جنگ و حج کرنے والا گزرا ہے' چنانچہ ابو العلاء اس کی

صفت میں کہتا ہے

فَمَنْ یَّطْلُبُ لِقَائَکَ اَوْ یُرِدْهُ فَبِالْحَرَمَیْنِ اَوْ اَقْصَی الثُّغُوْرِ

فَفِیْ اَرْضِ الْعَدُوِّ عَلٰی طِمِرٍّ فَفِیْ اَرْضِ الْبَرِیَّةِ فَوْقَ کُوْرٍ

ترجمہ: یعنی جو شخص آپ کے دیدار کی خواہش کرے تو اسے چاہیئے کہ حرمین میں یا حدودِ جنگ میں آپ سے ملاقات کرے۔ دشمن کی زمین میں تو آپ کو تیز رفتار گھوڑے پر پائے گا اور زمینِ پاکیزہ (یعنی حرمین شریفین) میں اونٹ کی کوہان پر دیکھے گا۔

پیدائش ہارون الرشید

ہارون الرشید 148 ہجری میں بمقام رے اس وقت پیدا ہوا جبکہ اس کا والد رے اور خراسان کا حاکم تھا۔ اس کی والدہ ام الولد تھی جس کا نام خیزران تھا۔ ہادی کی ماں بھی وہی تھی۔ مروان بن ابی حفصہ اسی کی تعریف میں بیان کرتا ہے:

یَا خَیْزَرَانُ هُنَاکَ ثُمَّ هُنَاکَ اَمْسٰی یَسُوْسُ الْعَالَمِیْنَ اَبْنَائُکِ

ترجمہ: خیزران تجھے مبارک ہو اور پھر مبارک ہو کہ تیرے بیٹے تمام جہان پر حکمرانی کر رہے ہیں۔

اگر قابو میں آجائے

ہارون الرشید گورا، لمبا، خوبصورت، فصیح البیان عالم اور ادیب شخص تھا۔ اپنے زمانہ خلافت میں مرتے دم تک ہر روز سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتا تھا اور بیماری کے علاوہ کبھی ناغہ نہیں کرتا تھا۔ ہر روز اپنے موروثی مال سے ایک ہزار درہم خیرات کیا کرتا تھا۔ اہل علم اور علم کو دوست رکھتا تھا۔ حرمات اسلام کی عزت کرتا تھا۔ ریا کاروں اور ایسے کلام کا جو نقل کے خلاف ہو سخت دشمن تھا، چنانچہ جب اسے اطلاع ملی کہ بشر مریسی خلق قرآن کا قائل ہے تو کہنے لگا۔ اگر وہ میرے قابو میں آجائے تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔ وعظ میں اپنے گناہوں اور اسراف کو یاد کر کے اکثر رویا کرتا تھا۔ اپنی مدح کو پسند کرتا تھا اور اس پر بہت انعام دیا کرتا تھا۔ خود بھی شاعر تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس مرہ بن سماک واعظ آیا تو اس نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی تو ابن سماک نے کہا بادشاہت میں آپ کی تواضع آپ کے شرف سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ابن سماک نے وعظ کیا اور ہارون رشید کو خوب رلایا۔

بہت سخت مصائب

ہارون بنفس نفیس فضیل بن عیاض کے ہاں آیا جایا کرتا تھا۔ عبدالرزاق کہتے ہیں ایک روز مکہ شریف میں فضیل بن عیاض کے پاس تھا۔ ہارون رشید پاس سے گزرا۔ فضیل بن عیاض نے کہا اے لوگو! تم اس شخص کو برا سمجھتے ہو حالانکہ یہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر یہ مر گیا تو تمہیں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

عجیب جان کر

ابو معاویہ ضریر کہتے ہیں۔ میں جب کبھی ہارون رشید کے سامنے آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتا تو وہ کہتا صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِیْ اور ایک دفعہ میں نے اس کو آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث سنائی کہ "میں چاہتا ہوں کہ راہِ خدا میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔" یہ سن کر ہارون زاروقطار رونے لگا پھر ایک دن میں نے اسے یہ حدیث سنائی حضرت موسیٰ اور آدم علیہما السلام کی بحث ہوئی اور اس وقت ہارون الرشید کے پاس قریش میں سے ایک معزز شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا وہ ان کو کہاں ملے تھے؟ یہ سن کر ہارون رشید نہایت برافروختہ ہوا اور کہنے لگا تلوار اور درہ حاضر کرو۔ یہ شخص زندیق ہے۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں طعن کرتا ہے۔ میں نے بہ مشکل تمام یہ کہہ کر کہ انہوں نے اسے عجیب بات سمجھ کر پوچھا ہے۔ خلیفہ کا غصہ فرو کیا۔

ہاتھ دھلائے

ابو معاویہ سے ہی مروی ہے۔ ایک روز میں نے رشید کے ہاں کھانا کھایا۔ کسی شخص نے میرے ہاتھ دھلانے کے لیے پانی ڈالا اور پھر رشید نے کہا تم جانتے ہو کس نے تمہارے ہاتھ دھلائے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ رشید نے کہا اکرام علم کی خاطر میں نے خود آپ کے ہاتھ دھلائے ہیں۔

رونے والے

منصور بن عمار کہتے ہیں۔ ذکر خدا کے وقت تین شخصوں سے بڑھ کر رونے والا میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ ایک فضیل بن عیاض، دوسرا ہارون الرشید اور تیسرا ایک اور شخص۔

امت کی بابت

عبداللہ قواریری کہتے ہیں۔ جب ہارون رشید فضیل کو ملا تو وہ کہنے لگا کہ اے نیک بخت تمہیں ہی قیامت کے روز جبکہ تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے' اس امت کی بابت سوال ہوگا۔

حکم تعزیت

ہارون رشید کے محاسن اخلاق کی یہ حالت تھی جب اسے ابن مبارک کی خبر مرگ ملی تو مجلس عزا (تعزیت کی مجلس) میں بیٹھ گیا اور اپنے امراء کو ان کے افسوس کیلئے حکم دیا۔

اتنا زیادہ انعام

نفطو یہ کہتے ہیں۔ رشید اپنے دادے ابو جعفر کے قدم بقدم چلتا تھا۔ مگر حریص نہ تھا بلکہ اس سے بڑھ کر کوئی خلیفہ صحیح ہوا ہی نہیں' چنانچہ سفیان بن عینیہ کو ایک دفعہ اس نے ایک لاکھ روپے عطا کیے اور اسحٰق موصلی کو ایک دفعہ دولاکھ روپے انعام میں دیئے اور مروان بن ابی حفصہ کو ایک قصیدہ پر پانچ ہزار دینار' ایک خلعت اور اپنی خاص سواری کے گھوڑوں سے ایک گھوڑا اور دس رومی غلام عطا کیے۔

جب لوگ چلے گئے

اسماء کہتے ہیں۔ رشید نے ایک دفعہ مجھے کہا ہم سے غافل ہو کر ہم پر جفا کیوں کرتے ہو۔ میں نے کہا اے امیر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی جلدی میں' میں کسی شہر میں نہیں ٹھہرا۔ جب لوگ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے یہ شعر پڑھا:

كَفَاكَ كَفٌّ مَا تَلِيقُ بِدِرْهَمٍ وَاُخْرٰى تُعْطِى بِالسَّيْفِ الدِّمَآءَ

ترجمہ: آپ کو ایسی ہتھیلی ہی کافی ہے جو ایک درہم بھی اپنے پاس نہیں رکھتی اور دوسری (یعنی ہتھیلی) تلوار سے دشمنوں کے خون کو بہاتی ہے۔

وہ اسے سن کر کہنے لگا تم نے خوب کہا ہے۔ اسی طرح ظاہر میں میری عزت کیا کرو اور خلوت میں مجھے پند و نصائح کیا کرو۔ پھر مجھے پانچ ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔

مسجد حرام سے

مسعودی مروج میں لکھتے ہیں۔ رشید نے بحیرۂ روم اور بحر قلزم کے ملانے کا ارادہ کیا تھا۔

مگر یحییٰ بن خالد برامکی نے منع کیا اور کہا پھر کفار مسلمانوں کو مسجد حرام سے جھپٹ لے جایا کریں گے اور حجاز تک اپنے جہاز لے آئیں گے۔ یہ سن کر رشید نے اس ارادے کو فسخ کر دیا۔

زبیدہ نیک عورت

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔ جیسے آدمی ہارون رشید کو ملے تھے کسی کو نہیں ملے۔ خاندان برامکہ سے اس کے وزیر تھے اور ابو یوسف جیسا شخص اس کا قاضی تھا اور مروان بن ابی حفصہ جیسا شخص اس کا شاعر تھا اور عباس بن محمد جیسا شخص اس کا ندیم تھا اور فضل بن ربیع جیسا عظیم القدر شخص اس کا حاجب تھا اور ابراہیم موصلی جیسا گویا اس کا مغنی تھا اور زبیدہ جیسی نیک عورت اس کی بیوی تھی۔ بعضوں نے کہا ہے ہارون الرشید کا زمانہ ایک دلہن کی طرح تھا۔

کئی دفتر

ذہبی کہتے ہیں۔ ہارون الرشید کے حالات لکھنے کے لیے کئی دفتر درکار ہیں۔ اس کی نیکیاں بے شمار ہیں اور اس کے ساتھ اس کے لہو و لعب، حصول لذات ممنوعہ اور گانا سننا وغیرہ کے حالات کی بھی کمی نہیں۔ خدا اس کو معاف فرمائے۔

وفات علمائے کرام

حسب ذیل علمائے امت نے اس کے عہد میں انتقال کیا۔

مالک بن انس، لیث بن سعد، قاضی ابو یوسف شاگرد رشید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، قاسم بن معن، مسلم بن خالد زنجی، نوح الجامع، حافظ ابو عوانہ لشکری، ابراہیم بن سعد زہری، ابو اسحاق فزاری، ابراہیم بن ابی یحییٰ شیخ الشافعی، اسد کوفی جو اصحاب ابو حنیفہ سے تھے، اسمٰعیل بن عیاش، بشر بن مفضل، جریر بن عبدالحمید، زیاد بکائی، سلیم مقری صاحب حمزہ، سیبویہ امام العربیہ، ضیغم زاہد، عبداللہ عمری زاہد، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن ادریس کوفی، عبدالعزیز بن ابی حازم، دراوردی، کسائی شیخ القراء والنحاۃ، محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ، علی بن مسہر، غنجار، عیسیٰ بن یونس سبیعی، فضیل بن عیاض، ابن السماک واعظ، مروان بن ابی حفصہ شاعر، معافی بن عمران موصلی، معتمر بن سلیمان، مفضل بن فضالہ قاضی مصر، موسیٰ کاظم، موسیٰ بن ربیعہ، ابو الحکم مصری جو اولیاء سے تھے۔ نعمان بن عبدالسلام اصفہانی، ہشیم، یحییٰ بن ابی زائدہ، یزید بن زریع، یونس بن حبیب نحوی، یعقوب بن عبدالرحمٰن قاری مدینہ، صعصعہ بن سلام عالم اندلس، عبدالرحمٰن بن قاسم، عباس بن

احنف شاعر' ابوبکر بن عیاش مقری' یوسف بن ماجشون وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

کانپتے ہوئے

175 ہجری میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ عبداللہ بن مصعب زہری نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن علوی پر خلیفہ کے معاملہ میں تہمت لگائی کہ اس نے مجھے رشید کے برخلاف بغاوت کرنے کے لیے کہا ہے۔ پس یحییٰ نے رشید کے سامنے اس سے مباہلہ کیا اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کہا کہو اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یحییٰ نے امیر کے برخلاف مجھے بغاوت کے لیے نہیں بلایا تو مجھے نیست و نابود کردے۔ زبیری نے ان کلمات کو بہت مشکل سے کانپتے ہوئے ادا کیا۔ پھر اسی طرح یحییٰ نے بھی کہا۔ پھر دونوں چلے آئے' چنانچہ زبیر اسی روز مر گیا۔

چوٹی گر پڑی

176 ہجری میں امیر عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح عباسی نے شہر دبسہ فتح کیا۔

179 ہجری میں ماہ رمضان میں رشید نے عمرہ کیا اور پھر اسی احرام سے حج کیا اور مکہ شریف سے عرفات تک پا پیادہ (پیدل) سفر کیا۔ 180 ہجری میں سخت زلزلہ آیا جس سے اسکندریہ کے منارہ کی چوٹی گر پڑی۔ 181 ہجری میں قلعہ صفصاف غلبتہً فتح ہوا اور 183 ہجری میں اہل خزرج نے آرمینیہ پر حملہ کیا اور بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قید بھی کر لیا' جن کی تعداد قریباً ایک لاکھ تھی۔ یہ ایسا واقعہ تھا جس کی مثال اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔

رعب و دبدبہ

187 ہجری میں ہارون رشید کے پاس بادشاہِ روم ایقفور نامی کا خط آیا جس میں اس نے اس عہدنامہ کو توڑ دیا جو مسلمانوں اور ملکہ زنبی کے مابین ہوا تھا۔ اس خط کی عبارت یہ تھی "از جانب ایقفور بادشاہِ روم بنام ہارون الرشید بادشاہِ عرب! واضح ہو جو ملکہ ہم سے پہلے گزری ہے' گو اس کی وہی حیثیت تھی جو شطرنج میں رخ کی ہوتی ہے لیکن آخر ضعیف الرائے عورت تھی۔ بہت سا مال و اموال تمہارے سپرد کر کے بمنزلہ ایک ادنیٰ پیادے کے ہو گئی۔ اب تمہیں لازم ہے جو کچھ اس کے مال و اموال تمہیں ملے ہیں' وہ فوراً واپس کر دو' ورنہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔" جب رشید نے اس خط کو پڑھا تو ایسا آگ بگولا ہوا کسی کو اس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی تاب نہ رہی اور وزراء اور امراء ڈر کے مارے اس کے

سامنے سے اٹھ گئے۔ہارون رشید نے وہیں قلم دوات لے کر اسی خط کی پشت پر لکھا:

بسم اللہ الرحمان الرحیم

''از جانب امیر المومنین بنام ایقفور سگ روم! اے کافرہ کے بیٹے میں نے تیرا خط پڑھا۔اس کا جواب اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا' سننے کی ضرورت نہیں۔''

پھر اسی روز ہارون رشید لشکر کو لے کر روانہ ہو گیا اور ہرقل کے شہر پر پہنچ کر ایک خونریز جنگ کے بعد فتح پائی۔بادشاہِ روم نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور خراج دینا قبول کر لیا۔ہارون رشید نے بھی اسے منظور کر لیا اور واپس چلا آیا۔لیکن ابھی رقہ ہی میں پہنچا تھا کہ کتے ایقفور نے یہ خیال کر کے کہ اب سردیوں کے باعث رشید حملہ کی زحمت نہیں اٹھائے گا' عہد نامہ کو توڑ دیا اس خبر کو خلیفہ تک پہنچانے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔آخر عبداللہ تیمی نے ان اشعار میں یہ خبر سنائی۔

نَقَضَ الَّذِیْ اَعْطَیْتَهٗ یَقْفُوْرٗ فَعَلَیْهِ دَائِرَةُ الْبَوَارِ تَدُوْرُ

ترجمہ: ایقفور نے اپنے عہد کو توڑ دیا ہے اور بس اب اس پر ہلاکت کی چکی گھومے گی۔

اَبْشِرْ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِنَّهٗ غُنْمٌ اَتَاکَ بِهِ الْاِلٰهُ کَبِیْرٗ

ترجمہ: اے امیر المومنین! تو اس بات سے خوش ہو کیونکہ وہ لوٹ کا مال ہے جو تجھے خدا نے عطا نہ کیا ہے۔

اور ابوالعتاہیہ نے بھی کچھ اشعار کہے تو ہارون رشید نے تعجب سے پوچھا کیا اس نے واقعی ایسا کر دیا ہے۔آخر پھر سخت مشقت اٹھا کر روم میں پہنچا اور یقفور کو تباہ کر کے چھوڑا۔اسی فتح پر ابوالعتاہیہ نے یہ شعر کہے ہیں۔

اَلَا بَادَتْ هِرَقْلَةُ بِالْخَرَابِ مِنَ الْمَلِکِ الْمُوَفَّقِ لِلصَّوَابِ

ترجمہ: بادشاہ ہرقل ہمارے بادشاہ کے فخر سے جسے صواب کی توفیق عطا کی گئی ہے' ہلاک ہو گیا۔

غَدَا هَارُوْنَ یُرْعِدُ بِالْمَنَایَا وَیُبْرِقُ بِالْمُذَکَّرَةِ الْقِضَابِ

ترجمہ: ہارون دشمنوں کو موت سے ڈراتا ہے اور تیز شمشیر براں کو چمکاتا ہے۔

وَرَایَاتٍ یَحُلُّ النَّصْرُ فِیْهَا تَمُرُّ کَاَنَّهَا قِطَعُ السَّحَابِ

ترجمہ: اور اس کے بہت سے ایسے جھنڈے ہیں جس سے فتح ٹپکتی ہے اور وہ اس تیزی سے گرجتے ہیں گویا وہ بادل کے ٹکڑے ہیں۔

اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ظَفِرْتَ فَاسْلَمْ وَاَبْشِرْ بِالْغَنِیْمَةِ وَالْاِیَابِ

اے امیر المومنین آپ نے فتح پالی ہے۔ پس غنیمت حاصل کرنے اور صحیح سالم واپس آنے سے خوش ہو جائیے۔

فدیہ دے کر

189 ہجری میں ہارون الرشید نے فدیہ دیکر تمام مسلمانوں کو روم سے بلا لیا' حتیٰ کہ کوئی مسلمان بھی ان کے ملک میں نہ رہا۔

190 ہجری میں رشید نے اپنے لشکروں کو روم میں بھیجا جہاں شراحیل بن معن بن زائدہ نے قلعہ صقالیہ کو اور یزید بن مخلد نے فلقونیہ کو فتح کیا اور حمید بن معبوف نے جزیرۂ قبرس کو لوٹا اور سولہ ہزار آدمی وہاں سے گرفتار کیے۔

192 ہجری میں رشید خراسان کی طرف متوجہ ہوا۔ محمد بن صباح طبری کہتے ہیں۔ میرے والد نہروان تک رشید کے ساتھ گئے۔ راستہ میں آپس میں باتیں ہونے لگیں۔ گفتگو کے دوران میں رشید نے کہا اے صباح اس کے بعد تم مجھے نہ مل سکو گے۔ انہوں نے کہا خدا آپ کو صحیح وسالم واپس لائے۔ ہارون الرشید نے کہا شاید تمہیں حقیقت حال معلوم نہ ہو۔ میں نے کہا نہیں' پھر رستے سے ذرا الگ ہو کر کہا میں تمہیں بتاتا ہوں مگر اسے کسی کو بتانا نہیں۔ پھر اپنے پیٹھ پر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا اس پر ریشم کی ایک پٹی لپٹی ہوئی تھی اور کہا میں اس مرض کو تمام لوگوں سے چھپاتا رہا ہوں۔ میرے بیٹوں کی یہ حالت ہے ہر ایک کے ساتھ ایک نہ ایک حمایتی لگا ہوا ہے۔ چنانچہ مسرور مامون کا اور جبرئیل بن بختیشوع امین کا حمایتی بنا ہوا ہے اور تیسرے کا مجھے نام یاد نہیں رہا اور ان میں سے ہر ایک میرے دن گن رہا ہے' چنانچہ اگر تو اس بات کے معلوم کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو میں بھی برزون (ایک قسم ہے گھوڑوں کی) منگواتا ہوں۔ تو وہ اس کی خاطر کہ میری بیماری بڑھے ایک کمزور اور لاغر گھوڑے لے آئیں گے۔ پھر رشید نے برزون لانے کا حکم دیا تو واقعتہً انہوں نے ایک لاغر سا گھوڑا لا حاضر کیا۔ پھر رشید نے میری طرف دیکھا اور اس پر سوار ہو کر جرجان کی طرف چلا گیا اور وہاں سے حالت علالت میں ہی طوس میں

آ گیا اور آخر وہیں فوت ہو گیا۔

سب سے پہلی

175 ہجری میں رشید نے اپنی بیوی زبیدہ کی خاطر اپنے بیٹے محمد کو ولی عہد کر کے اس کا لقب امین رکھا' حالانکہ اس کی عمر اس وقت صرف پانچ برس کی تھی۔ ذہبی کہتے ہیں۔ اسلام میں یہ سب سے پہلی بات ہوئی جو اتنے چھوٹے بچے کو ولی عہد بنایا گیا۔

رعایا کے سر پر

182 ہجری میں رشید نے اپنے بیٹے عبداللہ کو مامون کا لقب دیکر امین کا ولی عہد بنایا اور اسے تمام ممالک خراسان کا حاکم بنا دیا۔ بعد ازاں 186 ہجری میں اپنے خرد سال (چھوٹے بیٹے) قاسم کو موتمن کا لقب عطا کر کے ان دونوں کے بعد ولی عہد مقرر کیا اور جزیرہ وغیرہ کا حاکم بنا دیا۔ جب اپنی سلطنت اس طرح اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر چکا تو بعض عقلاء نے کہا کہ اس نے اپنی اولاد میں عداوت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں اور اس کی برائی رعایا کے سر پر برسے گی۔ شعراء نے ان تینوں ولی عہدوں کی تقرری پر قصائد بھی لکھے۔ پھر رشید نے اس بیعت کے متعلق ایک دستاویز لکھوا کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دی' چنانچہ ابراہیم موصلی اسی کے بارے میں کہتا ہے۔

خَیْــرُ الْاُمُــوْرِ مُـغَبَّةً وَاَحَــقُّ اَمْــرٍ بِـالتَّـمَـام

ترجمہ: انجام اور پورا ہونے کے اعتبار سے بہت بڑا امر وہ ہے۔

اَمْــرٌ قَـضٰــی اَحْـكَـامَـهٗ اَلـرَّحْمٰنُ فِیْ بَیْتِ الْحَرَام

ترجمہ: وہ رمز ہے جس کا فیصلہ خدا تعالیٰ نے بیت الحرام میں کیا۔

عبدالملک بن صالح نے یہ اشعار کہے:

حُبُّ الْـخَلِیْفَةِ حُبٌّ لَایَلِیْنُ لَهٗ عَـاصَ الْاِلٰـهَ وَشَـارٍ یُـلْـقِحُ الْفِتَنَا

ترجمہ: خلیفہ کی محبت ہی کامل محبت ہے مگر خدا تعالیٰ نافرمان خارجی اس کی اطاعت نہیں کرے گا بلکہ وہ فتنہ اٹھاتا رہے گا۔

اَللّٰهُ قَــلَّــدَ هَـارُوْنَـا سِیَـاسَـتَـهٗ لَـمَّـا اصْـطَفَاهُ فَاَحْیَ الدِّیْنَ وَالسُّنَنَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہارون کو برگزیدہ کیا اور اسے بادشاہ بنا دیا۔ پس اس نے دین اور سنت کو

زندہ کردیا۔

وَقَلَّدَ الْاَرْضَ هَارُوْن" لِرَاْفَتِهٖ بِنَا اَمِيْنًا وَّمَا مُوْنًا وَمُؤْتَمِنًا

ترجمہ: اور ہارون نے ہم پر مہربانی کرنے کیلئے امین اور مامون اور مؤتمن کو خلیفہ مقرر کردیا۔

کہتے ہیں ہارون الرشید نے اپنے بیٹے معتصم کو اس لیے خلافت سے محروم رکھا کہ وہ ان پڑھ تھا۔ مگر خدا کی قدرت کہ خدا نے اسے بھی خلیفہ بنایا اور اس کے بعد سب خلفاء اسی کی اولاد سے ہوئے اور اس کے سوا رشید کے اور بیٹوں کی نسل سے کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔

ولی عہد ہونے پر

سلم خاسر نے امین کے ولی عہد ہونے پر یہ اشعار کہے:

قُلْ لِلْمَنَازِلِ بِالْكَثِيْبِ الْاَعْفَرِ اُسْقِيْتَ غَادِيَةُ السَّحَابِ الْمُطِرِ

ترجمہ: ان گھروں کو جو ریت کے سرخ و سپید ٹیلے بنے ہوئے ہیں' کہہ دے کہ تم پر صبح کو آنے والا بادل خوب برسے۔

قَدْ بَايَعَ الثَّقَلَانِ مَهْدِيَ الْهُدٰى لِمُحَمَّدِ بْنِ زُبَيْدَةَ ابْنَةِ جَعْفَرِ

ترجمہ: تمام جن وانسانوں نے محمد بن زبیدہ سے جو جعفر کی لڑکی ہے' بیعت کر لی ہے۔

قَدْ وَفَّقَ اللّٰهُ الْخَلِيْفَةَ اِذْ بَنٰى بَيْتَ الْخِلَافَةِ لِلْهِجَانِ الْاَزْهَرِ

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ کو توفیق دی ہے کہ اس نے خلافت کو ایک برگزیدہ اور روشن شخص کے لیے مقرر کیا۔

فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ عَنْ اَبِيْهِ وَجَدِّهٖ شَهِدَا عَلَيْهِ بِمَنْظَرٍ وَ بِمُخْبَرِ

ترجمہ: پس وہ اپنے باپ اور نانا کی طرف سے خلیفہ ہے اور اس بات کو سب لوگ جانتے ہیں۔

ہارون رشید کے دلچسپ واقعات

سفلی طیوریات میں بسند ہ ابن مبارک سے روایت کرتے ہیں۔ جب رشید خلیفہ ہوا تو اس کا دل مہدی کی ایک کنیز پر آ گیا اور اسے طلب کیا مگر اس نے کہا میں آپ کے والد کی ہم خوابہ رہ چکی ہوں۔ اس لیے آپ کے لائق نہیں۔ ہارون رشید نے ابو یوسف کے پاس کسی کو بھیج کر بلوا بھیجا تو انہوں نے کہا اے امیر المومنین یہ فرض کر لینا کہ ہر ایک لونڈی سچ بولتی ہے' یہ

بات درست نہیں ہے۔ آپ اس کا کہنا سچ نہ مانیں کیونکہ وہ مامون نہیں ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا اس واقعہ میں کن کن باتوں پر تعجب کروں۔ آیا ایسے بادشاہ پر جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کے جان و مال دیئے گئے ہیں اور وہ باپ کی حرمت کا لحاظ بھی نہیں کرتا یا اس کنیز پر جس نے بادشاہ تک سے کنارہ کیا' یا اس فقیہ زمانہ و قاضی ممالک اسلامیہ پر جس نے بادشاہ کو مشورہ دیا تو یہی کر اور گناہ میری گردن پر رکھ۔

حیلہ بتائیے

سفلی عبداللہ بن یوسف سے راوی ہیں۔ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف سے کہا میں نے ایک لونڈی خریدی ہے اور استبراء سے پہلے اس سے ہم خواب ہونا چاہتا ہوں۔ کوئی ایسا حیلہ بتائیے۔ انہوں نے کہا اسے اپنے کسی بیٹے کو بخش دیجئے اور پھر اس سے نکاح کر لیجئے۔

دروازے بند تھے

اسحاق بن راہویہ سے مروی ہے۔ رشید نے ایک رات قاضی ابو یوسف کو بلایا۔ جب وہ آئے تو انہیں ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ رقم اگر مجھے صبح سے پہلے پہلے مل جائے تو بہتر ہے۔ حاضرین سے بعض نے کہا خزانچی اپنے گھر جا چکا ہے اور خزانہ کے دروازے بند ہیں۔ قاضی ابو یوسف نے کہا دروازے تو اس وقت بھی بند تھے جب میں آیا تھا۔

صولی یعقوب بن جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ جس سال رشید نے خلیفہ بننا تھا' اسی سال اس نے روم پر حملہ کیا اور شعبان میں واپس آ گیا اور پھر دوسرے سال حج کیا اور حرمین شریفین میں مالِ کثیر خرچ کیا۔ کہتے ہیں اس نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا اب خلافت تجھے ملنے والی ہے۔ جاؤ جہاد اور حج کرو اور اہل حرمین پر مال کثیر خرچ کرو' چنانچہ اس نے ان سب باتوں کو پورا کیا۔

آغاز میں حج

معاویہ بن صالح سے مروی ہے۔ سب سے پہلے شعر رشید نے اس وقت کہا تھا جبکہ اس نے خلافت کے سال کے آغاز میں حج کیا اور وہاں ایک مکان میں داخل ہوا تو اس کی دیوار پر یہ شعر لکھا تھا:

اَلَا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَمَا تَرٰی فَدَیْتُکَ هِجْرَانَ الْحَبِیْبِ کَبِیْرًا

ترجمہ: اے امیر المومنین میں آپ پر قربان جاؤں۔ کیا آپ دوست کے ہجر کو بڑا نہیں سمجھتے۔

بَلٰی وَالْهَدَایَا الْمُشْعِرَاتِ وَمَا مَشٰی بِمَکَّةَ مَرْفُوْعِ الْاَظَلِّ حَسِیْرًا

ترجمہ: ہاں! ہے۔ ان شاندار قربانیوں کی اور اس کی جو مکہ کی طرف چلے اور ایسے حال میں کہ تکان سے اپنے سموں کو اٹھا کر لنگڑاتا ہوا چلتا ہے۔

علماء جیسا فہم

ابن سعد مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ ہارون رشید کا فہم علماء کی طرح تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ نعمانی نے گھوڑے کی صفت میں اسے یہ شعر سنایا:

کانّ اذنیه اذا تشوقا قادمة اوقلما محرما

ترجمہ: گویا اس گھوڑے کے کان جبکہ وہ کسی چیز کے دیکھنے کو گردن بلند کرے بازوں کے پروں کی طرح ہیں یا اس قلم کی طرح جس کا قط ٹیڑھا ہو۔

رشید نے کہا مصرعہ اوّل میں کان اذنیہ کی جگہ تخال اذنیہ لکھو تا کہ شعر درست ہو جائے۔

راضی نہ کیا

عبداللہ بن عباس بن ربیع سے مروی ہے۔ ایک دفعہ رشید نے قسم کھائی کہ ایک کنیزک کے پاس زمانہ معینہ تک نہ جاؤں گا اور رشید اسے نہایت محبوب رکھتا تھا۔ کئی دن گزر گئے مگر اس کنیز نے رشید کو راضی نہ کیا۔ اس پر رشید نے یہ اشعار کہے:

صَدَّعَنِّیْ اِذْ رَاٰنِیْ مُفْتَتَنْ وَاَطَالَ الصَّبْرَ لَمَّا اِنْ فَطَنْ

ترجمہ: جبکہ اس نے مجھے مفتون دیکھا تو مجھ سے اعراض کر لیا اور دیر تک صبر کیا۔

کَانَ مَمْلُوْکِیْ فَاَضْحٰی مَالِکِیْ اِنَّ هٰذَا مِنْ اَعَاجِیْبِ الزَّمَنْ

ترجمہ: وہ پہلے میری کنیز تھی لیکن اب میری مالک ہو گئی ہے۔ یہ ایک نہایت عجیب بات ہے۔

پھر ابوالعتاہیہ کو بلایا اور کہا ان اشعار کو پورا کرو۔ اس نے کہا:

عِزَّةُ الْحُبِّ اَرَتْهُ ذِلَّتِیْ فِیْ هَوَاهُ وَلَهٗ وَجْهٌ حَسَنْ

ترجمہ: محبت کی عزت نے مجھے اس کی محبت میں ذلیل کر دیا اور اس کا چہرہ خوبصورت ہے۔

فَلِهٰذَا صِرْتُ مَمْلُوْکًا لَهٗ وَلِهٰذَا شَاعَ مَابِیْ وَعَلَنْ

اس لیے میں اس کا غلام بن گیا ہوں اور اسی لیے میرا عشق ظاہر ہو گیا۔

ان جیسے نقاد

ابن عساکر نے ابن علیہ سے روایت کی ہے۔ ہارون الرشید نے ایک زندیق کو پکڑوایا اور اس کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ زندیق نے پوچھا آپ مجھے قتل کیوں کرتے ہیں؟ اس نے کہا تا کہ لوگ تم سے آرام پائیں۔ اس نے کہا ان ہزار حدیثوں کو کیا کرو گے جو بالکل وضعی ہیں اور ان میں ایک حرف بھی رسول پاک علیہ السلام کا فرمودہ نہیں اور وہ لوگوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ ہارون نے کہا اے دشمن خدا تیرا کدھر خیال ہے۔ ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک جیسے نقاد موجود ہیں، وہ ان کے ایک ایک حرف کو باہر نکال پھینکیں گے۔

سابق الی الفضل

صولی اسحاق ہاشمی سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روز ہم رشید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ کہنے لگا، عام لوگ خیال کرتے ہیں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھتا ہوں، حالانکہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں ایسے اور کسی کو دوست نہیں رکھتا اور اصل بات یہ ہے ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کو ہم سے بغض ہے اور ہم پر الزام قائم کرنا چاہتے ہیں اور ہماری سلطنت میں فساد ڈالنا چاہتے ہیں اور یہ محض اس لیے کہ میں نے انہیں بنی امیہ کی طرف مائل ہونے پر سزائیں دیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تو قوم کے بردار اور سابق الی الفضل ہیں، چنانچہ میرے والد مہدی نے بسندہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے سنا ہے جس نے ان دونوں کو دوست رکھا۔ گویا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے گویا مجھ سے ہی بغض رکھا اور آقا علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم کے علاوہ باقی سب عورتوں کی سردار ہوگی۔

سلطنت کی قیمت

مروی ہے ابن سماک ایک دن رشید کے پاس آیا۔ اس وقت رشید پانی منگوا کر پینا ہی چاہتا تھا ابن سماک بولا ذرا ٹھہر جائیے اور کہا آپ ایک کوزہ پانی کتنے میں خریدلیں گے؟ ہارون

رشید نے کہا نصف سلطنت دیکر۔ ابن سماک نے کہا کہ اب آپ پی لیجئے۔ جب پی چکا تو پھر ابن سماک نے پوچھا اگر یہی پانی آپ کے پیٹ سے نہ نکل سکے تو اس کے نکلوانے کے عوض میں آپ کیا خرچ کریں گے؟ ہارون رشید نے کہا باقی تمام سلطنت دے ڈالوں گا۔ ابن سماک نے کہا بس یہی سمجھ لیں آپ کی سلطنت کی قیمت پانی کا گھونٹ اور ایک دفعہ پیشاب کرنا ہے۔ پس اس پر غرور نہ کیجئے۔ یہ سن کر ہارون بہت رویا۔

مگر آخر میں

ابن جوزی کہتے ہیں۔ ہارون رشید نے شیبان رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا مجھے نصیحت فرمایئے۔ انہوں نے کہا اگر کوئی مصاحب ایسا ہو جو آپ کو خوف دلاتا رہے اور آخر آپ کو امن حاصل ہو جائے تو وہ اس ایسے مصاحب سے اچھا ہے جو آپ کو امن دلاتا رہے۔ مگر آپ کو آخر میں خوف لاحق ہو جائے۔ ہارون نے کہا ذرا وضاحت سے فرمایئے۔ انہوں نے کہا جو شخص آپ کو کہے کہ بروز قیامت رعایا کی بابت آپ کو سوال ہو گا اس لیے خدا سے ڈریئے تو وہ اس شخص کی نسبت آپ کا زیادہ خیر خواہ ہے جو یہ کہتا ہے آپ اہل بیت سے ہیں اور آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریبی ہیں اس لیے آپ مغفور (بخشے ہوئے) ہیں۔ یہ سن کر رشید اس قدر رویا کہ حاضرین کو اس پر رحم آ گیا۔

موصلی کے اشعار

کتاب الاوراق میں صولی بسندہ روایت کرتے ہیں۔ جب رشید خلیفہ بنا تو یحییٰ بن خالد کو اپنا وزیر بنایا' اس پر ابراہیم موصلی نے یہ اشعار کہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الشَّمْسَ کَانَتْ مَرِیْضَۃً فَلَمَّا اَتٰی ھَارُوْنَ اَشْرَقَ نُوْرُھَا

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ سورج مریض تھا مگر جب ہارون خلیفہ ہوا تو اس کا نور چمکنے لگا۔

تَلَبَّسَتِ الدُّنْیَا جَمَالًا بِمُلْکِہٖ فَھَارُوْنَ وَالِیُھَا وَیَحْیٰی وَزِیْرُھَا

ترجمہ: اور اس کی خلافت سے تمام دنیا نے خوبصورتی کا لباس پہن لیا۔ پس ہارون خلیفہ ہے اور یحییٰ اس کا وزیر ہے۔

رشید نے یہ سن کر اسے ایک لاکھ درہم عطا کیے اور یحییٰ نے بھی اسے پچاس ہزار درہم دیئے جبکہ داؤد بن رزین نے اس کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

بِھَارُوْنَ لَاحَ النُّوْرُ فِیْ کُلِّ بَلْدَۃٍ وَقَامَ بِہٖ فِیْ عَدْلِ سِیْرَتِہٖ النَّھْجُ

ترجمہ: ہارون کے خلیفہ ہونے سے ہر ایک شہر میں روشنی ہوگئی اور اس کے عدل سے تمام ملک وسیع رستہ بن گیا۔

اِمَامٌ بِذَاتِ اللہِ اَصْبَحَ شُغْلُہٗ فَاَکْثَرُ مَا یَعْنِیْ بِہِ الْغَزْوُ وَالْحِجُّ

ترجمہ: وہ امام ہے اور اس کا شغل ذات خدا کے ساتھ مشغول رہنا ہے اس لیے وہ اکثر جہاد اور حج کرتا رہتا ہے۔

تَضِیْقُ عُیُوْنُ الْخَلْقِ عَنْ نُوْرِ وَجْھِہٖ اِذَا مَا بَدَا لِلنَّاسِ مَنْظَرُ الْبُلَجُ

ترجمہ: لوگوں کی آنکھیں اتنی تنگ ہیں کہ جب وہ باہر نکلتا ہے تو لوگ اس کے چہرے کی درخشانی کو دیکھ نہیں سکتے۔

تَفَسَّحَتِ الْاٰمَالُ فِیْ جُوْدِ کَفِّہٖ فَاَعْطَی الَّذِیْ یَرْجُوْہُ فَوْقَ الَّذِیْ یَرْجُوْ

ترجمہ: اس کی بخشش کو دیکھ کر امیدیں کشادہ ہوگئیں اور وہ لوگوں کو امید سے بڑھ کر دیتا ہے۔

سفیر طالب علمی

قاضی فاضل اپنے بعض رسائل میں لکھتے ہیں۔ دو بادشاہوں کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہوا جس نے طلب علم کے لیے سفر گوارا کیا ہو۔ ایک تو ہارون الرشید اس نے اپنے بیٹوں امین اور مامون کو لے کر موطا امام مالک کی سماعت کے لیے سفر کیا' چنانچہ جس موطا کے نسخے پر رشید نے پڑھا تھا' وہ شاہان کے خزانہ میں محفوظ تھا اور دوسرا سلطان صلاح الدین بن ایوب تھا جو اسی موطا کے سننے کے لیے علی بن طاہر بن عوف کے پاس اسکندریہ گیا تھا۔

منصور تمری رشید کی صفت میں کہتا ہے:

جَعَلَ الْقُرْآنَ اِمَامَہٗ وَدَلِیْلَہٗ لَمَّا تَخَیَّرَہُ الْقُرْاٰنُ ذِمَامًا

ترجمہ: جس قرآن کو اپنا امام اور رہنما بنالیا ہے تو قرآن نے بھی اسے عہد ذمہ کے روز اختیار کرلیا ہے۔

ایک اور قصیدہ میں یہ شعر کہا ہے:

اِنَّ الْمَکَارِمَ وَالْمَعْرُوْفَ اَوْدِیَۃٌ اَحَلَّکَ اللہُ مِنْھَا حَیْثُ تَجْتَمِعُ

ترجمہ: بزرگیاں اور احسان دریا ہیں۔ خدا آپ کو اس جگہ نازل کرے جہاں یہ ملتے ہیں۔

کہتے ہیں اس قصیدے پر رشید نے منصور نمری کو ایک لاکھ درہم انعام دیا تھا۔

اپنی تعریف سے

حسین بن فہم کہتے ہیں۔ رشید کہا کرتا تھا مجھے اپنی تعریف سے یہ شعر بہت پسند ہے:

اَبُوْ اَمِیْنٍ وَمَامُوْنٍ وَ مُؤْتَمِنٍ اَکْرِمْ بِہٖ وَالِدًا بِرًّا وَمَا وَلَدَا

ترجمہ: وہ امین، مامون اور موتمن کا باپ ہے۔ باپ بھی کیسا اچھا اور بیٹے بھی کیسے اچھے ہیں۔

اسحاق موصلی کہتے ہیں میں نے رشید کو ایک دفعہ یہ شعر سنائے:

وَ اٰمِرۃٌ بِالْبُخْلِ قُلْتُ لَھَا اقْصِرِیْ فَذٰلِکَ شَیْءٌ مَا اِلَیْہِ سَبِیْلُ
اَرَی النَّاسَ خُلَّانَ الْجَوَادِ وَلَا اَرٰی بَخِیْلًا لَہٗ فِی الْعَالَمِیْنَ خَلِیْلُ
وَاِنِّیْ رَاَیْتُ الْبُخْلَ یُزْرِیْ بِاَھْلِہٖ فَاَکْرِمُ نَفْسِیْ اِنْ یُقَالَ بَخِیْلُ
وَمِنْ خَیْرِ حَالَاتِ الْفَتٰی لَوْ عَلِمْتَہٗ اِذَا نَالَ شَیْئًا اِنْ یَّکُوْنَ یَنِیْلُ
عَطَائِیْ عَطَاءُ الْمُکْثِرِیْنَ تَکَرُّمًا وَمَالِیْ کَمَا قَدْ تَعْلَمِیْنَ قَلِیْلُ
وَکَیْفَ اَخَافُ الْفَقْرَ اَوْ اُحْرَمُ الْغِنٰی وَرَایُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ جَمِیْلُ

ترجمہ: بہت سی عورتیں بخل کا حکم کرنے والی ہیں۔ مگر میں نے انہیں کہہ دیا ہے میں یہ کام نہیں کیا کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ سخی کے ہی دوست ہوتے ہیں اور بخیل کا دونوں جہاں میں کوئی دوست نہیں دیکھتا ہوں۔ بخل اہل بخل کو معیوب کر دیتا ہے۔ اس لیے میں اپنے نفس کو بخیل کہے جانے سے بچاتا ہوں۔ اگر تو سمجھے تو آدمی کے تمام حالات سے بہتر یہ بات ہے جب اسے کوئی چیز ملے تو وہ اور کو دیدے۔ میں اس طرح بخشش کرتا ہوں جیسے کہ نہایت امیر بخشش کیا کرتے ہیں اور تو میری عادت جانتی ہی ہے اور میں محتاجی سے کیسے ڈرتا ہوں، حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین احسان کرنے والا ہے۔

اس پر رشید کہنے لگا یوں نہ کہو بلکہ کہو کہ اگر اللہ چاہے تو میں فقر سے نہ ڈروں گا اور پھر کہا اے فضل اسے ایک لاکھ درہم دیدے۔ یہ اشعار کیسے عجیب ہیں اور ان کے الفاظ کیسے برجستہ ہیں۔ میں نے کہا اے امیر آپ کا کلام تو میرے شعر سے کئی درجہ بڑھ کر ہے۔ اس پر رشید نے کہا اسے ایک لاکھ درہم اور عطا کر دو۔

کاش تم سے قبل

طیوریات میں اسحق موصلی سے روایت ہے۔ ایک دفعہ ابوالعتاہیہ نے ابونواس کو کہا یہ شعر جس کے ساتھ تو نے رشید کی تعریف کی ہے میں چاہتا ہوں کاش تم سے قبل یہ مضمون میں نے باندھا ہوتا۔

قَدْ كُنْتُ خِفْتُكَ ثُمَّ اٰمِنِيْنِيْ   مِنْ اَنْ اَخَافَكَ خَوْفُكَ اللهِ

ترجمہ: میں تجھ سے ڈرتا ہوں مگر تیرے خدا سے ڈرنے نے مجھے تم سے ڈرنے سے بے خوف کر دیا ہے۔

محمد بن علی خراسانی کہتے ہیں۔ رشید سب سے پہلا خلیفہ ہوا ہے جو گیند بلے کے ساتھ کھیلا ہے اور تیر سے نشانہ بازی سب سے پہلے اسی نے کی اور بنی عباس سے سب سے پہلے اسی خلیفہ نے شطرنج کھیلا۔ صولی کہتے ہیں سب سے پہلے اسی نے گویوں کے مراتب مقرر کیے۔

رشید نے ایک دفعہ اپنی کنیز ہیلانہ کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

قَاسَيْتُ اَوْجَاعًا وَاَحْزَنًا   لَمَّا اسْتَخَصَّ الْمَوْتُ هِيْلَانَا
فَارَقْتُ عَيْشِيْ حِيْنَ فَارَقْتُهَا   فَمَا اُبَالِيْ كَيْفَ مَا كَانَا
كَانَتْ هِيَ الدُّنْيَا فَلَمَّا ثَوَتْ   فِيْ قَبْرِهَا فَارَقْتُ دُنْيَانَا
قَدْ كَثُرَ النَّاسُ وَلٰكِنَّنِيْ   لَسْتُ اَرٰى بَعْدَكِ اِنْسَانَا
وَاللهِ لَا اَنْسَاكِ مَا حَرَّكَتْ   رِيْحٌ" بِاَعْلٰى بَخْدِ اَغْصَانَا

ترجمہ: جب موت نے ہیلانہ کو آ دبایا تو میں نہایت ہی غمگین اور دردمند ہوا۔ جب میں ہیلانہ سے جدا ہوا تو گویا میں اپنی زندگی سے جدا ہو گیا۔ اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں کہ وہ کیسے ہوتی ہے۔ خواہ بگڑے خواہ سنورے۔ وہی میری دنیا تھی۔ پس جب وہ قبر میں چلی گئی تو ہم نے اپنی دنیا کو چھوڑ دیا۔ انسان تو بہت ہیں مگر تیرے بعد مجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔ بخدا جب تک ہوا ٹہنیوں کو ہلاتی رہے گی میں کبھی تجھ کو نہ بھولوں گا۔

صولی نے ذیل کے اشعار بھی رشید سے ہی نقل کیے ہیں:

يَا رَبَّةَ الْمَنْزِلِ بِالْفَرَكِ   وَرَبَّةَ السُّلْطَانِ وَالْمُلْكِ

ترجمہ: اے گھر والی! بادشاہ اور اے ملک میں تفرقہ ڈالنے والی۔

تَرَفَّقِي بِاللهِ فِي قَتْلِنَا   لَسْنَا فِي الدَّيْلَمِ وَالتُّرْكِ

ترجمہ: خدا کیلئے ہمارے قتل میں جلدی نہ کر کیونکہ ہم دیلم اور ترک نہیں ہیں۔

سفر آخرت

رشید نے جنگ کے موقع پر طوس میں انتقال کیا اور وہیں 3 جمادی الاولیٰ 193 ہجری میں دفن ہوا۔ اس نے کل پینتالیس سال عمر پائی۔ نماز جنازہ اس کے بیٹے صالح نے پڑھائی۔

ترکہ کی قیمت

صولی کہتے ہیں۔ رشید نے دس کروڑ دینار نقد اور ان کے علاوہ اور اسباب جواہرات گھوڑے وغیرہ جن کی قیمت دس کروڑ پندرہ ہزار دینار تھی اپنے پیچھے ترکہ چھوڑے۔

کل تک مہلت

کہتے ہیں حکیم جبرئیل بن بختیشوع نے رشید کے علاج میں غلطی کھائی اور یہی اس کی موت کا سبب بنی۔ ایک دن اس نے ارادہ کیا اس کا ایک عضو کاٹ ڈالے۔ رشید نے کہا کل تک مجھے مہلت دے۔ کل ان سب باتوں سے تمہیں آرام مل جائے گا۔ چنانچہ وہ اسی روز مر گیا۔

چادر، چھڑی اور مہر

کہتے ہیں رشید نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں طوس کا امام بن گیا۔ صبح اٹھ کر بہت رویا اور حکم دیا میرے لیے ایک قبر کھود ڈالو۔ جب قبر کھودی گئی تو خود پالکی میں سوار ہو کر اسے دیکھنے کے لیے گیا اور قبر کو دیکھ کر کہنے لگا' اے ابن آدم تیرا یہ ٹھکانا ہے۔ پھر چند لوگوں کو اس کے اندر اتارا اور قرآن کا ختم کروایا اور اتنی دیر تک خود پالکی میں قبر کے پاس بیٹھا رہا۔ اس کے انتقال کے بعد لشکر نے بغداد میں امین سے بیعت کی۔ اس نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور اپنے باپ کے مرنے کی خبر سنائی اور اس روز بیعت عام ہوئی۔ رجاء خادم ہارون الرشید کی چادر، چھڑی اور مہر لے کر بارہ دن میں مرو سے بغداد پہنچا اور تینوں چیزیں امین کے سپرد کر دیں۔

مرثیہ ہارون الرشید

ابوالشیص رشید کے مرثیہ میں کہتا ہے:

غَرَبَتْ فِي الشَّرْقِ شَمْسٌ"   فَلَهَا عَيْنِي تَدْمَعُ

ترجمہ:۔ سورج مشرق میں جا غروب ہوا۔ اسی کیلئے میری آنکھ آنسو بہا رہی ہے۔

مَــا رَأَيْــنَـا قَــطُّ شَــمْــسًــا غَـرَبَـتْ مِـنْ حَيْـثُ تَطْلُعُ

ترجمہ: ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ جہاں سے سورج نکلے پھر وہیں غروب ہو جائے۔

ابونواس نے یہ شعر متضمن بہ تہنیت وتعزیت کہے ہیں:

اشعار

جَـرَتْ جَـوَارُ بِالسَّعْدِ وَالنَّحْسِ فَـنَـحْـنُ فِـيْ مَـاتِـمٍ وَفِيْ عِرَسٍ

اَلْـقَـلْـبُ يَبْكِيْ وَالْعَيْنُ ضَاحِكَةٌ فَـنَـحْـنُ فِيْ وَحْشَةٍ وَفِيْ اَنَسٍ

يُـضْـحِـكُـنَـا الْـقَـائِـمُ الْاَمِـيْـنُ وَيُبْـكِيْنَا وَفَاتُ الْاَمَامِ بِالْاَمْسِ

بَـدْرَانِ بَـدْرٌ اَضْـحٰـى بِـبَـغْـدَادَ فِيْ الْخُلْدِ وَبَدْرٌ بِطُوْسَ فِي الرَّمْسِ

ترجمہ: اونٹنیاں اچھی اور بری خبر لیکر چلیں۔ ہم آج ماتم میں بھی ہیں اور خوشی میں بھی۔ دل رو رہا ہے اور آنکھ ہنس رہی ہے۔ ہم وحشت میں بھی ہیں اور انس میں بھی ہیں۔ امین کا بادشاہ ہونا ہمیں ہنساتا ہے اور امیر المومنین کی وفات ہمیں رلاتی ہے۔ ایک چاند تو بغداد میں نکل آیا ہے اور ایک طوس میں مٹی کے نیچے دفن ہو گیا۔

حدیث کی روایت

ان احادیث میں سے جنہیں رشید نے روایت کیا ہے' ایک حدیث یہ ہے جسے صولی نے بسندہ سلمان ضبی سے روایت کیا ہے کہ رشید نے ایک روز خطبہ میں کہا مجھے مبارک بن فضالہ نے حدیث سنائی ہے اور وہ حسن رضی اللہ عنہ سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''دوزخ کی آگ سے بچو' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کرنے سے ہو۔'' اس کے بعد محمد بن علی نے مجھے حدیث سنائی اور وہ سعید بن جبیر سے اور وہ ابن عباس سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''اپنے منہ پاک وصاف رکھا کرو کیونکہ وہ قرآن کا راستہ ہے۔''

امین محمد ابو عبداللہ

امین محمد ابو عبداللہ بن رشید کو اس کے باپ نے ہی ولی عہد مقرر کیا تھا' چنانچہ اس کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ رنگ کا گورا' قد کا لمبا اور نہایت خوبصورت جوانمرد' صاحب قوت و شجاعت اور دلیر شخص تھا۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ اس نے اپنے ہاتھ سے شیر مار دیا۔ نہایت فصیح و بلیغ' ادیب اور صاحب فضیلت شخص تھا۔ مگر صاحب تدبیر نہ تھا۔ نہایت فضول خرچ' ضعیف الرائے اور احمق تھا اور کسی طرح خلافت کی قابلیت نہ رکھتا تھا۔ تخت پر بیٹھنے کے دوسرے دن ہی قصر منصور کے قریب چوگان کھیلنے کے لیے میدان بنانے کا حکم دیا۔

امین کو نصیحت

194 ہجری میں اپنے بھائی قاسم کو ولی عہدی سے معزول کر دیا اور اپنے بھائی مامون سے بگاڑ بیٹھا۔ کہتے ہیں فضل بن ربیع کو خوف تھا اگر خلافت مامون کو مل گئی تو اس کی نہ چلے گی' لہٰذا اس نے امین کو اس کے معزول کرنے پر آمادہ کیا اور کہا اپنے بعد اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد بنائیے۔ جب مامون کو اپنے بھائی کے معزول ہونے کی خبر پہنچی تو اس نے امین سے قطع تعلق اختیار کر لی اور اس کا نام فرامین اور سکوں سے نکلوا دیا۔ پھر امین نے مامون کو لکھا کہ اس نے اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد مقرر کر لیا ہے اور اس کا نام ناطق بالحق رکھا ہے اور تم کو اس کا ولی عہد بنایا ہے۔ مامون نے اس حکم سے قطعی انکار کر دیا۔ امین کے ایلچی نے پوشیدہ طور پر مامون سے بیعت کر لی اور اس کے ساتھ شراب پی اور واپس جا کر دارالخلافہ سے وہاں کے حالات سے اس کو باخبر کرتا رہا اور اس کو عراق کے متعلق رائیں دیتا رہا۔ جب قاصد نے امین کو مامون کی حالت بتائی تو اس نے فوراً اس کا نام ولی عہدی سے نکال ڈالا اور اس نے دستاویز کو جسے رشید نے کعبہ میں آویزاں کیا تھا' منگوا کر پھاڑ ڈالا۔ اس سے آپس کی مخالفت اور بھی بڑھی۔ اکثر اہل الرائے نے امین کو نصیحتیں کیں' چنانچہ حازم بن حزیمہ نے کہا اے امیر! جو آپ سے جھوٹ بولے گا' وہ کبھی آپ کی خیر خواہی نہیں کرے گا اور جو شخص آپ سے سچ بولے گا وہ کبھی دھوکا نہ دے گا۔ آپ خلع نہ کیجئے ورنہ خلافت سے قطعی جاتے رہیں گے اور نقض عہد نہ کیجئے ورنہ لوگ آپ کی بیعت توڑ دیں گے۔ یاد رکھئے غدر کرنے والے سے لوگ دشمنی کرنے لگتے ہیں اور

نقض عہد سے لوگ یکسو ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن امین نے ایک نہ مانی اور سرداران لشکر کو داد و دہش سے اپنی طرف مائل کرتا رہا اور اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد مقرر کر کے اس کا لقب الناطق بالحق رکھا' حالانکہ وہ اس وقت شیر خوار بچہ تھا۔ پس بعض شعراء نے اس پر یہ اشعار کہے:

اَضَاعَ الْخِلَافَةَ غِشُّ الْوَزِیْرِ ... وَفِسْقُ الْاَمِیْرِ وَجَهْلُ الْمُشِیْرِ

فَفَضْلٌ" اَمِیْرٌ" وَّ بَکْرٌ" مُشِیْرٌ" ... یُرِیْدَ اَنْ مَا فِیْهِ حَتْفُ الْاَمِیْرِ

لِوَاطُ الْخَلِیْفَةِ اُعْجُوْبَةٌ" ... وَاَعْجَبُ مِنْهُ خُلَاقُ الْوَزِیْرِ

فَهٰذَا یَدُوْسُ وَ هٰذَا یُدَاسُ ... کَذَاکَ لِعَمْرِیْ خِلَافُ الْاُمُوْرِ

فَلَوْ یَسْتَعْفَانِ هٰذَا بِذَاکَ ... لَکَانَا بِعُرْضَةِ اَمْرٍ سَتِیْرٍ

وَاَعْجَبُ مِنْ ذَا وَ ذَا اِنَّنَا ... نُبَایِعُ لِلطِّفْلِ فِیْنَا الصَّغِیْرِ

وَمَنْ لَیْسَ یُحْسِنُ غُسْلَ اِسْتِهٖ ... وَلَمْ یَخْلُ عَنْ بَوْلِهٖ حِجْرُ" ظَئِیْرٍ

وَمَا ذَاکَ اِلَّا بِفَضْلٍ وَبَکْرٍ ... یُرِیْدَانِ طَمْسَ الْکِتَابِ الْمُنِیْرِ

وَمَا ذَانِ لَوْ لَا اِنْقِلَابُ الزَّمَانِ ... اَفِی الْعِیْرِ هٰذَا اَنْ اَمْ فِی النَّضِیْرِ

ترجمہ: وزیر کے دھوکے' امیر کے فسق اور مشیر کے جاہل ہونے نے خلافت کو ضائع کر دیا ہے۔ فضل وزیر ہے' بکر مشیر ہے اور یہ دونوں وہی بات کرتے ہیں جس میں امیر کی جان پر بن جائے۔ خلیفہ کا لواطت کرنا عجیب بات ہے اور وزیر کو ابنہ کی عادت ہونا اس سے بھی عجیب بات ہے۔ وہ کرتا ہے یہ کراتا ہے۔ بخدا یہ بات تو امور طبعی کے خلاف ہے۔ اگر وہ ان افعال کو چھوڑ دیتے تو شاید ان کی برائیاں چھپ سکتیں اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ہم ایک شیر خوار بچے کی بیعت کر رہے ہیں اور جو اپنی سرینوں کو (بھی) اچھی طرح نہیں دھو سکتا اور جس کی دایہ پیشاب اور پاخانہ سے خالی نہیں رہ سکتی۔ یہ سب باتیں فضل و بکر کی عنایت سے ہیں۔ وہ قرآن شریف کے احکام پر پانی پھیر دینا چاہتے ہیں۔ اگر زمانہ کا انقلاب نہ ہوتا تو معلوم بھی نہ ہوتا کہ یہ لوگ پیچھے رہ جانے والے ہیں یا آگے آنے والے ہیں۔

کچھ مچھلیاں

جب مامون کو اپنے خلع کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنا خطاب امام المومنین مقرر کیا اور فرامین وغیرہ پر لکھوا دیا۔ امین نے خبر پا کر 195 ہجری میں علی بن عیسیٰ بن ہامان کو ہمدان

نہاوند وقم واصفہان کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تمام شہر مامون کی جاگیر تھے۔ علی بن عیسیٰ نہایت شان وشوکت سے چالیس ہزار فوج اور ایک چاندی کی بیڑی مامون کو قید کرنے کے لیے لیکر نکلا۔ مامون نے اپنی طرف سے طاہر بن حسین کو چار ہزار فوج سے بھی کم دیکر روانہ کیا۔ آخر علی بن عیسیٰ قتل ہوا اور اس کا لشکر بھاگ نکلا۔ علی کا سر مامون کے پاس لایا گیا اور پھر اس کے حکم سے خراسان میں پھرایا گیا۔ اس واقعہ کی خبر امین کو ایسے حال میں پہنچی جبکہ وہ مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا۔ قاصد سے کہنے لگا کمبخت مجھے اتنی مہلت تو دی ہوتی میں کچھ مچھلیاں شکار کر لیتا کیونکہ حوض میں مچھلیاں بہت ہوگئی ہیں۔

ترقی اور تنزلی

عبداللہ بن صالح جرمی کہتے ہیں۔ جب علی بن عیسیٰ قتل ہوا تو خاص بغداد میں سخت فتنہ و فساد برپا ہوگیا اور امین اپنے بھائی کے معزول کرنے پر بہت پچھتایا۔ غرض امین اور مامون کے مابین برابر جنگ جاری رہی اور امین کا ادبار (پیچھے ہٹنا) روز بروز بڑھتا گیا کیونکہ وہ کھیل کود میں مشغول رہنے والا آدمی تھا اور مامون دن بدن ترقی کرتا گیا' حتیٰ کہ اہل حرمین اور اکثر اہل بلاد عراق نے اس سے بیعت کر لی اور امین کا حال بگڑتا گیا اور اس کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور خزانے ختم ہوتے چلے گئے۔ رعایا سخت مصیبت میں مبتلا ہوگئی۔ اور فساد و شر بڑھ گیا۔ جدال و قتال سے شہر خراب ہوگیا۔ عمارتیں گر پڑیں۔ منجنیق اور روغن نفط نے اور بھی مصیبت ڈھائی' یہاں تک کہ بغداد کی خوبصورتی برباد ہوگئی اور شعراء نے اس کے مرثیے کہے۔ مختصر یہ کہ ان مرثیوں کے جو بغداد میں ہیں' دو شعر یہ بھی ہیں:

بَکَیْتُ دَمًا عَلٰی بَغْدَادَ لَمَّا فَقَدْتُ غَضَارَةَ الْعَیْشِ الْاَنِیْقِ

ترجمہ: جب خوشی کی زندگانی رخصت ہوگئی تو بغداد پر خون رویا

اَصَابَتْهَا مِنَ الْحُسَّادِ عَیْنٌ" فَاَفْنَتْ اَهْلَهَا بِالْمَنْجَنِیْقِ

ترجمہ: اس کو حاسدوں کی نظر لگ گئی۔ پس اس کے رہنے والے منجنیق سے فنا ہوگئے۔

وجہ تنگدستی

پندرہ ماہ تک بغداد کا محاصرہ رہا اور اکثر عباسی اور ارکانِ دولت مامون کے لشکر میں آکر مل گئے اور بغداد کے کمینے لوگوں کے سوا کوئی بھی امین کا ہمراہی نہ رہا یہاں تک کہ 198 ہجری

کے شروع میں طاہر بن حسین بزور تلوار بغداد میں داخل ہوا اور امین اپنی والدہ اور اہل وعیال کو لے کر شہر منصور میں چلا گیا اور اس کا تمام لشکر پراگندہ ہو گیا اور اس کے غلام اس سے علیحدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ پانی اور روزی سے تنگ آ گیا۔

اب چاندنی عجیب

محمد بن راشد کہتے ہیں۔ ابراہیم بن مہدی نے مجھ سے بیان کیا میں مدینہ منورہ میں امین کے ساتھ تھا۔ ایک رات مجھے بلایا۔ جب میں گیا تو کہنے لگا یہ رات کیسی عجیب ہے اور چاند کی کیسی عجیب چاندنی ہے؟ اور اس کی روشنی پانی میں کیا بھلی معلوم ہوتی ہے۔ کیا تم اس وقت شراب پیو گے؟ میں نے کہا آپ کی مرضی۔ پھر ہم نے شراب کو پیا۔ بعد ازاں ایک کنیز کو بلایا جس کا نام ضعف تھا تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

كُلَيْبٌ لَعَمْرِيْ كَانَ اَكْثَرَ نَاصِرًا وَاَيْسَرَ ذَنْبًا مِنْكَ ضَرَّجَ بِالدَّمِ

ترجمہ:۔ مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ کلیب سب سے بڑھ کر مددگار تھا اور اس کا گناہ تم سے کم تھا۔ مگر اسے قتل کر دیا گیا۔

اَبْكـى فِـرَاقُهُـمْ عَيْنِـىْ فَـاَرَّقَهَـا اِنَّ التَّـفَـرُّقَ لِلْاَحْبَـابِ بَكَّـاءُ

ترجمہ: ان کے فراق نے مجھے رلایا اور بے خواب کر دیا اور دوستوں کے جدا ہونے سے رونا آیا ہی کرتا ہے۔

وَمَـا زَالَ يَـعْـدُوْ عَـلَيْهِمْ دَهْـرُهُمْ حَتّٰـى تَـفَـانُوا وَرَيْبُ الدَّهْرِ اَعْدَاءُ

ترجمہ: زمانہ ان پر ہمیشہ ظلم کرتا رہا، حتیٰ کہ وہ فنا ہو گئے اور حوادثِ زمانہ آدمی کے دشمن ہیں۔

فَـالْيَـوْمَ اَبْـكِيهِمْ جُهْدِىْ وَاَنْدَبُهُمْ حَتّٰـى اَوُوْبَ وَمَـا فِـىْ مُـقْلَتِىْ مَاءُ

ترجمہ: پس میں آج اپنی وسعت کے موافق گریہ وزاری کروں گی۔ یہاں تک کہ جس وقت رجوع کروں، یعنی خاموشی اختیار کروں تو میری آنکھوں میں (آنسوؤں سے) ایک قطرہ بھی پانی نہ ہو۔

امین نے کہا لعنت ہو تم پر۔ اس کے سوا تجھے کوئی اور اشعار ہی نہیں آتے۔ اس نے کہا مجھے خیال ہے کہ آپ اس طرح کے شعر پسند کرتے ہیں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

اَمَـا وَ رَبِّ السُّکُوْنِ وَالْحَرَکِ　　اِنَّ الْـمُـنَـایَـا کَثِیْرَۃُ الشَّرَکِ

ترجمہ: اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں (قبضہ میں) حرکت وسکون ہے کہ اموات نہایت ہی تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

مَـا اخْتَـلَفَ الـلَّیْـلُ وَالـنَّهَـارُ وَلاَ　　دَارَتْ نُـجُـوْمَ السَّـمَاءِ وَالْفُلْکِ

ترجمہ: راتیں' دن' ستارے اور آسمان نہیں بدلیں گے۔

اِلَّا لِـنَـقْـلِ السُّـلْـطَـانِ عَنْ مُلْکٍ　　قَـدْ زَالَ سُـلْـطَـانَـہٗ اِلٰـی مُـلْـکٍ

ترجمہ: مگر صرف اس لیے کہ بادشاہ کو ملک سے نکال باہر کریں' یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک بھگا دیں۔

وَمُـلْـکُ ذِی الْـعَـرْشِ دَائِـمٌ اَبَدًا　　لَیْـسَ بِـفَـانٍ وَلاَ بِـمُـشْـتَـرِکٍ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ مالک عرش ہمیشہ رہے۔ وہ فنا نہیں ہوگا اور اس میں کوئی شریک نہیں ہوگا۔

چادر اور مصلیٰ

امین نے کہا خدا تم پر لعنت کرے' دفع ہو جاؤ۔ جب وہ اٹھی تو اس کی ٹھوکر سے ایک قیمتی بلوری گلاس ٹوٹ گیا۔ امین نے کہا کچھ دیکھ رہے ہو؟ معلوم ایسا ہوتا ہے میرا وقت آن پہنچا ہے۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کا ملک قائم رکھے۔ ابھی میں اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دجلہ کی طرف سے آواز آئی جس امر کو تم پوچھا کرتے تھے اس کا فیصلہ ہو گیا۔ اس پر امین غمگین ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ایک دو روز بعد پکڑا گیا اور قید ہو گیا اور کچھ عجمی لوگوں نے قید خانے میں گھس کر اس کو رات کے وقت قتل کر ڈالا اور اس کے سر کو طاہر کے پاس لے گئے۔ اس نے اسے باغ کی دیوار پر لٹکا دیا اور منادی کرا دی یہ سر امین معزول کا ہے۔ پھر اس کے جسم کو پہاڑ پر پھینک دیا۔ پھر طاہر نے امین کا سر' چادر' چھڑی اور مصلیٰ جو کھجور کے پتوں کا بنا ہوا تھا' مامون کے پاس بھجوا دیا۔ مامون کو اپنے بھائی کے قتل کا سخت صدمہ ہوا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ امین زندہ میرے پاس لایا جائے۔ اس لیے مامون طاہر پر سخت خفا ہوا اور اسے بالکل نسیاً منسیاً کر دیا۔ اور وہ اسی طرح گمنامی میں کہیں مر گیا اور امین کی بات درست نکلی کہ اس نے طاہر بن حسین کی طرف ایک رقعہ لکھا تھا کہ اے طاہر جس نے ہم پر ظلم کیا' یا حق تلفی کی اس کا سر تلوار

سے اتار دیا گیا ہے۔ پس تو بھی اس کا منتظر رہ۔ ابراہیم بن مہدی نے امین کے قتل پر یہ اشعار کہے ہیں:

عِوَجَا بِمَغْنی طَلَلٌ دَاثِرٍ بِالْخُلْدُ ذَاتَ الصَّخْرِ وَالْاٰجُرِ

ترجمہ: اے میرے دونوں دوستو! اس گھر پر آؤ جو موضع خلد میں ہے اور وہ بالکل حیران ہو گیا ہے اور اس میں اینٹیں اور پتھر بکھرے پڑے ہیں۔

وَالْمَرْمَرُ الْمَسْنُوْنِ يَطْلِيْ بِهِ وَالْبَابِ بَابِ الذَّهْبِ النَّاضِرِ

ترجمہ: اور سنگ مرمر کی صاف و شفاف سلیں پڑی ہیں اور نہایت تازہ اور چمکدار سونے کے دروازے پڑے ہیں۔

وَاَبْلَغَا عَنِّيْ مَقَالاً اِلٰى اَلْمَوْلٰى عَنِ الْمَامُوْرِ وَالْاٰمِرِ

ترجمہ: وہاں جا کر میرے مالک کو خادمانہ عرض پہنچاؤ جو وہاں امر و مامور کا والی ہے۔

قُوْلَا لَهٗ يَا ابْنَ وَلِيِّ الْهُدٰى طَهَّرَ بِلَادَ اللّٰهِ مِنْ طَاهِرٍ

ترجمہ: اور اسے کہو اے والی ہدیٰ کے بیٹے اب زمین طاہر سے پاک ہو گئی ہے۔

لَمْ يَكْفِهِ اَنْ حَزَّ اَوْ دَاجَهٗ ذُبِحَ الْهَدَايَا بِمُدَى الْجَازِرِ

ترجمہ: اور اس کی رگیں کاٹ دی گئی ہیں جیسے ذبح کیے جانے والے اونٹوں کی رگیں کھول دی جاتی ہیں۔

حَتّٰى اِذَا يُسْحَبُ اَوْصَالُهٗ فِيْ شَطَنٍ يَعْنِيْ بِهِ الثَّائِرِ

ترجمہ: یہاں تک کہ پھر اس کی ہڈیاں ایک بڑے رسے میں باندھ کر کھینچی گئیں۔

قَدْ يَرِدُ الْمَوْتُ عَلٰى جَفْنِهٖ فَطَرْفُهٗ مُنْكَسِرُ النَّاظِرِ

ترجمہ: اور موت نے اس کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا اور اس کی آنکھ منکسر الناظر ہے یعنی جاسوس کو کم دیکھنے والی ہے۔

ایک اور شاعر نے اس کے قتل میں یہ ذیل کے اشعار کہے:

لَمْ نَبْكِيْكَ لِمَاذَا لِلطَّرَبِ يَا اَبَا مُوْسٰى وَتَرْوِيْجِ اللَّعِبِ

ترجمہ: اے ابوموسیٰ ہم تم پر اس واسطے نہیں روتے کہ تو کھیل کود میں لگا رہتا تھا۔

وَلِتَرْكِ الْخَمْسِ فِيْ اَوْقَاتِهَا حِرْصًا مِنْكَ عَلٰى مَاءِ الْعِنَبِ

ترجمہ: اور پانچوں وقت کی نماز بھی نہیں پڑھا کرتا تھا اور نہ ہم تم پر اس واسطے روتے ہیں کہ تو انار کے پانی پر حریص تھا یعنی شراب پیتا تھا۔

وَشَنِيفِ اِنَّا لَا اَبْكِي لَهُ وَعَلٰى كَوْثَرٍ لَا اَخْشَى الْعِطَبْ

ترجمہ: اور نہ اس لئے روتے ہیں کہ تو شنیف و کوثر پر فریفتہ تھا اور تو اپنی ہلاکت سے ڈرا نہیں۔

لَمْ تَصْلَحُ لِلْمُلْكِ وَلَا تُعْطِكَ الطَّاعَةَ بِالْمُلْكِ الْعَرَبْ

ترجمہ: تو خلافت کے لائق نہ تھا اسی لیے اہل عرب نے تیری اطاعت نہیں کی

لَمْ نَبْكِيكَ لِمَا عَرَضْتَنَا لِلْمَجَانِيقِ وَطَوْرًا لِلسَّلَبْ

ترجمہ: اور ہم تم پر اس لئے نہیں روتے کہ تو نے ہمیں منجنیقوں اور لوٹ کے سامنے کر دیا۔

خزیمہ بن حسن نے زبیدہ کی زبان سے ایک قصیدہ نقل کیا ہے، جس میں یہ اشعار بھی تھے:

شعر

اَتٰى طَاهِرٌ" لَا طَهَّرَ اللّٰهُ طَاهِرًا فَمَا طَاهِرٌ" فِيمَا اَتٰى بِمُطَهَّرٍ

ترجمہ: خدا طاہر کو پاک نہ کرے اور نہ وہ طاہر ہے نہ مطہر ہے۔

فَاَخْرَجَنِي مَكْشُوفَةَ الْوَجْهِ حَاسِرًا وَاَنْهَبَ اَمْوَالِي وَاَخْرَبَ اَدْوُرٍ

ترجمہ: اس نے مجھے کھلے بال اور کھلے منہ گھر سے نکالا اور میرے مال اور گھر کو خراب کیا۔

يَعِزُّ عَلٰى هَارُوْنَ مَا قَدْ لَقِيتُهُ وَمَا مَرَّبِي مِنْ نَاقِصِ الْخَلْقِ اَعْوَرٍ

ترجمہ: میرا یہ حال اگر ہارون دیکھ لیتا تو یہ بات اس پر گراں گزرتی۔ اس کی زندگی میں میرے پاس سے کوئی ناقص الخلق تک آدمی نہیں گزرا کرتا تھا۔

تَذَكَّرْ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قِرَابَتِي فَدَيْتُكَ مِنْ ذِي حُرْمَةٍ مُتَذَكِّرٍ

ترجمہ: اے امیر المومنین میری قرابت کو یاد کریں کہ میں نے تجھ پر ذی حرمت شخص کو قربان کر دیا۔

ضائع کر دیا

ابن جریر لکھتے ہیں۔ جب امین بادشاہ ہوا تو اس نے خصیوں کو بڑی بڑی قیمت میں خریدا اور ان سے خلوت اختیار کی اور اپنی کنیزوں اور بیویوں کو چھوڑ دیا اور بعض لکھتے ہیں جب امین بادشاہ ہوا تو اس نے تمام اطراف میں آدمی بھیج کر کھیلنے کودنے والوں کو طلب کیا اور ان کی بڑی

بڑی تنخواہیں مقرر کیں اور وحشیوں' درندوں اور پرندوں کا ذخیرہ کیا اور اپنے اہل بیت اور امراء سے پردہ کرنا شروع کیا اور جواہرات اور نفیس چیزوں کو ضائع کر دیا اور مختلف مقامات میں کھیلنے کیلئے محل بنائے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے یہ شعر گایا:

هَجَرْتُکَ حَتّٰی قُلْتَ لَایَعْرِفُ الْھَوٰی وَزُرْتُکَ حَتّٰی قُلْتَ لَیْسَ لَهُ صَبْرٌ

ترجمہ: میں نے تم سے جدائی اختیار کی۔ یہاں تک کہ تمہیں خیال ہوا کہ یہ محبت کو جانتا ہی نہیں اور پھر میں نے ایسے آنا جانا شروع کیا۔ تم نے کہا اسے صبر ہی نہیں۔

پانچ کشتیاں

اس پر امین نے اس کو ایک سونے سے بھری ہوئی کشتی عطا کی۔ امین نے پانچ کشتیاں بنوائی تھیں جن سے ایک شیر کی سی تھی اور دوسری کی شکل ہاتھی کی' تیسری کی عقاب کی سی' چوتھی سانپ کی شکل کی طرح اور پانچویں گھوڑے کی شکل جیسی تھی اور ان کے بنوانے میں اس نے بہت سا مال خرچ کیا۔ اس پر ابونواس نے یہ اشعار کہے:

سَخَّرَ اللّٰهُ لِلْاَمِیْنِ مَطَایَا لَمْ تَسْخَرْ لِصَاحِبِ الْمِحْرَابِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے امین کیلئے سواریاں ایسی مطیع کی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے بھی ایسی مطیع نہ کی تھیں۔

فَاِذَا مَارَکَابُهُ سِرْنَ بَرًّا سَارَ فِیْ الْمَاءِ رَاکِبًا لَیْثَ غَابٍ

ترجمہ: پس جب وہ ان پر سوار نہیں ہوتا تو وہ جنگل میں چلتی ہیں اور جب وہ شیر پر سوار ہوتا ہے تو وہ پانی میں چلتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔

اَسَدًا بَاسِطًا ذِرَاعَیْهِ یَهْوِیْ اَهْرَتَ الشِّدْقِ کَالِحَ الْاَنْیَابِ

ترجمہ: شیر نے اپنے چہرے کے سامنے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کے منہ کی باچھیں ان سے آواز آرہی ہوتی ہے' ترش روکی کچلیوں کی طرح۔

صولی کہتے ہیں ابوالعیناء بسندہ محمد بن عمرو رومی سے روایت کرتے ہیں۔ امین کا نوکر کوثر لڑائی دیکھنے کے لیے باہر نکلا تو ایک پتھر آ کر اس کے منہ پر لگا۔ امین اس کے چہرے سے خون پونچھتا تھا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

ضَرَبُوْا قُرَّةَ عَیْنِیْ وَمِنْ اَجْلِیْ ضَرَبُوْهُ

ترجمہ: انہوں نے میرے قرۃ العین کو محض میرے سبب سے مارا۔

اَخَذَ اللّٰہُ لِقَلْبِی مِنْ اُنَاسٍ اَحْرَقُوْہُ

ترجمہ: میرا خدا ان لوگوں سے بدلہ لے جنہوں نے اس کا منہ جھلس دیا۔

آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ عبداللہ بن تیمی شاعر سامنے آ گیا تو وہ اسے کہنے لگا ان دو شعروں پر کچھ اور اشعار زائد کرو تو اس نے کہا:

مَا لِمَنْ اَهْوٰی شَبِیْهٌ فَبِهِ الدُّنْیَا تَتِیْهُ

ترجمہ: میرے معشوق کا کوئی ہم شکل نہیں۔ پس دنیا اسے دیکھ کر حیران ہے۔

وَصْلُهٗ حُلْوٌ وَلٰكِنْ هِجْرُهٗ مُرٌّ كَرِیْهٌ

ترجمہ: اس کا وصل شیریں ہے اور اس کا ہجر سخت تلخ ہے۔

مَنْ رَای النَّاسُ لَهٗ اَلْفَضْلَ عَلَیْهِمْ حَسَدُوْهُ

ترجمہ: لوگوں کا قاعدہ ہے جس کو اپنے سے بزرگ دیکھتے ہیں اس پر حسد کرتے ہیں۔

مِثْلَ مَا قَدْ حَسَدَ الْقَائِمَ بِالْمَلِكِ اَخُوْهُ

ترجمہ: جیسا کہ ایک بادشاہ پر اس کے بھائی نے حسد کیا۔

امین نے اسے تین خچریں درہموں کی انعام دیں۔ جب امین قتل ہوا تو تیمی مامون کے پاس آیا اور اس کی مدح کی مگر باریابی نہ پائی۔ آخر فضل بن سہل سے التجا کی۔ اس نے اسے درگاہ میں لے جا کر حاضر کیا۔ اس نے سلام کیا تو مامون نے کہا کیا یہ شعر تم نے ہی کہا ہے:

مِثْلَ مَا قَدْ حَسَدَ الْقَائِمَ بِالْمُلْكِ اَخُوْهُ

ترجمہ: جیسا ایک بادشاہ پر اس کے بھائی نے حسد کیا۔

اس پر تیمی نے یہ اشعار پڑھے:

نَصَرَ الْمَامُوْنُ عَبْدًا لِلّٰهِ لَمَّا ظَلَمُوْهُ

ترجمہ: مامون پر جب لوگوں نے ظلم کیا تو اس نے عبداللہ پر فتح پائی۔

نَقَضَ الْعَهْدَ الَّذِیْ قَدْ كَانَ قِدْمًا اَكَّدُوْهُ

ترجمہ: انہوں نے اس عہد کو توڑ دیا جو مدت سے مؤکد ہو چکا تھا۔

لَمْ یُعَامِلْهُ اَخُوْهُ بِالَّذِیْ اَوْصٰی اَبُوْهُ

ترجمہ : اس کے بھائی نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل نہ کیا۔

اس پر مامون نے اسے دس ہزار درہم انعام دینے کا حکم دیا اور اس کی خطا معاف کر دی۔ کہتے ہیں سلیمان بن منصور نے ایک دن امین کو کہا ابونواس نے میری ہجو (توہین) کی ہے۔ اس پر امین نے کہا اسے قتل کر دیجئے کیونکہ اسی نے تو یہ اشعار کہے ہیں:

اَهْـدَى الثَّـنَـاءُ اِنَّ الْاَمِيْنَ مُحَمَّد" مَـا بَـعْـــدَهٗ بِتَجَــارَةٍ مُــتَرَبَّصُ

ترجمہ: حقیقت میں خلیفہ اور امین۔ یہی تعریف کے لائق ہیں اور اس کے بعد آنے والے تجارت کے منتظر ہیں۔

صَـدَقَ الثَّـنَـاءُ عَلَى الْاَمِيْنِ مُحَمَّدٍ وَمِـنَ الثَّـنَـاءِ تَـكْذِبُ وَتَخْرُصُ

ترجمہ: بعض تعریفیں جھوٹی اور اٹکل پچو ہوتی ہیں مگر خلیفہ امین کی ثنا صحیح اور درست ہے۔

قَـدْ يَـنْقُصُ بَدْرُ الْمُنِيْرِ اِذَا اسْتَوٰى وَلَهَـاءُ نُـوْرِ مُـحَـمَّـدٍ مَـا يَنْقُصُ

ترجمہ: جب پورا چاند روشن ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ گھٹتا جاتا ہے۔ مگر خلیفہ محمد امین کا نور اور تازگی اور رونق کبھی کم نہ ہوگی۔

وَاِذَا بَـنُـو الْـمَنْصُوْرِ عُدَّ خِصَالُهُمْ فَـمُـحَـمَّـد" يَاقُوْتُهَا الْمُتَخَلَّصُ

ترجمہ: جب منصور کے بیٹوں کی خصلتیں شمار کی جائیں تو محمد خالص یاقوت کی طرح نکلے گا۔

ہاشمی خلیفہ

احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ امید ہے خدا تعالیٰ امین کو صرف اس واسطے بخش دے گا کہ اس نے اسمٰعیل بن علیہ کو جبکہ وہ اس کے پاس لایا گیا' کہا اے حرامزادے تم ہی کہتے ہو کلام اللہ مخلوق ہے۔ مسعودی کہتے ہیں۔ اب تک کوئی ہاشمی خلیفہ بطن ہاشمیہ سے علی بن ابی طالب اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور امین کے علاوہ تخت خلافت پر نہیں بیٹھا۔ امین کی والدہ زبیدہ بنت جعفر بن ابوجعفر منصور تھی اور نام اس کا امۃ العزیز تھا اور زبیدہ اس کا لقب تھا۔

سخاوت اور بخل

اسحٰق موصلی کہتے ہیں۔ امین میں بعض خصلتیں ایسی تھیں جو کسی اور خلیفہ میں نہ تھیں۔ وہ نہایت حسین اور اعلیٰ درجہ کا صحیح تھا اور والدین کی طرف سے شریف تھا اور اعلیٰ درجہ کا ادیب اور شعر کا عالم تھا۔ لیکن اس پر لہو و لعب غالب آ گیا تھا اور اس کے باوجود کہ وہ مال لٹانے میں

بڑا سخی تھا۔ لیکن کھانا کھلانے میں بڑا بخیل تھا۔

ذکی

ابوالحسن احمر کہتے ہیں۔ مجھے بسا اوقات وہ شعر جو نحوی مسائل کے لیے شاہد لایا جاتا ہے یاد نہ رہتا تو امین مجھے بتلا دیا کرتا تھا۔ خلفاء کی اولاد میں سے امین اور مامون سے بڑھ کر ذکی میں نے کوئی نہیں دیکھا۔

امین کی وفات

امین محرم 198 ہجری میں قتل ہوا۔ اس وقت اس کی عمر 27 سال کی تھی۔ اس کے عہد خلافت میں اسمٰعیل بن علیہ غندر شقیق البلخی زاہد ابو معاویہ زریع مؤرخ سدوی عبداللہ بن کثیر مقری ابونواس شاعر عبداللہ بن وہب صاحب مالک ورش مقری اور وکیع وغیرہ علماء فوت ہوئے۔

برسر منبر

علی بن محمد نوفلی وغیرہ کہتے ہیں۔ سفاح منصور مہدی ہادی اور رشید میں سے کوئی بھی برسر منبر اوصاف کے ساتھ نہیں بلایا گیا اور نہ ہی ان کا نام القاب کے ساتھ خطوط میں لکھا گیا۔ جب امین تخت خلافت پر بیٹھا تو منبر پر اوصاف کے ساتھ بلایا گیا اور خطوط میں اس طرح لکھا گیا:

''من جانب عبداللہ محمد امین امیر المومنین وغیرہ وغیرہ۔''

توہین میں اشعار

عسکری اوائل میں لکھتے ہیں۔ پہلے پہل امین کو ہی منبر پر لقب کے ساتھ پکارا گیا۔ جب امین کو معلوم ہوا کہ اس کا بھائی مامون اس کے عیب شمار کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس پر فضیلت دیتا ہے تو اس نے اس کی ہجو میں یہ اشعار کہے:

لَاتَفْخَرَنْ عَلَيْکَ بَعْدَ بَقِيَّةٍ وَالْفَخْرُ يَکْمُلُ لِلْفَتَى الْمُتَکَافِلِ

ترجمہ: تو اپنے آپ پر فخر نہ کر کیونکہ ابھی فخر کرنے والے بہت سے لوگ باقی ہیں اور فخر وہی شخص کر سکتا ہے جو ہمہ وجوہ کامل ہو۔

وَاِذَا تَطَاوَلَتِ الرِّجَالُ بِفَضْلِهَا فَارْبَعْ فَاِنَّکَ لَيْسَ بِالْمُطَاوِلِ

ترجمہ: جب لوگ اپنے فخر کے اظہار کیلئے گردنیں لمبی کریں تو آرام سے بیٹھ کیونکہ تو اس لائق نہیں کہ گردن لمبی کرے۔

اَعْطَاکَ جَدُّکَ مَا هُوِیْتَ وَاِنَّمَا تَلْقِیْ خِلَافَ هَوَاکَ عِنْدَ مَرَاجِلٖ

ترجمہ: تو اپنے والد کی طرف فخر کر سکتا ہے مگر اپنی والدہ مراجل جو لونڈی تھی اسے دیکھنے سے تو وہ فخر بھول جائے گا۔

تَعْلُوا لُمَنَا بِرَکُلَّ یَوْمٍ اٰمِلاً مَا لَسْتَ مِنْ بَعْدِیْ اِلَیْهِ بِوَاصِلٖ

ترجمہ: تو ہر روز منبروں پر اس امید پر چڑھتا ہے تا کہ میرے بعد خلافت تجھے ملے حالانکہ یہ بات نہیں ہوگی۔

فَتَعِیْبُ مَنْ یَعْلُوْ عَلَیْکَ بِفَضْلِهٖ وَتَعِیْدُ فِیْ حَقِّیْ مَقَالَ الْبَاطِلٖ

ترجمہ: جو شخص تم سے افضل ہے تو اسے عیب لگاتا ہے اور میرے حق میں تو ایسی باتیں کرتا ہے جیسے جاہل اور جھوٹے شخص کرتے ہیں۔

(مصنف) میں کہتا ہوں یہ شعر نہایت اعلیٰ ہیں۔ اگر یہ فی الحقیقت امین کے ہی ہیں تو اس کے بھائی اور باپ سے اس کے اشعار بہت اعلیٰ ہیں۔

اشعارِ تعریف

صولی کہتے ہیں۔ امین نے جو اشعار اپنے خادم کوثر کی صفت میں کہے ہیں جبکہ امین لیٹا ہوا تھا اور وہ اسے شراب پلا رہا تھا اور ادھر چاند بھی طلوع کیے ہوئے تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ اشعار اس نے حسین بن ضحاک خلیع کی صفت میں کہے تھے جو اس کا ندیم تھا اور کسی وقت اس سے علیحدہ نہیں ہوتا تھا:

وَصَفَ الْبَدْرُ حُسْنَ وَجْهِکَ حَتّٰی خِلْتُ اَنِّیْ اَرَاکَا وَمَا اَرَاکَا

ترجمہ: چاند نے بھی تیری خوبصورتی کی تعریف کی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے خیال کیا' میں تجھے دیکھ رہا ہوں حالانکہ حقیقت میں دیکھ نہیں رہا تھا۔

وَاِذَا مَا تَنَفَّسَ النَّرْجَسُ الْغَضُّ تَوَهَّمْتُهٗ نَسِیْمَ سَنَاکَا

ترجمہ: جب تر و تازہ نرگس کھلتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں' تیری روشنی کی باد نسیم آ گئی ہے۔

خَدْعٌ لِلْمُنٰی تَعَلَّلَنِیْ فِیْکَ بِاِشْرَاقِ ذَا وَنَکْهَتُهٗ ذَاکَا

ترجمہ: نرگس کی خوشبو اور چاند کا چمکنا مجھے بار بار تیری رغبت دلاتا ہے۔

لَاُ قِیْمَنَّ مَا حَیِیْتُ عَلَی الشُّکْرِ لِهٰذَا وَذَاکَ اِذْ حَکَیَا کَا

ترجمہ: جب تک میں زندہ رہوں ان دونوں (یعنی نرگس اور چاند) کا شکریہ ادا کرتا رہوں گا کیونکہ وہ دونوں تیرے مشابہ ہیں۔

ذیل کے اشعار بھی اس نے اپنے خادم کوثر ہی کی تعریف میں کہے ہیں:

مَا یُرِیْدُ النَّاسُ مَنْ صَبٌّ بِمَنْ یَهْوِیْ کَئِیْبُ

ترجمہ: لوگ اس عاشق سے کیا طلب کرتے ہیں جو اپنے معشوق کے غم میں غمگین ہے۔

کَوْثَرٌ دِیْنِیْ وَ دُنْیَائِیْ وَسُقْمِیْ وَطَبِیْبِیْ

ترجمہ: کوثر خادم ہی میرا دین ہے اور میری دنیا ہے اور وہی میری بیماری اور وہی میرا طبیب ہے۔

اَعْجَزُ النَّاسِ الَّذِیْ یَلْحِیْ مُحِبًّا فِیْ حَبِیْبِیْ

ترجمہ: سب سے عاجز وہ شخص ہے جو عاشق کو معشوق کے معاملہ میں ملامت کرتا ہے۔

جب امین کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا اور طاہر اس پر غالب ہو گیا تو اس نے یہ اشعار کہے:

یَا نَفْسُ قَدْ حَقَّ الْحَذَرُ اَیْنَ الْمَفَرُّ مِنَ الْقَدَرُ

ترجمہ: اے نفس! خوف' ثابت اور یقینی ہو گیا' اب قضاء وقدر سے کہاں بھاگ سکتے ہیں۔

کُلُّ امْرَءٍ مِمَّا یَخَافُ وَیَرْتَجِیْهِ عَلٰی خَطَرُ

ترجمہ: ہر شخص جس بات سے ڈرتا ہے یا جس کی وہ امید رکھتا ہے' خطرے میں ہے۔

وَ یَرْشُفُ صَفْوَ الزَّمَانَ یَغُصُّ یَوْمًا بِالْکَدَرُ

ترجمہ: اور جو شخص زمانہ کی اچھی چیزیں چکھتا ہے وہ کسی نہ کسی دن اس کی برائی کو بھی چکھے گا۔

طشت از بام

صولی کہتے ہیں۔ ایک دن امین نے اپنے کاتب کو کہا عبداللہ محمد امیر المومنین کی طرف سے طاہر بن حسین کی طرف لکھو "السلام علیکم۔ اما بعد! واضح ہو میرے اور میرے بھائی کے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے' وہ طشت از بام ہو چکا ہے اور ممکن ہے کہ ہمارا دشمن ہماری اس نا اتفاقی سے فائدہ اٹھائے۔ میں اس بات پر رضامند ہوں اگر تم مجھے امن دو تو میں اپنے بھائی کے پاس

جاؤں۔ اگر وہ مجھے معاف کر دے تو وہ اس کے لائق ہے اور اگر مجھے قتل کر دے تو بھی خیر کیونکہ پتھر پتھر کو اور تلوار تلوار توڑا کرتی ہے۔ اگر مجھے وکوئی درندہ پھاڑ کھائے تو اس بات سے بہتر ہے ایک کتا مجھ پر بھونکے۔ طاہر نے اس بات کو نہ مانا۔

فصاحت کیلئے

اسمٰعیل بن محمد یزیدی کہتے ہیں۔ میرے والد امین اور مامون سے گفتگو کیا کرتے تھے تو وہ اسے نہایت فصیح کلام میں جواب دیا کرتے تھے تو میرے والد کہا کرتے تھے خلفائے بنی امیہ کے لڑکے بدویوں میں فصیح عربی سیکھنے کیلئے بھیجے جاتے تھے تب جا کر وہ فصیح بنتے تھے۔ مگر تم تو ان سے بھی بڑھ کر فصیح ہو۔

قیامت کے دن

صولی کہتے ہیں۔ امین سے ایک حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث مروی نہیں' چنانچہ مغیرہ بن محمد مہلبی کہتے ہیں ایک دن حسین بن ضحاک کے پاس کئی ہاشمی بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں بعض متوکل کی اولاد میں سے بھی تھے۔ کسی نے امین کے بارے سوال کیا کہ ادب میں اس کی حالت کیسی تھی؟ حسین بن ضحاک نے کہا وہ کامل ادیب تھا۔ پھر کسی نے پوچھا وہ فقہ میں کیسا تھا؟ انہوں نے کہا مامون اس سے بڑھ کر تھا۔ پھر کسی نے کہا حدیث میں کیسا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے اس سے صرف ایک ہی حدیث سنی ہے جب اسے اپنے غلام کے مرنے کی خبر پہنچی جو حج کو گیا ہوا تھا تو اس نے اپنے والد سے بسندہ روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص حالت احرام میں ہی مر جائے وہ قیامت کے دن تکبیر کہتا ہوا اٹھایا جائے گا۔''

اگر بال کھولے

ثعالبی لطائف المعارف میں لکھتے ہیں۔ ابوالعینا کہا کرتے تھے اگر زبیدہ اپنے بال کھولے تو اس کی ہر ایک لٹ میں ایک نہ ایک خلیفہ یا ولی عہد لٹکتا نظر آئے کیونکہ منصور اس کا دادا تھا اور سفاح اس کے دادے کا بھائی اور مہدی اس کا چچا' رشید اس کا شوہر' امین اس کا لڑکا' مامون اور معتصم اس کے سوتیلے بیٹے اور واثق و متوکل سوتیلے بیٹوں کے بیٹے اور ولی عہد تو بہت زیادہ ہیں۔ اس کی نظیر اگر کوئی ہو سکتی ہے تو بنی امیہ میں عاتکہ بنت یزید بن معاویہ تھی۔ یزید اس کا باپ تھا' معاویہ دادا' معاویہ بن یزید اس کا بھائی' مروان بن حکم اس کا دیور' عبدالملک اس کا

شوہر یزید اس کا بیٹا ولید اس کا پوتا ولید ہشام اور سلیمان اس کے سوتیلے بیٹے اور یزید اور ابراہیم اس کے سوتیلے پوتے تھے۔

مامون عبداللہ ابوالعباس

مامون عبداللہ ابوالعباس بن رشید بروز جمعرات نصف ربیع الاول 170 ہجری میں پیدا ہوا۔ اسی رات ہادی فوت ہوا تھا۔ اس کے والد نے اسے ولی عہد کیا تھا۔ اس کی والدہ ام ولد تھی جس کا نام مراجل تھا اور چلہ میں ہی مر گئی تھی۔

تحصیل علم

مامون نے بچپن میں ہی تحصیل علم کی۔ حدیث اپنے باپ "ہشیم" عباد بن عوام یوسف بن عطیہ ابو معاویہ ضریر اسمٰعیل بن علیہ اور حجاج اعور سے سنی۔ یزید اس کے ادب کے استاذ تھے۔ فقہاء کو دور سے بلا بلا کر جمع کیا اور فقہ علم عربیت اور تاریخ میں ماہر ہوا تو فلسفہ اور علوم الاوائل کی طرف مائل ہوا اور ان میں کمال پیدا کیا۔ مگر ان کے پڑھنے سے وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو گیا۔ اس سے اس کے بیٹے اور یحیٰی بن اکثم، جعفر بن ابی عثمان طیالسی امیر عبداللہ بن طاہر احمد بن حارث شیعی دعبل خزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

مسئلہ قرآن

مامون بنی عباس کے تمام لوگوں سے دانائی ارادے حلم علم رائے زیرکی ہیبت شجاعت سرداری اور بخشش میں بڑھ کر تھا۔ اگر مسئلہ قرآن میں اس قدر سختی نہ کرتا تو اپنی نظیر نہ رکھتا۔ بہر حال اس سے بڑھ کر بنو عباس میں سے کوئی عالم تخت نشین نہیں ہوا۔ نہایت فصیح و بلیغ اور پر گو شخص تھا۔ کہا کرتا تھا معاویہ کو عمرو کی اور عبدالملک کو حجاج کی ضرورت تھی مگر مجھے اپنے نفس کے سوا کسی کی حاجت نہیں۔

فاتحہ واسطہ اور خاتمہ

کہتے ہیں۔ بنی عباس کے تین خلیفے ہوئے ہیں۔ ایک فاتحہ دوسرا واسطہ تیسرا خاتمہ تھا فاتحہ سفاح تھا۔ واسطہ مامون اور خاتمہ معتضد تھا۔

ختم قرآن

کہتے ہیں مامون نے بعض رمضانوں میں تینتیس مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ مشہور ہے مامون شیعہ تھا۔ اسی لیے اس نے اپنے بھائی مؤتمن کو ولی عہدی سے معزول کر دیا تھا اور علی رضا کو خلیفہ مقرر کیا۔

فقیہ النفس

ابو معشر منجم کہتے ہیں۔ مامون ہمیشہ عدل میں کوشش کرتا اور فقیہ النفس تھا اور بڑے بڑے علماء کرام میں سے شمار ہوتا تھا۔ رشید کہا کرتا تھا مامون میں منصور سی ہوشیاری' مہدی سی عبادت' ہادی سی عزت دیکھتا ہوں اور اگر میں چاہوں تو اسے اپنے نفس کی طرف بھی منسوب کر سکتا ہوں۔ امین کو میں نے اس پر مقدم تو کر دیا ہے مگر میں جانتا ہوں اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا اور فضول خرچ ہوگا' لونڈیوں اور عورتوں کے ساتھ مشغول رہے گا۔ اگر ام جعفر اور بنی ہاشم کی خواہش نہ ہوتی تو مامون کو امین پر مقدم کرتا۔

ابو جعفر کنیت

مامون اپنے بھائی کے قتل کے بعد 199 ہجری میں مستقل خلیفہ ہوا اور وہ اس وقت خراسان میں تھا اور کنیت اپنی ابو جعفر رکھی۔

کنیت کی قدر

صولی کہتے ہیں۔ خلفاء اس کنیت کو پسند کیا کرتا تھے کیونکہ یہ منصور کی کنیت تھی اور اس کنیت کی ان کے دلوں میں بڑی قدر تھی اور کہا کرتے تھے جس شخص کی یہ (یعنی ابو جعفر) کنیت ہو وہ منصور اور رشید کی طرح دیر تک زندہ رہتا ہے۔

سیاہ اور سبز؟

201 ہجری میں مامون نے اپنے بھائی مؤتمن کو ولی عہدی سے معزول کرایا اور اپنے بعد علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو ولی عہد مقرر کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سخت شیعہ ہو گیا تھا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ خود خلافت چھوڑ کر علی رضا کو خلیفہ بنانے لگا تھا۔ اسی کو رضا کا لقب دیا تھا اور ان کے نام کا سکہ جاری کرا دیا اور اپنی بیٹی سے ان کی شادی کر دی اور تمام

اطراف ملک میں اس بات کا اعلان کرادیا' سیاہ کپڑے پہننے کی ممانعت کردی اور سبز کپڑے پہننے کا حکم دیا۔ بنی عباس پر یہ باتیں گراں گزریں اور انہوں نے عزل کردیا اور ابراہیم مہدی کو مبارک کا خطاب دیا اور اس کی بیعت کرلی۔ مامون نے اس سے جنگ کرنے کے لیے لشکر روانہ کیا اور جدال وقتال ہوتا رہا اور مامون عراق کی طرف گیا اور علی رضا نے 203 ہجری میں انتقال کیا۔ مامون نے اہل بغداد کو اس امر کی خبر پہنچائی اور لکھا تم مجھ پر علی رضا کی بیعت کرنے سے ناراض ہوئے تھے۔ سو وہ تو اب رہے ہی نہیں۔ انہوں نے اس کا نہایت سخت الفاظ میں جواب دیا۔ مامون اسے سن کر بہت ہی دل تنگ ہوا۔ بعدازاں ابراہیم بن مہدی سے لوگ پوشیدہ طور پر علیحدہ ہونا شروع ہوئے اس لیے وہ روپوش ہو گیا اور مسلسل آٹھ برس تک پوشیدہ رہا۔ اس کی خلافت تقریباً دو برس رہی۔

توقف کیا

ماہ صفر 204 ہجری میں مامون بغداد میں آیا تو عباسیوں وغیرہم نے اس سے سیاہ لباس پہننے اور سبز لباس چھوڑنے کے بارے میں گفت وشنید کی۔ پہلے تو مامون نے اس بات میں توقف کیا' مگر بعدازاں مان گیا۔

حاکم بنائے

صولی بسندہ روایت کرتے ہیں۔ مامون کے بعض گھر والوں نے کہا تیرا مقصود تو اولادِ علی بن ابی طالب کے ساتھ نیکی کرنا ہے تو تو اس امر پر اس وقت تک زیادہ قادر ہے جب تک سلطنت وخلافت تیرے ہاتھ میں ہو۔ اس کے برعکس اس کے امر خلافت تیرے ہاتھ سے نکل کران کے ہاتھ میں چلا جائے۔ مامون نے کہا یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی بنی ہاشم سے کسی کو کسی عہدہ پر مقرر نہیں فرمایا۔ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی کیا۔ مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عبداللہ بن عباس کو بصرہ کا' عبیداللہ کو یمن کا' معبد کو مکہ اور قثم کو بحرین کا حاکم بنایا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک نہ ایک عہدہ پر مقرر کردیا۔ یہ امر اب تک ہمارے ذمہ چلا آتا تھا۔ میں نے ان کا بدلہ ان کی اولاد کو دیا۔

210 ہجری میں مامون نے بوران بنت حسن بن سہل سے نکاح کیا۔ جسے باپ کی

طرف سے کئی لاکھ کا جہیز ملا۔ حسن بن سہل نے بارات کی سترہ دن تک دعوتیں کیں اور پھر بہت سے رقعے لکھے جن میں کسی نہ کسی جاگیر کا نام لکھا تھا۔ پھر انہیں عباسیوں اور فوج کے جرنلوں پر پھینک دیا۔ جو رقعہ جس کے ہاتھ آیا' وہی جاگیر اس کو مل گئی اور وہ اس کا مالک ہو گیا اور شب زفاف کے روز مامون کے ہاتھ میں دو صیپیاں زر و جواہرات سے بھری ہوئی لوگوں پر لٹادیں۔

عقیدۂ خلق قرآن

212 ہجری میں مامون نے اپنے عقیدۂ خلق قرآن کی اشاعت کی اور ساتھ ہی اس بات کا اعلان کرادیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل تھے۔ اس وجہ سے لوگ اس سے سخت نفرت کرنے لگے اور قریب تھا کہ فتنہ وفساد برپا ہو جائے۔ آخر اس کو 218 ہجری تک ان عقائد کی تبلیغ واشاعت سے صبر کرنا پڑا۔

دمشق واپسی

215 ہجری میں مامون جنگ روم کے لیے روانہ ہوا اور قلعہ قرہ اور ماجد کو فتح کر کے پھر دمشق کی طرف واپس چلا آیا۔ پھر دوبارہ 216 ہجری میں روم کی طرف چلا گیا اور کئی قلعوں کو فتح کرنے کے بعد پھر واپس دمشق چلا آیا۔ اس کے بعد مصر کی طرف گیا۔ (اور عباسیوں کا پہلا حاکم ہے جو مصر پہنچا) اور پھر 217 ہجری میں دمشق اور روم کی طرف واپس آیا۔

لوگوں کا امتحان

218 ہجری میں اس نے مسئلہ خلق قرآن میں لوگوں کا امتحان لیا اور اسحاق بن ابراہیم خزاعی جو بغداد پر اس کی طرف سے حاکم تھا' اس مضمون میں ایک خط لکھا کہ ''امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے عوام الناس سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بالکل جاہل ہیں اور ان کے دلوں میں علم کی روشنی نہیں ہے۔ وہ اللہ سے جاہل ہیں اور دین متین کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور اس بات سے قاصر ہیں کہ اللہ عزوجل کو اس کی عظمت و شان خداوندی کے مطابق جان سکیں۔ اس کی معرفت کی کنہہ تک نہیں پہنچ سکتے اور خدا اور اس کی خلقت میں فرق نہیں کر سکتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کی خلقت قرآن مجید کو مساوی بنادیا ہے۔ ان کا خیال ہے قرآن مجید قدیم ہے۔ اللہ نے اس کو باقی مخلوق کی طرح پیدا نہیں کیا اور نہ اسے اختراع کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ۔ (پ 25 سورہ زخرف آیت 2)

(ہم نے عربی قرآن اتارا۔) تو جب خدا نے اسے بنایا تو گویا اسے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ ۔ (پارہ 7 سورہ انعام آیت نمبر 1) ترجمہ: اور اندھیرا یا روشنی پیدا کی۔) اور ایک جگہ یہ بیان کیا ہے کَذٰلِکَ نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ (پ 16 سورۃ طٰہٰ آیت 99) ترجمہ: ہم ایسے ہی تمہارے سامنے اگلی خبریں بیان فرماتے ہیں۔ (ترجمہ وحوالہ کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان امور کے بعد پیدا کیا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ اُحْکِمَتْ اٰیَاتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ (پ 12 سورۃ ھود آیت 1) جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں' پھر ان کی تفصیل کی گئی ہے۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی) اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کو مضبوط کرنے والا اور اس کی تفصیل فرمانے والا ہے۔ پس وہ اس کا خالق ٹھہرا۔ پھر ان لوگوں نے اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کا لقب دیا اور اپنے علاوہ دوسروں کو کافر کہنے لگے اور اس دعویٰ کے ساتھ گردن بلند کی اور جاہلوں کو فریب دیا اور اس جماعت کو دیکھ کر بہت سے ایسے لوگ جو اپنے آپ کو اہل حق شمار کرتے' حالانکہ حقیقت میں وہ کاذب ہیں' ان کے ساتھ مل گئے اور اپنے باطل کے ساتھ حق کو چھپا دیا۔ اور خدا کے علاوہ معتمد علیہ مقرر کیا۔ امیرالمومنین کا خیال ہے کہ یہ لوگ بدترین امت ہیں کیونکہ توحید کے درجہ کو کم کر رہے ہیں اور یہ جہالت کے برتن ہیں اور کذب کے جھنڈے ہیں اور ابلیس کی زبان میں جو دوستوں کے لباس میں بول رہے ہیں اور اپنے دشمنوں (یعنی اہل دین) کو خوف دلاتا ہے۔ جو شخص راہِ راست سے گمراہ ہو جائے اور ایمان بالتوحید کو چھوڑ دے تو وہ اس لائق ہے کہ اسے سچا نہ سمجھا جائے اور اس کی شہادت قبول نہ کی جائے اور نہ ہی اس پر اعتبار کیا جائے کیونکہ وہ سب سے زیادہ گمراہ ہے۔ سب لوگوں سے جھوٹا وہ شخص ہے جو خدا اور اس کی وحی پر افتراء باندھے' انکل پچو سے باتیں کرے اور خدا تعالیٰ کو جیسے پہچاننا چاہئے' نہ پہچانے۔ اب سب قاضیوں کو جمع کر کے انہیں ہمارا یہ خط سناؤ اور ان کا امتحان لو کہ قرآن مجید کے مخلوق اور حادث ہونے میں ان کی کیا رائے ہے اور انہیں بتلا دو کہ ہم نے ان شخصوں سے اپنے عمل میں مدد لینی ہے اور نہ ہی ان پر اعتماد کرنا ہے جو اپنے دین پر قائم اور مضبوط نہ ہوں۔ پس جو اس کا اقرار کر لیں ان سے کہہ دو کہ وہ ان لوگوں کی جو اس کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کریں' گواہی قبول کریں اور جو کچھ وہ

لوگ اس مسئلہ کا جواب دیں' وہ بھی قلمبند کر کے ہماری طرف لکھو۔ نیز ان آٹھ شخصوں کو ہماری طرف روانہ کر دو۔ یعنی محمد بن سعد' کاتب واقدی' یحییٰ بن معین' ابو خیثمہ' ابو مسلم مستملی' یزید بن ہارون' اسمٰعیل بنداؤ' اسمٰعیل بن ابی مسعود اور احمد بن ابراہیم دورتی۔

بزورِ شمشیر

جب یہ آٹھوں آدمی اس کے پاس آئے تو مامون نے خلق قرآن میں ان کا امتحان لیا اور جب تک انہوں نے قرآن شریف کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کر لیا' ان کو رقہ سے بغداد میں نہ آنے دیا۔ پہلے تو ان تمام نے اس مسئلہ میں توقف کیا' مگر آخر تقیہ کر کے قائل ہو گئے۔ مامون نے پھر اسحٰق بن ابراہیم کو لکھا کہ فقہاء اور مشائخ حدیث کو بلا کر اطلاع دیدو کہ مسئلہ بالا لوگوں نے خلق قرآن کو مان لیا ہے۔ اسحٰق بن ابراہیم نے حکم شاہی کی تعمیل کی جس پر بعضوں نے مان لیا' مگر بعضوں نے نہ مانا اور یحییٰ بن معین نے بھی کہہ دیا کہ ہم نے تلوار کے زور سے مانا ہے۔

نہ اقرار نہ انکار

مامون نے اسحٰق بن ابراہیم کو حکم بھیجا جو لوگ خلق قرآن کے انکاری ہیں ان کو طلب کرو۔ اسحٰق نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ' بشر بن ولید کندی' ابو حسان زیادی' علی بن مقاتل' فضل بن عالم' عبید اللہ بن عمر قواریری' علی بن جعد' سجادہ ذیال بن تبسم' قتیبہ بن سعد' سعد یہ وسطی' اسحٰق بن اسرائیل' ابن ہرس' ابن علیہ اکبر' محمد بن نوح عجلی' یحییٰ بن عبدالرحمٰن عمری' ابو نصر تمار' ابو معمر قطیعی' محمد بن حاتم بن میمون وغیرہم کو بلایا اور مامون کا خط سنایا۔ ان تمام نے سرگوشیاں اور اشارے اور کنایہ کر کے اس مسئلہ کا نہ اقرار کیا اور نہ انکار۔ آخر اسحٰق نے بشر بن ولید سے دریافت کیا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مجھے تو امیر المومنین کا یہ عقیدہ مدت سے معلوم ہے۔ اسحٰق نے کہا اب تو امیر المومنین نے تجدید کی ہے اور ان کے خط کی تعمیل لازمی ہے۔ انہوں نے کہا میرا تو یہ قول ہے کہ قرآن کلام خدا ہے۔ اسحٰق نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا بلکہ یہ فرمایئے کہ آپ اسے مخلوق مانتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا اور امیر سے عہد کر چکا ہوں کہ میں اس مسئلہ میں کلام نہ کروں گا۔ پھر اسحٰق نے علی بن مقاتل سے دریافت کیا آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا میرا عقیدہ ہے قرآن شریف کلام خدا ہے۔ اگر

امیر کچھ اور کہے تو ہم اس کے ماننے اور سننے کو تیار ہیں۔ ابوحسان زیادی نے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر احمد بن حنبل سے پوچھا تو انہوں نے کہا قرآن شریف کلام خدا ہے۔ اسحٰق نے کہا وہ مخلوق ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہتا۔ ابن بکار اکبر نے کہا میرا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید بنایا گیا ہے اور محدث ہے کیونکہ اس پر بعض وارد ہے۔ اسحٰق نے کہا جو چیز بنائی جائے وہ تو مخلوق ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اسحٰق بولا پھر تو قرآن مجید مخلوق ہوا۔ انہوں نے کہا میں یہ نہیں کہتا۔ غرض اسحٰق نے ان سب بیانات کو لکھ کر خلیفہ کے پاس بھجوا دیا۔

جواب کی تفصیل

مامون نے ان کے جواب میں لکھا: بتکلف اہل قبلہ بننے والوں کے جواب ہماری نظر سے گزرے۔ جو لوگ قرآن مجید کو مخلوق نہیں مانتے' ان کو فتویٰ' روایت حدیث اور تدریس قرآن مجید سے منع کر دو۔ بشر نے جو کچھ کہا ہے وہ جھوٹ ہے۔ امیر اور اس کے مابین کوئی عہد نہیں ہوا۔ میں نے اسے صرف اپنے اعتقاد سے مطلع کیا تھا۔ اب ان کو پھر طلب کرو اور پوچھو۔ اگر وہ اپنے عقیدے سے توبہ کریں تو اس کا اعلان کر دو اور اگر اپنے شرک پر اصرار کریں اور قرآن کے مخلوق ہونے کو نہ مانیں تو ان کو قتل کر دوں۔ اور ان کے سر ہمارے پاس بھیج دو۔ اور ایسا ہی ابراہیم بن مہدی کا بھی امتحان لو۔ اگر بات کو قبول کرے تو بہتر ورنہ اسے بھی قتل کے اور علی بن مقاتل سے کہو تم نے امیر کے سامنے تحلیل و تحریم کا دعویٰ نہیں کیا تھا؟ اور اب قرآن کے مخلوق ہونے میں احتیاط کرتے ہو اور ذیال سے کہہ دو کہ تم کو شہر انبار سے غلہ چرانے کا شغل ہی کافی ہے۔ اس مسئلہ میں کیوں دخل دیتے ہو اور احمد بن یزید بن عوام نے جو یہ کہا ہے کہ میں اس سے اچھا قرآن مجید کے بارے میں جواب نہیں دے سکتا تو ان سے کہہ دو کہ تم گو عمر میں بوڑھے ہو' مگر عقل میں بچے اور جاہل ہو۔ جب آدمی لکھا پڑھا ہو تو اسے ٹھیک جواب دینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو تلوار ان کا علاج ہے۔ احمد بن حنبل سے کہہ دو امیر کو تمہارا بیان معلوم ہوا۔ ان کا جواب ان کی جہالت اور آفت پر دلالت کرتا ہے۔ فضیل بن غانم سے کہہ دو تم امیر المومنین سے بھی نہیں ڈرے اور مصر میں بحالت قاضی ایک سال سے کم مدت ولاء کا دعویٰ کیا تھا۔ مگر ابوحسان نے زیاد بن ابیہ کے مولیٰ ہونے سے انکار کر دیا۔ زیادی کسی اور باعث سے کہتے ہیں۔ ابونصر تمار سے کہہ دو کہ امیر نے تمہاری کم عقلی اور خساست معلوم کر لی ہے اور

ابن نوح اور ابن حاتم سے کہہ کہ تم بوجہ سود کھانے کے توحید پر قائم نہ رہ سکے۔ اگر امیر محض ان کے سود لینے کی خاطر اس سبب سے کہ قرآن کی آیات ان جیسے کے حق میں نازل ہوئی ہیں' ان کے خون کو حلال سمجھتا تو کافی تھا۔ چہ جائیکہ انہوں نے سود کے ساتھ شرک جمع کیا اور نصرانیوں کے مشابہ ہو گئے۔ ابن شجاع سے کہو کہ میں تمہارے اس مال میں شریک ہوں جس کو جو تم نے امیر علی بن ہشام کے مال سے حلال سمجھ کر لیا تھا اور سعد یہ واسطی سے کہہ دو خدا اس آدمی کا برا کرے جو تصنع حدیث اور حرص علی الریاست میں اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ امتحان و آزمائش کے وقت کی خواہش کرتا رہتا ہے تاکہ لوگ کہیں کہ فلاں شیخ وامام امتحان کے وقت کسی سے نہیں ڈرتا اور اپنی بات پر قائم رہتا ہے اور اس ذریعہ سے شہرت پاتا ہے۔ سجادہ نے جو یہ کہا کہ میں نے قرآن کا مخلوق ہونا کسی عالم سے نہیں سنا۔ اس سے کہہ دو جو شخص علی بن یحییٰ وغیرہ کی امانتیں کھا گیا اس کو توحید سے کوئی واسطہ نہیں اور قواریری سے کہہ دو کہ تمہارا مذہب اور برا طریقہ سخافت عقل رشوت لینے دینے سے ہی معلوم ہو رہے ہیں اور یحییٰ عمری اگر اولاد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے تو اس کا جواب معروف ہے۔ محمد بن حسن بن علی بن عاصم اگر سلف کا مقتدی ہے تو جو اس نے کہا ہے جھوٹ نہیں کہا ہے اور ابھی وہ بچہ ہے اس کو تعلیم کی ضرورت ہے اور تمہارے پاس امیر نے ابی مسہر روانہ کیا ہے۔ ہم نے اس کا خلق قرآن کے بارے میں امتحان لیا ہے۔ پہلے تو وہ گنگناتا رہا اور بات صاف نہ کی مگر جب قتل کی دھمکی دی تو مان گیا۔ اب اسے پھر بلا کر دریافت کرو۔ اگر وہ اس بات پر قائم ہے تو اس کا اعلان کر دو۔ نیز جن لوگوں کا ہم نے نام لیا' اگر وہ اپنے شرک سے باز نہ آئیں تو انہیں قید کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم ان سے پوچھیں گے' اگر وہ باز نہ آئیں گے تو انہیں قتل کیا جائے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ

کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل' سجادہ' محمد بن نوح اور قواریری کے علاوہ یہ حکم سن کر سب نے خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ اسحٰق نے ان چاروں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اگلے روز پھر ان سے دریافت کیا۔ سجادہ اور قواریری تو ڈر کر مان گئے' مگر امام احمد بن حنبل اور محمد بن نوح نہ مانے اس لیے ان کو روم کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر مامون کو معلوم ہوا کہ جس نے اس بات کو مانا ہے محض جان کے خوف سے ہے۔ اس پر وہ سخت ناراض ہوا اور سب کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب

لوگ خلیفہ کے پاس روانہ کر دیئے گئے۔ لیکن ابھی یہ پہنچنے نہ پائے تھے کہ مامون کے مرنے کی خبران کو ملی اور خدا نے ان کی مشکلات آسان کر دیں۔ مامون روم میں بیمار ہوا۔ جب مرض شدید ہوا تو اپنے بیٹے عباس کو بلا بھیجا مگر مامون کو خیال ہوا کہ عباس کے پہنچنے سے قبل ہی مر جاؤں گا۔ لیکن عباس اس کی حالت نزع کے وقت پہنچ گیا۔ مگر اس کے آنے سے پیشتر ہی تمام شہروں کی جانب خط روانہ کر دیئے گئے تھے۔ جن میں لکھا تھا کہ یہ مامون اور اس کے بھائی کی طرف سے ہے جو بعد میں خلیفہ ہونے والا ہے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ یہ خطوط مامون کے حکم سے لکھے گئے تھے۔ مگر بعض کہتے ہیں کہ اس کی غشی کی حالت میں ان کا اجرا ہوا۔

مامون کی موت

مامون نے بروز جمعرات بتاریخ 18 رجب 218 ہجری میں بمقام بدندون جو ارض روم میں واقع ہے' انتقال کیا اور وہاں سے طرطوس میں لا کر دفن کیا گیا۔

چمکدار مچھلی

مسعودی لکھتے ہیں۔ مامون نے بدندون کے ایک چشمہ پر خیمہ لگایا ہوا تھا۔ اس کی خنکی' صفائی اور سرسبزی کو بہت ہی پسند کیا تھا۔ اتفاقاً چشمے میں سے ایک ایسی چمکدار مچھلی نظر آئی جیسے چاندی ہوتی ہے۔ اسے پکڑنے کا حکم دیا۔ مگر پانی کی خنکی کے باعث کسی نے چشمے میں اترنے کی جرأت نہیں کی۔ آخر مامون نے کہا کہ جو شخص اسے پکڑے گا' میں اسے اپنی تلوار انعام دوں گا۔ اس پر فراش چشمے میں اتر گیا اور اسے پکڑ لایا۔ باہر آ کر مچھلی پھڑ پھڑائی اور پھر پانی میں چلی گئی۔ مامون کے سینے اور گردن پر اس کی چھینٹیں پڑیں اور کپڑے بھی تر ہو گئے۔ فراش پھر چشمہ میں اترا اور پھر پکڑ لایا۔ مامون نے حکم دیا کہ اسے ابھی بھونا جائے۔ اس کے بعد اسے لرزہ طاری ہو گیا۔ ہزار لحاف اوڑھے مگر لرزہ میں کمی نہ ہوئی۔ آخر پھر ارد گرد آگ جلائی گئی اور مچھلی کے کباب بھی لائے گئے۔ مگر مامون چونکہ بیہوش تھا اسے بالکل نہ چکھا۔ پھر جب ذرا ہوش آیا تو اس نے مکان کے معنی پوچھے تو کسی نے کہا کہ اس کے معنی پیر پھیلاؤ ہے۔ مامون نے اس سے بدفالی لی۔ پھر اس جگہ کا نام پوچھا تو کسی نے کہا اسے رقہ کہتے ہیں۔ پیدائش کے وقت جو زائچہ بنایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا تھا کہ وہ رقہ میں مرے گا اس لیے جینے سے مایوس ہو گیا اور کہا "اے خدا جس کا ملک کبھی زائل نہ ہوگا' اس بندے پر رحم کر جس کا ملک زائل ہونے والا ہے۔"

جب اس کی وفات کی خبر بغداد میں پہنچی تو ابوسعید مخزومی نے یہ اشعار کہے۔

هَلْ رَأَيْتَ النُّجُومَ اَغْنَتْ عَنِ الْمَامُوْنِ اَوْ عَنْ مُلْكِهِ الْمَاسُوْسِ

ترجمہ: کیا تو نے دیکھا انجوم نے اس کے ملک سے موت کو دفعہ نہیں کیا

خَلَّفُوْهُ بِعَرْصَتَي طَرْطُوْسِ مِثْلَ مَا خَلَّفُوْا اَبَاهُ بِطُوْسِ

ترجمہ: بلکہ لوگوں نے اسے سرزمین طرطوس میں دفن کیا' جیسے کہ اس کے والد کو طوس میں دفن کیا تھا۔

بعد المشرقین

ثعالبی کہتے ہیں۔ خلفاء میں سے کسی باپ بیٹے کی قبروں میں اتنا بعد نہیں جتنا رشید اور مامون کی قبروں میں ہے اور اسی طرح بنی عباس سے پانچ اور ایسے شخص ہیں جن کی قبروں میں بعد المشرقین ہے۔ چنانچہ عبداللہ کی قبر طائف میں ہے اور عبیداللہ کی مدینہ میں اور فضل کی شام میں اور قثم کی سمرقند اور معبد کی افریقہ میں ہے۔

مختصر حالاتِ مامون

نفطویہ نے لکھا ہے۔ حامد بن عباس بن وزیر کہتا ہے ہم مامون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسے چھینک آئی۔ ہم نے یرحمک اللہ نہ کہا' مامون نے کہا تم نے جواب کیوں نہیں دیا' ہم نے کہا کہ آپ کے جلال کی وجہ سے۔ مامون نے کہا میں ایسے بادشاہوں سے نہیں ہوں جو دعا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

ابن عساکر ابومحمد زید سے راوی ہیں۔ میں مامون کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دن میں آیا تو وہ اپنے گھر میں تھا۔ میں نے نوکر کے ہاتھ اپنے آنے کی اطلاع اندر کرائی۔ مگر وہ نہ آیا۔ دوسری مرتبہ اطلاع پر بھی نہ آیا۔ میں نے کہا یہ لڑکا اپنے اوقات فضول ضائع کر رہا ہے۔ خادموں نے کہا اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے جب آپ چلے جاتے ہیں تو اپنے خادموں کو مارتا پیٹتا ہے اور بہت ستاتا ہے۔ آج ذرا اس کی گوشمالی کیجئے۔ جب مامون باہر نکلا تو میں نے اسے پکڑ منگوایا اور اس کے سات بیدیں ماریں۔ ابھی وہ رو ہی رہا تھا کہ کسی نے کہا جعفر بن یحییٰ آیا ہے۔ یہ سن کر مامون نے رومال لے کر آنسو پونچھے اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھا اور کہا جعفر بن یحییٰ کو کہو کہ اندر آ جائے۔ جب وہ اندر آیا تو میں اٹھ کر باہر چلا گیا اور ڈرتا رہا کہیں جعفر سے میری

شکایت نہ کر دے۔ جعفر اس سے بات چیت کر کے چلا گیا۔ میں اندر آیا اور مامون سے کہا میں تو ڈر رہا تھا کہیں تم جعفر سے میری شکایت نہ کر دو۔ اس نے کہا اے ابو محمد! یہ تو جعفر ہے۔ میں اس بات کا تذکرہ اپنے باپ رشید سے بھی نہیں کروں گا کیونکہ اس مار میں میرا ہی فائدہ ہے۔

سفر نہ کیا

عبداللہ بن محمد تمیمی کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ہارون الرشید نے سفر میں جانے کا ارادہ کیا اور لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور کہا میں ایک ہفتہ کے بعد سفر کو روانہ ہونے والا ہوں۔ لیکن ہفتہ گزر گیا اور رشید سفر کو نہ گیا۔ لوگ مامون کے پاس حاضر ہوئے اور کہا آپ دریافت کر دیں۔ مامون نے یہ اشعار لکھ کر رشید کے پاس بھیجے:

يَـا خَيْـرَ مَنْ دَبَّـتِ الْمَطِيُّ بِـهٖ   وَمَـنْ تَـقَـدّٰى بِسَـرْجِـهٖ فَـرَسٌ

ترجمہ: اے بہترین ان لوگوں کے جنہیں سواریاں لیکر چلی ہیں اور جن کے گھوڑے پر ہمیشہ زین کسا رہا ہے۔

هَـلْ غَـايَةٌ فِـي الْمَسِيْرِ نَعْرِفُهَا   اَمْ اَمْـرُنَـا فِـي الْـمَسِيْرِ مُلْتَبِسٌ

ترجمہ: کیا سفر میں جانے کا دن ہمیں معلوم ہوگا یا یہ دن پوشیدہ ہی رہے گا۔

مَـا عِـلْـمُ هٰـذَا اِلَّا اِلَـى مَـلِـكٍ   مِـنْ نُـوْرِهٖ فِـي الـظَّلَامِ نَقْتَبِسُ

ترجمہ: اس کا علم بادشاہ کے علاوہ کسی کو نہیں جس کے نور سے ہم اندھیرے میں روشنی ڈھونڈتے ہیں۔

اِنْ سِـرْتَ سَـارَ الـرَّشِيْدُ مُتَّبِعٌ   وَاِنْ تَـقِفْ فَـالـرَّشَـادُ مُحْتَبِسٌ

ترجمہ: اگر آپ سفر پر جائیں تو اقبال آپ کے ساتھ ہوگا اور اگر آپ اقامت کریں تو بھی اقبال آپ کے ساتھ وہیں مقیم ہوگا۔

ہارون کو یہ معلوم نہ تھا کہ مامون شعر بھی کہا کرتا ہے۔ اس کی یہ نظم دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا بیٹا! تمہیں شاعری کیا کرنی ہے؟ شعر حقیر اور کمینہ لوگوں کیلئے زیادتی مرتبہ کا سبب ہے۔ مگر امراء کے لیے کمی مرتبہ کا باعث ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ مامون کا نقش خاتم (عبداللہ بن عبداللہ) تھا۔

محمد بن عباد کہتے ہیں۔ خلفاء میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور مامون کے علاوہ کوئی

حافظ قرآن نہیں گزرا۔ اس حصر کی تردید قبل ازیں ہوگئی۔

حصہ ایک دینار

ابن عینیہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ مامون نے علماء کو جمع کیا اور دربار عام میں بیٹھا۔ ایک عورت نے آ کر کہا' اے امیر! میرا بھائی فوت ہوگیا ہے۔ اس نے چھ سو دینار ترکہ چھوڑا ہے۔ لیکن لوگ مجھے صرف ایک دینار دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہی تیرا حصہ ہے۔ مامون نے تھوڑی دیر غور کر کے کہا وہ سچ کہتے ہیں۔ تیرے حصہ میں اتنا ہی آتا ہے۔ علماء نے کہا امیر آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا اس کے بھائی نے دولڑکیاں چھوڑی ہیں۔ دوتہائی یعنی چار سو دینار ان کو ملیں گے اور چھٹا حصہ والدہ کو یعنی ایک سو دینار اور بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی پچھتّر دینار مل جائیں گے اور بارہ بھائیوں کو فی کس دو دو دینار مل جائیں گے اور اس عورت کو جو متوفی کی ہمشیرہ ہے' ایک دینار ملے گا۔

طب میں ملکہ

محمد بن حفص انماطی کہتے ہیں۔ ہم نے عید کے روز چاشت کا کھانا مامون کے ساتھ کھایا۔ دستر خوان پر تین سو قسم کے کھانے پڑے تھے۔ مامون ان میں سے ہر ایک قسم کے کھانے کی طرف اشارہ کر کے کہتا جاتا تھا یہ کھانا فلاں مرض کیلئے مفید ہے اور فلاں مرض کیلئے مضر ہے۔ تم سے جس کا مزاج بلغمی ہو وہ یہ کھانا نہ کھائے اور جس کا مزاج صفراوی ہو' وہ یہ کھانا اور جس کے مزاج میں سوداء غالب ہے وہ اس کھانے کے ہاتھ تک نہ لگائے اور جو کم کھانا چاہے اور وہ اس کھانے پر اکتفا کرے۔ یحییٰ بن اکتم نے کہا امیر اگر آپ طب میں غور و خوض کرنے لگتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جالینوس بیٹھا ہے اور نجوم میں کلام کرتے وقت آپ ہرمس معلوم ہوتے ہیں اور فقہ میں آپ علی بن ابی طالب' سخاوت میں حاتم' صدق حدیث میں ابوذر' بزرگی میں کعب بن امامہ' وفا میں سموئل بن عادیہ دکھائی دیتے ہیں۔ مامون ان باتوں پر خوش ہوا اور کہا انسان کو عقل کے باعث ہی فضیلت ہے ورنہ گوشت اور خون وغیرہ چیزیں تو حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

لمبا سانپ

یحییٰ بن اکتم کہتے ہیں۔ میں نے مامون جیسا کامل العقل شخص کوئی نہیں دیکھا۔ ایک

مرتبہ رات کو میں اس کے پاس سو رہا تھا کہ یکا یک بیدار ہو کر کہنے لگا' یحییٰ دیکھنا میرے پاؤں کے پاس کیا ہے۔ میں نے دیکھ کر کہا کچھ نہیں۔ مگر اسے اطمینان نہ ہوا اور کہنے لگا شمع لاؤ۔ نوکروں نے فی الفور شمع حاضر کی اور دیکھا تو اس کے بچھونے کے نیچے ایک لمبا سانپ بیٹھا ہوا تھا۔ نوکروں نے اسے مار ڈالا۔ میں نے کہا اور کمالوں کے ساتھ آپ کو عالم الغیب بھی کہنا چاہئے۔ مامون نے بولا معاذ اللہ' یہ کیا کہتے ہو؟ بات یہ ہے کہ میں نے ابھی غیب سے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص یہ اشعار پڑھ رہا ہے:

یَـا رَاقِـدَ الـلَّیْـلِ اِنْتَبِـهْ اِنَّ الْـخُـطُـوْبَ لَهَـا سَرٰی

ترجمہ: اے سونے والے بیدار ہو کہ حوادثِ زمانہ چلے آ رہے ہیں۔

ثِـقَةُ الْـفَتٰـی بِـزَمَـانِـهٖ ثِـقَةٌ مُـحَـلَّـلَةُ الْعُـرٰی

ترجمہ: آدمی کا زمانہ پر بھروسہ ایسا ہی ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں اور اس کی گھنڈیاں کھل گئی ہیں۔

یہ اشعار سن کر فوراً میری آنکھ کھل گئی اور میں نے خیال کیا کہ کوئی نہ کوئی حادثہ قریب یا بعید ہونے والا ہے۔ پھر میں نے سوچا قریب تو بچھونا ہی ہے' چنانچہ اس کے نیچے سے سانپ نکلا۔

بغیر سنے

عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ ابن ابی حفصہ شاعر نے مجھے کہا مامون شعر کو پوری طرح پرکھ نہیں سکتا۔ میں نے کہا اس سے بہتر شعر سمجھنے والا کوئی بھی نہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا۔ میں نے اسے ایک مصرع سنایا اور اس نے اس کا دوسرا مصرع بغیر اس کے پہلے کبھی اسے سنا ہو' فوراً پڑھ دیا۔ ابن ابی حفصہ نے کہا میں نے تو ایک دفعہ اسے نہایت اعلیٰ شعر سنایا تھا۔ مگر اس نے داد نہیں دی اور وہ شعر یہ ہے:

اَضْحٰی اِمَامُ الْهُدٰی الْمَامُوْنُ مُشْتَغِلاً بِالدِّیْنِ وَالنَّاسُ فِی الدُّنْیَا مَشَاغِیْلُ

ترجمہ: مامون جو امام الہدیٰ ہے۔ امورِ دینیہ میں ہی مشغول رہتا ہے اور دوسرے لوگ دنیاوی کاموں میں ہی پھنسے رہتے ہیں۔

یہ شعر سن کر میں نے ابو حفصہ کو کہا اس شعر سے اس پر کیا اثر ہونا تھا۔ تم نے تو اسے ایک بڑھیا بنا دیا جو اپنے مصلیٰ پر بیٹھی تسبیح ہلاتی رہتی ہے۔ تم ہی بتاؤ جب مامون دنیا سے اعراض کرے تو انتظام ملک کون چلائے؟ حالانکہ اس کا انتظام اس کے ذمے ہے۔ تم نے وہی مضمون

کیوں نہ ادا کیا جو تمہارے چچا نے ولید کی شان میں کہا تھا:

فَلاَ هُوَ فِي الدُّنْيَا مُضِيعٌ نَصِيبَهُ وَلاَ عَرَضُ الدُّنْيَا عَنِ الدِّيْنِ شَاغِلُهُ

ترجمہ: وہ اپنا دنیا کا حصہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتا اور نہ دنیا کا مال واسباب اسے دینی شغل سے باز رکھتا ہے۔

درستی اور راستی

ابن عساکر روایت در روایت زبیر بن بکار سے روایت کرتے ہیں کہ نصر بن شمیل نے کہا میں بمقام مرو میں مامون سے ملنے گیا تو اس وقت میں ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ مامون نے مجھے دیکھ کر کہا اے نصر تم امیر کے پاس ایسے کپڑے پہن کر آتے ہو۔ میں نے کہا کیا کروں مرو کی گرمی کا یہی علاج ہے۔ مامون نے کہا یہ بات نہیں بلکہ تم نے خود ایسی وضع اختیار کی ہے۔ پھر ہم نے حدیث میں کلام شروع کیا تو مامون نے کہا مجھ سے ہشیم بن بشیر نے حدیث بیان کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' جب کوئی آدمی کسی عورت سے اس کے دین و جمال کے باعث نکاح کرے تو گویا اس نے مفلسی کا دروازہ بند کر دیا۔ میں نے کہا ہشیم سے آپ کی روایت درست ہے۔ چنانچہ مجھ سے عوف اعرابی نے حدیث بیان کی اور اسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب کوئی شخص کسی عورت سے بوجہ اس کے دین و جمال کے نکاح کرے تو اس کو قوت لایموت مل جائے گی۔ مامون تکیہ لگائے بیٹھا تھا' کہنے لگا تم نے جو لفظ سداد بکسر پڑھا ہے' غلط ہے۔ میں نے درست کہا ہے اور غلطی ہشیم نے ہی کی ہے اور وہ اکثر غلطیاں کیا کرتا تھا۔ مامون نے کہا اچھا پھر سداد اور سداد میں کیا فرق ہے۔ میں نے کہا سداد درستی اور راستی کردار کو کہتے ہیں اور سداد اس کو کہتے ہیں جس سے رخنہ کو بند کیا جائے اور اس سے رفع احتیاج ہو جائے۔ مامون نے کہا کیا عرب یہی فرق کرتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ عرجی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے' کہتا ہے:

اَضَاعُونِي وَاَيَّ فَتًى اَضَاعُوا لِيَوْمِ كَرِيهَةٍ وَسَدَادِ ثَغْرِ

ترجمہ: میری قوم نے مجھے ضائع کر دیا اور ایک معمولی آدمی کو ضائع نہیں کیا بلکہ ایسے نوجوان کو ضائع کیا جو جنگ اور سرحدوں کی رخنہ اندازی کے دن ان کے کام آیا کرتا تھا۔

یہ سن کر مامون نے بہت دیر تک سر نیچے کیے رکھا۔ پھر کہا جو شخص علوم ادبیہ سے واقف نہ ہو خدا اس کا برا کرے۔ پھر مجھے کہا اے نفر مجھے عرب کا کوئی نہایت ہی فریفتہ کرنے والا شعر سناؤ۔ میں نے کہا ابن بیض کا قول ہے جو حکم بن مروان کی شان میں کہتا ہے:

اشعار

تَقُوْلُ لِیْ وَالْعُیُوْنُ هَاجِعَةٌ　اَقِمْ عَلَیْنَا یَوْمًا فَلَمْ اُقِمْ

ترجمہ: جب تمام لوگ سوسلار ہے تو میری اہلیہ مجھے کہنے لگی۔ آج یہیں اقامت کر، لیکن میں نے اقامت نہ کی۔

اَیُّ وُجُوْهٍ اِنْتَجَعْتَ قُلْتُ لَهَا　لِاَیِّ وَجْهٍ اِلَّا اِلَی الْحَکَمِ

ترجمہ: پھر اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کو طلب منفعت کیلئے کس کے پاس جاؤ گے۔ میں نے کہا مروان کے علاوہ کسی کے پاس جاؤں گا۔

مَتٰی یَقُلْ حَاجِبَا سُرَادِقِهٖ　هٰذَا ابْنُ بَیْضٍ بِالْبَابِ یَتَبَسَّمِ

ترجمہ: جب اس کے دربانِ مراد پردہ اطلاع دیتے ہیں کہ ابن بیض حاضر ہے تو وہ ہنستا ہے۔

قَدْ کُنْتُ اَسْلَمْتُ فِیْکَ مُقْتَبِلاً　هَیْهَاتَ اَدْخُلُ اَعْطِنِیْ سَلَمِیْ

ترجمہ: میں نے آتے وقت تجھ سے بیع مسلم کی تھی۔ اب میں آ گیا ہوں۔ میری سلم مجھے عطا کر۔

پھر مجھے کہا اچھا عرب کا کوئی نہایت منصفانہ شعر سناؤ۔ میں نے کہا ابن ابی عروہ مدینی کہتا ہے: اشعار

اِنِّیْ وَاِنْ کَانَ ابْنُ عَمِّیْ عَاتِبًا　لَمُزَاحِمٌ مِنْ خَلْفِهٖ وَرَائِهٖ

ترجمہ: اگرچہ میرا چچازاد بھائی مجھے عتاب کرتا رہتا ہے۔ مگر میں اس کی غیر حاضری میں اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہوں۔

وَمُفِیْدُهٗ نَصْرِیْ وَاِنْ کَانَ امْرَاءً　مُتَزَحْزِحًا فِیْ اَرْضِهٖ وَسَمَائِهٖ

ترجمہ: اگرچہ وہ مستقل ارادہ شخص نہیں۔ کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ، میری مدد اس کو مفید ہے۔ اس کی زمین میں اور اس کے آسمان میں بھی۔

وَاَكُوْنُ وَالِى سِرِّهٖ وَاَصُوْنُهٗ حَتّٰى يَحُنُ اِلٰى وَقْتِ اَدَائِهٖ

ترجمہ: اور میں اس کے راز کی حفاظت کرتا ہوں اور اس کو بچاتا ہوں اور وہ بھی جب مجھے راز بتلاتا ہے تو نرم ہو جاتا ہے۔

وَاِذَا الْحَوَادِثُ اَجْحَفَتْ بِسَوَامِهٖ قَرَنَتْ صَحِيْحَتُنَا اِلٰى جَرْبَائِهٖ

ترجمہ: جب حوادثِ زمانہ اس کے اونٹوں کو ہلاک و نابود کر دیتے ہیں تو ہمارے تندرست اونٹ اس کے خارشی اونٹوں کے ساتھ ملا دیئے جاتے ہیں۔

وَاِذَا دَعٰى بِاِسْمِىْ لِيَرْكَبَ مَرْكَبًا صَعْبًا قَعَدْتُ لَهٗ عَلٰى سِيْسَائِهٖ

ترجمہ: اور جب وہ مجھے کسی سخت کام میں سوار ہونے کیلئے بلاتا ہے تو میں اس کے آگے آگے چلتا ہوں۔

وَاِذَا اَتٰى مِنْ وَجْهِهٖ بِطَرِيْقِهٖ لَمْ اَطَّلِعْ فِيْمَا وَرَاءَ خِبَائِهٖ

ترجمہ: جب وہ کسی سفر میں جاتا ہے تو اس کے گھر جا کر نہیں دیکھتا کہ وہ وہاں پیچھے کیا چھوڑ گیا ہے۔

وَاِذَا ارْتَدٰى ثَوْبًا جَمِيْلًا لَمْ اَقُلْ يَا لَيْتَ اِنْ عَلَىَّ حُسْنُ رِدَائِهٖ

ترجمہ: اور جب وہ کسی دن اچھے کپڑے پہنتا ہے تو میں یہ خواہش نہیں کرتا کہ کاش یہ چادر مجھے مل جائے۔

مامون نے کہا اب مجھے عرب کے قانع ترین اشعار سناؤ۔ تو میں نے ابن عبدل کے یہ اشعار پڑھ کر سنائے: اشعار

اِنِّىْ امْرُءٌ لَمْ اَزَلْ وَذَاكَ مِنَ اللّٰهِ اَدِيْبًا اُعَلِّمُ الْاُدَبَاءَ

ترجمہ: خدا کا فضل ہے میں ہمیشہ ادیب رہا ہوں اور ادیبوں کو پڑھاتا رہا ہوں۔

اَقُمْ بِالدَّارِ مَا اطْمَاَنَّ بِىَ الدَّارِ وَاِنْ كُنْتُ نَازِحًا طَرَبَا

ترجمہ: جب تک کوئی مکان میرے ساتھ موافق رہتا ہے اس وقت تک میں اس میں رہتا ہوں۔ اگرچہ (اس سے) میں دور اور غمگین ہی کیوں نہ ہوں۔

لَا اَجْتَوِىْ خُلَّةَ الصَّدِيْقِ وَلَا اَتْبَعُ نَفْسِىْ شَيْئًا اِذَا ذَهَبَا

ترجمہ: میں اپنے دوست کے مال و اسباب کو نہیں لیتا اور نہ اس چیز کے پیچھے جاتا ہوں

جو چلی جائے۔

اَطْلُبُ مَا يَطْلُبُ الْكَرِيْمُ مِنَ الرِّزْقِ بِنَفْسِيْ وَاَجْمَلُ الطَّلَبَا

ترجمہ: میں اپنے لیے ویسا ہی رزق طلب کرتا ہوں جیسا کہ سخی آدمی طلب کرتا ہے اور طلب بھی نہایت اچھی طرح کرتا ہے۔

اِنِّيْ رَاَيْتُ الْفَتَى الْكَرِيْمُ اِذَا رَغِبْتَهٗ فِيْ ضَيْعَتِهٖ رَغَبَا

ترجمہ: سخی جوانمرد کا قاعدہ ہے کہ جب تم اسے کسی کام کرنے کی رغبت دلاؤ تو وہ اس میں راغب ہو جاتا ہے

وَالْعَبْدُ لَا يَطْلُبُ الْعُلَاءَ وَلَا يُعْطِيْكَ شَيْئًا اِلَّا اِذَا رَهَبَا

ترجمہ: اور کمینہ شخص بلندی طلب نہیں کرتا اور جب تک اسے دھمکایا نہ جائے کوئی چیز بھی نہیں دیتا۔

مِثْلَ الْحِمَارِ الْمُوْقَعِ لِلسُّوْءِ لَا يَحْسُنُ شَيْئًا اِلَّا اِذَا ضَرَبَا

ترجمہ: بدبخت گدھے کی طرح ہے کہ جب تک مار نہ پڑے کوئی کام اچھی طرح نہیں کرتا۔

وَلَمْ اَجِدْ عُرْوَةَ الْعَلَائِقِ اِلَّا الدِّيْنَ كَمَا اخْتَبَرْتَ فَالْحَسَبَا

ترجمہ: اور میں نے نہیں پایا جیسا کہ تو نے آزما لیا ہے تمام علائق کا کنڈا اور دستہ دین ہے۔

وَقَدْ يُرْزَقُ الْخَافِضُ الْمُقِيْمُ وَمَا شَدَّ بِعِيْسٍ رَحْلًا وَلَا قَتَبَا

ترجمہ: کبھی تو ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کمینہ اور مقیم شخص ہی رزق حاصل کر لیتا ہے' حالانکہ نہ اس نے اونٹ پر کجاوہ باندھا ہے اور نہ پالان رکھا ہے۔

وَيُحْرَمُ الرِّزْقَ ذُو الْمَطِيَّةِ وَ الرَّحْلِ وَمَنْ لَا يَزَالُ مُغْتَرِبَا

ترجمہ: اور جو شخص ہمیشہ سفر کرتا رہتا ہے اور اونٹ بھی اس کے پاس ہیں' وہ رزق سے محروم رہ جاتا ہے۔

اعراب کی غلطی

مامون نے یہ اشعار سن کر کہا۔ اے نفر تم نے بہت خوب کہا۔ پھر کاغذ کا ایک ورق لیکر اس پر کچھ لکھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کیا لکھا۔ پھر مجھے کہنے لگا لفظ تراب سے افعل کا وزن کیسے بنے گا؟ میں نے کہا اترب۔ پھر پوچھا طین سے کیسے بنے گا؟ میں نے کہا اطن۔ پھر پوچھا جب کہنا

ہو" اس خط پر مٹی ڈالی گئی ہے" تو کیا کہو گے؟ میں نے کہا مترب مطین۔ بولا یہ پہلے سے اچھا کہا ہے۔ پھر مجھے پچاس ہزار درہم انعام دینے کا حکم دیا اور خادم کو حکم دیا کہ مجھے فضل بن سہل کے پاس پہنچا دو۔ میں اس کے ساتھ گیا اور جب اس نے خط کو پڑھا تو کہنے لگا۔ اے نفرتم نے امیر کی طرف غلطی اعراب منسوب کی ہے۔ میں نے کہا معاذ اللہ۔ میں نے تو کہا تھا ہشیم غلطی کیا کرتا ہے اور امیر نے اس کے کلام کو نقل کیا ہے۔ اس پر فضل نے اپنے پاس سے مجھے تیس ہزار درہم بطور انعام دیئے۔ پس میں اسی ہزار درہم لے کر اپنے گھر واپس آیا۔

باادب

خطیب محمد بن یاداعرابی سے روایت کرتے ہیں۔ مامون نے مجھے بلایا۔ جب میں گیا' اس وقت مامون یحیٰی بن اکتم کے ساتھ باغ میں ٹہل رہا تھا اور وہ دونوں میری طرف پشت کیے ہوئے جارہے تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ جب آتے وقت انہوں نے میری طرف منہ کیا تو میں کھڑا ہوگیا اور سلام کیا۔ مامون نے یحیٰی سے کہا اے ابا محمد یہ شخص کیسا باادب ہے؟ جب تک ہماری اس کی طرف پشت تھی بیٹھا رہا اور جب ہمیں آتے دیکھا تو کھڑا ہوگیا اور سلام کیا۔ پھر مجھے پوچھا کہ ہند بنت عتبہ نے جو کہا ہے:

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِق نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِق

مَشْی قَطَا الْمَهَارِقِ

ترجمہ: ہم ستاروں کی لڑکیاں ہیں۔ گدیلوں پر اسی طرح سے چلتی ہیں جیسے کے جانور قطا صاف جنگل میں چلتا ہے۔

تو اس میں طارق کون شخص ہے۔ نسب میں غور کرنے سے معلوم ہوا اس کے بزرگوں سے کسی کا نام طارق نہیں ہوا۔ میں نے کہا اے امیر اس کے آباؤ اجداد سے تو واقعی اس کے نام کا کوئی شخص نہیں گزرا۔ مامون نے کہا اس نے طارق سے مراد ستارے لیے ہیں اور بوجہ اپنے جیسے حسن و جمال کے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۔ (پ30 سورہ طارق آیت نمبر 1) ترجمہ: آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی) میں نے کہا آپ کی یہ توجیہہ واقعی ٹھیک ہے۔ مامون نے کہا لو لوگوں کی اس مشکل کو میں نے پہلے حل کیا۔ پھر میری طرف عنبر کا ٹکڑا جو اس کے ہاتھ میں تھا' پھینکا جسے میں

نے پانچ ہزار درہم میں فروخت کیا۔

ابن ابی عبادہ کہتے ہیں کہ مامون شاہانِ دنیا سے یگانہ شخص گزرا ہے اور وہ فی الحقیقت اس نام کے قابل تھا۔

ابوداؤد کہتے ہیں۔ مامون کے پاس ایک حاجی آیا تو مامون نے اسے کہا کہ ہمارے خلاف پر تمہیں کس بات نے برانگیختہ کیا۔ اس نے کہا قرآن کی اس آیت نے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ۔ (پ6 سورۃ المائدہ آیت 44) اور جو اللہ کے اتارے پر حکم (فیصلہ) نہ کریں، وہی لوگ کافر ہیں۔

(ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی)

اجماع پر راضی

مامون نے کہا تمہیں معلوم ہے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ مامون نے کہا کونسی دلیل ہے؟ اس نے کہا اجماع امت سے۔ مامون نے کہا جیسے اجماع امت پر راضی ہوا ایسے ہی ان کے اجماع علی التاویل پر بھی راضی ہو جاؤ۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا۔ السلام علیکم یا امیر المومنین۔

اپنے سے برتر

ابن عساکر محمد بن منصور سے روایت کرتے ہیں۔ مامون کہا کرتا تھا شریف کی یہ علامت ہے۔ اپنے سے برتر پر ظلم کرے اور اپنے سے کم درجے والے کا ظلم برداشت کرے۔

سعید بن مسلم کہتے ہیں مامون کہا کرتا تھا میں چاہتا ہوں عفو کے بارے میں جو کچھ میری رائے ہے وہ مجرموں کو معلوم ہو جائے تاکہ ان کا ڈر جاتا رہے اور وہ خوش ہو جائیں۔

ہزار درجہ بہتر

ابراہیم بن سعید جوہری کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک مجرم مامون کے سامنے کھڑا ہوا تو مامون نے کہا بخدا میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے کہا اے امیر ذرا تحمل کو کام میں لائیں کہ یہ بھی نصف عفو ہے۔ مامون نے کہا اب تو میں قسم کھا چکا ہوں۔ وہ بولا اگر آپ خدا کے سامنے بحیثیت حانث (قسم توڑنے والا) پیش ہوں تو اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ آپ بحیثیت ایک خونی کے پیش ہوں۔ یہ سن کر مامون نے اس کا خون معاف کر دیا۔

بے اعتنائی

خطیب ابی صلت عبدالسلام بن صالح سے روایت کرتے ہیں۔ میں ایک دفعہ رات کو خلیفہ مامون کے ہاں سویا۔ چراغ گل ہونے لگا اور مشعلچی اس وقت سو رہا تھا۔ مامون نے خود اٹھ کر چراغ کو درست کیا اور کہنے لگا اکثر ایسا ہوتا ہے میں غسل خانہ میں ہوتا ہوں اور خدمتگار مجھے گالیاں نکالتے ہیں اور مجھ پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں اور سمجھتے ہیں میں نے سنا نہیں اور میں ہمیشہ ہی انہیں معاف کر دیتا ہوں اور کبھی جتلاتا بھی نہیں جبکہ میں نے ان کی باتیں سنی ہیں۔

حیلہ گر

صولی عبداللہ بن ایوب سے راوی ہیں۔ مامون ایسی باتوں پر حلم کیا کرتا تھا جنہیں سن کر ہمیں غصہ آ جاتا تھا۔ ایک دفعہ وہ دجلہ کے کنارے پر بیٹھا مسواک کر رہا تھا اور اس کے سامنے پردہ پڑا ہوا تھا اور ہم سب اس کے پاس کھڑے تھے اور اتنے میں ایک ملاح اس کے سامنے سے گزرا اور کہا کیا تمہارا خیال ہے؟ اس مامون کی میری آنکھوں میں کچھ قدر ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہو۔ اس کی میری نگاہوں میں کچھ قدر نہیں ہے۔ مامون اس بات کے سننے سے ذرا بھی خفا نہ ہوا بلکہ ہنس کر کہا بھائی کوئی حیلہ بتاؤ اس جلیل القدر شخص کی نظر میں میری قدر ہو جائے۔

بلند کرداری

خطیب یحییٰ بن اکثم سے روایت کرتے ہیں۔ مامون سے بڑھ کر میں نے بزرگ شخص نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے میں اس کے ہاں سویا ہوا تھا اس کو کھانسی آئی تو اس نے اس خیال سے کہ میں بیدار ہو جاؤں' اپنے منہ کو آستین سے بند کر لیا' نیز کہا کرتا تھا عدل کی ابتداء اپنے اندرونی دوست سے کرنی چاہیئے اور بعد ازاں ان سے جو اس سے ذرا کم درجے والے ہوں اور اسی ترتیب درجہ سفلی تک پہنچنا چاہیئے۔

غنیمت

ابن عساکر یحییٰ بن خالد برامکی سے روایت کرتے ہیں۔ مجھے مامون نے کہا اے یحییٰ لوگوں کی حاجات کو پورا کرنا غنیمت سمجھو کیونکہ آسمان بہت گردش کرنے والا اور زمانہ بہت ظلم کرنے والا ہے۔ یہ کسی کو ایک حالت اور نعمت پر نہیں چھوڑتے۔

مقام محبت

عبداللہ بن محمد زہری کہتے ہیں۔ مامون کہا کرتا تھا' مجھے غلبہ قدرت سے غلبہ حجت زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ غلبہ قدرت زوال قدرت سے زائل ہو جاتا ہے اور غلبہ حجت کو کوئی چیز زائل نہیں کرتی۔

ناشکری

عتبی کہتے ہیں۔ میں نے مامون سے سنا ہے جو شخص تمہاری نیک نیتی کی تعریف نہ کرے گا' وہ تمہاری نیکی کا بھی ممنون نہ ہوگا۔

بری باتیں

ابو عالیہ کہتے ہیں۔ مامون کہا کرتا تھا بادشاہ کا خوشامد پسند ہونا بہت برا ہے اور اس سے برا قاضیوں کا معاملہ سمجھنے سے پہلے تنگدل ہونا ہے اور اس سے بدتر فقیہوں کی معاملاتِ دین میں کم عقلی ہونا ہے اور اس سے بڑھ کر بری بات امیروں کا بخیل ہونا اور بوڑھے آدمیوں کا مذاق کرنا اور جوانوں کا سستی کرنا اور سپاہیوں کا بزدلی کرنا۔

ظالم

علی بن عبدالرحیم سے مروی ہے۔ مامون نے ایک دفعہ کہا سب لوگوں سے بڑھ کر اپنی جان پر ظلم کرنے والا وہ شخص ہے جو اس شخص کے قریب ہوتا ہے جو اس سے دور ہوتا ہے اور اس شخص سے تواضع کرتا ہے جو اس کی عزت نہیں کرتا اور ایسے شخص کی تعریف پر خوش ہوتا ہے جو اسے جانتا ہی نہیں۔

جستجوئے رفیق

مخارق مغنی کہتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ مامون کو ابوالعتاہیہ کا یہ شعر سنایا:

وَاِنِّی لَمُحْتَاج'' اِلیٰ ظِلِّ صَاحِبٍ　　یَرُوْفُ وَیَصْفُوْ اِنْ کَدَرْتُ عَلَیْهِ

ترجمہ: میں ایسے دوست کا محتاج ہوں' جب میں اس پر خفا ہو جاؤں اور مجھے اس سے کدورت پیدا ہو جائے تو وہ مجھ پر عنایت و شفقت کرے۔

تو کہنے لگا اسے پھر پڑھ۔ پس میں نے اسے سات دفعہ پڑھا' تو مجھے کہنے لگا اے مخارق

مجھ سے تمام سلطنت لے لے اور مجھے ایسا ایک دوست لا دے۔

نا محتاج

ہدیہ بن خالد کہتے ہیں۔ ایک روز میں صبح کے کھانے میں مامون کے ساتھ شریک تھا۔ جب دسترخوان اٹھالیا گیا تو فرش پر سے کھانے کے ریزے چن کر کھانے لگا۔ مامون نے دیکھ کر پوچھا کیا تمہارا پیٹ نہیں بھرا۔ میں نے کہا پیٹ بھر گیا ہے' مگر مجھے حماد بن سلم نے بسندہ حدیث سنائی ہے کہ جو شخص دسترخوان کے نیچے سے ریزے اٹھا کر کھاتا ہے' وہ کبھی محتاج نہیں ہوتا۔ یہ سن کر مامون نے مجھے ایک ہزار دینار عطا کیے۔

عقیدت

حسن بن عبدوس صفا کہتے ہیں۔ جب مامون نے بوران بنت حسن بن سعد سے نکاح کیا تو لوگوں نے حسن کو بہت سے تحائف دیئے۔ ایک فقیر نے دو توشہ دان تحفتہً بھیجے۔ ایک میں نمک تھا اور دوسرے میں اشنان گھاس اور اس کے ساتھ اس مضمون کا رقعہ لکھ بھیجا۔

میں آپ پر فدا کیا جاؤں۔ سرمایہ کی کمی نے میری علو ہمت کو کم کر دیا۔ لیکن یہ بات مجھے اچھی نہ لگی ایسے نیکی کے صحیفہ میں میرا نام نہ ہو۔ بایں غرض میں نے خدمت اقدس میں نمک برکت کے لیے اور اشنان صفائی اور خوشبو کے لیے بھیجا ہے۔

حسن یہ توشہ دان لے کر مامون کی خدمت میں گیا۔ اس کو یہ تحریر بہت اچھی لگی۔ حکم دیا دونوں توشہ دانوں کو خالی کر کے دیناروں سے بھر کر واپس کیا جائے۔

صولی محمد بن قاسم سے روایت کرتے ہیں۔ مامون کہا کرتا تھا مجھے درگزر میں اس قدر مزا آتا ہے جس سے مجھے ڈر لگ رہا ہے شاید مجھے اس کا ثواب ہی نہ ملے۔ اور اگر مجرموں کو عفو سے میری محبت کی مقدار معلوم ہو جائے تو گناہوں پر نہایت ہی دلیر ہو جائیں۔

فراست

خطیب منصور برمکی سے روایت کرتے ہیں۔ رشید کی ایک کنیز تھی جس پر مامون عاشق تھا۔ ایک روز وہ لوٹا ہاتھ میں لے کر رشید کو وضو کرا رہی تھی اور مامون ہارون الرشید کے پیچھے کھڑا تھا۔ اسے بوسہ دینے کا اشارہ کیا۔ لونڈی نے آنکھ کے اشارے سے منع کیا اور اس میں اسے پانی ڈالنے میں ذرا دیر لگ گئی۔ ہارون رشید نے اس کی طرف دیکھ کر کہا یہ کیا معاملہ

ہے۔ وہ ذرا لیت ولعل کرنے لگی۔ رشید نے کہا اگر سچ نہ بتاؤ گی تو تمہیں ابھی قتل کرا دوں گا۔ اس نے کہہ دیا کہ عبداللہ مامون نے مجھے بوسہ دینے کا اشارہ کیا تھا۔ رشید نے مڑ کر مامون کی طرف دیکھا تو حیاء و رعب کے باعث اس کی حالت قابل رحم بن گئی تھی۔ فوراً اسے گلے سے لگا لیا اور پوچھا تم اسے چاہتے ہو۔ مامون نے کہا ہاں۔ رشید نے کہا جاؤ' اسے لے جاؤ۔ پھر جب اس سے ملاقات ہوئی تو ہارون نے کہا اس واقعہ کے بارے میں کچھ اشعار تو پڑھو تو مامون نے یہ اشعار پڑھے۔

ظَبْیٌ'' کَنَیْتُ بِطَرْفِیْ عَنِ الضَّمِیْرِ اِلَیْہِ

ترجمہ: ایک ہرن (یعنی معشوق) کو میں نے دل کی آنکھ سے اشارہ کیا۔

قَبَّلْتُہٗ مِنْ بَعِیْدٍ فَاعْتَلَّ مِنْ شَفَتَیْہِ

ترجمہ: اور دور سے ہی اس سے بوسہ مانگا مگر اس نے اپنے ہونٹوں سے ٹالا۔

وَرَدَّ اَحْسَنَ رَدٍّ بِالْکَسْرِ مِنْ حَاجِبَیْہِ

ترجمہ: اور اپنے بھوؤں سے سوال کو رد کر دیا اور اس کا میرے سوال کو رد کرنے کا کتنا اچھا طریقہ ہے۔

فَمَا بَرِحْتُ مَکَانِیْ حَتّٰی قَدَرْتُ عَلَیْہِ

ترجمہ: ابھی میں اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا کہ مجھے اس پر قابو مل گیا۔

علم دوستی

ابن عساکر ابو خلیفہ فضل بن حباب سے روایت کرتے ہیں۔ ایک بردہ فروش نے مجھ سے بیان کیا ایک دفعہ مامون کے پاس ایک لونڈی لایا جو اعلیٰ درجہ کی شاعرہ' فصیحہ' ادب دان اور شطرنج کھیلنے والی تھی۔ میں نے اس کی دو ہزار دینار قیمت لگائی۔ مامون نے کہا میں ایک شعر کہتا ہوں۔ اگر یہ اس کے وزن پر دوسرا شعر بنا دے تو جو کچھ تم مانگتے ہو میں تمہیں اس سے زیادہ دوں گا۔ پھر مامون نے یہ شعر پڑھا:

مَاذَا تَقُوْلِیْنَ فِیْمَا شَفَّہٗ اَرِق'' مِنْ جُھْدِ حُبِّکِ حَتّٰی صَارَ حَیْرَانَا

ترجمہ: تو اس شخص کے بارے کیا کہتی ہے جو تیرے عشق کی تکلیف سے بیدار رہ کر لاغر ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ بالکل حیران ہے۔

اس لونڈی نے فوراً یہ شعر پڑھا:

اِنَّـا وَجَـدْنَـا مُـحِبًّا قَدْ اَضَـرَّ بِـهٖ دَاءَ الـصَّبَـابَةِ اَوْلَيْـنَـا اِحْسَـانَـا

جب کبھی کسی عاشق کو بیماری عشق کو زیادہ تکلیف زدہ دیکھتے ہیں تو اس پر احسان کرتے ہیں۔

صولی حسین خلیع سے روایت کرتے ہیں۔ جب مامون مجھ سے خفا ہوا اور میرا وظیفہ بند کر دیا تو میں نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس کے اشعار میں یہ ذیل کے اشعار بھی تھے:

اَجِـزْنِـىْ فَـاِنِّىْ قَدْ ظَمِئْتُ اِلَى الْوَعْدِ مَتّٰـى تَنْجَزُ الْوَعْدَ الْمُؤَكَّدِ بِالْعَهْدِ

ترجمہ: مجھے انعام دیجئے کیونکہ میں ادائیگی وغیرہ کا پیاسا ہوں۔ آپ وہ قسموں سے مؤکد عہد کب پورا کریں گے۔

اُعِيْذُكَ مِنْ خَلْفِ الْمُلُوْكِ وَقَدْ تَرٰى تَـقْطَعُ الْقَاسِىْ عَلَيْكَ مِنَ الْوَجْدِ

ترجمہ: میں آپ کو بادشاہوں کی وعدہ خلافی سے سمجھتا ہوں، حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں، میری سانس وجد سے ٹوٹ رہی ہیں۔

اَيَبْـخَـلُ فَـرْدَ الْـحَسَـنُ عَنِّىْ بِنَـائِلٍ قَـلِيْـلٍ وَقَـدْ اَفْـرَدْتُـهٗ بِهَوٰى فَـرْدِ

ترجمہ: کیا جس میں یگانہ روزگار مجھ سے عطیہ قلیل کا بخل کرے گا، حالانکہ میں نے اسے بنانے میں یگانہ کیا ہے۔

رَاَىْ اللّٰهُ عَبْـدَ اللّٰهِ خَيْـرَ عِبَـادِهٖ فَـمَـلَّـكَـهٗ وَاللّٰهُ اَعْـلَـمُ بِـالْـعَبْـدِ

ترجمہ: خدا نے عبداللہ کو بہترین خلقت سمجھ کر بادشاہ بنایا اور وہ اپنے بندوں کے حال سے خوب آگاہ ہے۔

اَلَا اِنَّـمَـا الْـمَامُوْنُ لِلنَّاسِ عِصْمَةٌ مُـفَـرِّقَةٌ بَيْـنَ الـضَّلَالَةِ وَالـرُّشْـدِ

ترجمہ: خبردار کہ خلیفہ مامون لوگوں کیلئے بچاؤ ہے اور گمراہی اور ہدایت میں فرق کرنے والا ہے۔

مامون نے کہا اس نے بہت خوب کہا ہے لیکن یہ اشعار بھی تو اس کے ہیں:

اَعَيْـنَـايَ جُـوْدَا وَابْكَيَالِىْ مُحَمَّدًا وَلَا تَـدْخَـرَ دَمْـعًـا عَـلَيْـهِ وَاسْعَدَ

ترجمہ: اے میں میری دونوں آنکھو! بخشش کرو اور خلیفہ محمد امین پر رو دو اور آنسوؤں کا ذخیرہ کرو بلکہ رونے میں مجھے خوب مدد دو۔

فَلَا تَمَّتِ الْاَشْيَاءُ بَعْدَ مُحَمَّدٍ وَلَا زَالَ شَمْلُ الْمُلْكِ فِيْهِ مَبَدَّدَا

ترجمہ: خدا کرے محمد کے بعد کوئی چیز پوری نہ ہو اور ملک کی پراگندگی بھی کبھی دور نہ ہو۔

فَلَا فَرِحَ الْمَامُوْنُ بِالْمُلْكِ بَعْدَهٗ وَلَا زَالَ فِي الدُّنْيَا طَرِيْدًا مُشَرَّدَا

ترجمہ: اور اس کے بعد مامون کبھی چین سے بادشاہی نہ کرے۔

پس یہ شعر ان کے عوض میں ہوئے اور ہمارے پاس اس کے لیے کچھ انعام نہیں۔ حاجب نے کہا حضور کی عفو کی عادت کہاں گئی۔ کہنے لگا ہاں یہ بات ہے۔ اچھا جاؤ اسے انعام بھی دے دو اور اس کا وظیفہ بھی جاری کر دو۔

حماد بن اسحاق سے مروی ہے۔ جب مامون بغداد میں آیا تو ہر اتوار کو صبح سے ظہر تک کچہری لگایا کرتا تھا اور لوگوں کا انصاف کیا کرتا تھا۔

منتظم اعلیٰ

محمد بن عباس کہتے ہیں۔ مامون شطرنج کھیلنے کا بہت شوق رکھتا تھا۔ کہا کرتا تھا اس سے ذہن تیز ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں اس نے شطرنج میں ایجاد کی تھیں۔ کہا کرتا تھا مجھے کوئی شخص یہ نہ کہے آؤ شطرنج کھیلیں بلکہ کہے آؤ مزاولت کریں یا سستی اور ثقل کو دور کریں۔ مامون خود اچھی طرح نہیں کھیل سکتا تھا اور کہا کرتا تھا میں بساط دنیا کا انتظام کر سکتا ہوں مگر اس دو مربع بالشت بساط پر مجھے دسترس حاصل نہیں۔

اہانت

ابن سعید کہتے ہیں۔ دعبل نے مامون کی ان اشعار سے ہجو کی:

اِنِّيْ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ سُيُوْفُهُمْ قَتَلَتْ اَخَاكَ وَشَرَّفَتْكَ بِمَقْعَدٖ

ترجمہ: میں نے ان لوگوں سے جنگ کی جن کی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کیا اور تجھے تخت پر بیٹھنے کی عزت عطا کی۔

اَشَادُوْا بِذِكْرِكَ بَعْدَ طُوْلِ خُمُوْلِهٖ وَاسْتَنْقَذُوْكَ مِنَ الْحَضِيْضِ الْاَوْهَدٖ

اور انہوں نے ہی تیرے ذکر کو بلند کیا' حالانکہ اس سے قبل تو گمنام تھا اور انہوں نے ہی تجھے پستی کے گڑھے سے باہر نکالا۔

خلفاء کی گود

مامون نے ان اشعار کو سن کر صرف یہی کہا کہ دعبل بے حیا ہے۔ میں کب گمنام تھا' میں تو خلفاء کی گود میں پلا ہوں اور اسے کوئی سزا نہ دی۔

طرقِ عدیدہ سے مروی ہے کہ مامون نبیذ پیا کرتا تھا۔

یکساں رنگ

جاحظ سے مروی ہے۔ مامون کے دوست کہا کرتے تھے مامون کے چہرے اور تمام جسم کا رنگ یکساں ہے۔ لیکن اس کی پنڈلیاں ایسی زرد ہیں گویا زعفران سے رنگی گئی ہیں۔

غلط ہے

اسحاق موصلی سے مروی ہے۔ مامون کہا کرتا تھا گانا وہی اچھا ہوتا ہے جس سے سامع کو لطف آ جائے خواہ صحیح ہو یا غلط۔

علی بن حسین سے مری ہے۔ ایک دفعہ محمد بن حامد مامون کے پیچھے کھڑا تھا اور مامون اس وقت نبیذ پی رہا تھا کہ اس کی ایک کنیز غریب نامی نے نابغہ جعدی کا یہ شعر پڑھا۔ شعر

كحاشية البرد اليماني المسهم

ترجمہ: دھاری دار یمنی چادر کے کنارے کی طرح ہے۔

مامون کو یہ بے محل گانا بہت برا معلوم ہوا۔ اس نے کہا اگر مجھے اس گانے کی وجہ معلوم نہ ہوئی تو میں رشید کا بیٹا ہی نہیں' اگر میں اس پر سخت سزا نہ دوں اور اگر کوئی سچ بتلا دے تو میں اس سچ بولنے والے کی حاجت بھی پوری کر دوں گا اور اسے معاف بھی کر دوں گا۔ محمد بن حامد نے کہا کہ یہ قصور مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ میں نے اس سے اشارہ میں بوسہ مانگا تھا۔ مامون نے کہا اب سچی بات معلوم ہوئی۔ کیا تم چاہتے ہو میں تمہارا اس سے نکاح کر دوں۔ محمد بن حامد نے کہا ہاں۔ مامون نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ ٥ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ رحمت بھیجے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ آل اولاد پر) میں نے اپنی کنیز کا نکاح محمد بن حامد سے اللہ تعالیٰ کے حکم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق

بعوض مہر چار سو درہم نکاح کر دیا۔ جا اب اسے لے جا۔ معتصم دہلیز تک ساتھ گیا اور کہا کہ اجرت دلالی دلواؤ۔ محمد بن حامد نے کہا کہ لے لیجئے۔

شوکت اسلام

ابن ابی داؤد سے مروی ہے کہ شاہِ روم نے مامون کو دو سو رطل مشک اور دو سو سمور (مثل لومڑی جانور سرخ مائل سیاہی جس کی کھال کی پوستین بنتی ہے) ہدیۃً بھیجے۔ مامون نے کہا اس کے عوض اسے اس سے دگنا مال روانہ کر دو تاکہ اس پر شوکت اسلام واضح ہو جائے۔

اعتراف

ابراہیم بن حسین سے مروی ہے۔ ایک دفعہ مدائنی نے مامون کو کہا معاویہ نے کہا تھا بنو ہاشم شجاع، تیز فہم اور گویا ہوتے ہیں اور ہم میں سے سردار زیادہ ہوتے ہیں۔ مامون نے کہا اس قول میں انہوں نے ایک بات کا اقرار کیا ہے اور ایک کا دعویٰ کیا ہے۔ دعویٰ میں تو وہ خصم (جھگڑے میں غالب) ہیں اور اقرار میں مخصوم (جھگڑے میں مغلوب) ہیں۔

ثریدی اور خبیصی

اسامہ سے مروی ہے۔ احمد بن ابو خالد ایک روز مامون کے سامنے کوئی تحریر پڑھنے لگا اور شروع میں ہی کہا فلاں ثریدی جو یزیدی ہے تو مامون ہنسنے لگا اور کہا او نوکر! ابوالعباس کے لیے کھانا لاؤ ابھی یہ بھوکے معلوم ہوتے ہیں۔ احمد بہت شرمایا اور کہنے لگا میں بھوکا تو نہیں، کم بخت لکھنے والے نے ہی اس پر تین نقطے لگا کری کوث بنا دیا ہے۔ مامون نے کہا اچھا کھانا تو کھالو۔ جب وہ کھانا کھا چکا تو پھر تحریر یں پڑھنے لگا تو بجائے حمصی کے خبیصی کہہ گیا۔ مامون پھر ہنسا اور کہا ان کے لیے خبیص (جو حلوا کی ایک قسم ہے) لے آؤ۔ احمد بولا جب لکھنے والا ہی احمق ہے تو میں کیا کروں۔ اس نے درکھول رکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے ب ہے۔ مامون ہنس کر کہنے لگا کہ اگر وہ بیوقوف نہ ہوتا تو تم آج بھوکے رہ جاتے۔

ابو عباد کہا کرتے تھے۔ میں نہیں جانتا مامون سے بڑھ کر شریف بزرگ اور سخی خدا تعالیٰ نے کسی کو پیدا کیا ہو۔

حرص کی آگ

مامون کو معلوم ہوا احمد بن ابو خالد بہت حریص ہے اور اس کا بھی یہ حال تھا جب کوئی ضرورت معلوم ہوتی تو بن بلائے آ موجود ہوتا۔ ایک روز آ کر کہنے لگا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری کچھ تنخواہ مقرر کر دیں' کیونکہ میں محتاجوں کو کھانا کھلاتا رہتا ہوں۔ مامون نے اس کے روزانہ خرچ کے لیے ایک ہزار درہم مقرر کر دیا۔ لیکن وہ باوجود اس کے دوسروں کی ہانڈیاں چاٹتا پھرا کرتا تھا۔ اسی کے بارے میں وعبل نے یہ اشعار کہے:

شَكَرْنَا الْخَلِيْفَةَ اِجْرَائِهِ عَلٰى ابْنِ اَبِىْ خَالِدٍ نَزَلَهُ

ترجمہ: ہم ابن خالد کی تنخواہ مقرر کرنے پر خلیفہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں

فَكَفَّ اَذَاهُ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَصَيَّرَنِىْ بَيْتِهِ شَغْلَهُ

ترجمہ: اور مسلمانوں سے اس کی تکلیف کو بند کر دیا ہے' یعنی اب وہ مسلمانوں کو ستاتا نہیں اور اسے اپنے گھر میں ہی بند کر دیا ہے۔

معافی علاج ہے

ابوداؤد کہتے ہیں۔ میں نے سنا مامون ایک شخص کو کہہ رہا تھا چاہے یہ عذر ہو یا برکت میں نے تجھے بخش دیا تو گناہ کرتا رہے گا۔ میں احسان کرتا رہوں گا اور معاف کرتا رہوں گا' حتیٰ کہ درگزر ہی تیرا علاج ہوگا۔

حافظ سے مروی ہے۔ تمامہ بن اشرس کہا کرتا تھا۔ جعفر بن یحییٰ برمکی اور مامون سے زیادہ بلیغ شخص کوئی نہیں دیکھا۔

حبشی اور مامون

سلفی طیوریات میں حفص مدائنی سے روایت کرتے ہیں۔ مامون کے پاس ایک حبشی کو پکڑ کر لائے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ مامون نے اسے کہا موسیٰ بن عمران تو ید بیضا کا معجزہ دکھلاتے تھے۔ تم بھی وہ معجزہ دکھلاؤ۔ اس نے کہا موسیٰ نے یہ معجزہ اس وقت دکھلایا تھا جب فرعون نے ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا۔ تم بھی ذرا خدائی کا دعویٰ کرو۔ میں تمہیں ید بیضا دکھا دوں گا۔

نقصان کا سبب

مامون کہا کرتا تھا اختلاف' جنگ اور نقصانِ عظیم کا سبب نوکروں کا ظلم ہی ہوا کرتا ہے۔

مصالح کی خاطر

ابن عساکر یحییٰ بن اکثم سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مامون نے فقہ کے متعلق بحث کرنے کے لیے ایک مجلس منعقد کی۔ علماء بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص جس نے اپنے کپڑے سمیٹے ہوئے تھے اور جوتی ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی' مجلس کی ایک طرف آ کھڑا ہوا اور کہا السلام علیکم۔ مامون نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا یہ مجلس کیسی ہے؟ کیا یہ اجتماع امت کے لیے قائم کی گئی ہے یا محض قہر اور غلبہ کے لیے۔ مامون نے کہا ان دونوں باتوں میں سے کسی کے لیے بھی قائم نہیں کی گئی بلکہ خلیفہ سابق نے ہم دونوں کو ولی عہد بنایا تھا اور جب میں اس طریقہ سے خلیفہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ مشرق و مغرب کے مسلمانوں کی رضا کا محتاج ہوں وہ میری خلافت پر راضی ہو جائیں۔ لیکن میں نے سوچا اگر اس رضا کے حصول تک ترک خلافت کرتا ہوں تو فساد و اختلاف برپا ہوتا ہے اور مسلمانوں کے تمام مصالح معطل ہو جاتے ہیں اس لیے جب تک کہ مسلمان کسی پر اتفاق کریں۔ مسلمانوں کی حفاظت کے لیے میں نے اسے قبول کر لیا۔ اس شخص نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور پھر چلا گیا۔

کمالِ حافظہ

محمد بن منذر کندی کہتے ہیں۔ ایک دفعہ رشید حج کرنے کے بعد کوفہ میں گیا اور وہاں کے محدثین کو بلا بھیجا۔ سب حاضر ہو گئے مگر عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس نہ آئے۔ رشید نے ان دونوں کے پاس امین اور مامون کو بھیجا۔ ابن ادریس نے ان دونوں کو سو احادیث سنائیں۔ مامون نے کہا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ ان تمام حدیثوں کو میں زبانی سنا دوں؟ ابن ادریس نے کہا اچھا سناؤ۔ مامون نے وہ تمام حدیثیں از بر سنا دیں۔ ابن ادریس اس کی قوت حافظہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ فلسفہ یونانی کی بہت سی کتب جزیرۂ قبرص سے ملی تھیں۔

قسم آدم

مامون کہا کرتا تھا لوگوں کی عقول کو دیکھنے سے بڑھ کر اور کوئی فرحت بخش امر نہیں ہے۔ جب کوئی مشکل آ بنتی ہے تو اس کے ٹالنے کا حیلہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی شے ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اس کا لوٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ نیز اس کا قول ہے سب سے بہتر وہ مجلس ہوتی ہے جس میں لوگوں کی حالت پر غور کیا جائے۔ اور آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں' ایک قسم تو بمنزلہ غذا کے ہوتے ہیں جن کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے اور دوسری قسم کے لوگ بمنزلہ دوا کے ہوتے ہیں کہ ان کی ضرورت حالت مرض میں ہوتی ہے اور تیسری قسم کے لوگ بمنزلہ بیماری کے ہوتے ہیں جو ہر حال میں مکروہ ہیں۔

آپ سچے میں جھوٹا

ایک روز مامون نے کہا میں کسی کے جواب میں ایسا بند نہیں ہوا جیسا اہل کوفہ کے ایک شخص کے جواب سے میں عاجز ہو گیا جس کو انہوں نے میرے عامل (گورنر) کی شکایت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ میں نے کہا تم جھوٹے ہو۔ بیشک آپ سچ فرماتے ہیں اور میں جھوٹا ہوں۔ مگر اس کے عدل کے ساتھ ہمارے ہی اس شہر کو کیوں خاص کیا ہے۔ آپ اسے کسی اور شہر کا بھی حاکم بنائیں تاکہ ہماری طرح وہ بھی اس کے عدل و انصاف سے بہرہ ور ہوں۔ میں نے کہا جا خدا تیری حفاظت نہ کرے' میں نے اسے معزول کر دیا۔

ذیل میں مامون کے اشعار ہیں:

لِسَانِیْ کَتُوْمٌ" لِاَسْرَارِکُمْ وَدَمْعِیْ نَمُوْمٌ" لِسِرِّیْ مُذِیْعٌ

ترجمہ: میری زبان تمہارے رازوں کو چھپائے ہوئے ہے مگر میرے آنسو میرے راز کو ظاہر کر رہے ہیں۔

فَلَوْلَا دُمُوْعِیْ کَتَمْتُ الْھَوٰی وَلَوْ لَا الْھَوٰی لَمْ یَکُنْ لِیْ دُمُوْعٌ

ترجمہ: اگر یہ آنسو نہ ہوتے تو میں عشق کو چھپاتا اور اگر عشق نہ ہوتا تو میرے آنسو ہی نہ ہوتے۔

ذیل میں مامون نے شطرنج کی تعریف میں اشعار کہے:

اَرْض "مُرْتَعَة" حَمْرَاءُ مِنْ اَدَم مَا بَيْنَ الْفَيْنِ مَعْرُوْفَيْنِ بِالْكَرَم

ترجمہ: وہ ایک مربع زمین ہے جو سرخ رنگ کی اوہوڑی سے بنی ہوئی ہے اور دو نہایت ہی مہربان دوستوں کے درمیان بچھی ہوئی ہے۔

تَذَاكَرَا الْحَرْبَ فَاخْتَالاً لَهَا حِيَلاً مِنْ غَيْرِ اَنْ يَاثَمَا فِيْهَا بِسَفْكِ دَم

ترجمہ: جب وہ دونوں لڑائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کیلئے بہانے ڈھونڈتے ہیں لیکن خونریزی کر کے گنہگار نہیں ہوتے۔

هٰذَا يُغِيْرُ عَلٰى هٰذَا وَذَاكَ عَلَيْهِ هٰذَا يُغَيِّرُ وَعَيْنُ الْحَزْمِ لَمْ تَنَم

ترجمہ: یہ اس پر غارت کرتا ہے اور وہ اس پر مگر ہوشیاری اور احتیاط کی آنکھ بیدار ہوتی ہے۔سوئی ہوئی نہیں ہوتی۔

فَانْظُرْ اِلٰى فَطِنٍ جَالَتْ بِمَعْرِفَةٍ فِيْ عَسْكَرَيْنِ بِلاَ طَبْلٍ وَلاَ عَلَم

ترجمہ: پس اس دانا کو دیکھو بغیر طبل (ڈھول) اور علم کے دو لشکروں کو لڑا دیا۔

فضیلت نہ دینا

صولی محمد بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ احرم بن حمید مامون کے پاس آیا اور اس وقت وہاں معتصم بھی موجود تھا۔ مامون نے کہا میری اور میرے بھائی کی تعریف کرو۔ مگر کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دینا۔ اس نے تھوڑی سی دیر سوچ کر یہ اشعار پڑھے:

رَاَيْتُ سَفِيْنَةً تَجْرِيْ بِبَحْرٍ اِلٰى بَحْرَيْنِ دُوْنِهِمَا الْبُحُوْر"

ترجمہ: میں نے ایک کشتی کو ایک سمندر میں تیرتے دیکھا اور وہ ایسے دو سمندروں کی طرف جا رہی تھی جن سے تمام سمندر کم ہیں۔

اِلٰى مَلِكَيْنِ ضَوْءُ هُمَا جَمِيْعًا سَوَاء" حَارَ دُوْنِهِمَا الْبَصِيْر

ترجمہ: وہ ایسے دو بادشاہوں کی طرف جا رہی ہے جن کی روشنی برابر ہے اور جن کو دیکھ کر عقلمند حیران ہیں۔

كِلاَ الْمَلِكَيْنِ يَشْبَهُ ذَاكَ هٰذَا وَذَا هٰذَا وَذَاكَ وَذَا اَمِيْر

ترجمہ: دونوں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ یہ اس کے اور وہ اس کے مشابہ ہے۔

فَاِنْ يَكُ ذَاكَ ذَا وَذَاكَ هٰذَا فَلِيْ فِيْ ذَا وَذَاكَ مَعَاسَرُوْر

ترجمہ: اوراگر یہ وہ اور وہ یہ ہوجائے تو کوئی ڈرنہیں کیونکہ مجھے ان دونوں سے خوشی ہے۔

رَوَاقُ الْمَجدِ مَمْدُوْدٌ عَلٰی ذَا وَھٰذَا وَجْھُہٗ بَدْرٌ" مُنِیْرٌ

ترجمہ: ان سے ایک پرتو بزرگی کے سر پردہ لٹکے ہوئے ہے اور دوسرے کا چہرہ چاند منیر کی طرح ہے۔

روایت حدیث از مامون

بیہقی روایت کرتے ہیں۔ میں نے عرفہ کے دن رصافہ کے مقام میں مامون کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب مامون نے سلام پھیرا تو لوگوں نے تکبیر کہی۔ مامون نے کہا' چپ رہو' چپ رہو۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت مبارک کل ہوگی۔ جب عید الضحیٰ کا دن ہوا تو میں بھی نماز پڑھنے کے لیے گیا۔ مامون نے منبر پر چڑھ کر پہلے خدا کی حمد وثنا کی اور پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً۔ (اللہ بہت بڑا ہے اور تمام تعریف کثرت کے ساتھ اللہ کیلئے ہی ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ صبح کے وقت سے۔ عصرو مغرب کے درمیانی وقت سے) ابو بردہ بن دینار سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قربانی نماز سے پہلے کرلی' وہ ایسے ہے جیسے اس نے اپنے استعمال کے لیے گوشت بنالیا اور جس نے عید کی نماز ادا کرلینے کے بعد قربانی کی تو اس نے سنت کے مطابق عمل کیا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً الٰہی مجھے صلاحیت عطا فرما اور مجھ سے طلب صلاحیت ہو اور مجھے صلاحیت پہنچا۔ حاکم کہتے ہیں۔ اس حدیث کو ہم نے احمد کے علاوہ اور کسی سے نہیں لکھا اور ہمارے نزدیک وہ ثقہ ہیں۔ میرے دل میں اس حدیث سے متعلق کھٹکا لگا رہا' حتیٰ کہ میں نے دارقطنی سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا یہ روایت ہمارے نزدیک صحیح ہے اور جعفر سے مروی ہے۔ میں نے کہا شیخ ابواحمد کا کوئی اور بھی معاون ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ مجھ سے وزیر ابوالفضل جعفر بن فرات نے اور انہوں نے ابوالحسین محمد بن عبدالرحمٰن رود باری سے اور انہوں نے محمد بن عبدالملک تاریخی سے روایت کی ہے اور یہ سب کے سب ثقہ ہیں اور عبدالملک جعفر طیالسی سے اور وہ یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مامون کو خطبے میں کہتے ہوئے سنا تھا۔ پھر اس نے یہی حدیث بیان کی۔

علم حدیث اور مامون

یحییٰ بن معین سے صولی نے روایت کی ہے۔ مامون نے ایک دفعہ جمعہ کے روز اور وہی عرفہ کا بھی دن تھا' خطبہ پڑھا۔ جب نماز جمعہ پڑھا کر اس نے سلام پھیرا تو لوگوں نے تکبیر کہی۔ مامون نے مقصورہ کی لکڑی کو پکڑ کر باہر کی طرف دیکھا اور کہا کہ شور کیوں مچاتے ہو؟ مجھ سے ہشیم نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ عقبہ تک تلبیہ کہا کرتے تھے اور دوسرے روز انقضائے تلبیہ کے بعد ظہر کے وقت سے تکبیر کہا کرتے تھے۔

صولی بروایت احمد بن ابراہیم موصلی روایت کرتے ہیں۔ ہم مامون کے پاس بیٹھے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر! رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خلقت خدا کے عیال ہیں۔ بندگان خدا سے محبوب ترین وہ ہیں جو اس کو بہت نفع پہنچاتے ہیں۔ یہ سن کر مامون نے بلند آواز سے کہا چپ رہو۔ حدیث کا عالم میں تم سے زیادہ ہوں۔ مجھ سے یوسف بن عطیہ نے بروایت ثابت انس بن مالک بیان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' خلقت خدا کے عیال ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے محبوب ترین شخص وہ ہوگا جو اس کے عیال کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔

(رواہ ابن عساکر بتلک الطریق ورواہ ابو یعلیٰ فی مسندہ عن یوسف بن عطیہ)

صولی عبدالجبار بن عبداللہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مامون نے خطبہ میں حیا کا ذکر کیا اور اس کی بہت تعریف کی اور پھر کہا ہم سے ابو بکر و عمران بن حصین سے ہشیم نے روایت بیان کی ہے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا' حیاء ایمان کی علامت ہے اور مومن جنت میں داخل ہوگا اور فحش و بیہودہ بکنا جفا ہے اور جفا کرنے والا دوزخ میں داخل ہوگا۔ (رواہ ابن عساکر بروایت یحییٰ بن اکثم مامون۔)

حلاوت نہیں دیکھی

حاکم قاضی یحییٰ بن اکثم سے بیان کرتے ہیں۔ ایک دن مجھے مامون نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ حدیث بیان کروں۔ میں نے کہا آپ سے بڑھ کر اس امر کے کون موزوں ہوسکتا

ہے؟ مامون نے منبر رکھوایا اور سب سے پہلے یہ حدیث بیان کی۔ کہا ہم سے ہشیم نے حدیث بیان کی اور یہ حدیث ابو ہریرہ سے آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں شعراء کا علم بردار امراء القیس ہوگا۔ اسی طرح تین حدیثیں اور بیان کر کے منبر سے اتر آیا اور مجھ سے کہا اے یحییٰ تمہیں ہماری اس مجلس کا رنگ کیسے لگا؟ میں نے کہا اے امیر! یہ اعلیٰ درجے کی مجلس تھی۔ اس سے خواص وعوام نے فائدہ اٹھایا۔ مامون نے کہا تیری جان کی قسم میں نے لوگوں میں حلاوت نہیں دیکھی۔ یہ مجلس تو قلم دوات لیے ہوئے اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے لوگوں کے لیے موزوں ہے۔

احساسِ نیکی

خطیب ابراہیم بن سعید جوہری سے بیان کرتے ہیں۔ جب مامون نے مصر کو فتح کیا تو ایک شخص نے کہا خدا کا شکر ہے۔ اس نے آپ کے ہاتھ سے آپ کے دشمن کی سرکوبی کرائی اور عراقین اور شام ومصر کو آپ کا مطیع فرمان کیا اور آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد میں سے ہیں۔ مامون نے کہا یہ سب تو کچھ ٹھیک ہے۔ مگر ایک خصلت باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوں اور یحییٰ لکھ رہے ہوں اور مجھ سے پوچھیں خدا آپ سے راضی ہو۔ آپ نے کس صحابی کا نام لیا۔ پس میں کہوں کہ مجھ سے حماد نے حدیث بیان کی ہے کہ حماد بن سلم اور حماد بن یزید نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے اور وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے دو یا تین بیٹیوں کو دو یا تین بہنوں کی پرورش کی، حتیٰ کہ وہ مر گئیں، یا یہ شخص ان کے سامنے مر گیا، تو وہ شخص جنت میں ہمارے ساتھ ایسا ہوگا جیسے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی آپس میں ملی ہوئی ہیں۔

ولادت مامون وانتقال حماد

خطیب لکھتے ہیں کہ یہ روایت غلط فاحش ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے مامون نے کسی اور شخص سے روایت کی ہو اور اس نے حماد بن سلمہ سے روایت کی ہو کیونکہ مامون 170 ہجری میں پیدا ہوا ہے اور حماد بن سلمہ 167 ہجری میں فوت ہو گیا تھا۔ یعنی مامون سے تین برس قبل اور حماد بن زید نے 179 ہجری میں انتقال کیا ہے۔

اک صاحب حدیث اور مامون

حاکم محمد بن سہل بن عسکر روایت کرتے ہیں۔ ایک دن مامون اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا اور ہم اس کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک مسافر آدمی دوات لیے آیا اور کہا امیر المومنین! میں صاحب حدیث ہوں اور زادِ راہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنے رفقاء سے پیچھے رہ گیا ہوں۔ مامون نے کہا اچھا فلاں باب کی تمہیں کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ وہ شخص خاموش رہا اور کچھ بیان نہ کیا۔ مامون نے حدیثیں بیان کرنا شروع کیں اور کہا مجھ سے ہشیم نے حدیث بیان کی۔ حجاج نے حدیث بیان کی۔ یہاں تک کہ اس باب کی سب حدیثیں بیان کر دیں۔ پھر اس شخص سے پوچھا اچھا اس باب کی حدیثیں بیان کرو۔ وہ شخص پھر خاموش رہا تو مامون نے اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھ کر کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ اگر کوئی تین حدیثیں پڑھ لیتا ہے تو سمجھ لیتا ہے میں محدث بن گیا ہوں' اسے تین درہم دیدو۔

سید القوم خادمہم

ابن عساکر علی بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ یحییٰ بن اکثم نے بیان کیا۔ میں ایک رات مامون کے ہاں سویا۔ رات کو مجھے پیاس لگی تو میں کروٹیں بدلنے لگا۔ مامون نے کہا یحییٰ کیا بات ہے؟ میں نے کہا مجھے پیاس لگی ہے تو یہ سن کر جھٹ اپنے بستر سے اٹھ کر پانی کا کوزہ لے آیا۔ میں نے کہا آپ نے کسی نوکر یا غلام کو بلا لیا ہوتا۔ خود کیوں تکلیف کی۔ مامون کہنے لگا میں نے یہ حدیث مبارک عقبہ بن عامر سے سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔''

خطیب نے اسی حدیث کو سلیمان بن فضل یحییٰ بن اکثم سے روایت کیا ہے اور اس میں اس طرح مذکور ہے۔ مامون نے کہا مجھ سے رشید نے حدیث بیان کی منصور نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور یہ روایت عکرمہ' ابن عباس اور جریر بن عبداللہ سے آئی ہے۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''قوم کا سردار ان کا خادم ہوا کرتا ہے۔''

قوم کا سردار

ابن عساکر بسندہٖ محمد بن قدامہ بن اسمٰعیل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے ابو حذیفہ

بخاری نے حدیث بیان کی کہ میں نے امیرالمومنین سے سنا۔ وہ بسندہ ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا قوم کا مولیٰ اوران کا سرداران سے ہی ہوا کرتا ہے۔ محمد بن قدامہ کہتے ہیں مامون کو بھی اس بات کی خبر ہوئی کہ ابوحذیفہ نے یہ حدیث اس سے روایت کی ہے۔ اس نے اسے دس ہزار درہم انعام دیا۔

دورِ مامون میں عباسی

مامون کے عہد خلافت میں عباسیوں کی مردم شماری ہوئی تو ان کی تعداد 33 ہزار نکلی اور یہ واقعہ 200 ہجری کا ہے۔

مامون کے عہد میں علمائے ذیل نے انتقال کیا:

سفیان عینیہ' امام شافعی' عبدالرحمٰن بن مہدی' یحییٰ بن سعید قطان' یونس بن بکیر راوی مغازی' ابومطیع بلخی صاحب ابوحنیفہ' معروف کرخی زاہد' اسحاق بن بشیر مصنف کتاب المبتداء' اسحاق بن فرات قاضی مصر جو امام مالک کے جلیل القدر شاگردوں سے تھا' ابوعمرو شیبانی لغوی' اشہب صاحب امام مالک' حسن بن زیاد لولوی صاحب ابوحنیفہ' حماد بن اسامہ حافظ' روح بن عبادہ' زید بن حباب' ابوداؤد طیالسی' غازی بن قیس صاحب امام مالک' ابوسلیمان دارانی زاہد مشہور' علی رضا بن موسیٰ کاظم' فراء امام العربیہ' قتیبہ بن مہران صاحب امالہ' قطرب نحوی' واقدی' ابوعبیدہ معمر' ابن مثنیٰ' نضر بن شمیل' سیدہ نفیسہ' ہشام جو کوفہ کے نحویوں سے تھا' یزیدی' یزید بن ہارون' یعقوب بن اسحاق' حضرمی قاری بصرہ' عبدالرزاق' ابوالعتاہیہ شاعر' اسدالسنتہ' ابوعاصم نبیل' فریانی' عبدالملک بن ماجشون' عبداللہ بن حکم' ابوزید انصاری صاحب العربیہ' اصمعی وغیرہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

معتصم باللہ ابواسحاق محمد بن رشید

یہ 180 ہجری میں پیدا ہوا۔ ذہبی نے ایسا ہی تحریر کیا ہے۔ مگر صولی کہتے ہیں۔ یہ شعبان 178 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ام ولد تھی۔ کوفہ کی رہنے والی تھی اور اس کا نام ماردہ تھا۔ رشید کے ہاں اس کی بڑی وقعت تھی۔ اس نے اپنے بھائی مامون اور اپنے والد سے روایات حدیث کی ہیں اور اس سے اسحاق موصلی' میمون بن اسمٰعیل وغیرہم روایت کرتے ہیں۔

نہایت شجاع اور صاحب قوت وہمت شخص تھا۔ لیکن علم سے خالی تھا۔

مفرورِ مکتب

صولی محمد بن سعید سے اور وہ ابراہیم بن ہاشمی سے روایت کرتے ہیں۔ معتصم کے ساتھ مکتب میں ایک غلام بھی پڑھا کرتا تھا۔ قضا سے وہ مر گیا۔ رشید نے کہا اے محمد تیرا غلام تو مر گیا۔ کہنے لگا ہاں قبلہ مر گیا ہے اور مکتب کی بلا سے بھی چھوٹ گیا ہے۔ رشید نے کہا تم مکتب سے اس قدر تنگ ہو اچھا بتاؤ' اسے چھوڑ دو اور جاؤ اور پھر کہنے لگا کہ اسے پڑھنے پر مجبور نہ کرو۔ کہتے ہیں معتصم لکھ سکتا تھا اور تھوڑا بہت پڑھ بھی سکتا تھا۔

ذہبی کہتے ہیں۔ معتصم اگر علماء کو خلق قرآن سے نہ آزماتا تو وہ سب سے بڑھ کر باہیبت اور صاحب وقار خلیفہ شمار ہوتا۔

معتصم اور "۸"

نفطویہ اور صولی لکھتے ہیں۔ معتصم کے بہت سے مناقب ہیں۔ اسے مثمن بھی کہا کرتے تھے کیونکہ یہ بنی عباس سے آٹھواں خلیفہ تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آٹھویں پشت سے تھا۔ رشید کی اولاد سے آٹھویں درجہ پر تھا۔ 218 ہجری میں تخت پر بیٹھا اور آٹھ سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن تک حکومت کی۔ 178 ہجری میں پیدا ہوا' اڑتالیس سال زندہ رہا۔ طالع اس کا عقرب تھا جو آٹھواں برج ہے۔ آٹھ فتوحات کیں اور آٹھ دشمنوں کو قتل کیا اور آٹھ بچے چھوڑے۔ ماہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی تھے کہ فوت ہو گیا۔ اس کی بہت سی خوبیاں اور کلمات فصیحہ ہیں۔ معمولی درجے کے شعر بھی ہیں۔ ایک اور بات کہ جب اسے غصہ آتا تھا تو پھر نہیں دیکھتا تھا کہ کس کو قتل کیا ہے۔

قوتِ برداشت

ابن ابی داؤد کہتے ہیں۔ معتصم اپنی کلائی کو برہنہ کر کے مجھے کہا کرتا تھا' اے ابوعبداللہ اپنی ساری قوت مجتمع کر کے اسے کاٹو۔ میں اس خیال سے کہ تکلیف نہ ہو مگر وہ کہتا تھا مجھے اس سے نقصان نہیں ہوتا۔ تم کاٹو۔ جب میں کاٹتا تو واقعی اس کے گوشت میں بالکل اثر نہ ہوتا اور نہ اسے کوئی تکلیف ہوتی۔

نفطو یہ کہتے ہیں۔ معتصم بڑا ہی قوی شخص تھا۔ اکثر آدمی کے پہنچے کی ہڈی کو وہ انگلیوں سے دبا کر توڑ ڈالتا تھا۔

بعض علماء لکھتے ہیں۔ معتصم نے سب سے پہلے ترکوں کو کچہری میں نوکر رکھا۔ بادشاہانِ عجم سے بہت ملتا جلتا تھا اور ان کی طرح چلتا تھا۔ اس کے صرف ترک غلام ہی دس ہزار سے زیادہ تھے۔

ابن یونس کہتے ہیں کہ دعبل نے معتصم کی توہین میں اشعار لکھے' مگر پھر ڈر کے مارے مصر بھاگ گیا اور وہاں سے اندلس میں جا پہنچا۔ وہ اشعار ذیل میں ہیں:

مُلُوکُ بَنِی الْعَبَّاسِ فِی الْکُتُبِ سَبْعَةٌ ۔۔۔ وَلَمْ یَاتِنَا فِیْ ثَامِنٍ مِنْهُمُ الْکُتُبُ

ترجمہ: اصل میں عباسیوں کے بادشاہ سات ہی ہوئے ہیں اور آٹھویں کا کتابوں میں نام ونشان بھی نہیں ملتا۔

کَذٰلِکَ اَهْلُ الْکَهْفِ فِی الْکَهْفِ سَبْعَةٌ ۔۔۔ غَدَاةَ ثُوَوا فِیْهَا وَثَامِنُهُمْ کَلْبٌ

ترجمہ: اسی طرح اصحاب کہف بھی سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہی ہے۔

وَاِنِّیْ لَاَزْهیٰ کَلْبُهُمْ عَنْکَ رَغْبَةً ۔۔۔ لِاَنَّکَ ذُوْذَنْبٍ وَلَیْسَ لَهٗ ذَنْبٌ

ترجمہ: اور میں تو اصحابِ کہف کے کتے کا مرتبہ تم سے بڑا جانتا ہوں کیونکہ تم تو گناہ کرتے رہتے ہو اور وہ بے چارہ بے گناہ ہے۔

لَقَدْ ضَاعَ اَمْرُ النَّاسِ حَیْثُ یُسُوْسُهُمْ ۔۔۔ وَصِیْفٌ" وَاَشْنَاس" وَقَدْ عَظُمَ الْخَطْبُ

ترجمہ: جہاں وصیف اور اشناس لوگوں پر حکمرانی کریں وہاں تباہی ہی آئے گی۔

وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَرٰی مِنْ مُغِیْبِهَا ۔۔۔ مَطَالِعَ شَمْسٍ قَدْ یَغُصُّ بِهَا الشُّرْبُ

ترجمہ: ان حالات کو دیکھ کر میں امید کرتا ہوں کہ عنقریب ہی سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور سب اکل وشرب مکدر ہو جائیں گے۔

وَهَمُّکَ تُرْکِیٌّ عَلَیْهِ مَهَابَةٌ ۔۔۔ فانت لہ ام وانت لہ اب

ترجمہ: تیرا قصد ایک ترکی ہے' تو ہی اس کی ماں ہے اور تو ہی اس کا باپ ہے۔

مسئلہ خلق قرآن اور معتصم

معتصم ماہ رجب 218 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا تو مامون کے قدم بقدم چلا۔ تمام

عمر لوگوں کا مسئلہ خلق قرآن میں امتحان لیتے ہی گزار دی اور تمام معلموں کو حکم دیدیا کہ بچوں کو اس مسئلہ کی تعلیم دیا کریں۔ لوگوں نے اس مسئلہ میں اس سے بہت تکلیفیں اٹھائیں اور بہت سے علماء قتل کیے گئے۔ 220 ہجری میں امام احمد بن حنبل کو ستایا اور مارا اور اسی سال بغداد کو چھوڑ کر سر من رائے کو دارالخلافہ مقرر کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے ترکوں کو جمع کرنا شروع کیا تھا اور سمرقند، فرغانہ کے گردونواح میں آدمی بھیج کر بہت سے ترکوں کو خرید منگوایا تھا اور انہیں طرح طرح کے سنہرے کپڑے اور ریشمی کمربند پہنائے تھے۔ یہ غلام بغداد میں گھوما کرتے تھے اور لوگوں کو سخت تکلیف پہنچایا کرتے تھے۔ لوگوں نے تنگ آ کر معتصم سے کہا اگر اپنے اس لشکر کو باہر نہیں نکالو گے تو ہم تم سے ٹکرا جائیں گے۔ معتصم نے کہا تم مجھ سے کیسے جنگ کرو گے؟ انہوں نے کہا جادو کے تیروں سے۔ کہنے لگا ان کے مقابلے میں مجھ میں طاقت نہیں اور اس لیے بغداد کو چھوڑ کر سر من رائے کو دارالخلافہ بنایا۔

منحوس طالع

223 ہجری میں معتصم نے روم پر فوج کشی کی اور ان کو ایسی تکلیفیں دیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ ان کی جمعیت کو پریشان کیا اور ان کے ملک کو تباہ کر دیا اور عموریہ کو بزورِ شمشیر فتح کیا اور وہاں تیس ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کیا اور اسی قدر گرفتار کر لایا۔ جب معتصم اس جنگ کے لیے روانہ ہوا تھا تو نجومیوں نے کہا تھا کہ یہ طالع منحوس ہے، اس میں شکست ہوگی، مگر وہاں اسے فتح و نصرت نصیب ہوئی اور فتح بھی ایسی جو مشہور ہے۔ ابوتمام شاعر اپنے ایک قصیدہ میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَلسَّیْفُ اَصْدَقُ اَنْبَاءً مِنَ الْکُتُبِ فِیْ حَدِّہِ الْحَدُّ بَیْنَ الْجِدِّ وَاللَّعِبِ

ترجمہ: تلوار کتابوں سے زیادہ سچی خبر دینے والی ہے۔ اس کی تیز ہنسی اور حقیقی بات میں فرق کر دیتی ہے۔

وَالْعِلْمُ فِیْ شُھُبِ الْاَرْمَاحِ لَامِعَۃً بَیْنَ الْخَمْسِیْنَ لَا فِی السَّبْعَۃِ الشُّھُبِ

ترجمہ: علم نیزوں کے ستاروں یعنی لوگوں میں چمک رہا ہے۔ وہ بھی سبعہ سیارہ میں نہیں بلکہ لشکر میں۔

اَیْنَ الرِّوَایَۃُ اَمْ اَیْنَ النُّجُوْمُ وَمَا صَاغُوْہُ مِنْ زُخْرُفٍ فِیْھَا وَمِنْ کَذِبٍ

ترجمہ: وہ روایت کہاں گئی اور ستارے کہاں گئے اور فضول بکواس جو انہوں نے گھڑی تھی' اسے کیا ہوا؟

تَخَرُّصًا وَاَحَادِیْثًا مُلَفَّقَةً لَیْسَتْ بِعَجَمٍ اِذَا عُدَّتْ وَلَا عَرَبٖ

ترجمہ: اور وہ اٹکل پچو کی باتیں کہاں گئیں جو نہ عجم میں شمار ہوتی ہیں اور نہ عرب میں۔

معتصم کی وفات

معتصم بروز جمعرات 19 ربیع الاول 227 ہجری میں فوت ہوا۔ اس وقت وہ قرب و جوار کے دشمنوں پر تاخت و تاراج کر رہا تھا۔ کہتے ہیں مرض الموت میں اس نے یہ آیت پڑھی حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ (پ 7 سورۃ الانعام آیت 44) ترجمہ: یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا۔ اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے۔ (ترجمہ و حوالہ از تفسیر کنزالایمان' صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی) نزع کے وقت کہتا تھا اب تمام حیلے جاتے رہے۔ کوئی حیلہ باقی نہیں رہا۔ بعض کہتے ہیں حالت نزع میں کہتا تھا' مجھے ان لوگوں سے نکال لے چلو اور بعض کہتے ہیں کہتا تھا' اے اللہ تو خوب جانتا ہے میں اپنی طرف سے ڈرتا ہوں (میں نے گناہ کیے ہیں) اور تیری طرف سے مجھے کوئی خوف نہیں (کہ بغیر گناہ کے مواخذہ کرے گا اور مجھے اپنی طرف سے امید نہیں (کیونکہ میں گناہوں سے آلودہ ہوں۔)

ذیل میں معتصم کے دو شعر ہیں:

قَرِّبِ النِّحَامَ وَاَعْجَلْ یَا غُلَامَ وَاطْرَحِ السَّرْجَ عَلَیْهِ وَاللِّجَامَ

ترجمہ: اے لڑکے گھوڑے کے قریب کر اور جلدی سے اس پر زین کس اور لگام دے۔

اَعْلِمِ الْاَتْرَاکَ اِنِّیْ خَائِضٌ لُجَّةَ الْمَوْتِ فَمَنْ شَاءَ اَقَامَ

ترجمہ: اور ترکوں کو بتلا دے کہ میں اب موت کی موج میں گھس رہا ہوں۔ اب جو چاہے میرے پیچھے قائم ہو۔

بنی امیہ بادشاہ

معتصم کا ارادہ تھا کہ مغربِ اقصیٰ یعنی اندلس کو بھی جو اب تک امویوں کے قبضہ میں جا

آتا تھا' اپنے قبضہ تصرف میں لائے' چنانچہ صولی احمد بن خضیب سے روایت کرتے ہیں۔ مجھے معتصم نے کہا جب تک بنی امیہ بادشاہ رہے' تب تک ہمیں سلطنت نصیب نہ ہو سکی اور جب ہم بادشاہ ہو گئے' تب ہی ان کی سلطنت زائل ہوئی۔ پھر اس نے جنگ کی تیاری کا حکم دیا مگر موت نے مہلت نہ دی اور بیمار ہو کر مر گیا۔

دروازے پر

مغیرہ بن محمد کہا کرتے تھے جتنے بادشاہ معتصم کے دروازے پر جمع ہوئے' کسی بادشاہ کے وقت میں جمع نہ ہوئے تھے۔ نہ معتصم جیسی کسی نے فتوحات حاصل کیں۔ اس نے بادشاہانِ آذربائیجان' طبرستان' استیسان' اشیاصح' فرغانہ' طخارستان' صفہ اور کابل کے بادشاہ کو قید کر لیا۔ صولی ہی بیان کرتے ہیں معتصم کی انگوٹھی پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" کندہ تھا۔

بدشگون

صولی لکھتے ہیں۔ محمد بن یزید نے بیان کیا۔ جب میدان میں معتصم کا محل بن چکا تو وہ اس میں جا کر بیٹھا۔ لوگ سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ اسحاق موصلی نے اس موقع پر ایک قصیدہ سنایا کہ اس جیسا عجیب قصیدہ آج تک کسی نے نہیں سنا۔ مگر اس کو اس شعر سے شروع کیا تھا:

یَا دَارُ غَیَّرَکِ الْبَلَاءُ وَ مَحَاکِ ۔۔۔ یَا لَیْتَ شِعْرِیْ بِالَّذِیْ اَبْلَاکِ

ترجمہ: اے گھر تجھے بلا نے متغیر کر دیا اور مٹا دیا۔ کاش مجھے وہ بات معلوم ہو جائے جس نے تجھے بوسیدہ کر دیا۔

معتصم نے اس شعر سے بدفالی لی اور لوگوں نے بھی اور انہوں نے آپس میں اشارے و کنائے کیے اور تعجب کیا۔ اسحاق جیسے عالم' تجربہ کار اور بادشاہوں کی صحبت میں رہنے والے نے ایسی فاش غلطی کیوں کی؟ آخر معتصم نے اس قصر کو منہدم کروا دیا۔

مقولاتِ معتصم

ابراہیم بن عباس کہتے ہیں۔ معتصم کلام کرتا تو تمام بلاغت ختم کر دیتا تھا۔ اسی کے وقت میں باورچی خانہ کے خرچ میں اس قدر ترقی ہوئی کہ ہزار دینار روزانہ خرچ ہونے لگا۔

سبب بطلان رائے

ابوعیناء کہتے ہیں۔ معتصم کہا کرتا تھا' جب عشق غلب کرتا ہے تو رائے باطل ہوجاتی ہے۔
اسحاق کہتے ہیں۔ معتصم کہا کرتا تھا کہ جو اپنے مال کے ساتھ طالب حق ہوا اس نے حق کو ضرور پالیا۔

غلام عجیب

محمد بن عمر رومی کہتے ہیں۔ معتصم کا ایک غلام تھا' جسے عجیب کہتے تھے۔ لوگوں نے اس جیسا حسین کبھی نہیں دیکھا تھا۔ معتصم اس پر فریفتہ تھا۔ اس کی صفت میں چند اشعار بنائے اور مجھے بلا کر کہا' تم جانتے ہو میں اپنے بھائیوں میں سے کھیل کود کی طرف مائل ہونے کے وجہ سے پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ میں نے یہ شعر بنائے ہیں۔ اگر اچھے ہوں تو بہتر ورنہ میں انہیں پوشیدہ رکھوں' پھر یہ اشعار پڑھے:

لَـقَـدْ رَاَیْـتُ عَـجِیْبًـا یَـحْـکِـی الْـغِـزَالَ الرَّبِیْبَـا

ترجمہ: میں عجیب کو دیکھتا ہوں کہ وہ ایک پروردہ ہرن کی طرح ہے۔

اَلْـوَجْـهُ مِـنْـهُ کَبَدْرٍ وَالْـقَـدُّ یَـحْـکِـیْ الْقَضِیْبَا

ترجمہ: اس کا چہرہ چاند جیسا ہے اور قد ٹہنی کے مشابہ ہے۔

وَاِنْ تَـنَـاوَلَ سَـیْـفًـا رَاَیْـتُ لَیْثًـا حَـرِبْیًـا

ترجمہ: اگر وہ تلوار کو ہاتھ میں لیتا ہے تو میں اسے جنگجو شیر دیکھتا ہوں

وَاِنْ رَمٰـی بِسِهَـامٍ کَـانَ الْـمَـجِیْدَ الْمَصِیْبَا

ترجمہ: اور اگر تیر چلاتا ہے تو نشانے پر جا کر لگتا ہے۔

طَبِیْـبُ" مَـا بِیْ مِنَ الْحُبِّ فَلاَ عَـدِمَـتُ الـطَّبِیْبَـا

ترجمہ: محبت کے باعث جو مجھے بیماری ہے وہ اس کا طبیب ہے۔ خدا کرے یہ طبیب کبھی معدوم نہ ہو۔

اِنِّـیْ هُـوِیْـتُ عَـجِیْبًـا هَـوٰی اَرَاهُ مُـجِیْبًـا

ترجمہ: میں عجیب سے نہایت محبت کرتا ہوں اور وہ بھی میرا کہا مانتا ہے۔
میں نے اشعار سن کر تخت خلافت کی قسم کھا کر کہا یہ ان خلفاء کے اشعار سے جو شاعر نہیں'

ہزار درجہ بہتر ہیں۔ وہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور مجھے پچھتر ہزار درہم انعام دیئے۔

بے خوفی

صولی لکھتے ہیں۔ عبدالواحد بن عباس ریاشی نے ہم سے بیان کیا کہ بادشاہِ روم نے معتصم کو تہدی (یعنی دھمکی آمیز) ایک خط لکھا' جب وہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو معتصم نے منشی سے کہا کہ لکھو:

''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَمَّا بَعْدُ! میں نے تیرا خط پڑھا اور تیرا خطاب سنا' اس کا جواب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ سننے کی حاجت نہ ہوگی۔ کفار کو عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا اچھی عاقبت کسے نصیب ہوتی ہے۔

آرائے شعراء اور معتصم

صولی فضل بن یزید سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ معتصم کے دروازے پر جو شعراء تھے' ان کو کہلا بھیجا کہ تم سے کون ہے؟ جو ہماری تعریف میں ایسے اچھے اشعار کہے جیسے منصور نمری نے رشید کی تعریف میں کہے تھے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

اِنَّ الْمَكَارِمَ وَالْمَعْرُوْفَ اَوْدِيَةٌ'' اَحَلَّكَ اللهُ مِنْهَا حَيْثُ تَجْتَمِعُ

ترجمہ: بزرگیاں اور احسان دریا ہیں۔ خدا آپ کو وہاں نازل کرے جہاں وہ ملتے ہیں۔

مَنْ لَمْ يَكُنْ بِاَمِيْنِ اللهِ مُعْتَصِمًا فَلَيْسَ بِالصَّلَوَاةِ الْخَمْسِ يَنْتَفِعُ

ترجمہ: جو شخص امین اللہ کو مضبوط نہ پکڑے' اسے پنجگانہ نماز پڑھنے کوئی فائدہ نہیں۔

اِنْ اخلف الْقَطْرَلَمْ تَخْلُفْ فَوَاضِلُهُ اَوْضَاقَ اَمْرٌ'' ذَكَرْنَاهُ فَيَتَّسِعُ

ترجمہ: اگر بارش منقطع ہو جائے تو ہو جائے مگر اس کے انعامات منقطع نہیں ہوتے اور تنگی آ جائے اور ہم اسے یاد کریں تو وہ (تنگی) دور ہو جاتی ہے۔

ان اشعار کے سننے پر وہیب نے معتصم کے بھیجے ہوئے سے کہلا بھیجا۔ ہم میں ایسے بھی شعراء ہیں جو ان اشعار سے بہتر اشعار کہہ سکتے ہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

ثَلاَثَةٌ'' تَشْرُقُ الدُّنْيَا بِبَهْجَتِهَا شَمْسُ الضُّحٰى وَاَبُوْ اِسْحٰقَ وَالْقَمَرُ

ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں جن کی خوبی سے دنیا روشن ہے۔ ایک شمس الضحیٰ' دوسرا ابواسحاق' تیسرا چاند۔

تَحْكِيْ أَفَاعِيْلُهُ فِيْ كُلِّ نَائِبَةٍ ۔۔۔ اَللَّيْثُ وَالْغَيْثُ وَالصَّمْصَامَةُ الذَّكَرُ

ترجمہ: اس کے تمام کام ہر مصیبت کے وقت ببر شیر، بادل اور تلوار کے مشابہ ہوتے ہیں۔

جب معتصم فوت ہوا تو اس کے وزیر محمد بن عبدالملک نے عزاء و ہنا کا جامع مرثیہ لکھا:

قَدْ قُلْتُ اِذْ غَيَّبُوكَ وَاصْطَفَقَتْ ۔۔۔ عَلَيْكَ اَيْد" بِالتُّرْبِ وَالطِّيْنِ

ترجمہ: جب لوگوں نے تجھے زمین کے نیچے دفن کر دیا اور ہاتھوں سے تم پر مٹی ڈال دی تو میں نے کہا۔

اِذْهَبْ فَنِعْمَ الْحَفِيْظُ كُنْتَ عَلَى الدُّنْيَا ۔۔۔ وَنِعْمَ الظَّهِيْرُ لِلدِّيْنِ

ترجمہ: جا تو دنیا میں نہایت مہربان اور نگہبان تھا اور دین کا حامی اور مددگار تھا۔

مَا يُجْبِرُ اللّٰهُ اُمَّةً فَقَدَتْ ۔۔۔ مِثْلُكَ اِلَّا بِمِثْلِ هَارُوْنِ

ترجمہ: جس امت سے تیرے جیسا شخص مفقود ہو گیا، اس کی تلافی ہارون جیسے کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔

معتصم سے مروی احادیث

صولی کہتے ہیں۔ معتصم نے اپنے باپ ہارون سے روایت کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کے لوگوں کو دیکھا متکبرانہ چال چل رہے ہیں۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے غصہ کے آثار معلوم ہونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا شجر ملعونہ کا ذکر بھی قرآن میں ہی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام وہ کونسا درخت ہے؟ تاکہ ہم اس سے پرہیز کریں۔ آپ نے فرمایا وہ درخت نباتات سے نہیں ہے بلکہ وہ درخت بنوامیہ ہی ہیں کہ جب بادشاہ ہوں گے تو ظلم کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے۔ پھر آپ نے اپنے چچا کی پیٹھ پر ہاتھ مار کر فرمایا چچا جان آپ کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے بنی امیہ ہلاک ہوں گے۔" مصنف کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اور علائی نے اسے اپنی طرف سے گھڑ کے پیش کی ہے۔

بروز جمعرات

ابن عساکر بسندہ اسحاق بن یحییٰ بن معاذ سے روایت کرتے ہیں۔ میں ایک دفعہ معتصم کی عیادت کے لیے گیا۔ میں نے کہا اب تو آپ کو آرام معلوم ہوتا ہے۔ کہنے لگا یہ بات کیسے

ہوسکتی ہے؟ جبکہ میں نے اپنے سے سنا ہے۔ انہوں نے بسند وہ ابن عباس سے روایت کی ہے جو شخص جمعرات کے روز پچھنے لگوائے اور پھر اسی روز بیمار ہو جائے تو وہ اسی دن مر جائیگا۔

عہد معتصم میں درج ذیل علماء کا انتقال ہوا:

حمیدی بخاری کے استاذ' ابونعیم' فضل بن ذکین' ابوغسان نہدی' قاری قالون' قاری خلاد' آدم بن ابی ایاس' عفان' قعنبی' عبدان مروزی' عبداللہ بن صالح کاتب لیث' ابراہیم بن مہدی' سلیمان بن حرب' علی بن محمد مدائنی' ابوعبید قاسم بن سلام' قرہ بن حبیب' عارم' محمد بن سلا بیکندی' سنبد' سعید بن کثیر عفیر' محمد بن عیسیٰ طباع حافظ اصبغ بن فرج فقیہ' سعدیہ وسطی' ابوعمر جرمی نحوی' یحییٰ بن یحییٰ تمیمی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

الواثق باللہ ہارون

الواثق باللہ ہارون ابوجعفر یا ابوالقاسم بن معتصم بن رشید' اس کی والدہ ام ولد رومیہ تھی جس کا نام قراطیس تھا۔ الواثق باللہ ہارون 20 شعبان 196 ہجری میں پیدا ہوا۔ اپنے باپ کے بعد 19 ربیع الاول 227 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا اور 228 ہجری میں اشناس نامی ایک ترکی شخص کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ ہیروں سے مزین تاج اس کے سر پر رکھا اور ہار جواہرات کے اسکے گلے میں ڈالے۔ مصنف کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی خلیفہ نے نائب السلطنت مقرر کیا ہے اور ترک تو اس کے باپ کے وقت ہی زیادہ ہو گئے تھے۔

ہیر پھیر سے قتل

231 ہجری میں بصرہ کے حاکم کو حکم بھیجا کہ آئمہ اور مؤذنوں سے خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان لے۔ یہ خبط اسے اپنے باپ سے ورثہ ملا تھا۔ مگر آخر عمر میں وہ باز آ گیا تھا۔ اسی سال اس نے احمد بن خزاعی کو قتل کیا۔ یہ بڑے محدث اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم تھے۔ انہیں بغداد سے قید کر کے سرمن رائے میں بلایا اور خلق قرآن سے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا مخلوق نہیں ہے۔ پھر رویۃ فی القیامت کے بارے پوچھا۔ انہوں نے کہا احادیث میں ایسے ہی آیا ہے۔ پھر ایک حدیث بھی پڑھ کر سنائی تو اس نے کہا تم جھوٹ بول رہے ہو۔ آپ نے فرمایا میں تو جھوٹ نہیں بول رہا بلکہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ واثق نے کہا افسوس ہے۔ کیا خدا

مجسم ومحدود دکھائی دے سکتا ہے۔ کیا وہ کسی احاطہ میں آ سکتا ہے۔ جس رب کی ایسی صفات ہوں' میں تو اسے نہیں مانتا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اس کے بارے تم مجھے کیا رائے دیتے ہو؟ فقہائے معتزلہ جبشہ نے کہا اس کا قتل کرنا حلال ہے۔ واثق نے تلوار منگوائی اور کہا جب میں اس کے قتل کرنے کے لیے اٹھوں تو میرے ساتھ کوئی نہ جائے کیونکہ اس کافر کو مارنے کیلئے چلنا داخل ثواب ہے کیونکہ یہ ایسے خدا کی عبادت کرتا ہے جس کی ہم عبادت نہیں کرتے اور نہ ہم اسے ان صفات سے جو اس نے بیان کی ہیں' جانتے ہیں۔

منہ قبلہ رو ہو جاتا

اس کے بعد احمد بن نصر طوق وزنجیر پہنائے ہوئے نطع پر بٹھائے گئے اور خلیفہ امیر واثق نے ان کو قتل کر دیا اور کہا ان کا سر بغداد بھیج دیا جائے اور اسے وہاں سولی دیا جائے اور جسم کو سر من رائے میں سولی دیا جائے۔ ان کا سر اور جسم برابر چھ سال تک اسی طرح رہا۔ جب متوکل بادشاہ ہوا تو اس نے اتروا کر دفن کرا دیئے۔ ان کے کان میں ایک پرچہ لکھ کر لٹکا دیا گیا تھا کہ یہ احمد بن نصر بن مالک کا سر ہے جس کو خلیفہ ہارون واثق باللہ نے خلق قرآن اور نفی تشبیہ کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ ان کے سر کے لیے ایک چوکیدار مقرر کر دیا تھا جو قبلہ کی طرف سے ان کا منہ پھیرتا رہتا تھا۔ اسی شخص نے ایک روز متوکل سے بیان کیا کئی دفعہ رات کو قبلہ کی طرف منہ کر لیتا ہے اور نہایت خوش الحانی سے سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے۔ یہ حکایت کئی اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔ اسی سال ایک ہزار چھ سو مسلمان قیدی روم سے چھڑائے گئے۔ ابن ابی داؤد نے (خدا اس کا برا کرے) کہا کہ ان میں سے جو خلق قرآن کا قائل ہو جائے' اسے چھوڑ دو اور دو دینار دیدو اور جو شخص قائل نہ ہو اسے قید میں ہی رہنے دو۔

خطیب لکھتے ہیں۔ مختصراً ان قیدیوں سے ایک شخص جو واثق نے پکڑ منگوائے تھے' اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے کہا یہ عقیدہ جس کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا' لیکن آپ نے لوگوں کو اس کی طرف نہیں بلایا۔ یا آپ کو یہ معلوم ہی نہیں تھا؟ ابن ابی داؤد بھی وہیں تھا' اس نے کہا معلوم تھا۔ قیدی نے کہا تو پھر جب آپ نے لوگوں کو اس کی طرف نہیں بلایا تو تم کیوں بلا رہے ہو؟ کہتے ہیں اس کی یہ بات سن کر تمام حیران رہ گئے اور واثق ہنس پڑا اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے گھر چلا گیا اور لیٹ رہا اور بار بار کہتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں خاموش رہے تو ہمیں اس میں گفتگو کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر حکم دیا اس شخص کو تین سو دینار انعام دے کر رہا کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس نے کسی کا امتحان نہیں لیا اور اسی دن سے ابن ابی داؤد پر سخت ناراض ہو گیا۔

یہ قیدی ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی ابوداؤد اور نسائی کا استاد تھا۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں۔ واثق گورے رنگ کا تھا جس پر زردی غالب تھی اور اس کی آنکھوں میں خال تھا۔

محتاج نہ رہے

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں۔ جیسا احسان آل ابی طالب پر واثق نے کیا، کسی نے نہیں کیا۔ جب وہ فوت ہوا تو ان میں کوئی شخص بھی مفلس محتاج نہ تھا۔

واثق اور مصری غلام

کہتے ہیں واثق بڑا ادیب اور اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا۔ وہ اپنے ایک نوکر پر عاشق تھا جو اسے مصر سے ہدیۃً ملا تھا۔ ایک دن واثق نے اسے خفا کر دیا تو وہ ایک اور نوکر سے کہنے لگا امیر چاہتا ہے میں اس سے کل کلام کروں۔ مگر میں ہرگز نہیں کروں گا۔ واثق نے اس کی بات سن کر یہ اشعار کہے: اشعار

یَا ذَاالَّذِیْ لِعَذَابِیْ ظَلَّ مُفْتَخِرًا مَا اَنْتَ اِلَّا مَلِیْکٌ جَارَ اِذْ قَدَرَا

ترجمہ: اے وہ شخص جو مجھے ستانے میں فخر کر رہا ہے، اب تیری قدر ہوگئی تو تو ظلم کرنے لگا۔

لَوْلَا الْهَوٰی لِتَجَارِیْنَا عَلٰی قَدْرٍ وَاِنْ اَفِقْ مِنْهُ یَوْمًا مَا فَسَوْفَ تَرٰی

ترجمہ: اگر عشق نہ ہوتا تو پھر ہم مرتبہ میں برابری کرتے اور اب بھی اگر مجھے کسی دن عشق سے افاقہ ہو گیا تو دیکھ لے گا۔

ذیل کے اشعار بھی واثق نے اپنے اس خادم کے بارے میں ہی کہے:

مَهَجٌ یَمْلِکُ الْمُهَجَ بِسَبْحَا اللَّحْظِ وَالدَّعَجِ

ترجمہ: مہج (نام غلام) خوابیدہ پلکوں اور سیاہ آنکھوں سے جانوں کا مالک ہو گیا ہے۔

حُسْنُ الْقَدِّ مُخْتَطِفٌ" ذُوْدَلَالٍ وَ ذُوْغَنَجِ

ترجمہ: سروقد ہے دلربا ہے اور ناز و کرشمہ والا ہے۔

لَيْسَ لِلْعَيْنِ إِنْ بَدَاء عَنْهُ بِاللَّحْظِ مُنْعَرَج

ترجمہ: اگر وہ ظاہر ہوتا ہے تو آنکھیں اس کو دیکھنے سے سیر نہیں ہوتیں۔

عالم اور شاعر

صولی کہتے ہیں علم و ادب کے باعث لوگ واثق کو مامون اصغر کہا کرتے تھے۔ مامون بھی اس کی قدر کیا کرتا تھا اور اپنے تمام لڑکوں سے اسے عزیز سمجھتا تھا۔ اپنے زمانے کے لوگوں سے بڑھ کر عالم تھا۔ اعلیٰ درجے کا شاعر بھی تھا اور تمام خلفاء میں بڑھ کر موسیقی کا واقف تھا۔ قریباً سوئی سریں اس نے ایجاد کی تھیں۔ سارنگی بجانے میں استاد تھا۔ بہت سے اشعار زبانی یاد تھے۔

ماہر علم عرب

فضل یزیدی لکھتے ہیں۔ خلفائے بنی عباس میں سے واثق سے بڑھ کر شعروں کو روایت کرنے والا اور کوئی نہیں ہوا ہے اور کسی نے کہا مامون سے بڑھ کر تھا۔ انہوں نے کہا ہاں مامون تو علم عرب کے ساتھ نجوم، طب اور منطق بھی جانتا تھا۔ مگر واثق صرف علوم عرب میں ہی ماہر تھا۔

سونے کے برتن

یزید مہلبی کہتے ہیں۔ واثق بہت کھایا کرتا تھا۔ ابن فہم کہتے ہیں واثق کا ایک سونے کا خوان تھا جس کے چار ٹکڑے تھے اور ہر ایک ٹکڑے کو بیس آدمی اٹھایا کرتے تھے اور خوان پر جو برتن تھے وہ بھی سونے کے تھے۔ ابن ابی داؤد نے کہا ان برتنوں میں کھانا منع ہے۔ واثق نے ان تمام برتنوں کو تڑوا کر بیت المال میں داخل کروا دیا۔

مرت کا مطلب

حسین بن یحییٰ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ واثق نے خواب دیکھا وہ خدا سے جنت کی آرزو کر رہا ہے۔ اتنے میں کسی شخص نے کہا خدا اس شخص کے علاوہ جس کا دل مرت (بیابان) جیسا ہو کسی کو ہلاک نہیں کرے گا۔ صبح اس نے جلیسوں سے اس کی تعبیر پوچھی۔ کسی کو اس کا مطلب و مراد معلوم نہ تھی۔ واثق نے ابو محلم کو بلا کر قصہ بیان کیا اور مرت کے معنی پوچھے۔ انہوں نے کہا

مرت ایسے بیابان کو کہتے ہیں جس میں گھاس بھی نہ اگتی ہو اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ صرف اس شخص کو دوزخ میں ڈالے گا جس کا دل ایمان سے خالی ہو گا جیسا کہ بیابان گھاس پات سے خالی ہوتا ہے۔ واثق نے مرت کے معنی کے لیے کسی شاعر کی سند مانگی۔ حاضرین میں سے کسی نے بنی اسد کا یہ شعر سنایا:

وَمَرُت'' مَرُوْتَات'' يُجَارِبُهَا الْقَطَا وَيُصْبِحُ ذُوْعِلْمٍ بِهَا وَهُوَ كَجَاهِلٍ

ترجمہ: بہت سے ایسے بے آب و گیاہ جنگل ہیں جن میں قطا بھی حیران رہ جاتا ہے او رعالم اور تجربہ کار شخص جاہل مطلق بن جاتا ہے۔

علی بن جہم نے ان اشعار میں واثق کی تعریف کی:

وثقت بالملک الواثق باللہ النفوس
ملک یشقی بہ المال ولا یشقی الجلیس
اسد یضحک عن سدنہ الحرب العبوس
انس السیف بہ واستوحش الطلق النفیس
یابنی العباس یا بی اللہ الا ان تروسوا

ترجمہ: اللہ کی قسم! لوگوں کی جانیں بادشاہِ واثق پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ وہ ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ سے مال تو تباہ ہوتا ہے مگر اس کا ہم نشین تباہ نہیں ہوتا۔ وہ ایک شیر ہے جس کی سختی کے باعث ترشرو لڑائی ہنستی ہے۔ تلوار اس سے مانوس ہے اور درہم اس سے بھاگتے ہیں۔ اے بنی عباس اللہ تعالیٰ کو تمہارا سردار بننا ہی منظور ہے۔

واثق سرمن رائے میں بتاریخ 24 ذی الحجہ 232 ہجری میں بروز بدھ فوت ہوا۔ کہتے ہیں وہ جب مرنے کے قریب تھا تو بار بار یہ اشعار پڑھتا تھا:

اَلْمَوْتُ فِيْهِ جَمِيْعُ الْخَلْقِ مُشْتَرِک'' لَاسُوْقَة'' مِنْهُمْ يَبْقِيْ وَلَا مَلِکُ

ترجمہ: موت میں تمام مخلوق مشترک ہے نہ اس سے بازاری لوگ بچتے ہیں اور نہ بادشاہ۔

مَاضَرَّ اَهْلَ قَلِيْلٍ فِيْ تَفَارِقِهِمْ وَلَيْسَ يُغْنِيْ عَنِ الْاَمْلَاکِ مَا مَلَکُوْا

ترجمہ: کسی کے اہل و عیال کی کمی نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور نہ بادشاہوں کو ان کے باقی مافی الید نے کچھ فائدہ دیا۔

سوسمار (گوہ، سانڈ)

کہتے ہیں واثق مر گیا تو لوگ اسے تنہا چھوڑ کر متوکل سے بیعت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ پیچھے سوسمار آ کر اس کی آنکھیں نکال کر لے گیا۔

واثق کے عہد خلافت میں ذیل کے علماء فوت ہوئے۔

مسدود بن ابن ہشام، بزار قاری، اسمٰعیل بن سعید شاطی شیخ اہل طبرستان، محمد بن سعد کاتب واقد، ابو تمام طائی شاعر، محمد بن زیاد بن اعرابی بغوی، بویطی صاحب شافعی، علی بن مغیر اثرم لغوی۔

گلاب اور نرگس

صولی بسند جعفر بن علی بن رشید سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن واثق نے صبح کے وقت شراب پی تو اس کے خادم مہج نے اسے گلاب اور نرگس کے پھول دیئے۔ واثق نے دوسرے روز یہ اشعار کہے: شعر

حَیَّاکَ بِالنَّرْجَسِ وَالْوَرْدِ مُعْتَدِلُ الْقَامَتِ وَالْقَدِّ

ترجمہ: ایک معتدل قامت وقد والے شخص نے تجھے نرگس اور گلاب کا پھول دیکر بقائے ملک کی دعا دی ہے۔

فَالْهَبَتْ عَیْنَاهُ نَارَا الْهَوٰی وَزَادَفِی اللَّوْعَةِ وَالْوَجْدِ

ترجمہ: پس اس کی دونوں آنکھیں عشق کی آگ سے بھڑک اٹھیں اور سوزش دلی اور وجد زیادہ ہو گیا۔

اَمَلْتُ بِالْمُلْکِ لَهُ قُرْبَةً فَصَارَ مُلْکِیْ سَبَبُ الْبُعْدِ

ترجمہ: میں نے ملک کے باعث اس سے نزدیک ہونے کی کوشش کی تھی۔ مگر میرا ملک ہی دوری کا سبب بن گیا۔

وَرُنَحْتُهُ سَکَرَاتُ الْهَوٰی فَمَالَ بِالْوَصْلِ اِلَی الصَّدِّ

ترجمہ: عشق کے نشہ نے اسے مست کر دیا ہے۔ اس لیے وہ وصل سے اعراض کی طرف مائل ہو گیا۔

اِنْ سَئَلَ الْبَذْلَ ثَنٰی عَطْفَهُ وَاَسْبَلَ الدَّمْعَ عَلَی الْخَدِّ

ترجمہ: اگر اس سے خرچ (یعنی وصل) کا سوال کیا جائے تو وہ اپنے پہلو مروڑتا ہے اور رخساروں پر آنسو بہانے لگتا ہے۔

غَـرِّ بِـمَـا تَـجْـنِيْـهِ اَلْحَـاظِـهٖ لَا يَـعْـرِفُ الْاَنْـجَـازَ لِلُوَعْدِهٖ

ترجمہ: وہ اپنے نظر کے گناہ سے جاہل ہے اور وعدہ وفائی تو جانتا ہی نہیں۔

مَوْلٰی يَشْتَكِی الظُّلْمَ مِنْ عَبْدِهٖ فَـانْـصَـفُـوْ الْـمَـوْلٰی مِنَ الْعَبْدِ

ترجمہ: مالک اپنے غلام کے ظلم کی شکایت کررہا ہے۔ اے لوگو! اس غلام سے مالک کا انصاف لینا۔

پیارے غلام

علماء کا اتفاق ہے ان فصیح و بلیغ شعروں جیسے اشعار اور کسی خلیفہ نے بھی نہیں کہے۔ صولی عبداللہ بن معتز سے روایت کرتے ہیں کہ واثق دو غلاموں کے ساتھ بڑی محبت کیا کرتا تھا اور ہر ایک کی خدمت کے لیے ایک ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔ یہ ذیل کے اشعار انہی کے بارے میں کہے ہیں:

قَـلْبِـیْ قَسِيْـم" بَيْـنَ نَـفْسَيْـنِ فَـمَـنْ رَاٰیْ رُوْحًـا بَيْـنَ جِسْـمَيْنِ

ترجمہ: میرا دل دو نفسوں میں منقسم ہے۔ پس کس نے ایک روح کو دو جسموں میں دیکھا ہے۔

يَـغْـضَـبُ ذَا اِنْ جَـادَ ذَا بِـالرِّضٰی فَـالْـقَـلْـبُ مَشْـغُوْل" بِشَجَـرَيْنِ

ترجمہ: اگر ایک راضی ہوتا ہے تو دوسرا غضبناک۔ پس میرا دل دونوں میں مبتلا ہے۔

خزبیل کہتے ہیں واثق کی مجلس میں ایک دن اخطل کا یہ شعر گایا گیا:

وَشَـادَنَ مَـرْبَـحِ بِـالْكَاسِ نَادَمْنِیْ لَا بِـالْـحَـصُـوْرِ وَلَا فِيْـهَـا بِسَوَارٖ

ترجمہ: بہت سے ایسے ہرنوں نے مجھ سے ہم نشینی کی۔ وہ ہرن جو شراب کے پیار سے نفع پہنچاتے ہیں، نہ وہ بخیل و تنگدل تھے اور نہ تکلیف دینے والے تھے۔

تو واثق نے ابن اعرابی سے کسی شخص کو بھیج کر اس کے معانی پوچھے۔ اس نے کہا کہ سوار اور سواد دونوں طرح سے روایت کیا گیا ہے اور پھر دونوں کے معانی بتلائے۔ اس پر واثق نے اسے بیس ہزار درہم انعام دیا۔

کون بڑا شاعر؟

احمد بن حسین کہتے ہیں۔ایک دن واثق کے سامنے حسین بن ضحاک اور مخارق مغنی کی بحث ہوگئی کہ ابونواس اور ابوالعتاہیہ میں سے کون بڑھ کر شاعر ہے؟ واثق نے کہا کوئی شرط بھی مقرر کر دو چنانچہ دوسو دینار شرط مقرر ہوئی۔پھر واثق نے کہا علماء میں سے کون شخص یہاں حاضر ہے؟ لوگوں نے کہا ابومحلم یہاں موجود ہیں۔واثق نے ان کو بلایا اور پوچھا ابونواس بڑا شاعر تھا یا ابوالعتاہیہ؟ انہوں نے کہا ابونواس بہت بڑا شاعر ہے اور اصناف سخن پر قادر ہے۔واثق نے اس فیصلہ پر حسین کو شرط دلوا دی۔

المتوکل علی اللہ جعفر

متوکل علی اللہ جعفر ابوالفضل بن معتصم بن رشید' ماں اس کی ام ولد تھی جس کا نام شجاع تھا۔205 ہجری میں پیدا ہوا اور ماہ ذالحجہ 233 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنا میلان احیائے سنت کی طرف ظاہر کیا اور محدثین کی مدد کی۔234 ہجری میں تمام محدثین کو سامرہ کے مقام میں جمع کیا اور ان کو بہت سا انعام واکرام دیا اور کہا کہ صفات و رویت الٰہی کے متعلق حدیثیں بیان کریں۔چنانچہ اس غرض کیلئے ابوبکر بن ابی شیبہ اور ان کے بھائی جامع منصور میں بیٹھے۔ان کے پاس تقریباً تیس تیس ہزار شخص جمع ہوتے تھے۔اس فعل سے تمام لوگ متوکل کے شیفتہ ہوگئے اور اس کے حق میں دعائیں کرنے لگے' حتیٰ کہ بعضوں نے کہا کہ خلفاء تین ہی ہوئے ہیں۔ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہوں نے مرتدین کو قتل کیا تھا۔دوسرے عمر بن عبدالعزیز جنہوں نے ظلم دنیا سے اٹھا دیا۔تیسرا متوکل علی اللہ جس نے مردہ سنتوں کو زندہ کر دیا۔ابوبکر بن خبازہ نے اس بارے میں شعر کہے:

وَبَعْدَ فَاِنَّ السُّنَّةَ الْيَوْمَ اَصْبَحَتْ ۔۔۔ مُعَزَّزَةً كَانَ لَمْ تَذَلَّلِ

ترجمہ: سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام آج سے ایسے زندہ ہوگئی ہے گویا ہمیشہ سے ایسے ہی ہے۔

تَصُوْلُ وَتَسْطُوْا اِذَا قِيْمَ مَنَارُهَا ۔۔۔ وَحَطَّ مَنَارَ لِاِفْكِ وَالزُّوْرِ مِنْ عَلِ

ترجمہ: چونکہ اس کی بنیادیں قائم ہوگئی ہیں اس لیے حملے کرتی ہیں اور جھوٹ اور بہتان کو

اوپر سے نیچے پھینک دیا ہے۔

وَوَلّٰی اَخُوا لْاَبْدَاعِ فِی الدِّیْنِ هَارِبًا اِلَی النَّارِ یَهْوِیْ مُدْبِرًا غَیْرَ مُقْبِلِ

ترجمہ: جو دین میں بدعتیں نکالتا تھا' وہ دوزخ میں گرنے کیلئے پیٹھ پھیر کر بھاگا کہ پھر کبھی واپس نہیں آئے گا۔

شَفَی اللّٰهُ مِنْهُمْ بِالْخَلِیْفَةِ جَعْفَرٍ خَلِیْفَةُ" ذِی السُّنَّةِ الْمُتَوَکِّلِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خلیفہ جعفر کے باعث لوگوں کو ان سے آرام دیا اور وہ خلیفہ صاحب احیائے سنت متوکل ہے۔

خَلِیْفَةُ رَبِّیْ وَابْنُ عَمِّ نَبِیِّهٖ وَخَیْرُ بَنِی الْعَبَّاسِ مَنْ مِنْهُمْ وَلِیْ

ترجمہ: وہ خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور اس کے نبی کے چچا کا بیٹا ہے اور بنی عباس کے تمام خلفاء سے بہتر ہے۔

وَجَامِعُ شَمَلِ الدِّیْنِ بَعْدَ تَشَتُّتٍ وَنَارِیْ رُؤُسَ الْحَارِقِیْنَ بِمُتَّصِلِ

ترجمہ: یہ خلیفہ متوکل اللہ کی جمعیت کو پراگندگی کے بعد پھر جمع کرنے والا ہے اور سرکشوں کے سروں کو گرز سے توڑنے والا ہے۔

اَطَالَ لَنَا رَبُّ الْعِبَادِ بِقَائَهٗ سَلِیْمًا مِنَ الْاَهْوَالِ غَیْرَ مُبَدِّلِ

ترجمہ: اس کی زندگی ہمارے لیے دراز فرما اور اسے تمام آفات و بلیات سے محفوظ رکھ۔ اس کو متغیر کیے بغیر۔

وَبَوَّاهُ بِالنَّصْرِ لِلدِّیْنِ جَنَّةً یُجَاوِرُ فِیْ رَوْضَاتِهَا خَیْرُ مُرْسَلِ

ترجمہ: اور اس دین کی مدد کے باعث اسے جنت میں جگہ دے اور اسے انبیاء کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ہمسایہ بنا۔

بادِ سموم

اسی سال ابن ابی داؤد پر ایسا فالج گرا کہ وہ ایک پتھر بن گیا۔ خدا اسے اجر نہ دے' اسی سال ایسی بادِ سموم چلی جس سے کوفہ' بصرہ' عراق اور بغداد کی کھیتیاں جل گئیں اور کئی مسافر مر گئے اور مسلسل پچاس روز یہ زہریلی ہوا چلتی رہی اور ہمدان تک جا پہنچی اور وہاں لوگوں کو چلنے پھرنے سے بند کر دیا۔ بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے۔ اس سے ایک سال قبل دمشق میں اتنا

شدید زلزلہ آیا اس سے ہزاروں مکان گر کر تباہ گئے اور موصل سے پانچ ہزار پینتیس آدمی دب کر مر گئے۔ اسی سال متوکل نے نصاریٰ کو گلوں میں زنجیریں ڈالنے کیلئے کہا۔ (اور یہ بات امتیاز کے لیے تھی۔)

مسجدوں اور دیواروں پر

236 ہجری میں متوکل نے مزار امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ارد گرد کے مکان مسمار کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اس جگہ کھیت بنائے جائیں اور لوگوں کو اس کی زیارت سے منع کر دیا۔ مدتوں تک وہ مزار جنگل بنا رہا۔ متوکل کو لوگ ناصبی یعنی دشمن اہل بیت کہا کرتے تھے۔ اس لیے اس کی اس حرکت سے مسلمانوں کو بہت رنج ہوا۔ اہل بغداد نے اسے گالیاں لکھ کر دیوار اور مسجدوں پر لگا دیں۔ شعراء نے اس کی ہجو کی۔ المختصر اس میں ذیل کے اشعار بھی تھے:

بِاللّٰہِ اِنْ کَانَتْ اُمَیَّۃَ قَدْ اَتَتْ قَتْلَ ابْنِ بِنْتِ نَبِیِّھَا مَظْلُوْمًا

ترجمہ: خدا کی قسم اگر بنی امیہ نے خدا کے نبی کے دو ہتے کو مظلوم قتل کیا ہے۔

فَلَقَدْ اَتَاہُ بَنُوْ اَبِیْہِ بِمِثْلِہٖ ھٰذَا لِعَمْرِیْ قَبْرُہٗ مَعْدُوْمًا

ترجمہ: تو آپ کے چچا کی اولاد بھی ان کی مثل لائی۔ وہ یہ کہ انہوں نے آپ (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) کی قبر کو ہی معدوم کر دیا۔

اَسِفُوْا عَلٰے اَنْ لَا یَکُوْنُوْا شَارَکُوْا فِیْ قَتْلِہٖ فَتَتَبَّعُوْہُ رَمِیْمًا

ترجمہ: شاید انہیں افسوس ہے کیونکہ ان کے قتل میں شریک نہیں ہوئے۔ اب ان کی پوشیدہ ہڈیاں نکالنے لگے ہیں۔

عسقلان میں آگ

237 ہجری میں متوکل نے نائب مصر کے نام حکم بھیجا کہ مصر کے قاضی القضاۃ ابوبکر محمد بن ابی اللیث کی ڈاڑھی مونڈھا کر اس کو کوڑے لگوائے جائیں اور یہ شخص واقعی اس بات کے لائق تھا کیونکہ یہ بڑا ظالم اور جہمیہ کا سردار تھا۔ اس کے عوض حارث بن مسکین کو جو امام مالک کے شاگرد تھے، وہاں کا قاضی مقرر کر دیا گیا اور کہا کہ قاضی معزول کو روزانہ 20 درے لگائے جائیں۔ اسی سال عسقلان میں آگ لگی جس سے کئی مکان اور غلہ کے انبار جل گئے۔ یہ آگ

تہائی رات تک لگی رہی اور پھر خود بخود بجھ گئی۔ اسی سال میں متوکل نے امام احمد بن حنبل کو بلا بھیجا لیکن وہ اس کے سامنے نہ پہنچ سکے بلکہ اس کے بیٹے معتز کے پاس حاضر ہوئے۔

238 ہجری میں روم نے دمیاط پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ لوگوں کو لوٹا شہر کو آگ لگا دی اور چھ سو عورتیں گرفتار کر کے لے گئے اور سمندر کے راستے سے واپس چلے گئے۔

انڈوں برابر اولے

240 ہجری میں اہل حلاط نے آسمان سے ایک سخت تند و تیز آواز سنی جس سے بہت سے آدمی مر گئے۔ عراق میں مرغی کے انڈے کے برابر اولے پڑے اور مغرب میں تیرہ گاؤں زمین میں دھنس گئے۔

ستارے ٹوٹے

241 ہجری میں بہت سے ستارے ٹوٹے اور رات کے بڑے حصہ تک آسمان میں ستارے ٹڈیوں کی طرح ٹوٹتے رہے۔ جس سے لوگوں کو بہت ڈر گئے۔

پہاڑوں کی حرکت

242 ہجری میں تیونس، رے، خراسان، نیشاپور، طبرستان اور اصفہان میں سخت زلزلہ آیا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور زمین اکثر جگہ سے اتنی پھٹ گئی کہ اس میں آدمی باآسانی سما جاتا تھا۔ مصر کے گاؤں سویدا میں آسمان سے پتھر برسے جن کا وزن دس رطل[1] کے قریب تھا۔ یمن میں پہاڑوں نے کچھ ایسی حرکت کی کہ کھیت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ ماہ رمضان میں حلب میں گدھ سے ذرا چھوٹا پرندہ ظاہر ہوا اور چالیس دفعہ کہا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور پھر اڑ گیا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ ایلچیوں نے اس واقعہ کو قلمبند کر لیا اور وہ پانچ سو آدمیوں کی جنہوں نے اسے سنا تھا، مہریں لگوا لیں۔

شاید پہلی گاڑی

اسی سال ابراہیم بن مطہر کاتب نے بصرہ سے بہلی (شکاریوں کے بٹھانے کا چھڑا ایک گاڑی) میں بیٹھ کر سفر کیا، جس میں اونٹ جتے ہوئے تھے۔ اس گاڑی کو دیکھ کر لوگوں نے سخت

تعجب کا اظہار کیا۔

داریا میں محل

243 ہجری میں متوکل دمشق میں آیا اور اس شہر کو بہت پسند کیا اور قصبہ داریا میں اپنی رہائش کے لیے ایک محل بنوایا اور وہیں رہنے لگا۔ اس پر یزید بن مہلب نے یہ اشعار کہے:

اَظُنُّ الشَّامَ تَشْمُتُ بِالْعِرَاقِ　　اِذَا عَزَمَ الْاِمَامُ عَلٰى الْاِنْطَلَاقِ

ترجمہ: میں خیال کرتا ہوں کہ شام عراق کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے کیونکہ امیر نے وہاں جانے کا قصد کر لیا ہے۔

وَاِنْ تَدَعُ الْعِرَاقَ وَسَاكِنِيْهِ　　فَقَدْ تُبْلٰى الْمَلِيْحَةُ بِالطَّلَاقِ

ترجمہ: اگر تو عراق اور اس کے رہنے والوں کو چھوڑتا ہے تو تعجب نہیں کیونکہ کبھی حسینہ عورت بلائے طلاق میں مبتلا ہوتی ہی ہے۔

مگر متوکل دو یا تین ماہ کے بعد یہاں سے پھر واپس چلا گیا۔

غلام قنبر رضی اللہ عنہ

244 ہجری میں متوکل نے یعقوب بن سکّیت امام عربیت کو قتل کر ڈالا جو اس کے بیٹوں معتز اور مؤید کو پڑھایا کرتا تھا اور قتل کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن متوکل نے اسے پوچھا میرے بیٹے تمہیں زیادہ عزیز ہیں یا حسن وحسین رضی اللہ عنہما تو ابن سکّیت نے کہا حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما تو ایک طرف رہے، تیرے بیٹوں سے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام قنبر رضی اللہ عنہ بھی بدرجہا بہتر تھا۔ اس پر متوکل نے ترکوں کو اس کے پیٹ کے روندنے کا حکم دیا جس سے وہ مر گیا۔ بعض کہتے ہیں ان کی زبان نکلوا دی گئی تھی جس کے صدمے سے وہ مر گئے۔ پھر خون بہا اس کے بیٹے کے پاس بھیج دیا گیا۔ دراصل متوکل ناصبی تھا۔

پانی غائب

245 ہجری میں تمام دنیا میں زلزلے آئے۔ شہر، قلعے اور پل مسمار ہو گئے۔ انطاکیہ کا ایک پہاڑ سمندر میں جا گرا۔ آسمان سے ہولناک آوازیں سنائی دیں۔ مصر میں سخت زلزلہ آیا۔ اہل بلبیس نے مصر کی طرف سے سخت ہولناک آواز سنی جس سے وہاں کے بہت سے آدمی مر گئے۔ مکہ کے چشموں کے پانی زمین میں غائب ہو گئے۔ متوکل نے عرفات سے پانی لانے کے

لیے ایک لاکھ دینار دیئے۔

متوکل نے کہتے ہیں جتنا شعراء کو انعام دیا' اتنا کسی نے نہیں دیا۔ اس کی تعریف میں مروان بن جنوب کہتا ہے:

فَاَمْسِکْ نَدٰی کَفَّیْکَ عَنِّیْ وَلَا تَزِدْ　　فَقَدْ خِفْتُ اَنْ اَطْغٰی وَاَنْ اَتَجَبَّرَا

ترجمہ: اپنی بخشش مجھ سے روک لے اور زیادہ نہ کر کیونکہ مجھے خوف ہے' کہیں میں سرکش اور باغی نہ ہو جاؤں۔

متوکل نے یہ شعر سن کر کہا میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ روکوں گا جب تک میرا جود وسخا تجھے غرق نہ کر دے۔ اس سے قبل اس نے اسے ایک قصیدہ پر بطور انعام ایک لاکھ بیس ہزار درہم نقد اور پچاس کپڑے انعام دیئے تھے۔

دو قیمتی چابک

ایک روز متوکل کے ہاتھ میں دو چابک تھے جنہیں الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ علی بن جہم نے ایک قصیدہ سنایا۔ متوکل نے انعام کے طور پر ایک چابک اس کی طرف پھینک دیا۔ علی بن جہم اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ متوکل نے کہا اسے حقیر سا نہ خیال کرنا' ایک لاکھ سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔ علی بن جہم نے کہا میں اسے کم قیمت نہیں سمجھتا بلکہ میں اس فکر میں ہوں کہ کچھ اور شعر سنا کر دوسرا بھی لے لوں۔ متوکل نے کہا اچھا کہو۔ اس نے یہ اشعار پڑھے:

بِسُرَّ مَنْ رَاٰیِ الْاِمَامُ عَدْلٍ　　تَغْرُفُ مِنْ بَحْرِ الْبِحَارْ

ترجمہ: سر من رائے میں امام عادل ہے جس کے سخاوت کے سمندر سے تمام سمندر پانی لیتے ہیں۔

اَلْمُلْکُ فِیْهِ وَفِیْ بَنِیْهِ　　مَا اخْتَلَفَ اللَّیْلُ وَالنَّهَارْ

ترجمہ: سلطنت اس میں اور اس کی اولاد میں رہے۔ جب تک رات دن ایک دوسرے کے بعد آتے رہیں۔

یُرْجٰی وَ یُخْشٰی لِکُلِّ خَطْبٍ　　کَاَنَّهٗ جَنَّةٌ وَنَارْ

ترجمہ: یہ ایسا بادشاہ ہے جس سے ہر وقت خوف وامید کی جاتی ہے۔ گویا کہ وہ جنت بھی ہے اور دوزخ بھی۔

يَدَاهُ فِي الْجُودِ ضَرَّتَانِ عَلَيْهِ كِلْتَاهُمَا تَغَارُ

ترجمہ: اس کے ہاتھ بخشش میں ہم مثل ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے غیرت کرتے ہیں۔

لَمْ تَأْتِ مِنْهُ الْيَمِينُ شَيْئًا إِلَّا أَتَتْ مِثْلَهَا الْيَسَارُ

ترجمہ: اگر دایاں ہاتھ کوئی نیک کام کرتا ہے تو بایاں ہاتھ بھی اس کی مثل کام کر کے ہی چھین لیتا ہے۔

ان اشعار کو سن کر متوکل نے دوسرا چابک بھی اس کی طرف پھینک دیا۔

خلیفہ رہ چکے

کہتے ہیں متوکل تخت نشین ہوا تو آٹھ ایسے شخص موجود تھے جن کے باپ خلیفہ رہ چکے تھے یعنی منصور بن مہدی' عباس بن ہادی' ابو احمد بن ہارون رشید' عبداللہ بن امین' موسیٰ بن مامون' احمد بن معتصم' محمد بن واثق اور اس کا بیٹا منتصر۔

ہر صاحب کمال

مسعودی کہتے ہیں۔ عہد متوکل میں ہر صاحب کمال شخص خواہ وہ اچھے فن میں کمال رکھتا تھا یا برے میں' دولت سے مالا مال ہو گیا۔

لذات وشراب

متوکل لذات وشراب میں منہمک رہتا تھا۔ اس کی چار ہزار کنیزیں تھیں جن سے ہر ایک کے ساتھ صحبت کی ہوئی تھی۔

غالیہ سے لکھائی

علی بن جہم نے بیان کیا متوکل اپنے بیٹے کی والدہ کے ساتھ جو ایک بدصورت لونڈی تھی' بہت محبت کیا کرتا تھا اور اس کے بغیر اسے ایک پل بھی قرار نہیں آتا تھا۔ ایک دن وہ اپنے رخسار پر غالیہ (ایک قسم کی خوشبو) سے لفظ جعفر لکھ کر متوکل کے پاس آ کھڑی ہوئی' جسے دیکھ کر اس نے یہ اشعار پڑھے:

وَكَاتِبَةٌ بِالْمِسْكِ فِي الْخَدِّ جَعْفَرًا بِنَفْسِيْ مَخَطَّ الْمِسْكِ مِنْ حَيْثُ أَثَّرَا

ترجمہ: بہت سی معشوقہ ایسی ہیں جنہوں نے اپنے رخساروں پر کستوری سے لفظ جعفر لکھا'

جس جگہ کستوری نے اثر کیا' اس جگہ پر میرا نفس قربان ہو گیا۔

لَئِنْ اَوْدَعَتْ سَطْرًا خَدُّهَا لَقَدْ اَوْدَعَتْ قَلْبِىْ مِنَ الْحُبِّ اَسْطُرًا

ترجمہ: اگر اس کے رخسار پر کستوری سے ایک سطر لکھی ہے۔ میرے دل پر محبت کی کئی سطور لکھی گئی ہیں۔

اطمینان بخش جواب

سلمی کتاب المحن میں لکھتے ہیں۔ مصر میں پہلے پہل ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے احوال و مقامات اہل ولایت کو ظاہر فرمایا۔ عبداللہ بن عبدالحکم نے جوان دنوں رئیس مصر اور امام مالک کے شاگردانِ رشید سے تھے۔ ان کی ان باتوں سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ایک نیا ہی علم ہے۔ اس میں علمائے سلف نے گفتگو نہیں کی اس لیے یہ زندیق ہیں۔ اس پر امیر مصر نے انہیں بلا بھیجا اور ان کا اعتقاد دریافت کیا اور جواب سے مطمئن ہو گیا۔ پھر ان کا حال متوکل کو لکھ بھیجا۔ جس پر اس نے انہیں بلا بھیجا انہیں فوراً روانہ کر دیا گیا۔ جب متوکل نے ان کا کلام سنا تو بہت خوش ہوا اور ان کی نہایت تعظیم و تکریم کی' حتیٰ کہ جب صالحین کا ذکر آتا تو متوکل کہتا کہ ذوالنون کا ذکر بھی ضرور کیا کرو۔

مجلس عامہ میں

متوکل نے اس ترتیب سے اپنے بیٹوں کو ولی عہد بنایا تھا۔ پہلے منتصر' پھر معتز' پھر مؤید۔ مگر بعد از اں معتز کو مقدم کرنا چاہا کیونکہ اس کی والدہ سے اس کو بہت محبت تھی۔ پس منتصر سے کہا ولی عہدی سے معزول ہو جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا۔ متوکل اسے مجلس عامہ میں بلا کر بہت بے عزت کرتا اور دھمکیاں بھی دیتا۔ دریں اثنا ترک کسی وجہ سے متوکل سے منحرف ہو گئے او رمنتصر کے ساتھ مل کر متوکل کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ایک رات متوکل اور اس کا وزیر ابن خاقان دونوں لہو ولعب کی مجلس میں بیٹھے تھے' پانچ آدمیوں نے آ کر دونوں کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ 5 شوال 247 ہجری میں پیش آیا۔

عمل احیائے سنت

کہتے ہیں کسی نے متوکل کو خواب میں دیکھا اور پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ

کیا؟ اس نے کہا میں نے تھوڑا سا کام احیائے سنت میں کیا تھا' اس کے صلے میں خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

جب متوکل قتل ہوا تو شعراء نے اس کے مرثیے کہے' منجملہ ان کے یزید مہلبی کے یہ اشعار بھی ہیں:

جَاءَ تْ مَنِيَّتُهُ وَالْعَيْنُ هَاجِعَةٌ" هَلَّا اَتَتْهُ الْمَنَايَا وَالْقَنَا قَصَدٌ

ترجمہ: موت اس کے پاس ایسے حال میں آئی جبکہ آنکھ سو رہی تھی۔ موت اس کے پاس ایسے وقت میں کیوں نہیں آئی جبکہ نیزے سیدھے تھے۔

خَلِيْفَةٌ" لَمْ يَنَلْ مَا نَالَهُ اَحَدٌ" وَلَمْ يَضَعْ مِثْلُهُ رُوْحٌ" وَلَا جَسَدٌ

ترجمہ: وہ ایسا خلیفہ ہے جس نے دوسروں جتنا اپنی زندگی سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔ کوئی روح و جسم اس جیسا ضائع نہیں ہوا۔

ماہر علوم وفنون

متوکل کی ایک لونڈی تھی جس کا نام محبوبہ تھا۔ اعلیٰ درجے کی شاعرہ تھی اور تمام فنون و علوم سے آگاہ تھی۔ جب متوکل قتل ہو گیا تو وہ بغا کبیر کے ہاتھ لگی۔ ایک دن وہ مجلس شراب میں بیٹھا ہوا تھا' اسے بلا کر کہا گاؤ۔ وہ نہایت غمگین ہو کر بیٹھ گئی اور گانے سے عذر کیا۔ اس نے اسے قسم دلا کر کہا کہ ضرور گاؤ۔ اور پھر جبراً سارنگی اس کے ہاتھ میں دیدی گئی تو اس نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے:

اَيُّ عَيْشٍ يَلَذُّلِيْ لَا اَرٰى فِيْهِ جَعْفَرًا

ترجمہ: جس عیش میں جعفر کو نہ دیکھوں' وہ مجھے کیسے لذیذ معلوم ہو سکتی ہے۔

مَلِكٌ" قَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ نَجِيْعٍ مُعَفَّرًا

ترجمہ: جعفر وہ بادشاہ ہے جسے میں نے خون میں لتھڑا ہوا دیکھا ہے۔

كُلُّ مَنْ كَانَ ذَاهِيَامٍ وَسُقْمٍ فَقَدْ بَرَا

ترجمہ: ہر ایک شخص نے جنون عشق اور بیماری سے صحت پالی ہے۔

غَيْرَ مَحْبُوْبَةَ الَّتِيْ لَمْ تَرَى الْمَوْتَ يُشْتَرٰى

ترجمہ: مگر اس محبوبہ کو صحت حاصل نہیں ہوئی۔ اگر وہ موت کو دیکھے تو موت خریدی جائے۔

لَا شْتَــرَتُـــهُ بِـمَـــا حَـوُتَـهُ يَدَاهَـا لِتُـقَبَّـرَا

ترجمہ: البتہ وہ ضرور موت کو اپنا تمام مال دیکر قبر میں جانے کو خرید لیتی۔

اِنَّ مَـوْتَ الْـحَزِيْنِ اَطْيَبُ مِـــنْ اَنْ يُــعَـــمَّـــرَا

ترجمہ: کیونکہ غمگین کا مرجانا ہی اس کے جینے سے بدر جہا بہتر ہے۔

یہ اشعار سن کر بغا غضبناک ہوا اور اس کو قید کرنے کا حکم دیدیا۔ پس وہ قید کی گئی اور پھر کبھی نظر نہ آئی۔

جدا نہ ہو

نہایت عجیب بات یہ ہے۔ متوکل نے بختری شاعر کو کہا میری اور فتح ابن خاقان کی صفت میں شعر کہو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ زندگی بھر وہ مجھ سے جدا نہ ہو ورنہ میری زندگی تلخ ہو جائے گی اور نہ ہی میں اس سے پہلے مروں۔ اس پر بختری نے یہ اشعار ذیل کہے:

يَـا سَيِّدِىْ كَيْفَ اخْتَلَفْتَ وَعْدِىْ وَتَـشَـا قَـلْـتَ عَـنْ وَفَـاءِ بِـعَهْـدِىْ

ترجمہ: اے میرے سردار تو نے کیسے وعدہ خلافی کی اور عہد کو وفا کرنے سے تو رہ گیا۔

لَا اَرَتْـنِـى الْاَيَّـامُ فَـقْدَكَ يَـافَتْحُ وَلَا عَـرَفْتُكَ مَـاعِـشْـتَ فَقْدِىْ

ترجمہ: اے فتح مجھے زمانہ تیری موت نہ دکھائے اور نہ ہی تجھے میری موت دیکھنی نصیب ہو۔

اَعْـظَـمُ الـرُّزْءِ اَنْ تَـقَـدَّمَ قَبْلِـىْ وَمِـنَ الـرُّزْءِ اَنْ تُـؤَخَّـرَ بَـعْـدِىْ

ترجمہ: سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ تو مجھ سے پہلے ہی مر جائے اور یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ تو میرے بعد زندہ رہے۔

حَـذَرًا اَنْ تَـكُـوْنَ اَلْـفًـا لِـغَيْـرِىْ اِذْ تَفَرَّدْتُ بِالْهَوٰى فِيْكَ وَحْدِىْ

ترجمہ: تم اس بات سے بچتے رہنا کہ تم کسی اور کو دوست بنالو کیونکہ میں نے بھی صرف تم ہی کو دوست بنایا ہوا ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ دونوں اکٹھے قتل کیے گئے۔

سلیمانی شکر پارہ

ابن عساکر لکھتے ہیں۔ متوکل نے ایک روز خواب میں دیکھا آسمان سے ایک سلیمانی

شکر پارہ گرا ہے اور اس پر لکھا ہے جعفر المتوکل علی اللہ۔ جب وہ خلیفہ ہوا تو لوگوں نے اس کے لقب میں غور کیا۔ بعضوں نے کہا ہم اس کا لقب منتصر رکھتے ہیں اور بعضوں نے کچھ اور تجویز کیا۔ مگر جب متوکل نے احمد بن ابی داؤد سے اپنا خواب بیان کیا تو اس نے اس لقب کو بہت پسند کیا اور پھر یہی سرکاری کاغذات میں بھی لکھا جانے لگا۔

ایک اچھا علم

ہشام بن عمار کہتے ہیں۔ متوکل کہا کرتا تھا۔ کاش کہ میں محمد بن ادریس شافعی کے زمانہ میں ہوتا اور ان سے پڑھتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا ہے "اے لوگو! محمد بن ادریس مطلبی واصل برحمت حق ہو گیا ہے اور اپنے پیچھے تم میں بہت اچھا علم چھوڑ گیا ہے۔ پس تم اس کی اتباع کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔" پھر متوکل نے کہا "اے اللہ! محمد بن ادریس پر رحمت واسعہ کر اور اس کے مذہب کا حفظ کرنا مجھ پر آسان کر دے اور مجھے اس سے نفع دے۔" اس کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ متوکل شافعی المذہب تھا اور یہ پہلا خلیفہ ہوا ہے جس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔

عذابِ الٰہی سے

احمد بن علی بصری کہتے ہیں۔ متوکل نے ایک دفعہ احمد بن معدل وغیرہ علماء کو اپنے گھر بلایا۔ جب تمام لوگ آ موجود ہوئے تو وہ خود بھی اندر سے نکل کر آیا۔ اس کو دیکھ کر احمد بن معدل کے علاوہ تمام لوگ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ متوکل نے عبیداللہ سے مخاطب ہو کر کہا معلوم ہوتا ہے اس شخص نے ہم سے بیعت نہیں کی۔ انہوں نے کہا اے امیر بیعت تو کی ہے مگر اُن کی نظر کمزور ہے۔ احمد بن معدل نے کہا اے امیر مجھے نظر تو کم نہیں آتا بلکہ میں آپ کو عذابِ الٰہی سے بچانا چاہتا ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص لوگوں سے اپنی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کی امید رکھے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔" متوکل یہ سن کر ان کے برابر آ کر بیٹھ گیا۔

یزید مہلبی کہتے ہیں۔ متوکل نے مجھے کہا پہلے خلیفہ رعیت کو مطیع کرنے کی خاطر ان پر لازماً سختی کیا کرتے تھے مگر میں ان سے نرمی سے پیش آتا ہوں تاکہ وہ میری اطاعت کریں۔

عبدالاعلیٰ بن حماد ترسی کہتے ہیں۔ ایک روز میں متوکل کے پاس آیا تو مجھے کہنے لگا' اے ابو یحییٰ' تین روز سے تم ہمارے پاس نہیں آئے۔ جو چیز ہم نے تمہارے لیے رکھی تھی وہ کسی اور کو دے دی۔ میں نے کہا اللہ آپ کو اس ارادے کا نیک بدلہ دے۔ اگر اجازت ہو تو دو بیت میں گوش گزار کر دوں۔ کہنے لگا پڑھو تو میں نے یہ شعر پڑھے:

لَاشْكُرَنَّكَ مَعْرُوْفاً هَمَمْتَ بِهٖ　　اِنَّ اِهْتِمَامَكَ بِالْمَعْرُوْفِ مَعْرُوْفٌ

ترجمہ: میں اس احسان کی بابت جس کا آپ نے قصد کیا تھا' شکر بجالاتا ہوں کیونکہ آپ کا احسان کا قصد کرنا بھی احسان ہی ہے۔

وَلَا اَلُوْمُكَ اِذْلَمْ يَمْضِهٖ قَدْرٌ"　　فَالرِّزْقُ بِالْقَدْرِ الْمَحْتُوْمُ مَصْرُوْفٌ

ترجمہ: اور میں آپ کو ملامت نہیں کرتا کیونکہ وہ میری قسمت میں ہی نہ تھا کیونکہ جو رزق قسمت میں لکھا ہوتا ہے' وہ ضرور مل جاتا ہے۔

یہ اشعار سن کر متوکل نے مجھے دو ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔

جعفر بن عبدالواحد ہاشمی کہتے ہیں۔ متوکل کی والدہ کے انتقال کے بعد میں اس کے پاس گیا تو کہنے لگا' اے جعفر بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ میں ایک شعر کہتا ہوں' مگر پھر رک جاتا ہوں' چنانچہ آج میں نے یہ شعر کہا ہے:

تَذَكَّرْتُ لَمَّا فَرَّقَ الدَّهْرُ بَيْنَنَا　　فَعَزَيْتُ نَفْسِيْ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدٖ

ترجمہ: جب زمانے نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی تو میں نے نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے اپنے آپ کو تسلی دی۔

حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے دوسرا شعر یوں موزوں کیا:

وَقُلْتُ لَهَا اِنَّ الْمَنَا يَا سَبِيْلُنَا　　فَمَنْ لَمْ يَمُتْ فِيْ يَوْمِهٖ مَاتَ فِيْ غَدٖ

ترجمہ: اور اسے کہا گھبرا نہیں کیونکہ اموات ہمارا راستہ ہیں جو آج نہیں مرا تو وہ کل مر جائے گا۔

خوش عیش

فتح بن خاقان سے مروی ہے۔ میں ایک دن متوکل کے پاس آیا تو میں نے اسے افسردہ خاطر اور متفکر دیکھ کر پوچھا آپ کو کیا فکر ہے؟ آپ سے بڑھ کر تو روئے زمین پر کوئی شخص خوش

عیش نہیں ہے۔ کہنے لگا اے فتح مجھ سے خوش عیش وہ شخص ہے جس کا مکان وسیع ہو عورت صالحہ ہے اور اسبابِ معیشت سب مہیا ہوں۔ وہ ہمیں جانتا ہی نہیں ہے کہ ہم اسے بلائیں اور نہ وہ ہمارا محتاج ہے کہ ہم اسے حقیر سمجھیں۔

دونوں کا خیال

ابوالعیناء کہتے ہیں۔ متوکل کو کسی شخص نے ایک فضل نامی کنیز ہدیۃً بھیجی۔ متوکل نے اس سے پوچھا تو شاعرہ ہے۔ اس نے کہا جس نے مجھے فروخت کیا ہے اور جس نے خریدا ہے ان دونوں کا خیال یہی ہے۔ متوکل نے کہا اچھا اپنے شعر مجھے سناؤ۔ اس نے یہ اشعار سنائے:

اِسْتَقْبَلَ الْمَلِکُ اِمَامُ الْھُدٰی عَامُ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِیْنَا

ترجمہ: بادشاہ امام الہدیٰ یعنی جعفر المتوکل علی اللہ نے 333 ہجری میں خلافت کو سنبھالا۔

خِلَافَۃٌ اَفْضَتْ اِلٰی جَعْفَرٍ وَھُوَ اِبْنُ سَبْعٍ بَعْدَ عِشْرِیْنَا

ترجمہ: (یعنی) خلافت جب جعفر کے ہاتھ میں آئی تو اس وقت اس کی عمر ستائیس سال کی تھی۔

اَنَا لَنَرْجُوْا یَا اِمَامَ الْھُدٰی اِنْ تَمْلِکَ الْمُلْکَ ثَمَا نِیْنَا

ترجمہ: بے شک ہم خدا تعالیٰ سے چاہتے ہیں کہ ہمارا خلیفہ اسی برس تک بادشاہ رہے۔

لَا قَدَّسَ اللّٰہُ اِمْرَأً لَمْ یَقُلْ عِنْدَ دُعَائِیْ لَکَ اٰمِیْنَا

ترجمہ: اب جو شخص میری اس دعا پر جو تیرے لیے ہے آمین نہ کہے خدا اس کا بھلا نہ کرے۔

خواب میں صلح

علی بن جہم کہتے ہیں۔ متوکل کے پاس ایک لونڈی لائی گئی جو طائف میں پلی تھی اور اعلیٰ درجہ کی شاعرہ اور ادیبہ تھی۔ متوکل اس پر شیفتہ ہو گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اسی سے ناراض ہو گیا اور تمام کنیزوں کو کہہ دیا اس سے کلام نہ کریں۔ ایک دن میں متوکل کے پاس گیا تو مجھے کہنے لگا میں نے آج رات محبوبہ کو خواب میں دیکھا ہے اور میں نے اس سے اور اس نے مجھ سے صلح کر لی ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! بہت اچھا ہوا۔ پھر مجھے کہا چلو دیکھیں کہ وہ اس وقت کیا کر رہی ہے؟ جا کر دیکھا تو وہ سارنگی بجا رہی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

اَدُوْرُ فِی الْقَصْرِ لَا اَرٰی اَحَدًا اَشْکُوْا اِلَیْہِ وَلَا یُکَلِّمُنِیْ

ترجمہ: میں محل میں اکیلی اور تنہا پھر رہی ہوں' کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کے پاس شکایت کروں اور وہ کہ مجھ سے گفتگو کرے۔

حَتّٰی کَاَنِّی اَتَیْتُ مَعْصِیَۃً لَیْسَتْ لَھَا تَوْبَۃٌ تُخَلِّصُنِی

ترجمہ: حتیٰ کہ گویا میں نے ایسا گناہ کرلیا ہے جس کی کوئی توبہ ہی نہیں کہ میں اس سے خلاصی پاسکوں۔

فَھَلْ شَفِیْعٌ" لَنَا اِلٰی مَلِکٍ قَدْ زَارَنِی فِی الْکَرٰی وَصَالَحَنِی

ترجمہ: پس کیا کوئی ہے جو بادشاہ سے میری سفارش کردے کیونکہ وہ خواب میں مجھے ملا ہے اور مجھ سے صلح کرلی ہے۔

حَتّٰی اِذَا مَا الصَّبَاحُ لَاحَ لَنَا عَادَ اِلٰی ھِجْرَۃٍ فَصَارِ مُنِیْ

ترجمہ: یہاں تک جب صبح ہمارے لیے ظاہر ہوئی تو وہ ہجرت (جدائی) کی طرف لوٹا' پس مجھ سے قطع تعلق کرلی۔

یہی خواب

یہ اشعار سن کر متوکل نے اسے آواز دی۔ وہ فوراً باہر نکل آئی اور متوکل کے پاؤں چوم لیے اور کہا میں نے آج رات خواب میں دیکھا تھا آپ نے مجھ سے صلح کرلی ہے۔ متوکل نے کہا بخدا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ بعد ازاں اسے پھر پہلے مرتبہ پر بحال کردیا۔ جب متوکل قتل ہوا تو یہی وہ لونڈی تھی جو بغا کے ہاتھ آئی تھی۔

بختری نے اشعار ذیل میں متوکل کی تعریف اور ابن داؤد کی تحقیر ہے:

اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَقَدْ شَکَرْنَا اِلٰی اٰبَائِکَ الْعِزُّ الْحِسَانِ

ترجمہ: اے امیر المومنین آپ کے آباؤ اجداد کا شکر ہے اور عزت واحسان ہے۔

رَدَدْتَ الدِّیْنَ فَذَا بَعْدَ مَاقَد اَرَاہُ فِرْقَتَیْنِ تَخَاصَمَانِ

ترجمہ: اس کے بعد کہ اس میں دو فرقے پیدا ہوگئے تھے۔ جو باہم جھگڑتے تھے۔ آپ نے دین کو واپس کیا۔

قَصَمْتَ الظَّالِمِیْنَ بِکُلِّ اَرْضٍ فَاَضْحَی الظُّلْمِ مَجْھُوْلَ الْمَکَانِ

ترجمہ: آپ نے ہر جگہ سے ظالموں کا قلع قمع کردیا۔ اب کہیں ظلم دکھائی نہیں دیتا ہے۔

وَفِیْ سَنَةٍ رَمَتْ مُتَجَبِّرِیْهِمْ عَلٰی قَدْرٍ بِدَاهِیَةٍ عَوَانِ

ترجمہ: ایک ہی برس میں جابر اور ظالم سخت مصیبت میں پھینک دیئے گئے ہیں۔

فَمَا اَبْقَتْ مِنْ اِبْنِ اَبِیْ دَوَادٍ سِوٰی حَمْدٍ یُخَاطِبُ بِالْمَعَانِیْ

ترجمہ: ابن ابی داؤد کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ صرف بے نقط گالیاں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ جن سے وہ مخاطب کیا جاتا ہے۔

تَحَیَّرَ فِیْهِ سَابُوْرُ بْنِ سَهْلٍ فَطَاوَلَهٗ وَسَنَاهُ الْاَمَانِیْ

ترجمہ: سابور بن سہل اس میں بڑی دیر تک حیران رہا اور خواہشات اسے آرزو دلاتی رہیں۔

اِذَا اَصْحَابُهٗ اصْطَبَحُوْ بِلَیْلٍ اَطَالُوْا الْخَوْضَ فِیْ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ

ترجمہ: جب اس کے ساتھیوں نے رات کے وقت شراب پی تو انہوں نے خلق قرآن (گھسنا) لمبا کر دیا، یعنی وہ ہمیشہ اس پر خوض کرتے رہتے ہیں۔

آسمان کی طرف

احمد بن حنبل کہتے ہیں۔ رات کچھ دیر بیدار رہنے کے بعد جو میں سویا تو خواب میں دیکھا کوئی شخص مجھے آسمان کی طرف اٹھائے لیے جاتا ہے اور کوئی شخص یہ شعر پڑھ رہا ہے:

مَلِکٌ" یُقَادُ اِلٰی مَلِیْکٍ عَادِلٍ مُتَفَضِّلاً فِی الْعَفْوِ لَیْسَ بِجَائِرٍ

ترجمہ: - وہ ایک بادشاہ ہے جو شہنشاہِ عادل کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ وہ ظلم نہیں کیا گیا، بخشا گیا ہے۔

اس صبح کو سرمن رائے سے متوکل کے قتل کی خبر بغداد پہنچی۔

عمر بن شیبان کہتے ہیں۔ جس رات متوکل قتل ہوا ہے، میں نے خواب دیکھا کوئی شخص یہ اشعار پڑھ رہا ہے: اشعار

یَا نَائِمَ الْعَیْنِ فِیْ اَوْطَانِ جِسْمَانٍ اَفِضْ دُمُوْعَکَ یَا عَمْرُو بْنِ شَیْبَانِ

ترجمہ: اے اپنے جسم کی حاجتوں میں سوئے ہوئے، اے عمرو بن شیبان اپنے آنسو بہا۔

اَمَا تَرٰی الْفِتْیَةَ الْاَرْجَاسِ مَا فَعَلُوْا بِالْهَاشِمِیِّ وَبِالْفَتْحِ بْنِ خَاقَانٍ

ترجمہ: کیا تو نہیں جانتا ان کم بختوں نے خلیفہ ہاشمی اور فتح بن خاقان کے ساتھ کیا کیا ہے؟

وَافَى إِلَى اللهِ مَظْلُومًا تَضِجُّ لَهُ أَهْلُ السَّمٰوَاتِ مِنْ مَثْنٰى وَوُحْدَانِ

ترجمہ: وہ اللہ سے مظلوم ہونے کی حالت میں ملا ہے' آسمان کے ہر شخص نے اس کیلئے شور کیا ہے۔

وَسَوْفَ يَأْتِيكُمْ أُخْرٰى مُسَوَّمَةً تَوَقَّعُوهَا لَهَا شَانٌ" مِنَ الشَّانِ

ترجمہ: عنقریب تمہارے پاس ایک اور خلیفہ آئے گا جو نہایت شاندار ہوگا' تم اس سے امید ہی رکھو گے۔

فَابْكُوا عَلٰى جَعْفَرٍ وَارْثُوا خَلِيفَتَكُمْ فَقَدْ بَكَاهُ جَمِيعُ الْإِنْسِ وَالْجَانِ

ترجمہ: پس تم اپنے خلیفہ جعفر پر رو دو کیونکہ تمام جن وانس اس پر رو رہے ہیں۔

پھر میں نے چند ماہ کے بعد متوکل کو خواب میں دیکھا اور پوچھا' خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا تھوڑی سی کوشش جو میں نے سنت کو زندہ کرنے میں کی تھی' اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ میں نے پوچھا اب تم اس جگہ کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا اپنے بیٹے محمد کا انتظار۔ خدا کے سامنے اس سے جھگڑوں گا۔

متوکل سے مروی احادیث

خطیب بسندہ محمد بن شجاع احمر سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن متوکل نے جریر بن عبداللہ سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے لوگوں کو نرمی سے محروم رکھا' وہ بھلائی سے محروم رہا۔ (رواہ طبرانی بطریقہ اخرامی فی معجم کبیر)

ذکر چھڑ گیا

ابن عساکر بسندہ علی بن جہم سے روایت کرتے ہیں۔ میں ایک روز متوکل کے پاس تھا تو جمال کا ذکر چل نکلا تو متوکل نے کہا بالوں کی خوبصورتی بھی جمال میں داخل ہے۔ پھر بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کی لو مبارکہ تک ہیں اور بلوں کے باعث ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ موتیوں کی لڑیاں ہوتی ہیں۔ آپ سب سے بڑھ کر خوبصورت ہیں۔ آپ کا رنگ گندمی اور قد میانہ ہے' نہ لمبا اور نہ بہت چھوٹا۔ عبدالمطلب کے بال بھی کانوں کی لو تک تھے۔ پھر معتصم نے کہا کہ مامون' رشید' مہدیؒ' منصور'

محمد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بال بھی ایسے ہی تھے۔" مصنف کہتے ہیں یہ حدیث مسلسل ہے اور کئی اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔

عہد متوکل میں درج ذیل علماء فوت ہوئے۔

ابوثور' احمد بن حنبل' ابراہیم بن منذر خزاعی' اسحاق بن راہویہ' اسحاق ندیم روح مقری' زہیر بن حرب' سحنون' سلیمان شاذکونی' ابومسعود عسکری' ابوجعفر نفیلی' ابوبکر بن شیبہ' اس کا بھائی دیک الجن شاعر' عبدالملک بن حبیب' امام المالکیہ' عبدالعزیز بن یحییٰ غول شاگرد امام شافعی' عبیداللہ بن عمرو قواریری' علی بن مدینی' محمد بن عبداللہ بن نمیر' یحییٰ بن معین' یحییٰ بن بکیر' یحییٰ بن یحییٰ' یوسف ارزق مقری' بشر بن ولید کندی مالکی' ابن ابی داؤد' ابوبکر ہذلی علاف شیخ الاعتزال' جعفر بن حرب' ابن کلاب متکلم' قاضی یحییٰ بن اکثم' حارث محاسن' حرملہ صاحب شافعی' ابن سکیت' احمد بن منیع' ذوالنون مصری زاہد' ابوتراب نجشی' ابوعمر دوری مقری' وعبل شاعر' ابوعثمان مازنی نحوی وغیرہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

المنتصر باللہ

المنتصر باللہ محمد ابوجعفر بن متوکل بن معتصم بن رشید' اس کی والدہ بھی اُم ولد تھی اور رومیہ تھی۔ اس کا نام حبشہ تھا۔ منتصر نہایت خوبصورت' گندم گوں فراخ چشم' میانہ قد' جسیم مہیب اور عقلمند شخص تھا۔ نیکی کی طرف راغب اور ظلم اٹھا دینے پر مائل تھا۔ علوی لوگوں پر احسان کرتا تھا۔ ان پر جو خوف و مشقت طاری تھے ان کو دور کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کی اجازت دیدی۔ یزید مہلبی نے اس کے بارے میں یہ اشعار کہے:

وَلَقَدْ بَرَرْتَ لِطَالِبِيهِ بَعْدَ مَا ذَمُّوا زَمَانًا بَعْدَهَا وَزَمَانَا

ترجمہ: آپ نے اولاد ابی طالب کو زمانہ دراز تک غمگین وافسردہ رہنے کے بعد خوش کردیا ہے۔

وَرَدَدْتَ أُلْفَةَ هَاشِمٍ فَرَأَيْتَهُمْ بَعْدَ الْعَدَاوَةِ مِنْهُمْ إِخْوَانَا

ترجمہ: پس آپ نے ان کو دشمنی کے بعد بھائی چارے سے دیکھا اور آپ نے ہاشمی محبت کو لوٹا دیا۔

خلفاء کے قاتل

المنتصر باللہ اپنے باپ متوکل کے قتل کے بعد شوال 247 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا اور اپنے دونوں بھائیوں معتز اور مؤید کو ولی عہدی سے معزول کر دیا' جن کو متوکل نے اس کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا۔ رعیت میں اس نے عدل و انصاف پھیلایا۔ لوگ اس کی ہیبت کے باوجود اس کی طرف مائل ہو گئے کیونکہ یہ نہایت سخی اور حلیم تھا اور کہا کرتا تھا سزا دینے کی بنسبت درگزر کرنے کی لذت زیادہ شیریں ہے اور باقدرت شخص کے افعال سے کہا کرتا تھا کہ قبیح تر فعل انتقام لینا ہی ہے۔ جب تخت پر بیٹھا تو ترکوں کو گالیاں دینے لگا اور کہا کرتا تھا کہ یہ لوگ خلفاء کے قاتل ہیں۔ ترکوں نے بہت حیلے کیے مگر ناکام رہے کیونکہ منتصر نہایت بارعب شجاع اور زیرک تھا۔ آخر انہوں نے اس کے طبیب ابن طیفور کو تیس ہزار دینار دینے کر کے ایک زہر آلود نشتر سے اس کی فصد کھلوادی جس سے وہ مر گیا۔ بعض کہتے ہیں ابن طیفور بھول گیا اور اپنے غلام کو اشارہ کر کے اس نشتر سے فصد کھلوادی۔ بعض کہتے ہیں امرود میں زہر ڈال کرا سے دیا گیا تھا۔ جب قریب المرگ ہوا تو اپنی والدہ سے کہنے لگا اے ماں! مجھ سے دنیا و آخرت دونوں جاتے رہے ہیں۔ میں نے اپنے باپ کو قتل کیا اور اب اس کے پیچھے میں بھی جاتا ہوں۔'' چھ ماہ سے بھی کم خلافت کر کے پانچویں ربیع الآخر 248 ہجری میں 26 سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

سوار کی تصویر

کہتے ہیں ایک دن منتصر لہو و لعب کی مجلس میں بیٹھا تھا اور اپنے باپ کے خزانے سے ایک فرش نکلوا کر مجلس میں بچھوایا ہوا تھا۔ اس فرش میں ایک جگہ ایک دائرہ تھا اور اس میں ایک سوار کی تصویر تھی جس کے سر پر تاج تھا اور اس کے اردگرد فارسی عبارت لکھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک فارسی پڑھنے والے کو بلوایا۔ وہ پڑھ کر خاموش ہو گیا تو منتصر نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے۔ اس نے کہا اس عبارت کے کچھ معانی نہیں۔ آخر خلیفہ نے جب اصرار کیا تو اس نے کہا اس میں لکھا ہے ''میں شیرویہ بن کسریٰ بن ہرمز ہوں۔ میں نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ مگر مجھے چھ ماہ سے زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہیں ہوا۔'' اس بات کو سن کر منتصر کا رنگ فق ہو گیا اور حکم دیا کہ اس فرش کو جلا دو۔ وہ فرش سونے سے بنا ہوا تھا۔

آباؤاجداد

ثعالبی لطائف المعارف میں لکھتے ہیں۔ خلفاء سے منتصر بھی خاص خلیفہ ہوا ہے کیونکہ یہ اور اس کے پانچ آباؤاجداد یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوتے چلے آئے ہیں اور ایسے ہی معتز اور معتمد تھے۔ مصنف کہتے ہیں۔ اس سے بھی خاص معتصم تھا جسے تاتاریوں نے قتل کیا تھا کیونکہ اس کے آباؤاجداد میں سے آٹھ یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے تھے۔

چھ ماہ تک

ثعالبی لکھتے ہیں۔ نہایت عجیب بات یہ ہے شیرویہ فارس کے خاص ترین بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے باپ کو قتل کیا تو اس کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہا اور منتصر بھی خاص ترین خلفاء سے تھا۔ اس نے بھی اپنے باپ کو قتل کیا اور اس کے بعد یہ بھی صرف چھ ماہ ہی زندہ رہا۔

المستعین باللہ ابوالعباس

المستعین باللہ ابوالعباس احمد بن معتصم بن الرشید متوکل کا بھائی تھا۔ 221 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ام ولد تھی جس کا نام مخارق تھا۔ خوبصورت اور گورے رنگ کا آدمی تھا۔ منہ پر چیچک کے داغ تھے۔

باغر ترکی

جب منتصر مر گیا تو ارکانِ دولت نے مل کر مشورہ کیا کہ اگر تم نے متوکل کی اولاد سے کسی کو خلیفہ بنایا تو ہم میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا اس لیے احمد بن معتصم کو خلیفہ بنانا چاہئے اور پھر ہمارے ولی نعمت کا بیٹا بھی ہے۔ آخر اسی پر فیصلہ ہوا اور انہوں نے اس سے بیعت کر لی۔ (اس وقت اس کی عمر 28 سال کی تھی) اور 251 ہجری کے شروع تک بادشاہ رہا۔ مگر جب اس نے وصیف اور بغا (یہ دونوں ترکی عہدیدار تھے) کو قتل کیا اور باغر ترکی کو جس نے متوکل کو قتل کیا تھا' جلاوطن کر دیا تو ترک اس سے بگڑ گئے۔ مستعین کے صرف وصیف اور بغا ہی امیر اور وزیر تھے' چنانچہ کسی شاعر نے کہا:

خَلِیْفَةٌ فِیْ قَفَصٍ بَیْنَ وَصُفٍ وَبَغَا

ترجمہ: وصف اور بغا کے سامنے خلیفہ ایک پنجرے میں ہے۔

یَقُوْلُ مَا قَالَا لَهٗ کَمَا تَقُوْلُ الْبَغَا

ترجمہ: جو کچھ وہ دونوں اسے کہتے ہیں' وہی کرتا ہے جیسے کہ طوطا کرتا ہے۔

زیر حراست

جب ترک بگڑ گئے تو مستعین ان کے خوف سے سامرے سے بغداد میں چلا آیا۔ اس پر ترکوں نے اس سے عذر کیا اور اسے واپس آنے کے لیے لکھا۔ لیکن مستعین نہ گیا۔ انہوں نے معتز باللہ سے بیعت کر کے مستعین کو معزول کر دیا۔ پھر معتز بہت بڑا لشکر لے کر مستعین سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ ادھر اہل بغداد مستعین کی مدد کے لیے مستعد ہو گئے اور ان دونوں کی آپس میں کئی سخت لڑائیاں ہوئیں اور کئی مہینے یہ شور برپا رہا۔ آخر مستعین کا فریق تنگ آ گیا اور مستعین کے معزول کرنے پر صلح مان لی۔ قاضی اسمٰعیل وغیرہ نے صلح کے معاملے میں ایمان مغلظہ کی شروط لگائیں۔ آخر مستعین نے 252 ہجری میں خلافت سے کنارہ کر لیا اور واسطہ کی طرف چلا گیا اور وہاں 9 ماہ تک ایک امیر کی زیر حراست رہا۔ پھر وہاں سے سامرا کی طرف بھیجا گیا۔ معتز نے احمد بن طولون کو لکھا کہ مستعین کو قتل کر دے۔ اس نے کہا میں تو خلفاء کی اولاد کو قتل نہیں کرتا۔ اس نے سعید حاجب کو لکھا' چنانچہ اس نے 3 شوال 252 ہجری میں اسے قتل کر ڈالا۔ اس وقت مستعین کی عمر اکتیس برس کی تھی۔

مستعین نہایت نیک' عالم' ادیب' فاضل اور فصیح و بلیغ شخص تھا۔ اس نے کوئی تین بالشت چوڑی آستین نکالی تھی اور پہلے جو لمبی ٹوپیاں پہنی جاتی تھیں انہیں چھوٹا کر دیا تھا۔

اس کے عہد خلافت میں درج ذیل علماء فوت ہوئے:

عبد بن حمید' ابو طاہر بن سرح' حارث بن مسکین' بزی مقری' ابو حاتم سجستانی حافظ وغیرہم۔

المعتز باللہ محمد

المعتز باللہ محمد ابو عبداللہ بن متوکل بن معتصم بن رشید 232 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں ام ولد تھی اور رومیہ تھی جس کا نام قبیحہ تھا۔ مستعین کے معزول ہونے کے بعد 256 ہجری میں اس سے بیعت کی گئی۔ اس وقت اس کی عمر انیس برس کی تھی۔ اس سے قبل اس سے چھوٹی عمر کا کوئی خلیفہ تخت پر نہیں بیٹھا اور یہ نہایت حسین تھا۔

گھوڑے اور سونے کا زیور

علی بن حرب جو معتز کے لڑکوں کو حدیث پڑھایا کرتے تھے، کہتے ہیں اس سے بڑھ کر حسین نہیں گزرا۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے گھوڑوں کو سونے کا زیور پہنایا۔ اس سے قبل خلفاء معمولی تھوڑا سا چاندی کا زیور پہنایا کرتے تھے۔ اس کی تخت نشینی کے پہلے سال ہی اشناس جسے واثق نے نائب السلطنت بنایا ہوا تھا، مر گیا۔ اس نے 5 لاکھ دینار پیچھے چھوڑے تھے جنہیں معتز نے ضبط کر لیا اور پھر محمد بن عبداللہ بن طاہر کو نیابت کی خلعت عطا کی اور اس کی میان میں دو تلواریں باندھیں۔ مگر پھر اسی سال معزول کر دیا اور اپنے بھائی ابو احمد کو نائب السلطنت بنا ڈالا اور سنہری جڑاؤ تاج اس کے سر پر رکھا اور جواہرات کے دو ہار اس کے گلے میں ڈالے اور دو تلواریں لٹکائیں۔ مگر اسے بھی معزول کر کے واسطہ میں بھیج دیا اور بعد ازاں بغا شرابی کو نائب السلطنت بنایا۔ مگر وہ دوسرے سال ہی معتز کے مقابلے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا مگر قتل کیا گیا اور اس کا سر معتز کے سامنے لایا گیا۔ اسی سال ماہ رجب میں معتز نے اپنے بھائی مؤید کو ولی عہدی سے معزول کیا اور اسے زدوکوب کر کے قید کر دیا۔ چند دنوں کے بعد وہ مر گیا۔ معتز ڈرا کہیں لوگ اس پر بھائی کے قتل کا الزام نہ لگا دیں اس لیے اس نے قاضیوں کو جمع کیا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا اس پر مار وغیرہ کا کوئی اثر نہیں تھا۔

ظلم ترکیاں

معتز ترکوں کے مقابلے میں بہت ضعیف تھا۔ ایک دفعہ ان کے بڑے بڑے رئیسوں نے جمع ہو کر کہا ہمیں کچھ دلوائیے کہ ہم صالح بن وصیف کو قتل کر دیں۔ معتز اس شخص سے بہت ڈرا کرتا تھا۔ اس وقت بیت المال میں کچھ بھی مال موجود نہ تھا۔ اس لیے اپنی ماں سے جا کر کچھ روپے مانگے۔ اس نے دینے سے انکار کیا۔ اس پر ترکوں نے اسے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا اور صالح بن وصیف اور محمد بن بغا نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ پھر ہتھیار لگا کر ترک دارالخلافہ میں چلے آئے اور معتز کو بلا بھیجا۔ اس نے کہلا بھیجا میں نے دوا پی ہے اور کمزور ہو رہا ہوں اس لیے باہر نہیں آ سکتا۔ ترکوں سے بہت سے اندر داخل ہو گئے اور اسے پاؤں سے پکڑ کر باہر لے آئے اور خوب زدوکوب کیا۔ گرمی کے دن تھے، اس کو دھوپ میں کھڑا کر دیا اور طمانچے مار مار کر

کہنے لگے اپنے آپ کو معزول کر۔ پھر قاضی ابن شوراب اور گواہوں کو بلالیا اور اسے معزول کر دیا۔ پھر بغداد سے محمد بن واثق جسے معتز نے نظر بند کر رکھا تھا' سامرا بلالیا۔ معتز نے حکومت اس کے سپرد کر دی اور خود اس کی بیعت کر لی۔ اس واقعہ کے چند روز بعد لوگ معتز کو حمام میں لے گئے۔ نہانے کے بعد اس نے پانی مانگا تو پانی نہ دیا اور وہاں سے نکال کر اسے برف کا پانی پلایا جس کے پینے کے بعد وہ مر گیا۔ یہ واقعہ شعبان 255 ہجری میں ہوا۔ معتز کی ماں قبیحہ پہلے تو چھپ رہی' مگر رمضان میں پھر آ گئی اور صالح بن وصیف کو بہت سا مال عطا کیا جس میں تیرہ لاکھ دینار نقد تھے اور ایک زمردوں سے بھرا ہوا برتن تھا اور ایک بڑا مٹکا تھا جو بڑے بڑے موتیوں سے بھرا ہوا تھا اور ایک مٹکا یاقوت احمر کا تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں تھی۔ جب ابن وصیف نے اس مال کو دیکھا تو کہنے لگا اس کمبخت عورت نے پچاس ہزار دینار کے بدلے اپنے بیٹے کو قتل کروا ڈالا' حالانکہ اس کے پاس اس قدر مال کثیر موجود تھا۔ ابن وصیف نے وہ سب مال لے لیا اور قبیحہ کو مکہ میں بھیج دیا۔ وہ معتمد کے خلیفہ ہونے تک وہیں رہی۔ پھر اسے سامرا میں منگوالیا اور سامرا میں ہی وہ 246 ہجری میں فوت ہو گئی۔

معتز کے عہد خلافت میں درج ذیل علماء فوت ہوئے:

سری سقطی' ہارون بن سعید ایلی' دارمی صاحب مسند' عتبی صاحب مسائل عتبہ اور دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المہتدی باللہ

المہتدی باللہ محمد ابو محمد اسحٰق بن واثق بن معتصم بن الرشید۔ اس کی ماں بھی ام ولد تھی جس کا نام وردہ تھا۔ یہ اپنے دادا کے عہد خلافت میں 210 ہجری کے بعد پیدا ہوا اور 29 رجب 255 ہجری میں تخت نشین ہوا۔ اس سے اس وقت تک کسی نے بیعت نہ کی جب تک معتز نے خلافت اس کے سپرد نہ کر دی تھی اور گواہوں سے گواہی نہ لے لی تھی معتز خلافت کے لائق نہیں اور معتز نے بھی اقرار کر لیا اور مہتدی سے بیعت کر لی۔ پھر مہتدی صدر مجلس میں آ بیٹھا۔

مہتدی کا نقشہ

مہتدی گندم گوں' دبلا پتلا' خوبصورت' پرہیزگار' عابد' عادل اور احکامِ خداوندی کے اجراء

میں سخت تھا۔ لیکن اس کا کوئی مددگار ہی نہ بنا۔ خطیب کہتے ہیں۔ تخت پر بیٹھنے سے قتل ہونے تک ہر روز روزہ رکھتا تھا۔

نمک' سرکہ اور زیتون

ہاشم بن قاسم کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ماہِ رمضان میں شام کے وقت میں مہتدی کے پاس بیٹھا تھا۔ اچانک میں جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ مہتدی کہنے لگا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے آگے ہو کر نماز پڑھائی۔ بعد ازاں کھانا منگوایا تو ایک بید کی ڈلیا میں کھانا آیا جس میں میدہ کی روٹیاں تھیں۔ ایک برتن میں نمک تھا۔ ایک میں سرکہ تھا اور ایک میں روغن زیتون تھا۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے کھانا شروع کیا۔ مجھے خیال تھا کھانا اور آئے گا۔ مہتدی نے میری طرف دیکھ کر کہا تم روزہ دار نہیں تھے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کیا کل روزہ نہیں رکھو گے؟ میں نے کہا رکھوں گا کیوں نہیں رکھوں گا' رمضان کا مہینہ ہے۔ کہنے لگا پھر اچھی طرح کھاؤ کیونکہ اور کھانا نہیں آئے گا۔ میں نے متعجب ہو کر پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ خدا نے آپ کو تمام نعمتیں عطا کی ہیں۔ مہتدی کہنے لگا بات تو یوں ہی ہے۔ مگر میں نے غور کیا تو بنو امیہ میں عمر بن عبدالعزیز کو پایا۔ وہ کم کھانے اور فکر رعایا کی فکر میں کیسے لاغر ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے خاندان پر نگاہ ڈالی تو مجھے بڑی غیرت آئی۔ اس لیے میں نے اپنے آپ پر یہ کچھ الزام کر لیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

سچے کی قدر

جعفر بن عبدالواحد کہتے ہیں۔ ایک دفعہ میں مہتدی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ اثنائے کلام میں میں نے کہا احمد بن حنبل بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ وہ اس معاملہ میں اپنے بزرگوں کے خلاف تھے۔ مہتدی نے کہا خدا احمد بن حنبل پر رحم کرے۔ بخدا اگر مجھے اپنے باپ سے قطع تعلق جائز ہوتا تو میں ضرور کر لیتا۔ پھر مجھے کہا حق بات کہا کرو کیونکہ میری نگاہ میں سچے کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔

سخت ممانعت اور سختی

نفطویہ کہتے ہیں۔ بعض ہاشمیوں نے مجھ سے بیان کیا مہدی کا ایک جامہ دان تھا جس

میں ایک پشم کا جبہ اور ایک چادر تھی جسے رات کے وقت پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا۔ اس نے لہو ولعب کو چھوڑ دیا تھا اور گانے بجانے کو حرام ٹھہرایا تھا اور عاملانِ (گورنر حضرات) کو ظلم کرنے سے ممانعت کردی تھی۔ حساب و کتاب میں نہایت سختی کردی تھی۔ منشیوں سے خود بیٹھ کر حساب لیا کرتا تھا۔ دو چار آدمیوں کو مل کر نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ بہت سے امیروں کو سزا دی تھی اور جعفر بن محمود کو جلاوطن کر کے بغداد میں بھیج دیا تھا کیونکہ وہ رافضی تھا۔

حلف اٹھایئے

موسیٰ بن بغا ''رے'' سے سامرا میں آیا تا کہ صالح بن وصیف کو معتز اور اس کی ماں کا مال چھیننے کے بدلے میں قتل کرے۔ عوام الناس نے ابن وصیف کو کہا اے فرعون تیرا موسیٰ آپہنچا ہے۔ موسیٰ بن بغا نے آکر مہتدی کے پاس حاضر ہونے کا اذن چاہا۔ اس وقت وہ دارالعدل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے انکار کردیا۔ موسیٰ بن بغا اپنے ملازمین کو ساتھ لیے زبردستی اندر گھس آیا اور محل کو لوٹ لیا اور مہتدی کو پکڑ کر ایک کمزور گھوڑے پر سوار کر کے دارِ ناجود میں لے گیا۔ مہتدی نے کہا موسیٰ ذرا خدا سے ڈر۔ آخر تیری کیا نیت ہے؟ اس نے کہا بخدا میری نیت بخیر ہے۔ آپ حلف اٹھایئے کہ صالح کی طرفداری نہ کریں گے۔ اس نے حلف اٹھالیا تو سب نے اس سے بیعت کرلی۔ پھر انہوں نے صالح کی تفتیش شروع کردی تا کہ اس سے اس کے افعالِ بد کی پرسش کریں۔ مہتدی روپوش ہوگیا۔ مہتدی نے صلح کی کوشش کی۔ اس پر خلیفہ پر اتہام لگایا لیا گیا کہ اسے وہ جگہ معلوم ہے جہاں صالح جا کر چھپا ہے۔ اس میں بات بڑھ گئی اور لوگ مہتدی کو معزول کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ دوسرے دن مہتدی تلوار لٹکائے ہوئے باہر نکلا اور کہا مجھے تمہارا ارادہ معلوم ہوگیا ہے۔ مجھے مستعین و معتز کی طرح نہ سمجھنا۔ بخدا میں اپنا بندوبست کر کے نکلا ہوں اور وصیتیں بھر کر آیا ہوں۔ جب تک اس تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے' میں لڑوں گا۔ آخر دین' حیا اور آرام بھی کوئی چیز ہے۔ معلوم نہیں لوگ خداوند قدوس اور خلفاء کی مخالفت پر کیوں دلیر ہوجاتے ہیں؟ پھر کہا مجھے صالح کی کوئی خبر نہیں۔ یہ سن کر لوگ اس سے راضی ہوگئے اور واپس چلے آئے۔

باکیال کو خط

موسیٰ نے منادی کرادی جو شخص صالح کو حاضر کرے گا' اسے دس ہزار دینار انعام دیا

جائیگا۔ لیکن وہ کسی کو نہ ملا۔ اتفاق سے ایک غلام دوپہر کے وقت ایک کوچہ میں داخل ہوا۔ ایک مکان کا دروازہ کھلا دیکھ کر اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ صالح سو رہا ہے اور اس کے پاس کوئی نہیں۔ جلدی سے جا کر موسیٰ بن بغا کو خبر دی۔ اس نے آدمی بھیج کر اسے قتل کروا دیا اور اس کا سر کاٹ کر شہر میں تشہیر کی۔ مہتدی کو اس کا یہ واقعہ نہایت ناگوار گزرا مگر ظاہر کچھ نہ کیا۔ پھر جب موسیٰ باکیال کو ساتھ لے کر ''سن'' کی طرف چلا گیا تو مہتدی نے باکیال کو خفیتہً خط لکھا کہ تم موسیٰ اور مفلح کو قتل کر دو یا قید کر لو تو تمہیں سب ترکوں کا سردار بنا دیا جائے گا۔ باکیال نے یہ خط موسیٰ کو دکھا دیا اور کہا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ موسیٰ یہ خط دیکھ کر ہی آگ بگولا ہو گیا اور مہتدی کے قتل کا قصد کر کے وہیں سے اس کی طرف لوٹ پڑا۔

مار ڈالا

مہتدی کی طرف سے اہل مغرب اور فرغانہ وغیرہ نے خوب مقابلہ کیا اور ایک ہی دن میں چار ہزار ترک قتل کر دیئے گئے۔ مگر آخر خلیفہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ دشمنوں نے اس کے خصیے دبا کر اسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ رجب 256 ہجری میں پیش آیا۔ اس حساب سے اس کی خلافت 15 یوم کم ایک سال بنتی ہے۔

دُعا کرو

کہتے ہیں جب ترکوں نے مہدی پر نرغہ کیا تو عوام الناس نے مسجدوں اور گھروں کی دیواروں پر اشتہار لگائے کہ اے مسلمانو! دعا کرو خدا ہمارے خلیفہ کو جو عمر بن عبدالعزیز کی طرح عادل ہے، دشمنوں پر فتح عطا فرمائے۔

المعتمد علی اللہ

المعتمد علی اللہ ابو العباس بن احمد بن متوکل بن معتصم بن رشید 229 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ رومیہ تھی جس کا نام فتیان تھا۔ مہتدی کے قتل کے وقت معتمد جو ''سن'' میں قید تھا' لا کر اسے تخت پر بٹھا دیا اور سب نے اس سے بیعت کر لی۔ اس نے اپنے بھائی موفق کو مشرق کا حاکم بنا دیا اور المفوض الی اللہ اس کا لقب مقرر کیا اور خود لہو ولعب میں ایسا مشغول ہوا کہ رعیت کی خبر گیری چھوڑ دی۔ لوگ اس سے ناخوش ہو کر اس کے بھائی کی طرف مائل ہو گئے۔

لشکر کا سردار

اس کے عہد خلافت میں زنگیوں نے بصرہ اور اس کے گردونواح پر قبضہ کرلیا اور شہروں کو تباہ کیا اور خون کی ندیاں بہادیں اور بہت سے لوگوں کو قید کرلیا۔ خلیفہ کے لشکر کے ساتھ ان کی کئی لڑائیاں ہوئیں' اکثر جگہ لشکر کا سردار موفق ہی تھا۔

خلیفہ کیلئے دعائیں

ابھی یہ شورش فرو نہ ہونے پائی تھی کہ عراق میں سخت وباء پھیلی جس سے بہت سے لوگ مر گئے اور بعدازاں بہت سے زلزلے آئے جن میں ہزاروں جانیں ضائع ہوگئیں۔ زنگیوں سے 256 ہجری سے لیکر 270 ہجری تک مسلسل جنگ رہی جس میں صولی کے بقول 15 لاکھ آدمی مارے گئے۔ آخر اس سال میں زنگیوں کا سردار بہبود (خدا اس پر لعنت کرے) قتل ہوگیا۔ جب اس جنگ سے نجات ملی' یہ شخص رسالت کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا میں عالم الغیب ہوں۔ منبر پر کھڑا ہوکر حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت معاویہ' طلحہ زبیر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ علوی عورتوں کو اپنے لشکر میں دو یا تین درہموں میں بیچ دیا کرتا تھا۔ ہر ایک زنگی کے پاس دس دس علوی عورتیں تھیں۔ جن میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ برا کرتے اور ان سے خدمت لیتے۔ جب یہ خبیث قتل ہوا اور اس کا سر نیزے پر رکھ کر بغداد میں لایا گیا تو لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور خلیفہ موفق کے لیے دعائیں کیں۔ شعراء نے اس کی صفت میں قصائد مدحیہ لکھے۔ جتنے شہر زنگیوں نے فتح کیے تھے' وہ تمام پھر سے خلیفہ کے قبضہ میں آگئے۔

ایک سو پچاس دینار میں

260 ہجری میں حجاز و عراق میں سخت قحط پڑا' حتیٰ کہ بغداد میں ایک کر (بہتر کلو گندم) ایک سو پچاس دینار (یعنی 125 روپے) سے فروخت ہونے لگا۔ اسی سال رومیوں نے شہر لوکوٗ پر قبضہ کرلیا۔

دو جھنڈے

261 ہجری میں معتمد نے اپنے بعد اپنے بیٹے المفوض الی اللہ جعفر کے لیے بعدازاں

اپنے بھائی موفق طلحہ کے لیے لوگوں سے ان کی ولی عہدی کی بیعت لی اور اپنے بیٹے کو مغرب' شام' جزیرہ اور آرمینیہ کا حاکم بنایا اور اپنے بھائی کو مشرق' عراق' بغداد' حجاز' یمن' فارس' اصفہان' خراسان' طبرستان' سجستان اور سندھ کا حاکم بنایا اور ہر ایک کے لیے دو جھنڈے بنوائے۔ ایک سفید اور ایک سیاہ اور یہ بھی قید لگادی کہ اگر میں اپنے بیٹے کے بالغ ہونے سے قبل مر جاؤں تو میری جگہ تخت پر میرا بھائی بیٹھے۔ پھر یہ ایک دستاویز لکھ کر قاضی القضاۃ ابن شوارب کو دیکر روانہ کیا تاکہ خانہ کعبہ میں لٹکا دیا جائے۔

کعبہ پر پردہ

266 ہجری میں رومیوں نے دیار بکر پر قبضہ کرلیا اور بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ اہل جزیرہ اور موصل وہاں سے بھاگ آئے۔ اس سال بدویوں نے کعبہ کے پردہ کو لوٹ لیا۔

اللہ کی حفاظت

267 ہجری میں احمد بن عبداللہ حجابی نے خراسان' کرمان اور سجستان پر قبضہ کرلیا اور عراق کو فتح کرنے کا قصد کیا اور سکوں پر ایک طرف اپنا اور دوسری طرف معتمد کا نام نقش کرایا۔ یہ نہایت عجیب بات ہے۔ اس سال کے آخر میں اس کے غلاموں نے اسے قتل کر ڈالا اور خدا تعالیٰ نے لوگوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

کسی بہانہ سے

269 ہجری میں معتمد کی اپنے بھائی موفق سے بدگمانی بڑھ گئی کیونکہ 264 ہجری میں اس نے معتمد پر فوج کشی کی تھی۔ مگر پھر صلح ہوگئی تھی۔ آخر اسی سال معتمد نے مصر کے نائب ابن طولون سے خط و کتابت کر کے ایک رائے پر اتفاق کیا اس لیے ابن طولون فوج لیکر دمشق میں آ گیا اور معتمد سیر و شکار کے بہانے سے سامرا کی طرف چلا گیا۔ جب موفق کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے اسحاق بن کنداج کو لکھا کہ کسی بہانہ سے معتمد کو واپس کر۔ ابن کنداج یہ خط پڑھ کر نصیبین سے سوار ہو کر موصل اور حدیثہ کے درمیان معتمد کو جا ملا اور کہنے لگا بھائی آپ کا دشمن ہو رہا ہے اور آپ اپنے دارالسلطنت سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ امر آپ کے دشمن پر ظاہر ہو جائے تو وہ آپ کے آباؤ اجداد کے ملک پر قابض ہو جائے گا۔ پھر اس نے معتمد کے

ساتھ اپنے چند سپاہی کر دیئے۔ پھر معتمد کو پیغام بھیجا یہ مقام آپ کے ٹھہرنے کا نہیں ہے۔ آپ فوراً واپس چلے جائیے۔ معتمد نے اس سے کہا قسم اٹھاؤ کہ تم میرے ساتھ چلو گے اور مجھے موفق کے سپرد نہ کرو گے۔ اس نے قسم کھالی اور سامرا تک اس کے ساتھ گیا۔ راستے میں ساعد بن مخلد کاتب موفق ملا۔ ابن کنداج نے معتمد کو اس کے سپرد کر دیا۔ اس نے معتمد کو احمد بن خصیب کے گھر جا اتارا اور دارالخلافہ میں نہ جانے دیا اور پانچ سو سپاہیوں کو اس کی حراست کے واسطے مقرر کر دیا۔ جب موفق کو اس بات کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور اسحٰق کو بہت سی خلعتیں اور مال عطا کیا اور اسے (ذوالوزارتین) کا لقب عطا کیا۔ صاعد برابر معتمد کے ساتھ رہا۔ مگر معتمد بالکل اس کے قبضے میں تھے۔ اس بارے میں معتمد نے یہ اشعار کہے:

اَلَیْسَ مِنَ الْعَجَائِبِ اِنَّ مِثْلِیْ　　　یَرِیٰ مَاقَلَّ مُمْتَنِعًا عَلَیْهِ

ترجمہ: کیا یہ عجیب بات نہیں کہ میرے جیسا آدمی ایسی شے کم دیکھتا ہے جو اس سے منع کی گئی ہے۔

تَوَکَّلَ بِاِسْمِهٖ الدُّنْیَا جَمِیْعًا　　　وَمَا مِنْ ذَاکَ شَیْئٌ فِیْ یَدَیْهِ

ترجمہ: تمام دنیا اس کے نام پر بھروسہ کرتی ہے لیکن اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔

اِلَیْهِ تُحْمَلُ الْاَمْوَالُ طُرًّا　　　وَیَمْنَعُ بَعْضَ مَا یُجْبیٰ اِلَیْهِ

ترجمہ: تمام اموال اس کی طرف بھیجے جاتے ہیں' لیکن ان پر اسے دسترس حاصل نہیں۔

بکار جیسا عالم

معتمد ہی پہلا خلیفہ ہے جو مقہور ہوا اور اسے روکا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد معتمد واسط میں بھیجا گیا۔ ابن طولون کو جب اس بات کی خبر پہنچی تو اس نے تمام قاضیوں اور سرداروں کو جمع کر کے کہا موفق نے امیر کے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔ اس لیے اسے معزول کر دو۔ تمام اس بات کو مان گئے۔ مگر قاضی بکیر بن قتیبہ نے کہا تم ہی معتمد کا وہ خط جس میں موفق کی ولی عہدی کا لکھا تھا' لائے تھے۔ اب اس کے معزول کرنے کا خط لاؤ۔ ابن طولون نے کہا امیر نظر بند ہے۔ قاضی نے کہا میں نہیں جانتا۔ ابن طولون نے کہا کیا تم لوگوں کو اس بات نے دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ بکار جیسا کوئی عالم دنیا میں نہیں ہے۔ شاید تم سٹھیا گئے ہو۔ پھر ابن طولون نے اسے قید کر لیا اور اس کے تمام عطیات جو دس ہزار دینار تھے' ضبط کر لیے۔ کہتے ہیں یہ سب دینار

قاضی کے گھر میں مہریں لگے پڑے تھے۔ جب موفق کو یہ خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ ابن طولون کو برسرِ منبر لعنت کی جائے۔

عراقی لشکر

شعبان 270 ہجری میں معتمد سامرا میں واپس لایا گیا اور بغداد میں گیا۔ محمد بن طاہر تلوار لیے اس کے آگے تھا اور لشکر خدمت میں تھا اور دکھائی یہ دیتا تھا گویا وہ نظر بند ہی نہیں ہے۔ اس سال ابن طولون فوت ہوا۔ موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو اس کی جگہ مقرر کر دیا اور عراقی لشکر دے کر اسے مصر میں روانہ کر دیا۔ ادھر خمارویہ بن احمد بن طولون اپنے باپ کی جگہ مسلط ہو چکا تھا۔ ابوالعباس اور اس کے درمیان ایسی لڑائی ہوئی کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں اور آخر میدان مصریوں کے ہاتھ میں ہی رہا۔

رومیوں کا حملہ

اسی سال نہر عیسیٰ کا بند ٹوٹ گیا اور بغداد کے محل کرخ تک پانی چڑھ آیا جس سے سات ہزار مکان گر گئے۔ اسی سال رومیوں نے ایک لاکھ فوج کیساتھ طرطوس پر حملہ کیا۔ مگر فتح مسلمانوں کو ہوئی اور بیشمار مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

دعویٰ مہدیت

اسی سال عبداللہ بن عبید نے جو بنی عبید کا مورثِ اعلیٰ تھا، یمن میں مہدیت کا دعویٰ کر دیا اور برابر 278 ہجری تک قائم رہا۔ اسی سال اس نے حج کیا۔ قبیلہ کنانہ کے لوگوں نے اس کا حال دیکھ کر نہایت تعجب کا اظہار کیا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ مصر میں لے گیا۔ بعد ازاں انہیں مغرب میں بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ بس یہیں سے مہدی کو ترقی ہوئی۔

ٹکسالوں کا حکم

271 ہجری میں ہارون بن ابراہیم ہاشمی ٹکسالوں کا حاکم ہوا تو اس نے اہل بغداد کو حکم دیا لین دین کا معاملہ پیسوں سے کیا کریں۔ انہوں نے مجبوراً منظور کر لیا۔ مگر پھر چھوڑ دیا۔

قبلہ اور حج کی جگہ

278 ہجری میں دریائے نیل کا پانی بالکل سوکھ گیا اور مصر میں سخت قحط پڑ گیا۔ اسی سال

موفق مر گیا اور معتمد کو اس سے رہائی مل گئی۔ اسی سال کوفہ میں قبیلہ قرامطہ ظاہر ہوا۔ یہ لوگ ایک قسم کے ملحد تھے۔ کہا کرتے تھے جنابت سے غسل نہیں اور شراب حلال ہے اور اذان میں وان محمد بن الحنیفة رسول الله زیادہ کر لیا تھا۔ نیز کہتے ہیں سال بھر میں صرف دو روزے رکھنے چاہئیں۔ ایک نوروز کے دن اور دوسرا مہرجان کے دن اور قبلہ اور حج کی جگہ بیت المقدس ہی ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خرافات ایجاد کی تھیں۔ بہت سے جاہل ان کے تابع ہو گئے تھے، جو نہ مانتا تھا اس کو سخت تکلیفیں دیا کرتے تھے۔

کتب فروشوں سے

279 ہجری میں ابوالعباس بن موفق کے غلبہ سے معتمد کو نہایت ضعف پہنچا کیونکہ تمام لشکر ابوالعباس کی اطاعت میں چلا گیا تھا۔ اس پر معتمد نے ایک عام اجلاس کیا اور سب کے سامنے اپنے بیٹے مفوض کو ولی عہدی سے معزول کر دیا اور خود ابوالعباس سے بیعت کر لی اور اس کا لقب معتضد مقرر کیا۔ اسی سال معتضد نے حکم کیا کہ کوئی نجومی اور قصہ گو راستے میں نہ بیٹھے اور کتب فروشوں سے حلف لے لیا کہ وہ فلسفہ اور مناظرہ کی کتابیں فروخت نہ کریں۔ اسی سال چند ماہ کے بعد اتوار کی رات بتاریخ انتیس رجب المرجب تیئیس برس سلطنت کر کے معتمد اچانک وفات پا گیا۔

رات سوتے میں

بعض کہتے ہیں اسے زہر دیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں رات کو اس کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا۔

اس کے عہد خلافت میں درج ذیل علماء فوت ہوئے:

امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ربیع جیزی، ربیع مرادی، مزنی، یونس بن عبدالاعلی، زبیر بن بکار، ابوالفضل ریاشی، محمد بن یحییٰ ذہلی، حجاج بن شاعر، عجلی حافظ، قاضی القضاۃ بن ابی شوارب، قاری سوسی، عمر بن شیبہ، ابوزرعہ رازی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم، قاضی بکار، داؤد ظاہر، ابن دارہ، بقی بن مخلد، ابن قتیبہ، ابوحاتم رازی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ

عبداللہ بن معتز نے معتمد کی مدح میں یہ اشعار کہے:

يَاخَيْرَ مَنْ تَرْجِي الْمَطِيَّ بِهِ ۔۔۔ وَمِمَّنْ حَبْلِ الْعَهْدِ مَوْثَّقَةٌ

ترجمہ: اے ان تمام لوگوں سے بہتر جنہیں سواریاں باامن لے جاتی ہیں اور جن سے

عہد کی رسی مضبوط ہوتی ہے۔

اَضْحٰی عِنَانُ الْمُلْکِ مُقْتَسِرًا بِیَدَیْکَ تَحْبِسُهٗ وَتُطْلِقُهٗ

ترجمہ: ملک کی لگام تیرے ہاتھ میں مقہور ہے۔ اگر چاہے روک لے اور اگر چاہے چھوڑ دے۔

فَاحْکُمْ لَکَ الدُّنْیَا وَسَاکِنَهَا مَاصَافَ سَهْمٌ" اَنْتَ مُوَفِّقُهٗ

ترجمہ: پس دنیا اور اس کے رہنے والے آپ کے مطیع ہیں' کیونکہ جس تیر کا چلہ آپ چڑھائیں وہ کبھی نشانے سے متجاوز نہیں ہوتا۔

جب معتمد قید (نظر بند) کیا گیا تو اس نے یہ اشعار کہے تھے:

اَصْبَحْتُ لَا اَمْلِکُ دَفْعًا لِّمَا اَسَامَ مِنْ خَسَفٍ وَمِنْ ذِلَّهٗ

ترجمہ: مجھے ذلت وخواری سے جو تکلیف ہو رہی ہے' مجھے اس کے دفعہ کرنے کی طاقت نہیں۔

تَمْضِیْ اُمُوْرُ النَّاسِ دُوْنِیْ وَلَا یَشْعُرُنِیْ فِیْ ذِکْرِهَا قِلَّهٗ

ترجمہ: لوگوں کے تمام امور جاری ہوتے ہیں اور مجھے خبر تک نہیں ہوتی اور ان میں میرا ذکر تک نہیں آتا۔

اِذَا اشْتَهَیْتُ الشَّیَ وَلَوَابِهٖ عَنِّیْ وَقَالُوْا هٰهُنَا عِلَّهٗ

ترجمہ: جب میں کسی چیز کو چاہتا ہوں تو وہ مجھ سے لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں اس میں بیماری ہے۔

صولی کہتے ہیں معتمد کا ایک کاتب ملازم تھا جو اس کے اشعار کو سونے کے پانی سے لکھا کرتا تھا۔ ابوسعید حسن بن سعید نیشاپوری نے معتمد کے مرثیہ میں ذیل کے اشعار کہے:

لَقَدْ قَرَّ طَرَفُ الزَّمَانِ النَّکِدْ وَکَانَ سَخِیْنًا کَلِیْلًا رَمِدْ

ترجمہ: منحوس وشوم زمانے کی آنکھ میں ٹھنڈک آ گئی ہے' حالانکہ اس سے پہلے گرم اور دکھی تھی۔

وَبَلَغَتِ الْحَادِثَاتُ الْمُنٰی بِمَوْتِ اِمَامِ الْهُدٰی الْمُعْتَمِدْ

ترجمہ: امام الہدیٰ معتمد سے حوادثِ زمانہ اپنی مراد کو پہنچ گئے۔

وَلَمْ یَبْقَ لِیْ حَذْرُ بَعْدَهٗ فَدُوْنَ الْمَصَائِبِ فَلْنَجْتَهِدْ

ترجمہ: اب کے اس مرنے کے بعد مجھے کوئی خوف نہیں رہا۔ پس اب وہ جو چاہیں کریں۔

المعتضد باللہ

المعتضد باللہ ابوالعباس بن موفق طلحہ بن متوکل بن معتصم بن رشید ماہ ذوالقعدہ 242 ہجری میں پیدا ہوا۔ صولی کہتے ہیں ربیع الاوّل 243 ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام صواب تھا جبکہ بعض کہتے ہیں حرز یا ضرار تھا۔ اس کے چچا معتمد کے مرنے کے بعد رجب 279 ہجری میں اس سے بیعت کی گئی۔ نہایت خوبصورت' شجاع' صاحب رعب و دبدبہ اور ذہین شخص تھا اور خلفائے بنی عباس سے نہایت سخت گیر تھا۔ شیر پر اکیلا ہی حملہ کیا کرتا تھا اور رحم بہت ہی کم کیا کرتا تھا۔ جب کسی افسر پر خفا ہوتا تو اسے زندہ گڑوا دیا کرتا تھا۔ نہایت با سیاست خلیفہ گزرا ہے۔

سچ سچ بتلاؤ

عبداللہ بن حمدون کہتے ہیں۔ یہ ایک دفعہ شکار کے لیے باہر نکلا اور ایک ککڑیوں کے کھیت کے پاس خیمہ لگایا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ کھیت کا محافظ چلایا۔ معتضد نے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ اسی وقت اسے حاضر کیا گیا تو معتضد نے پوچھا کیا معاملہ تھا؟ اس نے کہا میرے کھیت میں تین غلام آ گھسے تھے اور انہوں نے اسے خراب کر دیا ہے۔ وہ تینوں اسی وقت حاضر کیے گئے اور اگلے روز ان تینوں کی اسی کھیت میں گردنیں اڑا دی گئیں۔ اس واقعہ کے کئی روز بعد مجھے معتضد نے پوچھا مجھے سچ سچ بتلاؤ لوگ مجھ سے کس بات سے ناراض رہتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کی خونریزی کے باعث۔ کہنے لگا بخدا جب سے میں تخت پر بیٹھا ہوں' میں نے کوئی ناحق خون تو نہیں کیا۔ میں نے کہا آپ نے احمد بن طیب کو کیوں قتل کروایا تھا؟ کہنے لگا وہ مجھے ملحد بنانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا ان تینوں آدمیوں کو جو کھیت میں گھس آئے تھے' آپ نے کیوں قتل کرایا۔ کہنے لگا میں نے تو چوروں کو قتل کیا ہے اور مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ یہی ہیں۔

کبھی نہ کھولا

قاضی اسمٰعیل کہتے ہیں۔ میں ایک دن معتضد کے پاس گیا تو اس کے پیچھے کئی رومی نوجوان لڑکے جو نہایت حسین تھے' کھڑے تھے۔ میں نے ان کو غور سے دیکھا۔ جب میں اٹھنے لگا تو معتضد نے کہا مجھ سے بدگمان نہ ہونا' خدا کی قسم میں نے کبھی حرام پر اپنا ازار بند نہیں کھولا۔

کتاب جلا دو

قاضی اسمٰعیل ہی کہتے ہیں۔ایک دن معتضد کے پاس گیا تو مجھے ایک کتاب دی۔ میں نے اسے پڑھا تو اس میں اختلافی مسائل میں علماء کی لغزشیں بیان کی گئی تھیں (تا کہ معتضد ان مسائل میں رخصت پر عمل کرے) میں نے کہا اس کا مصنف زندیق (خدا و آخرت کا مشرک) ہے۔معتضد نے کہا کیا یہ باتیں جھوٹ ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔بات یہ ہے جس نے مسکرات (نشہ لانے والی چیزیں) کو مباح کیا ہے۔اس نے متعہ (اہل تشیع' شیعہ حضرات کا میعادی نکاح) کو مباح نہیں کیا اور جس نے متعہ کو جائز رکھا ہے' اس نے غنی کو جائز نہیں رکھا اور ہر ایک عالم سے کوئی نہ کوئی لغزش ہو ہی جایا کرتی ہے اور جس نے علماء کی ساری لغزشوں کو جمع کر کے اپنا معمول بہا (زیبائی خوبی) بنایا ہے تو اس کا دین گویا ضائع ہو گیا۔معتضد نے اس کتاب کے جلا دینے کا حکم دیا۔

روح پھونکی

معتضد نہایت تیز خاطر اور جوانمرد تھا۔بہت سی لڑائیاں لڑا اور غالب رہا۔امر خلافت کو نہایت اچھی طرح نبھایا۔لوگ اس سے بہت ڈرتے تھے اور اس کی ہیبت کے باعث ہی سب فتنے و فساد جاتے رہے تھے اور اس کا زمانہ نہایت امن و آسائش کا زمانہ تھا۔اس نے خراج کم کر دیا تھا اور عدل پھیلایا تھا اور ظلم کو دور کر دیا تھا۔لوگ اسے سفاح ثانی کے نام سے بھی یاد کرتے تھے کیونکہ اس نے عباسیوں کی سلطنت میں جو بالکل زوال کے قریب جا پہنچی تھی' نئے سرے سے روح پھونک دی تھی۔ابن رومی نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے: اشعار

هَنِيئًا بَنِي الْعَبَّاسِ إِنَّ إِمَامَكُمْ ۔۔۔ إِمَامَ الْهُدٰى وَالْبَاسِ وَالْجُودِ أَحْمَدُ

ترجمہ: اے بنی عباس! تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا امام صاحب ہیبت اور صاحب جود و کرم ہے

كَمَا بَنِيُ الْعَبَّاسِ أَنْشٰى مُلْكَكُمْ ۔۔۔ كَذَا بِأَبِي الْعَبَّاسِ أَيْضًا يُجَدَّدُ

ترجمہ: جیسا کہ ابوالعباس کے ساتھ تمہارا ملک شروع ہوا تھا' اسی طرح پھر ابوالعباس سے ہی اس کی تجدید کر دی گئی ہے۔

إِمَامٌ" يَظِلُّ الْأَمْسَ يَعْمَلُ نَحْوَهٗ ۔۔۔ تَلَهُّفَ مَلْهُوفٍ" وَيُشْتَاقُهُ الْغَدُ

ترجمہ: یہ ایسا امام ہے گزشتہ کل اس کی طرح کام کرتا ہے اور آئندہ کل اس کا مشتاق رہتا ہے۔

ابن معتز نے اسی بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

اَمَا تَرٰی مُلْکَ بَنِیْ هَاشِمٍ   عَادَ عَزِیْزًا بَعْدَ مَا زَلَلَا

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملوکیت بنی ہاشم ناخوش حالات میں رہنے کے بعد پھر باعزت اور آسودہ حالات میں لوٹی آئی ہے۔

یَا طَالِبًا لِلْمُلْکِ کُنْ مِثْلَهٗ   تَسْتَوْجِبُ الْمُلْکَ وَاِلَّا فَلَا

ترجمہ: اے ملک کو طلب کرنے والے تو بھی معتضد کی طرح کام کرنا کہ تو بادشاہت پالے ورنہ نہیں۔

نجومی اور افسانہ گو

خلافت کے شروع سال سے ہی اس نے کتب فروشوں کو فلسفہ اور اسی قسم کی کتابیں فروخت کرنے سے منع کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کوئی نجومی یا فسانہ گو رستے میں نہ بیٹھے۔ اس نے خطبہ نہ پڑھا۔

سیاہ آندھی

280 ہجری میں داعی مہدیت ''قیروان'' پہنچا' مگر اس کا راز ظاہر ہو گیا اور حاکم افریقہ اور اس کے درمیان جنگ و جدال شروع ہوا۔ مگر اسے ترقی ہی ہوتی رہی۔ اسی سال دیبل سے خط آیا کہ ماہ شوال میں سورج کو گرہن لگا اور عصر تک سخت اندھیرا چھایا رہا اور اس کے بعد سیاہ آندھی آئی تھی جو رات کے تیسرے حصے تک رہی اور بعد ازاں سخت زلزلہ آیا جس سے شہر کا بہت سا حصہ گر گیا جس کے نیچے ایک لاکھ پچاس ہزار آدمی دب کر مر گئے۔

ایک رطل ایک درہم

281 ہجری میں بلاد روم سے مکوریہ فتح ہوا اور اسی سال ری اور طبرستان میں پانی کی ایسی کمی ہوئی کہ تین رطل (ڈیڑھ سیر) پانی ایک درہم میں بکتا تھا اور اس قدر قحط پڑا کہ لوگوں نے مردار کھانے شروع کر دیئے۔ اسی سال معتضد نے مکہ شریف میں آ کر دارالندوہ کو گرا کر وہاں ایک مسجد بنوا دی۔

آگ روشن کرکے

282 ہجری میں معتضد نے منع کر دیا کوئی شخص نوروز کے دن آگ نہ روشن کرے اور نہ لوگوں پر پانی ڈالا کرے (پہلے لوگ نوروز کے دن آگ روشن کیا کرتے تھے اور لوگوں پر پانی ڈالا کرتے تھے) ان کے علاوہ بھی مجوسیوں کی باقی رسموں سے بھی منع کر دیا۔

دس صندوق

اسی سال خمارویہ احمد بن طولون کی بیٹی قطر الندا سے خلیفہ کی شادی ہو گئی۔ ربیع الاول میں شب زفاف ہوئی۔ اس کے جہیز میں چار ہزار ازار بند ہی تھے جو جواہرات سے جڑاؤ تھے اور دس صندوق جواہرات کے بھرے ہوئے تھے۔

ورثہ کے دفاتر

283 ہجری میں معتضد نے حکم دیا کہ ذوالارحام کو بھی میراث دی جائے اور ورثہ کے دفتر توڑ ڈالے۔ لوگوں نے اس پر معتضد کو بہت دعائیں دیں۔

سرخ چہرے

284 ہجری میں مصر میں ایسی سرخی ظاہر ہوئی حتیٰ کہ لوگوں کے چہرے اور دیواریں سرخ دکھائی دیتی تھیں۔ لوگوں نے اس کے زائل ہونے کے لیے خشوع و خضوع سے دعائیں مانگیں اور یہ سرخی عصر سے رات تک رہی۔

ہر گوشہ میں

ابن جریر لکھتے ہیں۔ اسی سال معتضد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر برسر منبر لعنت کرنے کا ارادہ کیا۔ وزیر عبید اللہ نے اسے اس بات سے ڈرایا کہ اس طرح عام لوگوں میں اضطراب (شش و پنج پریشانی) پیدا ہوگا۔ لیکن معتضد نے ایک نہ سنی اور ایک خط لکھا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عیب مذکور تھے۔ قاضی یوسف نے کہا امیر! ان کے سننے سے لوگوں میں سخت فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ کہنے لگا اگر کسی نے ذرا بھی حرکت کی تو اسے تلوار سے تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ قاضی یوسف نے کہا آپ ان علویوں کا کیا کریں گے جو ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جب وہ اپنے فضائل سنیں گے تو لوگ ان کی طرف

مائل ہو جائیں گے اور آپ کے برخلاف ہتھیار اٹھا لیں گے۔

پتھر برسے

285 ہجری میں بصرہ میں زرد آندھی آئی۔ پھر وہ سبز ہو گئی اور پھر سیاہ ہو گئی اور تمام ملک میں پہنچی۔ بعدازاں ژالہ باری ہوئی۔ ہر اولہ کا وزن ایک سو پچاس درہموں جتنا تھا۔ اس آندھی سے تقریباً پانچ سو کھجوروں کے درخت جڑوں سے اکھڑ گئے اور ایک گاؤں میں پتھر برسے۔ جن میں سے بعض سفید تھے اور بعض سیاہ رنگ کے تھے۔

قرمطی کا زور

286 ہجری میں بحرین میں ابوسعید قرمطی نے زور پکڑا۔ (یہ شخص ابوطاہر سلیمان کا باپ تھا) لشکر شاہی اور اس کے درمیان کئی جنگیں ہوئیں جس میں خلیفہ کو شکست ہوئی اور اس نے بصرہ اور اس کے گردونواح پر قبضہ کر لیا۔

اپنی گردن سے

خطیب اور ابن عساکر، ابوحسین خصیبی سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ معتضد نے قاضی ابوحازم کو پیغام بھیجا کہ میں نے فلاں شخص سے مال لینا ہے اور میں نے سنا ہے اس کے قرض خواہوں نے اس پر دعویٰ کیا تھا اور آپ نے انہیں مال دلوا دیا ہے۔ ہمیں ان جیسا خیال کیجئے اور مال دلوا دیجئے۔ قاضی حازم نے ایلچی سے کہا امیر سے کہہ دو۔ آپ اس وقت کو یاد کریں جبکہ آپ نے مجھے قاضی بنایا تھا اور کہا تھا میں نے امر عدالت اپنی گردن سے اتار کر تمہاری گردن میں ڈال دیا ہے اس لیے میں کسی کے دعویٰ کو بغیر شہادت کے کیسے مان سکتا ہوں؟ معتضد نے کہلا بھیجا فلاں دو بڑے معزز شخص میرے گواہ ہیں۔ قاضی حازم نے جواب دیا وہ میرے پاس آئیں اور آ کر شہادت دیں۔ اگر ان کی گواہی قابل قبول ہوئی تو میں مان لوں گا ورنہ میں اپنا حکم جاری کروں گا۔ یہ سن کر وہ دونوں شخص ڈر گئے اور گواہی دینے سے اعراض کیا اور معتضد کو کچھ بھی نہ ملا۔

بحیرہ میں عمارت

ابن حمدون ندیم کہتے ہیں۔ معتضد نے ساٹھ ہزار دینار خرچ کر کے بحیرہ میں ایک

عمارت بنوائی جس میں وہ اپنی کنیزوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ جن میں اس کی محبوبہ دریرہ بھی تھی۔ اس پر ابن بسام نے یہ اشعار کہے:

تَرَکَ النَّاسُ بَحَیْرَہ وَتَخَلّٰی فِی الْبَحَیْرَہ

ترجمہ: لوگوں نے بحیرہ چھوڑ دیا۔ اب خلیفہ وہاں خلوت میں بیٹھتا ہے۔

قَاعِدًا یَضْرِبُ بِالطَّبَلِ عَلٰی حَرِّ دَرِیْرَہ

ترجمہ: اور دریرہ کی فرج پر بیٹھ کر طبل بجاتا ہے۔

بہت رویا

معتضد نے یہ اشعار سن لیے لیکن ظاہر نہ کیا اور اس محل کو ویران کرنے کا حکم دیدیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد دریرہ مرگئی۔ معتضد اس کے مرنے پر بہت رویا اور اس کے مرثیے میں یہ اشعار کہے: اشعار مرثیہ

یَا حَبِیْبًا لَمْ یَکُنْ یَعْدِ لَہٗ عِنْدِیْ حَبِیْب"

ترجمہ: اے میری دوست جس کے برابر مجھے کوئی دوست عزیز نہیں۔

اَنْتَ عَنْ عَیْنِیْ بَعِیْد" وَمِنَ الْقَلْبِ قَرِیْب"

ترجمہ: تو میری آنکھوں سے تو دور ہے ہی (مگر) دل سے قریب ہے۔

لَیْسَ لِیْ بَعْدَکَ فِیْ شَیْءٍ مِنَ اللَّھْوِ نَصِیْب"

ترجمہ: تیرے بعد مجھے کسی کھیل کی رغبت نہیں رہی ہے۔

لَکِ مِنْ قَلْبِیْ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنْ بِنْتَ رَقِیْب"

ترجمہ: اگر تو جدا ہو ہی گئی ہے مگر میرا دل ہی میرے دل پر تیرا رقیب ہے

وَخَیَالِیْ مِنْکِ مُذْغِبْت خَیَال" لَا یَغِیْب"

ترجمہ: اور جب سے تو مجھ سے غائب ہوگئی ہے میرا خیال مجھ سے لمحہ بھر تم سے دور نہیں ہوتا۔

لَمْ تَرَانِیْ کَیْفَ لِیْ بَعْدَکِ عَوْل" وَنَحِیْب

ترجمہ: اگر تو مجھے دیکھتی کہ تیرے بعد میں کیسے چیخ و پکار کررہا ہوں۔

وَفُؤَادِیْ حَشْرَۃٌ مِنْ حَرَقِ الْحُزْنِ لَھِیْب

ترجمہ: اور میرا دل غم کی آگ سے کس قدر شعلے مادر رہا ہے۔

وَلَتَیَقَّنتَ بِاَنِّی فِیکَ مَحزُونٌ وَ کَئِیب

ترجمہ: تو تجھے البتہ ضرور یقین آ جاتا کہ میں تیرے غم میں (کس قدر) غمگین ہوں۔

مَا اَرٰی نَفسِیَ وَاِنْ سَلَّیتُهَا عَنکِ تَطِیب

ترجمہ: میں تیری طرف سے نفس کو بہت تسلیاں دیتا ہوں لیکن امید نہیں کہ وہ خوش ہو۔

لِیَ دَمعٌ لَیسَ یُعصِینِیَ وَ صَبرٌ مَا یُجِیبُ

ترجمہ: آنسو میری نافرمانی نہیں کرتے۔ یعنی ہر وقت بہتے رہتے ہیں۔ اور صبر میری اطاعت نہیں کرتا، یعنی وہ پاس بھی نہیں پھٹکتا۔

ایک شاعر نے معتضد کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں:

طَیفُ اَلَمَّ بِذِی سَلَمٍ بَینَ الخِیَمِ یَطوِی الاَکَم

جَادَ نِعَمٌ یَشفِی السَّقَمَ مِمَّنْ لَثَمَ وَمُلتَزَمْ

ترجمہ: خیال یار ٹیلوں کو طے کرتا ہوا، ذی سلم کے خیموں میں آیا جس نے اسے بوسہ دیا (اس سے) بخشش کی، خوش ہوا اور بغل میں لے لیا، اس کی بیماریوں کو دور کر دیا۔

فِیهِ هَضَمٌ اِذَا یَضُمُّ دَاوِی الاَلَمِ ثُمَّ انصَرَمْ

فَلَمْ انَمْ شَوقاً وَهَمُّ اللَّومُ ذَمَّ کَمْ ثُمَّ کَمْ

ترجمہ: جب اسے بغل میں لیا جائے تو وہ باریک کمر ہے۔ اس نے بیماریوں کو دور کر دیا اور چلا گیا۔ اس کے بعد میں اس کے شوق میں سویا نہیں ہوں۔ ملامت نے میری مذمت کی کہ تو کب تک آخر کب تک

نَومُ الاَصَمِّ اَحمَدُ لَمْ کُلَّ الثَّلَمِ مِمَّا انهَدَمْ

هُوَ العَلَمُ وَالمُعتَصَمُ خَیرُ النَّسَمِ خَالاً وَّعَمْ

ترجمہ: (تو کب تک) بہروں کی نیند سوتا رہے گا۔ احمد نے تمام رخنوں کو بند کر دیا۔ وہ کوہ (پہاڑ، روئی کا ڈورہ وغیرہ) ہے جائے پناہ ہے۔ تمام آدمیوں سے حسب ونسب کے لحاظ سے افضل ہے۔ ابھی بالغ نہیں ہوا کہ کارہائے بزرگ کا احاطہ کر لیا ہے۔

حَوَی الهِمَمَ وَمَا احتَلَمَ طَرَدَ اشَمَّ سَمحَ الشِّیَمِ

جَلاَ الظُّلَمَ کَالبَدرِ تَمَّ رَعَی الذِّمَمَ حَمَی الحَرَمْ

ترجمہ: ذمہ داریوں کو نگاہ میں رکھتا اور کبھی غلطی نہیں کرتا۔ بزرگی کا پہاڑ ہے۔ جواں مرد اچھی عادتوں والا ہے۔ چودھویں کے ماہِ کامل کی طرح ہے۔ عاجزوں سے رعایت کرنے والا ہے۔ حرمین شریفین کا خادم ہے۔

فَلَمْ یَرُمْ خَصَّ وَعَمْ بِمَا قَسَمْ لَهُ النِّعَمُ مَعَ النِّقَمْ
وَالْخَیْرُجَمْ اِذَا تَبَسَّمْ وَالْمَاءُ دَمٌ اِذَا انْتَقَمْ

ترجمہ: پس اس جگہ خاص عام سے کسی کو سرداری نہیں۔ پس جو اس کی تقسیم پر راضی ہو گیا' اس کیلئے نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور جب وہ ہنستا ہے تو بھلائی کی کثرت کرتا ہے اور جب وہ انتقام لیتا ہے تو پانی بھی خون بن جاتا ہے۔

بعض کا خیال

معتضد ربیع الآخر 289 ہجری میں سخت بیمار ہو گیا۔ اس کی طبیعت میں بڑا تغیر آ گیا تھا۔ اس کی وجہ بعض نے کثرتِ جماع بتلائی ہے۔ اس کے بعد تندرست ہو گیا تھا۔ اس پر ابن معتز نے یہ اشعار کہے تھے: اشعار

طَارَ قَلْبِیْ بِجَنَاحِ الْوَجِیْبِ جَزْعًا مِنْ حَادِثَاتِ الْخُطُوْبِ

ترجمہ: حوادثاتِ زمانہ کی وجہ سے میرا دل جزع فزع کے پر لگا کر اڑ گیا ہے

وَحَذْرًا اَنْ یُشَاکَ بِسُوْءٍ اَسَدَا الْمُلْکِ وَسَیْفَ الْحُرُوْبِ

ترجمہ: اور اس ڈر سے کہیں ملک کے شیر اور لڑائیوں کی تلوار کو نقصان نہ ہو جائے۔

مرض لوٹا

کچھ عرصہ کے بعد مرض پھر لوٹ آیا اور ربیع الآخر کی بائیس تاریخ کو معتضد فوت ہو گیا۔

طبیب مر گیا

مسعودی لکھتے ہیں۔ لوگوں کو معتضد کی بیماری میں کچھ شک پڑ گیا۔ طبیب نے آ کر نبض دیکھی تو معتضد نے اپنی آنکھیں کھول لیں اور طبیب کو ایسی ٹانگ رسید کی جس سے وہ کئی گز کے فاصلے پر جا گرا اور گرتے ہی مر گیا اور ایک ساعت کے بعد معتضد بھی مر گیا۔

ذیل میں وہ اشعار ہیں جو معتضد مرتے وقت پڑھ رہا تھا:

تَمَتَّعْ مِنَ الدُّنْیَا فَاِنَّکَ لَا تَبْقٰی وَخُذْ صَفْوَهَا مَا اِنْ صِفَتْ وَدِعِ الرَّنْقَا

ترجمہ: دنیا سے نفع اٹھالے کیونکہ تو ہمیشہ باقی نہ رہے گا اور اس کی صفائی کو اختیار کر اور اس کی گندگی کو چھوڑ دے۔

وَلَا تَـامِـنَـنَّ الـدَّهْـرَ اِنِّـیْ اَمِـنْـتُـهٗ ۔۔۔ فَـلَـمْ يُبْـقِ لِیْ حَالًا وَلَمْ يَرْعَ لِیْ حَقًّا

ترجمہ: زمانے سے بے خوف نہ ہو کیونکہ میں اس سے بے خوف ہوا تھا۔لیکن اس نے میرا کوئی حال باقی نہ چھوڑا اور نہ میرے حق کی رعایت کی۔

قَتَلْتُ صَنَادِيْدَ الرِّجَالِ فَلَمْ اَدَعْ ۔۔۔ عَدُوًّا وَلَمْ اُمْهِلْ عَلٰى ظَنِّهٖ خَلْقًا

ترجمہ: میں نے تمام زمانے کے سرداروں کو قتل کیا۔کسی دشمن کو نہ چھوڑا اور نہ کسی کو اس کے خیال کے مطابق مہلت دی۔

وَاَخْلَيْتُ دُوْرَ الْمُلْكِ مِنْ كُلِّ بَازِلٍ ۔۔۔ وَشَتَّتُّهُمْ غَرْبًا وَمَزَّقْتُهُمْ شَرْقًا

ترجمہ: میں نے بادشاہوں کے گھروں کو ویران کر دیا اور مشرق و مغرب میں جا کر ان کو پارہ پارہ کر دیا۔

فَلَمَّا بَلَغْتُ النَّجْمَ عِزًّا وَّرِفْعَةً ۔۔۔ وَدَانَتْ رِقَابُ الْخَلْقِ اَجْمَعُ لِیْ رِقًّا

ترجمہ: جب میں عزت و رفعت میں پروین (ثریا، احوال معلوم کرنے والا ستارہ) تک پہنچ گیا اور تمام خلقت میری غلام بن گئی۔

رَمَانِی الرَّدٰی سَهْمًا فَاَخْمَدَ جَمْرَتِیْ ۔۔۔ فَهَا اَنَا ذَا فِیْ حُفْرَتِیْ عَاجِلًا مُلْقٰی

ترجمہ: تو موت نے مجھے تیر مارا اور میری آگ کو بجھا دیا۔پس میں اب عنقریب اپنے گڑھا (قبر) میں جالیٹوں گا۔

فَاَفْسَدْتُ دُنْيَایَ وَدِيْنِیْ سِفَاهَةً ۔۔۔ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ مِنِّیْ بِمَصْرَعِهٖ اَشْقٰی

ترجمہ: میں نے اپنے دین اور دنیا کو اپنی بیوقوفی سے ضائع کر دیا۔پس مجھ سے زیادہ کون بد بخت ہوگا؟

فَيَا لَيْتَ شِعْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ مَا اَرٰی ۔۔۔ اِلٰی نِعْمَةِ اللّٰهِ اَمْ نَارِهٖ اُلْقٰی

ترجمہ: کاش مجھے معلوم ہو جائے مرنے کے بعد میں کیا دیکھوں گا؟ کیا میں جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں پھینکا جاؤں گا۔

ذیل کے اشعار بھی معتضد کے ہیں:

یَـا لَا حِـظِـیْ بِـالْـفُـتُـوْرِ وَالـدَّعْـجِ وَقَـاتِـلِـیْ بِـالـدَّلَالِ وَالْـغُـنْـجِ

ترجمہ: اے سیاہ اور خوابیدہ آنکھوں سے میری طرف دیکھنے والے اور ناز وادا سے مجھے قتل کرنے والے۔

اَشْـکُـوْ اِلَیْـکَ الَّذِیْ لَقِیْتُ مِنَ الْوَحْد فَهَـلْ لِـیْ اِلَیْـکَ مِـنْ فَـرَجٖ

ترجمہ: میں عشق کی تکلیف کی تجھ سے شکایت کرتا ہوں۔ کیا تو میری کشائش کرے گا؟

حَـلَلْتَ بِالطَّرْفِ وَالْجَمَالِ مِنَ النَّاسِ مَـحَـلَّـی الْـعَیْـنِ وَالْـمِهَـجِ

ترجمہ: تو اپنی خوبصورتی اور جمال کے باعث لوگوں کی آنکھوں اور دلوں میں بس رہا ہے۔

صولی نے جو معتضد کا مرثیہ لکھا تو اس نے اس میں یہ ذیل کے اشعار کہے:

لَـمْ یَـلْقِ حَرِّ الْفِرَاقِ اَحَد" کَـمَـا اَنَـا مِـنْـهُ لَاقٖ

ترجمہ: سوزشِ فراق سے جیسی تکلیف میں اٹھا رہا ہوں' ایسی کسی نے نہیں اٹھائی۔

یَـا سَـائِـلِـیْ عَـنْ طَعْمِهٖ اَلْـقَیْـتُـهٗ مُـرَّ الْـمَـذَاقٖ

ترجمہ: اے مذاق کے مزے سے متعلق سوال کرنے والے' میں نے تو اس حال میں اس سے ملاقات کی ہے کہ یہ کڑوا ہے۔

جِسْـمِـیْ یَـذُوْبُ وَمُقْلَتِیْ عَبْـرٰی وَقَـلْبِیْ ذُوْاِحْتَرَاقٖ

ترجمہ: میرا جسم پگھل رہا ہے اور آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور میرا دل جل رہا ہے۔

مَـالِـیْ اَلِیْف" بَـعْـدَکُـمْ اِلَّا اکْتِـیَـابِیْ وَاشْتِیَاقٖ

ترجمہ: تمہارے بعد میرا غمگسار صرف غم اور شوق ہی رہ گیا ہے۔

فَـاللّٰهُ یَـحْـفَـظُـکُمْ جَمِیْعًـا فِـیْ مَـقَـامِـیْ وَالـطَّلَاقٖ

ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ میرے چلنے پھرنے میں اور میرے مرنے کے بعد بھی تم سب کی حفاظت فرمائے۔

اور ابن معتز نے ان اشعار میں معتضد کا مرثیہ کہا:

یَـا دَهْـرُ وَیْـحَـکَ مَا اَلْقَیْتَ لِیْ اَحَدًا وَاَنْـتَ وَالِـدُ سُـوْءٍ تَـاْکُلُ الْوَلَدَا

ترجمہ: اے زمانے خدا تیرا بھلا کرے' تو نے میرے لیے کسی کو نہیں چھوڑا تو ایسے برا باپ ہے کہ (اپنے) بیٹے کو بھی کھا جاتا ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ بَلْ ذَا کُلُّہٗ قَدَرٌ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَاحِدًا صَمَدًا

ترجمہ: میں اپنے اس قول سے خدا تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں کیونکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتا ہے۔ میں خدائے واحد و بے نیاز سے ہر حال میں راضی ہوں۔

یَا سَاکِنَ الْقَبْرِ فِیْ غَبْرَاءِ مُظْلِمَۃٍ بِالظَّاہِرِیَّۃِ مُقْصَی الدَّارِ مُنْفَرِدًا

ترجمہ: اے مقام طاہر یہ میں غبار آلود اندھیری قبر میں لیٹے ہوئے گھر سے دور اور اکیلے۔

اَیْنَ الْجُیُوْشُ الَّتِیْ قَدْ کُنْتَ تَسْحَبُھَا اَیْنَ الْکُنُوْزُ الَّتِیْ اَحْصَیْتَھَا عَدَدًا

ترجمہ: وہ لشکر کہاں ہیں جو تمہاری زیر کمان تھے اور وہ خزانے کہاں ہیں جنہیں تم نے شمار کر رکھا تھا۔

اَیْنَ السَّرِیْرُ الَّذِیْ قَدْ کُنْتَ تَمْلَاءُہٗ مَھَابَۃً مَنْ رَاٰتُہٗ عَیْنُہٗ ارْتَعَدَا

ترجمہ: وہ تخت کہاں ہے جن پر تم بیٹھا کرتے تھے جن پر بیٹھا ہوا تمہیں دیکھ کر دیکھنے والا کانپ اٹھتا تھا۔

اَیْنَ الْاَعَادِیْ الْاُوْلٰی ذَلَّلْتَ مُصْعَبَھُمْ اَیْنَ اللُّیُوْثُ الَّتِیْ صَیَّرْتَھَا بَدَدًا

ترجمہ: وہ دشمن کہاں ہیں جنہیں رام کیا تھا اور وہ شیر کہاں ہیں جنہیں تو نے پراگندہ کیا تھا۔

اَیْنَ الْجِیَادُ الَّتِیْ حَجَّلْتَھَا بِدَمٍ وَکُنَّ یَحْمِلْنَ مِنْکَ الضَّیْغَمَ الْاَسَدَا

ترجمہ: وہ گھوڑے کہاں جنہیں تو نے خون سے پنج کلیان بنایا تھا اور تیرے جیسے شیر کو اٹھائے پھرتے تھے۔

اَیْنَ الرِّمَاحُ الَّتِیْ غَذَیْتَھَا مُھَجًا مُذْمِتَّ مَا وَرَدَتْ قَلْبًا وَلَا کَبَدَا

ترجمہ: وہ نیزے کہاں ہیں جن کو تو نے جانوں کی غذا دی تھی۔ جب سے تو مر گیا ہے، وہ کسی دل و جگر میں نہیں اتر سکے۔

اَیْنَ الْجِنَانُ الَّتِیْ تَجْرِیْ جَدَاوِلُھَا وَتَسْتَجِیْبُ اِلَیْھَا الطَّائِرُ الْغَرِدَا

ترجمہ: وہ باغ کہاں ہیں جن کی نہریں بہہ رہی ہیں اور (ان باغوں میں) خوش الحان پرندے گا رہے ہیں۔

اَیْنَ الْوَصَائِفُ کَالْغِزْلَانِ رَاتِعَۃٍ یَسْحَبْنَ مِنْ حُلَلٍ مُوْشِیَۃٍ جَدَدًا

ترجمہ: وہ ہرنوں کی شکل والی لونڈیاں کہاں ہیں جو ناز و ادا سے مزین چادروں کو کھینچتی تھیں۔

اَیْنَ الْمَلاهِیْ وَاَیْنَ الرَّاحُ تَحْسَبُهَا یَاقُوْتَهٗ کُسِیَتْ مِنْ فِضَّةٍ زَرَدًا

ترجمہ: وہ کھیل کود کے سامان کہاں ہیں۔ وہ شراب کہاں ہے جسے تم یاقوت خیال کرتے تھے اور چاندی زرہ پہنی ہوئی تھی۔

اَیْنَ الْوُثُوْبُ اِلَی الْاَعْدٰ مُبْتَغِیًا صَلَاحَ مَاتَ بَنِی الْعَبَّاسِ اِذْ فَسَدَا

ترجمہ: وہ دشمنوں کی طرف کود کر سلطنت بنی عباس کی اصلاح کرنا کہاں گیا۔ اس زمانے میں کہ جب وہ خراب ہوگئی۔

مَازِلْتَ تَقْسُرُ مِنْهُمْ کُلَّ قَسْوَرَةٍ وَمُحْطِمُ الْعَالِیُ الْجِبَارِ مُعْتَمِدًا

ترجمہ: تو ان کے ہر ایک شیر کو توڑتا رہا اور ہر متکبر کو نیچے گراتا رہا۔

ثُمَّ الْقَضَیْتَ فَلَا عَیْنٌ وَلَا اَثَرٌ حَتّٰی کَاَنَّکَ یَوْمًا لَمْ تَکُنْ اَحَدًا

ترجمہ: پھر یہ تمام باتیں اس طرح ختم ہوگئیں ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا اور تو ایسے ہوگیا ہے گویا تو کبھی موجود ہی نہیں تھا۔

معتضد کے ایامِ خلافت میں درج ذیل علماء فوت ہوئے:

ابن مراز مالکی' ابن ابی الدنیا' اسمٰعیل' حارث بن ابی اسامہ' ابو العیناء' مبرد' ابوسعید' خراز شیخ الصوفیہ' بختری شاعر وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

معتضد نے اپنے پیچھے چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔

المکتفی باللہ

المکتفی باللہ ابومحمد علی بن معتضد غرہ ربیع الآخر 264 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ترکیہ تھی۔ اس کا نام جیمک تھا۔ یہ خلیفہ حسن میں ضرب المثل تھا' چنانچہ اس کے بارے ایک شاعر نے یہ اشعار کہے:

قَایَسْتُ بَیْنَ جَمَالِهَا وَفِعَالِهَا فَاِذَا الْمَلَاحَةُ بِالْخِیَانَةِ لَاتَفِیْ

ترجمہ: جب میں نے محبوبہ کے جمال اور کاموں کا مقابلہ کیا تو معلوم ہوا کہ صرف خوبصورتی تو خیانت کیلئے کافی نہیں۔

وَاللّٰهِ لَا کَلَّمْتُهَا وَلَوْ اَنَّهَا کَالشَّمْسِ اَوْ کَالْبَدْرِ اَوْ کَالْمُکْتَفِیْ

ترجمہ: خدا کی قسم میں اس سے ہرگز بات نہیں کروں گا' اگر چہ وہ سورج یا چاند یا مکتفی کی طرح ہی کیوں نہ ہو۔

اس کے والد نے ہی اس کو ولی عہد بنایا تھا۔ بروز جمعہ 22 ربیع الاخریٰ 289 ہجری میں عصر کے بعد اس کے والد کی بیماری کی حالت میں لوگوں نے اس سے بیعت کی۔

ابو محمد کنیت

صولی کہتے ہیں۔ خلفاء میں سے مکتفی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کا نام علی نہیں اور حسن بن علی ہادی اور مکتفی کے علاوہ کسی کی کنیت ابو محمد نہیں ہوئی۔

ہجوم کے باعث

باپ کی وفات کے وقت جب اس کے لئے بیعت کی گئی تو اس وقت یہ رقہ میں تھا اس لیے وزیر ابوالحسن قاسم بن عبداللہ نے اس کی طرف سے بیعت لی اور اس کی طرف خط لکھا تو 7 جمادی الاولیٰ کو بغداد میں پہنچا اور کشتی میں سوار ہو کر دجلہ میں سے گزرا۔ اہل بغداد نے اس روز بڑی خوشی منائی۔ قاضی ابو یوسف لوگوں کے رش کے باعث دجلہ میں گر پڑے' مگر صحیح و سالم نکال لیے گئے۔ جب مکتفی دارالخلافہ میں پہنچا تو شعراء نے قصائد پڑھے اور وزیر قاسم کو بارگاہِ خلافت سے سات خلعتیں عطا ہوئیں۔

زلزلہ اور آندھی

مکتفی نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کے تہ خانوں کو مسمار کرا دیا اور ان کی جگہ مسجدیں بنوا دیں اور باغ اور دکانیں جو اس کے باپ نے لوگوں سے محل بنانے کے لیے لے رکھی تھیں' وہ سب کچھ لوگوں کو واپس کر دیا اور عدل و انصاف اور خوش خلقی پر کمر باندھ لی۔ اس سے لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے اور دعائیں دینے لگے۔ اسی سال میں بغداد میں زبردست زلزلہ آیا جو کئی دن تک رہا اور اسی سال بصرہ میں آندھی آئی جس سے ہزاروں درخت گر گئے۔ اسی سال یحییٰ بن زکرویہ قرمطی نے بغاوت کی اور خلیفہ کے لشکر اور اس کے درمیان دیر تک جنگ و قتال رہا۔ آخر 290 ہجری میں یحییٰ بن زکرویا قرمطی مارا گیا۔ پھر اس کی جگہ اس کا بھائی حسین آ گیا اور فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر ایک داغ تھا۔ کہنے لگا یہی میرے سچا ہونے کی علامت ہے۔ اس کے چچیرے بھائی عیسیٰ بن مہرویہ نے ظاہر کیا کہ میرا لقب مدثر ہے اور سورہ مدثر میں

میرا ہی نام ہے۔اس نے اپنے ایک غلام کا لقب مطوق بالنور رکھا اور شام کو اپنے قبضہ میں کر کے فتنہ وفساد پھیلانا شروع کر دیا اور اپنا لقب امیر المومنین مہدی رکھا۔منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔آخر 291 ہجری میں یہ قتل ہو گیا۔

گیارہ گز تک

اسی سال نواح روم میں سے انطا کیہ فتح ہوا جہاں سے غنیمت بیشمار ہاتھ آئی اور 292 ہجری میں دجلہ میں اس قدر طغیانی آئی کہ اس سے قبل اس قدر طغیانی کبھی نہیں آئی ہو گی۔بغداد کا اکثر حصہ منہدم ہو گیا اور گیارہ گیارہ گز سے بھی زیادہ پانی چڑھ گیا۔

صولی نے مکتفی کی مدح میں قرمطی کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہیں:

كَفَى الْمُكْتَفِي الْخَلِيْفَةَ مَا كَانَ قَدْ حَذَرْ

ترجمہ: جس بات سے خلیفہ ڈرتا تھا' خدا نے اسے اس بات سے محفوظ رکھا۔

اٰلَ عَبَّاسَ اَنْتُمْ سَادَةُ النَّاسِ وَالْعَزَرْ

ترجمہ: اے آل عباس تم ہی تمام لوگوں کے سردار اور احکام سے واقف کرنے والے ہو۔

حَكَمَ اللهُ اَنَّكُمْ حُكَمَاءَ عَلَى الْبَشَرْ

ترجمہ: خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ بے شک لوگوں پر حاکم تم ہی ہو گے۔

وَاُوْلُوْ الْاَمْرِ مِنْكُمْ صَفْوَةُ اللهِ وَالْخَيْر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بھلائی اور تمام اولی الامر تم سے ہی ہوا کریں گے۔

مَنْ رَاٰى اَنَّ مُؤْمِنًا مَنْ عَصَاكُمْ فَقَدْ كَفَرْ

ترجمہ: جو شخص یہ خیال کرلے کہ وہ مومن ہے جو تمہاری نافرمانی کرے تو وہ شخص کافر ہے۔(خیال کرنے والا)

اَنْزَلَ اللهُ ذَاكُمْ قُلْ فِيْ مُحْكَمِ السُّوَرْ

ترجمہ: تمہارے بارے میں اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں واضح فرما دیا ہے۔

آٹھ آٹھ

مکتفی حالت جوانی میں ہی بارہ ذوالقعدہ 295 ہجری میں فوت ہو گیا تھا۔اس نے اپنے

پیچھے آٹھ لڑکے اور آٹھ ہی لڑکیاں چھوڑی تھیں۔

اس کے عہد خلافت میں درج ذیل علماء فوت ہوئے۔

عبداللہ' احمد بن حنبل' ثعلب امام العربیہ' قنبل قاری' ابوعبداللہ بوسنجی فقیہ' بزار صاحب مسند' ابومسند کجی' قاضی ابوحازم' صالح حوزہ' امام محمد بن نصر مروزی' ابوحسین نوری شیخ الصوفیہ' ابوجعفر ترمذی شیخ شافعیہ۔

شعر بھیجے

مصنف کہتے ہیں۔ میں نے مصنفہ عبدالغافر میں دیکھا۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں جب مکتفی خلیفہ ہوا تو میں نے اس کی طرف یہ دو شعر لکھے:

اِنَّ حَقَّ التَّادِیْبِ حَقُّ الْاَبُوَّةِ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجٰی وَاَهْلِ الْمُرُوَّةِ

ترجمہ: اہل مروت واہل عقل کے نزدیک ادب سکھانے والے کا حق باپ جیسا ہے۔

وَاَحَقُّ الرِّجَالِ اَنْ یَحْفَظُوْا ذَاکَ وَیَرْعُوْهُ اَهْلُ بَیْتِ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: اور اسباب کی رعایت اور حفاظت کے حقدار تمام لوگوں سے بڑھ کر اہل بیت نبوت ہیں۔

تو اس نے مجھے دس ہزار درہم انعام کے طور پر بھیجے۔ اس بات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ عہد مکتفی تک ابھی ابن ابی الدنیا زندہ تھے۔

المقتدر باللہ

المقتدر باللہ ابوالفضل جعفر بن معتضد۔ یہ ماہِ رمضان المبارک 282 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ رومیہ تھی۔ بعض نے کہا ترکیہ تھی۔ اس کا نام غریب تھا اور بعض نے اس کا نام شغب بتایا ہے۔ جب مکتفی کا مرض بڑھ گیا تو اس نے مقتدر کے بارے پوچھا تو اسے بتایا گیا وہ بالغ ہو چکا ہے۔ اس لیے اس نے اس کو ولی عہد بنا دیا اور اس سے پہلے اس قدر کم عمر آدمی کوئی تخت پر نہیں بیٹھا کیونکہ یہ تیرہ برس کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا تھا۔ وزیر عباس بن حسن نے اسے بچہ سمجھ کر معزول کرنے کا ارادہ کیا اور بہت سے لوگوں نے بھی اس کے ساتھ اس کی رائے پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے کہا عبداللہ بن معتز کو اس کی جگہ خلیفہ بنایا جائے۔ ابن معتز نے

بھی اس بات کو مان لیا مگر یہ شرط لگا دی کہ خونریزی نہ ہو۔ اس بات کی خبر مقتدر کو بھی ہو گئی۔ اس نے وزیر کو بہت سا مال اپنے حق میں دے کر راضی کر لیا۔ مگر باقی لوگ اس بات کو نہ مانے اور بیس ربیع الاول 296 ہجری کو جب مقتدر گیند بلا کھیل رہا تھا' اس پر چڑھائی کی۔ مقتدر یہ حالت دیکھ کر گھر بھاگ آیا اور دروازے بند کر لیے۔ لوگوں نے وزیر کو قتل کر دیا اور ابن معتز کو بلا کر سب افسروں' قاضیوں اور امیروں نے بیعت کر لی اور اس کا لقب الغالب باللہ مقرر کیا۔ اس نے محمد بن داؤد بن جراح کو اپنا وزیر مقرر کر لیا اور ابو مثنٰی احمد بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا اور تمام ملک میں اپنی خلافت کے فرمان جاری کرا دیئے۔

پورا نہ ہو

معافی بن زکریا جریری کہتے ہیں۔ جب مقتدر معزول کیا گیا اور ابن معتز خلیفہ بنا تو لوگ محمد بن جریر طبری کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا کیا خبر ہے؟ لوگوں نے بتایا بیعت ابن معتز سے کر لی گئی ہے پھر پوچھا وزیر کون ہے لوگوں نے بتایا محمد بن داؤد۔ پھر پوچھا قاضی بننے کے لیے کس کو پیش کیا گیا ہے۔ کہنے لگے ابو المثنٰی۔ یہ کچھ سن کر ابن جریر نے کچھ دیر سوچ کر کہا کہ یہ امر پورا نہیں ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں نہیں ہوگا۔ کہنے لگے جن لوگوں کا تم نے نام لیا ہے' یہ سب اپنے فن میں کامل و ماہر عالی مرتبہ ہیں اور زمانہ اب ادبار میں ہے اور دنیا بھاگی جا رہی ہے۔ اس لیے یہ حالت دیر تک قائم نہ رہے گی۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا۔)

بغیر جنگ کے

خلیفہ ہوتے ہی ابن معتز نے مقتدر کو کہلا بھیجا تم محمد بن طاہر کے گھر میں چلے جاؤ تاکہ میں دارالخلافت میں آ جاؤں۔ مقتدر نے اس بات کو مان لیا۔ مگر اس کے ساتھ جو تھوڑے سے آدمی رہ گئے تھے' کہنے لگے۔ آؤ اس مصیبت کو رفع کرنے میں اپنے آپ کو آزمائیں تو سہی۔ یہ کہہ کر انہوں نے ہتھیار لگا لیے اور مخرم کا قصد کیا جس جگہ ابن معتز تھا۔ جب انہوں نے ان لوگوں کو آتے دیکھا تو ان کے دلوں میں کچھ ایسا رعب بیٹھا کہ وہ بغیر جنگ کے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابن معتز اس کا وزیر اور قاضی بھی بھاگ نکلا اور بغداد میں فتنہ برپا ہو گیا۔ مقتدر نے ان فقہاء و امراء کو جنہوں نے اسے معزول کیا تھا' پکڑ لیا اور ان سب کو یونس حازن کے حوالہ کر دیا۔ اس نے چار آدمیوں کے علاوہ جن میں قاضی ابو عمر بھی تھا اور سب کو قتل کر دیا اور

ابن معتز کو قید کر دیا اور چند روز کے بعد قید خانہ سے اس کی لاش ہی نکلی۔

کمر باندھ لی

اس طرح مقتدر کا تسلط بیٹھ گیا۔ ابوالحسن علی بن محمد بن فرات عہدۂ وزارت پر سرفراز ہوا جس نے عدل و انصاف پر کمر باندھ لی اور مقتدر کو بھی عدل کی ہی ترغیب دی۔ سب ظلم مٹا دیئے۔ مقتدر نے تمام امور تو اس کے سپرد کر دیئے اور خود لہو ولعب میں مشغول ہو گیا اور تمام خزانوں کو تلف کر دیا۔

خدمت کا حکم

اسی سال مقتدر نے حکم دیا یہود و نصاریٰ سے خدمت لی جائے اور یہ زین کی بجائے صرف پالان پر سوار ہوا کریں۔

زیادۃ اللہ اغلب

اسی سال مغرب میں مہدی کاذب کا غلبہ ہوا اور لوگوں نے اس کی امامت اور خلافت کو تسلیم کر لیا۔ چونکہ اس نے عدل و انصاف لوگوں میں پھیلایا تھا اس لیے سب اس کی طرف مائل ہو گئے اور مغرب کا تمام کا تمام ملک اس کے قبضہ میں چلا گیا۔ افریقہ کا حاکم زیادۃ اللہ بن اغلب بھاگ کر مصر چلا آیا اور وہاں سے عراق میں آ پہنچا۔ اس طرح مغرب بنی عباس کی سلطنت سے نکل گیا۔ بس اس تاریخ سے ان کی سلطنت میں ضعف آنے لگا۔ اس طرح سے ان کی تمام ممالک اسلامیہ پر ایک سو ساٹھ برس سے زیادہ حکومت رہی ہے۔

پہاڑ دھنس گیا

ذہبی کہتے ہیں۔ مقتدر کی صغر سنی کے باعث نظام سلطنت میں بڑا خلل آ گیا تھا۔

300 ہجری میں دینور کے قریب ایک پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور اس کے نیچے سے اس قدر پانی نکلا کہ جس سے بہت سے گاؤں برباد ہو گئے۔

اللہ اللہ ہے

اس سال میں ایک خچر (مذکر) نے بچہ جنا۔ خدا کی قدرت جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حسین علاج

301 ہجری میں علی بن عیسیٰ وزیر مقرر ہوا اور نہایت ایمانداری اور پرہیزگاری سے کام کرنا شروع کیا۔ شراب کی خرید و فروخت کو بند کر دیا اور لوگوں کو پانچ لاکھ تک کا خراج معاف کر دیا۔ اسی سال قاضی ابوعمر پھر قاضی مقرر ہوئے اور مقتدر اپنے گھر سے سوار ہو کر شماسیہ تک گیا ۔ یہ اس کا پہلا سفر تھا جس میں اسے عام لوگوں نے دیکھا۔ اسی سال حسین علاج کو اونٹ پر سوار کر کے بغداد میں لایا گیا اور منادی کرادی گئی کہ یہ شخص بھی مذہب قرامطہ کا داعی ہے۔ اسے اچھی طرح سے دیکھ لو۔ پھر اسے 309 ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ مشہور ہے کہ اس شخص نے خدائی دعویٰ کیا تھا اور کہا کہ خدا انسان میں حلول کر سکتا ہے۔ جب اس سے مناظرہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ نہ علم قرآن ہے، نہ علم حدیث اور نہ ہی علم فقہ۔

ٹکرا گئے

اسی سال مہدی فاطمی چالیس ہزار بربری سوار لے کر مصر کی طرف بڑھا۔ لیکن راستے میں دریائے نیل حائل تھا اس لیے اسکندریہ میں واپس آ گیا اور وہاں قتل عام کر کے پھر واپس آ یا۔ مقتدر نے اس کے مقابلے کے لیے لشکر بھیجا اور ہرقہ کے مقام پر دونوں فریق آپس میں ٹکرا گئے۔ مگر فاطمی کو فتح ہوئی اور وہ اسکندریہ اور قیوم پر قابض ہو گیا۔

ختنوں پر خرچ

303 ہجری میں مقتدر نے اپنے پانچ سو لڑکوں کے ختنے کرائے اور اس پر چھ لاکھ دینار خرچ کیے اور ان کے ساتھ اور بھی بہت سے یتامیٰ کے ختنے کرائے اور انہیں انعام دیئے۔

اسی سال جامع مصر میں عید پڑھی گئی اور علی بن ابی شیخہ نے کتاب سے دیکھ کر خطبہ پڑھا۔ لیکن پھر بھی پارہ نمبر 4 سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ایک سو دو میں اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ میں مُسْلِمُوْنَ کی جگہ مُشْرِکُوْنَ پڑھ گیا۔

اسلام مجوسیان دیلم

اسی سال میں قبیلہ دیلم جو مجوسی تھے، حسن بن علی علوی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

زبزب جانور

304 ہجری میں بغداد میں ایک جانور زبزب کے ظاہر ہونے سے بڑا اضطراب ظاہر ہوا۔ کہتے ہیں کہ لوگ اس جانور کو راتوں کو اپنے گھروں کی چھتوں پر دیکھتے تھے۔ یہ جانور شیر خوار (دودھ پیتے) بچوں کو کھا جاتا تھا اور عورتوں کی چھاتیاں کاٹ کر لے جاتا تھا۔ لوگ اس سے بچوں کی سخت حفاظت کرتے اور اس کو ڈرانے کے لیے طشت اور صینیاں (پراتیں وغیرہ یا تھال بڑے بڑے) بجاتے تھے اور اس کے خوف سے لوگوں نے اپنے چھوٹے بچوں کو ٹوکروں کے نیچے سلانا شروع کر دیا۔ یہ جانور برابر کئی راتوں تک رہا اور پھر نہ پایا گیا۔

انتہا کی سجاوٹ

305 ہجری میں بادشاہِ روم کے قاصد تحفے لیکر آئے اور صلح کا عقد باندھنا چاہا۔ مقتدر نے ان کو دکھلانے کے لیے بہت بڑا جلوس تیار کیا' چنانچہ اپنے تمام لشکر کو جو ایک لاکھ ساٹھ ہزار تھا' باب شماسیہ سے لیکر دارالخلافہ تک بڑی ترتیب کے ساتھ کھڑا کیا اور ان کے بعد نوکروں کو کھڑا کیا۔ ان کی تعداد سات ہزار تھی۔ بعد ازاں اپنے حاجب کھڑے کیے جو تعداد میں سات سو تھے۔ وہ پردے جو دارالخلافہ کی دیواروں پر لٹکائے گئے تھے ان کی تعداد اڑتیس ہزار تک تھی۔ وہ سب کے سب دیبا کے تھے اور وہ فرش جو بچھائے گئے تھے بتیس ہزار کی تعداد میں تھے اور اپنے سامنے زنجیروں میں بندھے ایک سو درندے کھڑے کرائے۔

شفاخانہ

306 ہجری میں مقتدر کی والدہ کے نام پر ایک شفاخانہ کھولا گیا۔ سات ہزار دینار اس کا سالانہ خرچ ہو جاتا تھا۔

ماں حکمران

اسی سال مقدر کی لاپروائی کے وجہ سے سلطنت کا تمام نظام حرم شاہی کے ہاتھ میں آ گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مقتدر کی ماں حکم کرنے لگی اور خود فیصلے کرنے کیلئے بیٹھتی۔ ہر جمعہ میں کاغذات چیک کرتی' تمام امیر و وزیر حاضر ہوتے اور جو پروانہ جات جاری ہوتے ان پر اس (مقتدر کی والدہ) کے دستخط ہوتے۔

اسی سال محمد بن مہدی فاطمی مصر میں واپس آیا اور صعید کے بہت سے حصہ کو فتح کر لیا۔

308 ہجری میں بغداد میں قحط پڑ گیا اور لوگ بھوک سے مرنے لگے کیونکہ حامد بن عباس نے عراق کے گردونواح پر قبضہ کر کے سخت ظلم جاری کیے تھے۔ آخر تنگ آ کر لوگوں نے لوٹ مار کرنا شروع کر دی۔ شاہی لشکر نے ان کا مقابلہ تو کیا۔ مگر رعایا نے اس لشکر کو تتر بتر کر دیا اور قید خانے توڑ ڈالے۔ لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا اور وزیر پر پتھر پھینکے اور دولت عباسیہ کا حال ناگفتہ بہ کر دیا۔

برسوں لڑائی

اسی سال القائم کے لشکر نے جزیرہ پر قبضہ کر لیا جس سے اہل مصر کا اضطراب بڑھ گیا اور وہ جنگ کے لیے کھڑے ہوئے اور برسوں تک لڑائیاں ہوئیں جن کی تفصیل بہت ہی طویل ہے۔

فتویٰ سے قتل

309 ہجری میں قاضی ابو عمر اور دیگر فقہاء کے فتوے سے منصور علاج کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حالات بہت عجیب ہیں۔ جن پر لوگوں نے مستقل تصنیفیں کی ہیں۔

311 ہجری میں مقتدر نے حکم دیا۔ معتضد کے حکم کے مطابق ذوی الارحام کو میراث میں حصہ دیا جائے۔

312 ہجری میں والی خراسان نے فرغانہ فتح کیا۔

314 ہجری میں رومیوں نے مالٹا کو فتح کر لیا۔

ناقوس بجایا

اسی سال (یعنی 314 ہجری) میں موصل کے قریب دریائے دجلہ کا پانی ایسا جم گیا کہ اوپر سے چوپائے گزر جاتے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔

315 ہجری میں رومیوں نے دمیاط پر قبضہ کر لیا اور وہاں لوگوں کو قید کر لیا۔ مال و اسباب لوٹ لیا اور جامع مسجد میں ناقوس (وہ سینگ جس کو ہندو پوجا کے وقت بجاتے ہیں) بجایا گیا۔

بچوں کو ذبح کر دیا

اسی سال دَیلم نے ری اور جبال پر قبضہ کر لیا اور بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور بچوں کو ذبح کیا۔

بجائے منبر

316 ہجری میں قرمطی نے ایک عمارت بنوائی اور اس کا نام دارالہجرت رکھا۔ ان چند برسوں میں اس کا زور بہت بڑھ گیا تھا۔ بہت سے شہر فتح کر لیے تھے۔ مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی تھی۔ خلیفہ کا لشکر کئی دفعہ شکست کھا چکا تھا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ قرامطہ کے خوف سے حج بند ہو گیا اور اہل مکہ مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور رومیوں نے خلاط کو فتح کر لیا اور وہاں کی جامع مسجد سے منبر کو نکال کر اس کی جگہ صلیب رکھ دی۔

دارالخلافہ پر چڑھائی

317 ہجری میں مونس خادم ملقب بہ مظفر' مقتدر سے باغی ہو گیا کیونکہ مقتدر کا ارادہ تھا مونس کو معزول کر کے ہارون بن غریب کو اس کی جگہ امیر الامراء مقرر کر لے اس لیے وہ محرم کی چودھویں تاریخ کو تمام لشکر اور امراء و وزراء کو ساتھ لے کر دارالخلافہ پر چڑھ دوڑا۔ اسے دیکھ کر مقتدر کے خواص بھاگ نکلے۔ مقتدر کو اس کی والدہ' اس کی خالہ اور اس کی بیویوں وغیرہ حضرات کو عشاء کے بعد گھر سے نکال دیا گیا اور اس کی والدہ کے چھ لاکھ دینار لوٹ لیے اور پھر اسے معزول کر کے محمد بن معتضد کو خلیفہ بنا کر مونس اور دیگر امراء نے اس سے بیعت کر لی اور القاہر باللہ اس کا لقب مقرر کیا۔ وزارت کا عہدہ علی بن ابی مقلہ کے ذمہ لگا دیا گیا۔ یہ واقعہ ہفتہ کے روز پیش آیا۔ اتوار کے روز القاہر باللہ تخت خلافت پر بیٹھا اور وزیر نے تمام شہروں میں اس کے بادشاہ ہونے کے فرمان جاری کیے۔ پیر کے روز شاہی جلوس نکالا گیا تو لشکر نے انعام بیعت اور تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ خازن اس وقت حاضر نہیں تھا۔ فوج نے شور و غوغا ڈال دیا اور حاجب کو قتل کر ڈالا اور مقتدر کی تلاش کی اور اس کی تلاش میں مونس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ پھر اسے تخت خلافت پر بٹھائیں۔ آخر وہ مقتدر کو کندھوں پر اٹھا کر دارالخلافت میں لے آئے اور القاہر باللہ کو پکڑ کر اس کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ رو کر کہتا تھا اے لوگو! میرے بار

ے میں اللہ سے ڈرو۔ مقتدر نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا بھائی تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اور نہ میں نے پہلے ہی کبھی تم پر سختی کی ہے اور خوش ہو جاؤ۔ پہلا وزیر پھر بحال کر دیا گیا اور اس نے تمام ممالک میں پہلے خلیفہ کے بحال ہونے کی اطلاع کر دی۔ پھر مقتدر نے تمام لشکر میں انعام تقسیم کیے۔

حجر اسود لے گیا

اسی سال مقتدر نے منصور دیلمی کے ساتھ حاجیوں کا ایک قافلہ روانہ کیا جو صحیح وسلامت مکہ میں پہنچ گئے۔ مگر ترویہ (قربانی) کے دن دشمن خدا ابو طاہر قرمطی نے حاجیوں کو مسجد حرام میں قتل کر دیا اور لاشیں بئر زمزم میں پھینکوادیں اور حجر اسود کو گرز مار کر توڑ دیا اور اکھاڑ کر لے گیا اور قریباً گیارہ روز کے بعد وہاں سے واپس ہوا۔ حجر اسود بیس برس سے بھی زیادہ ان کے پاس رہا۔ حالانکہ انہیں اس کے عوض پچاس ہزار (50000) دینار پیش کیے گئے۔ مگر انہوں نے لینے سے انکار کیا۔ آخر میں مطیع کے عہد خلافت میں ان سے واپس لے لیا گیا۔

چالیس اور ایک دبلا اونٹ

کہتے ہیں جب اہل قرمطہ حجر اسود کو مکہ شریف سے اسکی جگہ سے اکھاڑ کر لے جانے لگے تو یہاں دار ہجرت اور عمارت جو انہوں نے بنوائی تھی' تک اس کے نیچے چالیس اونٹ مر گئے اور جب واپس لائے تو ایک دبلا پتلا اور لاغر اونٹ جس پر انہوں نے حجر اسود کو ان سے واپس لیکر مکہ مکرمہ لانے کیلئے لادا تھا' وہ اکیلا ہی اسے یہاں تک لے آیا اور اس کی برکت سے اور خداتعالیٰ کی قدرت کاملہ سے وہ اونٹ موٹا ہوتا چلا گیا اور بالکل تندرست ہو گیا۔

تاب نہیں

محمد بن ربیع کہتے ہیں جس سال قرامطہ نے مکہ پر حملہ کیا' میں وہیں تھا۔ میں نے دیکھا ایک شخص میزاب کعبہ کو اکھاڑنے کے لیے چھت پر چڑھا تو میں نے دعا کی یا اللہ! مجھ میں اس ظلم و بربریت کو دیکھنے کی تاب نہیں۔ چنانچہ وہ شخص اسی وقت کعبۃ اللہ کی چھت سے سر کے بل نیچے گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ ایک شخص قرامطیوں سے خانہ کے دروازے پر چڑھ کر یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اَنَـــا بِـــاللهِ وَبِـــاللهِ اَنَـــا ۔۔۔ نـخلُقُ الْخَلْقَ وَنفْنِيهِمْ اَنَا

ترجمہ: میں اللہ کے ساتھ ہوں اور اللہ میرے ساتھ ہے۔ ہم دونوں ہی خلقت کو پیدا کرتے ہیں، مگر میں اس کو فنا کرتا ہوں۔

اس واقعہ کے بعد ابو طاہر قرمطی زیادہ دیر تک زندہ نہ رہا اور چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر فی النار والسقر ہو گیا۔

آیت میں اختلاف

اسی سال اہل بغداد میں آیت عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پ15 سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر 79) ترجمہ: قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان، محمد مبشر سیالوی)
میں سخت اختلاف ہو گیا۔ حنبلی کہتے تھے اس کے معانی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کو عرش پر بٹھائے گا۔ دوسرے یعنی حنفی المذہب وغیرہ حضرات کہتے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام شفاعت پر جلوہ افروز فرمائے گا۔ اس نزاع نے یہاں تک طول پکڑا کہ بہت سے آدمیوں کی جانیں چلی گئیں۔

319 ہجری میں قرمطی کوفہ میں آ گیا۔ اہل بغداد کو خوف پیدا ہوا۔ وہ خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگے۔ قرآن مبارک بلند کیے اور مقتدر کو گالیاں دیں۔

اسی سال قبیلہ ویلم دنبور پر چڑھ آئے اور شہر کو لوٹا اور پھر قتل عام کیا۔

خس وخاشاک

320 ہجری میں مونس مقتدر پر چڑھ دوڑا۔ اس کے ساتھ اکثر بربری سپاہی تھے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو ایک بربری نے مقتدر کو حربہ (نیزہ) مارا جس سے وہ زمین پر گر پڑا۔ پھر تلوار سے ذبح کر کے اس کا سر نیزے پر بلند کیا گیا۔ کپڑے اتار لیے اور جسم کو وہیں ننگا کر کے پھینک دیا۔ لوگوں نے خس وخاشاک (گھاس اور کوڑا) سے اس کا ستر (شرمگاہ) چھپا دیا اور وہیں گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ یہ واقعہ بدھ ستائیس شوال 320 ہجری کو پیش آیا۔

واپسی کا ارادہ

کہتے ہیں اس روز مقتدر کے وزیر نے اس کا زائچہ دیکھا۔ مقتدر نے پوچھا کیا وقت ہے؟ اس نے جواب دیا زوال کا۔ مقتدر نے اس سے بدشگون (برا منحوس وقت) لیا اور واپس

آ جانے کا قصد کیا۔ لیکن اسی وقت مونس کے سوار سامنے آ گئے اور لڑائی ہونے لگی۔

کانٹا چمٹ گیا

جس بربری نے مقتدر کو قتل کیا تھا' لوگ اس کے پیچھے گئے۔ وہ دارالخلافہ کی طرف دوڑا تا کہ القاہر باللہ کو بیعت کے لیے باہر نکالے۔ راستے میں کانٹوں کی گٹھڑی پڑی تھی۔ دوسری طرف قصاب کی دکان تھی۔ اس کے پاس سے گزرنے لگا تو گوشت لٹکانے والا کانٹا اس کے ساتھ چمٹ گیا۔ اس صدمہ سے اس کا آسن کھل گیا اور گھوڑا اس کے نیچے سے نکل گیا اور وہ زمین پر گرتے ہی مر گیا۔ لوگوں نے اسے ان کانٹے دار لکڑیوں میں ڈال کر جلا ڈالا۔

مال برباد

مقتدر تیز عقل اور صائب الرائے تھا۔ لیکن شراب و شہوات میں غرق رہتا تھا۔ نہایت فضول خرچ تھا۔ عورتیں اس پر غالب آ گئی تھیں۔ چنانچہ ان کو تمام شاہی جواہر دیدیئے تھے۔ اپنی ایک محبوبہ کو ایک ایسا قیمتی موتی دیا تھا جس کا وزن تین مثقال (مثقال ساڑھے چار ماشے کا وزن) تھا اور اپنے ایک زید نامی غلام کو جواہرات کی ایسی تسبیح دی تھی جس کی نظیر نہ تھی۔ الغرض اس طرح سے بے انتہا مال ضائع کر دیا تھا۔ اس کے گھر میں غلامانِ رومی و ثقالبی اور حبشی کے علاوہ گیارہ ہزار خصی غلام تھے۔ بارہ لڑکے اپنے پیچھے چھوڑے تھے جن میں سے تین یعنی رضی' متقی اور مطیع تختِ خلافت پر بیٹھے۔ ایسے ہی متوکل اور رشید کے بیٹوں سے بھی تین تین خلیفہ ہوئے۔

ذہبی کہتے ہیں۔ اس کی نظیر صرف بادشاہوں میں ہی ملتی ہے۔ مصنف کہتے ہیں ہمارے زمانہ میں متوکل کے لڑکوں سے پانچ خلیفہ ہوئے ہیں۔ یعنی مستعین عباس' معتضد داؤد' مستکفی سلیمان' القائم حمزہ' مستنجد یوسف اور اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ثعالبی لطائف المعارف میں لکھتے ہیں۔ متوکل اور مقتدر کے سوا کسی کا نام جعفر نہیں ہوا اور یہ دونوں ہی قتل ہوئے۔ متوکل چہارشنبہ (بدھ) کی رات کو اور مقتدر دن کو قتل ہوا۔

کچھ خوبیوں سے

مقتدر کی خوبیوں سے ایک حکایت ہے جسے ابن شاہین نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔ اس کے وزیر عیسیٰ نے چاہا کہ ابن ابی صاعد اور ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی کے درمیان صلح کرا دے۔ پس ابوبکر سے کہا کہ ابومحمد تم سے بڑا ہے' تم اٹھ کر ان سے معافی مانگو۔ وہ کہنے لگا میں تو نہیں

مانگتا۔ وزیر نے کہا تم تو بڑے متکبر دکھائی دیتے ہو۔ ابن ابی داؤد نے کہا صرف متکبر ہی نہ کہو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے والا بھی کہو۔ وزیر نے کہا یہ بات ہے۔ پھر ابن داؤد نے کھڑے ہو کر کہا شاید تمہیں اس بات کا خیال ہو کہ میں تنخواہ میں تمہارا دست نگر ہوں۔ بخدا آج کے بعد میں تمہارے ہاتھ سے کبھی تنخواہ نہ لوں گا۔ مقتدر کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو اس دن سے ان کی تنخواہ خود شمار کر کے اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا کرتا تھا۔

مقتدر کے عہد خلافت میں یہ علماء فوت ہوئے:

محمد بن داؤد ظاہری' یوسف بن یعقوب قاضی' ابن شریح شیخ الشافیہ' جنید شیخ الصوفیہ' ابوعثمان خیری زاہد' ابوبکر بردیجی' جعفر قریانی' ابن بسام شاعر' نسائی صاحب سنن' حسن بن سفیان صاحب سنن' حیائی شیخ المعتزلہ' یموت بن موزع نحوی' ابن الجلاء شیخ الصوفیہ' ابویعلی موصلی صاحب مسند' اشنائی قاری ابن سیف یکے از قرائے مصر' ابوبکر رویانی صاحب مسند' امام ابن منذر' ابن جریر طبری' زجاج نحوی' ابن جزیمہ' ابن زکریا طبیب' اخفش صغیر' بنان جمال' ابوبکر بن ابی داؤد بجستانی' ابن سراج نحوی' ابوعوانہ صاحب صحیح' ابوقاسم بغوی صاحب مسند' ابوعبید بن حربویہ' کعبی شیخ المعتزلہ' ابوعمر قاضی' قدامہ کاتب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

القاہر باللہ

القاہر باللہ ابومنصور محمد بن معتضد بن طلحہ متوکل اس کی والدہ ام ولد تھی جس کا نام فتنہ تھا۔ جب مقتدر قتل ہوا تو لوگوں نے اس کو اور محمد بن مکتفی کو بلایا اور پھر مکتفی سے کہا تم خلیفہ بنتے ہو۔ اس نے کہا مجھے تو اس کی حاجت نہیں۔ یہ میرے چچا (القاہر باللہ ابومنصور محمد) ہی اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ قاہر نے بھی خلافت کو منظور کر لیا اور سب نے اس سے بیعت کر لی اور اس نے اپنا وہی لقب القاہر باللہ مقرر کیا۔ سب سے پہلا کام جو اس نے کیا' وہ یہ تھا کہ مقتدر کے اہل وعیال پر تاوان لگا دیا اور ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ مقتدر کی ماں کو اس قدر پٹوایا کہ وہ پٹتے پٹتے مر گئی۔

بغاوت پکڑی گئی

321 ہجری میں فوج بگڑ گئی اور مونس اور ابن مقلہ وغیرہ نے مل کر اسے معزول کرنا چاہا

تا کہ اس کی جگہ ابن مکتفی کو خلیفہ بنائیں۔ مگر قاہر نے ایسی چال چلی کہ اس بغاوت کے سرکردگان کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور ابن مکتفی کو دیوار میں چنوا دیا اور دیگر مخالفین کے گھر لٹوا دیئے گئے۔ پھر لشکر میں انعامات اور تنخواہیں تقسیم کر کے ان کے جوش کو بھی ٹھنڈا کر دیا اور اس طرح سے قاہر کا خوب تسلط بیٹھ گیا اور اس دن سے اپنے لقب میں المنتقم من اعداء دین اللہ زیادہ کر دیا اور سکوں پر بھی اسی لقب کو مسکوک کروا دیا۔

آلات لھو

اسی سال گانے والی کنیزیں رکھنے سے منع کر دیا۔ شراب کی خرید و فروخت بند کر دی اور گویوں کو گرفتار کر لیا۔ مخنثوں (ہیجڑوں) کو شہر بدر کرا دیا۔ آلاتِ لہو و لعب تڑوا دیئے۔ گانے والی چھوکریوں کو بیچ ڈالنے کا حکم دیا۔ ان سب باتوں کے باوجود خود اس قدر شراب پیتا تھا کہ نشہ اترنے نہ دیتا اور گانا سننے سے کبھی بس نہ کرتا تھا۔

اصحاب مرداویج

322 ہجری میں دَیلم نے زور پکڑا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب مرداویج کے اصحاب اصفہان میں داخل ہوئے تو علی بن بویہ جو اس کا سپہ سالار لشکر تھا' مال کثیر لے کر اپنے مخدوم (مرداویج) سے علیحدہ ہو گیا۔ پھر اس نے محمد بن یاقوت نائب خلیفہ سے جنگ کی جس میں محمد بن یاقوت کو شکست ہوئی اور ابن بویہ تمام فارس پر قابض ہو گیا۔

چھت سے سانپ

کہتے ہیں ابن بویہ نہایت ہی مفلس فقیر شخص تھا۔ مچھلیاں پکڑ کر گزارہ کیا کرتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ میں پیشاب کرنے لگا ہوں اور پیشاب گاہ سے ایک آگ کا شعلہ نکلا ہے جس نے تمام دنیا کو روشن کر دیا ہے۔ اس خواب کی اسے یہ تعبیر بتلائی گئی کہ اس کی اولاد بادشاہ ہو گی اور جہاں تک اس شعلہ کی روشنی گئی تھی' وہاں تک ملک اس کے زیر نگین ہو گا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہوتے ہوتے یہ شخص مرداویج بن زیاد دیلمی کا سپہ سالار بن گیا۔ دیلمی نے اسے کرخ سے مال لانے کے لیے بھیجا۔ وہاں سے یہ پانچ لاکھ درہم لے کر آیا۔ پھر یہ ہمدان پر قبضہ کرنے کی خاطر آگے بڑھا۔ انہوں نے شہر کے دروازے بند کر لیے۔ ابن بویہ نے ان

سے جنگ چھیڑ دی اور بزور شمشیر اسے فتح کر لیا۔ وہاں سے شیراز میں آیا۔ جو مال اس کے پاس تھا وہ ختم ہو چلا تھا۔ ایک دن مکان میں چت لیٹا ہوا تھا۔ چھت سے ایک سانپ گرا' فوراً حکم دیا چھت گرا دی جائے۔ اس کے اندر سے سونے کے بھرے ہوئے صندوق برآمد ہوئے۔ جن کو تمام لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ پھر ایک دن درزی کو کچھ سینے کے لئے بلایا۔ وہ کان سے بہرہ تھا۔ جب اس نے بات کی اس کو سمجھ نہ آئی تو اسکے چہرے کے بدلتے آثار دیکھ کر وہ سمجھا شاید میری کسی نے اس سے کوئی چغلی کھائی ہے تو وہ ڈر کے مارے کہنے لگا' خدا کی قسم میرے پاس ان بارہ صندوقوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ مجھے معلوم نہیں ان میں کیا ہے۔

قسمت کا دخل بھی

ابن بویہ نے حکم دیا کہ فوراً وہ تمام صندوق اس کے ہاں سے لائے جائیں' جب وہ صندوق لائے گئے' ان کو کھولا گیا تو ان میں سے بھی بے شمار مال نکلا۔

چھپر نہیں زمین پھاڑ کے

پھر ایک دن کی بات ہے کہ جا رہا تھا تو راستے میں اچانک گھوڑے کے پاؤں دھنس گئے۔ اس نے وہاں کھدوائی کرانی شروع کر دی' کھود کر دیکھا تو وہاں سے بھی بہت بڑا خزانہ نکلا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے خراسان اور فارس کا تمام ملک خلیفہ کے تصرف سے نکل کر اس کے قبضے میں چلا گیا۔

الٹا لٹکا کر

اسی سال قاہر نے اسمٰعیل نوبختی کو جس نے اس کے خلیفہ بنائے جانے پر زور دیا تھا' ایک کنویں میں الٹا لٹکا کر اوپر سے کنواں بند کروا دیا اور گناہ اس کا صرف یہ تھا قاہر کے خلیفہ ہونے سے قبل اس نے ایک لونڈی کو قاہر سے زیادہ قیمت دے کر خرید لیا تھا۔

میری بیعت

اسی سال فوج باغی ہوگئی کیونکہ پوشیدہ ہی پوشیدہ انہیں خوف دلایا جا رہا تھا کہ قاہر تمہارے قید کرنے کے لیے تہ خانہ تیار کروا رہا ہے اس لیے تمام سپاہی تلواریں برہنہ کیے ہوئے اس پر چڑھ آئے' قاہر بھاگا تو سہی مگر آخر گرفتار ہو گیا۔ لوگوں نے عباس محمد بن مقتدر سے

بیعت کر لی اور اس کی الراضی باللہ کا لقب دیا۔ پھر وزیر' قاضی ابوالحسن بن قاضی ابوعمر' حسن بن عبداللہ بن ابی شوارب اور ابوطالب بن بہلول کو قاہر کے پاس بھیجا گیا۔ یہ سب اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا اب کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میری بیعت تمہاری اور باقی بھی سب کی گردنوں میں ہے اور میں تمہیں بری اور علیحدہ نہیں کرتا۔ پس یہاں سے چلے جاؤ۔

امامت فرض

قاہر کا یہ جواب سن کر سب اٹھ کر چلے آئے۔ راستے میں ایک آدمی جو انہی میں سے تھا وہ وزیر سے کہنے لگا کہ قاہر کو بغیر سوچ وفکر کے معزول کر دینا چاہئے۔ اس کے افعالِ بد مشہور ہیں۔ قاضی ابوالحسین کہتے ہیں میں نے آ کر راضی سے تمام حقیقت کہہ دی اور کہا میں تو آپ کی امامت فرض سمجھتا ہوں۔ راضی نے کہا اچھا۔ اب جاؤ اور مجھے اس پر غور کرنے دو۔ پھر سیما نامی ایک مصاحب نے راضی کو قاہر کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دینے کا مشورہ دیا' چنانچہ اس کی دونوں آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دی گئیں۔

آنکھیں نکال دیں

محمود اصفہانی کہتے ہیں قاہر کی معزولی کا سبب اس کا بد خصلت ہونا اور خونریز ہونا تھا اور جب اس نے خلع سے انکار کیا تو اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دی گئیں جس سے دونوں آنکھیں رخساروں پر بہہ پڑیں۔

چھوٹا سا نیزہ

صولی کہتے ہیں۔ قاہر نہایت جلد باز' خونریز' بدخصلت اور متلون المزاج شخص تھا۔ ہمیشہ نشہ میں چور رہتا تھا۔ اگر اس کا حاجب نیک نہ ہوتا تو شاید وہ تمام لوگوں کو قتل کر ڈالتا۔ اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ بنوا رکھا تھا جسے ہر وقت اٹھائے رکھتا تھا اور اس وقت تک اسے ہاتھ سے نہ پھینکتا تھا جب تک کہ اس سے کسی نہ کسی شخص کو قتل نہ کر لیتا تھا۔

خصلتیں اور اخلاق

علی بن محمد خراسانی کہتے ہیں۔ ایک دن مجھے قاہر نے بلوایا اور حربہ (چھوٹا نیزہ) اس کے سامنے پڑا تھا۔ کہنے لگا مجھ سے خلفائے بنی عباس کی خصلتیں اور اخلاق بیان کرو۔

خرچ کرنے والا

میں نے کہا سفاح خونریزی میں جلدی کیا کرتا تھا اور اس کے عامل بھی اس کے قدم بقدم چلتے تھے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ جوانمرد اور نہایت پیسہ خرچ کرنے والا آدمی تھا۔ کہنے لگا منصور کیسا تھا۔

میں نے کہا منصور ہی پہلا خلیفہ ہوا ہے جس نے عباسیوں اور علویوں میں تفرقہ ڈالا۔ پہلے وہ آپس میں با اتفاق رہا کرتے تھے۔ اسی نے پہلے نجومیوں کو مقرب بنایا اور اسی نے پہلے سریانی اور عجمی کتابیں مثلاً کلیلہ دمنہ، اقلیدس اور یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کروایا۔ لوگوں نے جب ان کتابوں کو دیکھا تو ہر وقت انہی میں مشغول رہنے لگے۔ جب محمد بن اسحاق نے یہ خرابی دیکھی تو اس نے مغازی اور سیر میں کتابیں تصنیف کیں۔ منصور نے سب سے پہلے اپنے غلاموں کو عامل بنایا اور عرب پر ترجیح دی۔

قاہر نے کہا اچھا مہدی کیسا تھا؟ میں نے کہا نہایت عادل، سخی اور منصف تھا۔ اس کے باپ نے جبراً جو کچھ لوگوں سے چھینا تھا ان کو واپس دیدیا۔ زندیقوں کو قتل کرایا۔ مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی شریف میں تعمیری کام کرائے۔

قاہر نے پوچھا اچھا ہادی کیسا تھا؟ میں نے کہا وہ بڑا جبار اور متکبر تھا۔ اس کے عامل بھی اس کے قدم بقدم چلتے تھے۔

پھر کہنے لگا اچھا رشید کیسا تھا؟ میں نے کہا وہ حج اور جہاد کی طرف راغب تھا۔ مکہ کے راستے میں سرائیں اور حوض اسی نے بنوائے اور کاذنہ، طرطوس، مصیصہ اور مرعش کی سرحدیں بنوائیں۔ سب لوگوں میں اپنا عدل پھیلایا اور برامکہ اسی کے عہد میں تھے اور ان کی بخشش مشہور رہی ہے۔ یہی خلیفہ سب سے پہلے گیند بلا کھیلا ہے اور چاند ماری بھی سب سے پہلے اسی نے کی ہے اور بنی عباس میں سے سب سے پہلے شطرنج اسی نے کھیلا ہے۔

قاہر نے کہا اچھا امین کیسا تھا؟ میں نے کہا وہ سخی تھا مگر لذات میں منہمک رہتا تھا۔ اس لیے اس کا کام بگڑ گیا۔

پھر کہنے لگا اچھا مامون کیسا تھا؟ میں نے کہا اس پر فلسفہ اور نجوم غالب تھا اور نہایت حلیم اور سخی تھا۔

پھر کہنے لگا۔ اچھا معتصم کیسا تھا؟ میں نے کہا وہ بھی مامون کے قدم قدم چلا تھا۔ مگر اسے بادشاہانِ عجم کے ساتھ تشبہ اور شاہسواری کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے جنگیں لڑیں اور فتوح حاصل کیں۔

پھر پوچھا واثق کیسا تھا؟

میں نے کہا وہ اپنے باپ کے ہی طریقہ پر چلا۔

پوچھنے لگا متوکل کے بارے کہو؟

میں نے کہا اس کے اعتقاد مامون، معتصم اور واثق کے بالکل خلاف تھے۔ اس نے جنگ اور مناظرہ سے روک دیا تھا اور ان کے مرتکب ہونے والوں کے لیے اس نے سزائیں مقرر کیں۔ قرأت وسماعت حدیث کا حکم دیا۔ قرآن کو مخلوق کہنے سے لوگوں کو منع کیا اس لیے لوگ اس سے خوش رہے۔

پھر مجھے باقی خلفاء کی بابت بھی پوچھا اور میں نے بھی جواب دیئے۔ پھر کہنے لگا تم نے ان کے احوال اس طرح بیان کیے ہیں گویا ان کو میرے سامنے لا بٹھایا ہے۔ اتنا کہہ کر چلا گیا۔

باغ اور محل

مسعودی کہتے ہیں۔ قاہر نے مونس اور اس کے دوستوں سے بہت سا مال لیا ہوا تھا۔ جب وہ معزول ہوا اور اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دی گئی تو وہ مال انہوں نے اس سے طلب کیا مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر اسے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ لیکن اس نے اقرار نہ کیا۔ آخر الراضی باللہ نے اسے بلا کر کہا لشکر مال کا مطالبہ کر رہا ہے اور میرے پاس ایک کوڑی بھی نہیں ہے اور تمہارے پاس جو مال ہے وہ اب تمہارے تو کسی کام کا بھی نہیں، پس ہمیں بتلا دو۔ قاہر نے کہا اب تم نے جو مجھ پر احسان کیا ہے میں بتلا دیتا ہوں۔ وہ مال فلاں باغ میں مدفون ہے۔ (قاہر نے دور دور سے پودے منگا کر ایک باغ لگوایا تھا اور اس میں ایک محل بنوایا تھا۔) اس میں سے کھدوا کر نکلوا لو۔ راضی باللہ خود اس باغ اور محل پر فریفتہ تھا۔ کہنے لگا آخر اس باغ میں وہ مال کس جگہ مدفون ہے۔ قاہر بولا میری آنکھیں ہیں نہیں جو میں جاؤں اور دیکھ کر کے جگہ بتا دوں۔ تم باغ کو کھدواؤ مال مل جائے گا۔ راضی نے باغ اور محل کی بنیادیں تک کھدوا ڈالیں مگر مال کا نام ونشان تک نہ ملا۔ راضی نے کہا اب بتاؤ مال

کہاں ہے؟ قاہر نے کہا میرے پاس مال کہاں سے آیا؟ یہ حیلہ تو میں نے صرف اس لیے کیا تھا تا کہ تم باغ میں بیٹھ کر عیش و عشرت نہ کر سکو۔ راضی یہ بات سن کر شرمندہ ہوا اور اسے قید کروا دیا۔ آخر 333 ہجری کے بعد رہا کر دیا۔

گھر میں بند

ایک دن کا ذکر ہے۔ یہ سفید کپڑے پہنے ہوئے مستکفی کے زمانہ خلافت میں جامع مسجد منصور میں نمازیوں سے کہہ رہا تھا خدا کیلئے مجھے کچھ بتا دو۔ تم جانتے ہو میں کون ہوں اور یہ باتیں اس لیے کہہ رہا تھا تا کہ خلیفہ کو لوگ برا کہیں۔ اس دن سے اسے گھر سے نکلنے سے روک دیا گیا' یہاں تک کہ جمادی الاولیٰ 339 ہجری میں ترپن سال کی عمر میں فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے چار بیٹے عبدالصمد' ابوالقاسم' ابوالفضل' عبدالعزیز چھوڑے۔ اس کے زمانہ میں ہی طحاوی شیخ الحنفیہ' ابن درید' ابو ہاشم بن جبائی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے وفات پائی۔

الراضی باللہ

الراضی باللہ ابوالعباس محمد بن مقتدر بن معتضد بن طلحہ بن متوکل 297 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں ام ولد رومیہ تھی جس کا نام ظلوم تھا۔ جس روز قاہر معزول ہوا ہے' اسی روز اس سے بیعت لی گئی۔ تخت پر بیٹھتے ہی ابن مقلہ کو حکم دیا قاہر کے تمام عیوب ایک جگہ لکھ کر لوگوں کو سنا دے۔

مجوسیوں سے جوڑ

اسی سال یعنی 321 ہجری میں مرداویج جو قبیلہ دیلم کا سرگروہ تھا' اصفہان میں مر گیا۔ اس کی حکومت خوب پھیلی اور مشہور تھا۔ یہ بغداد پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور وہ پوشیدہ طور پر مجوسیوں سے ملا ہوا ہے۔ یہ کہا کرتا تھا۔ میں عربوں کی سلطنت کو تباہ کر کے از سر نو عجمیوں کی سلطنت آباد کروں گا۔

جھنڈا اور خلعت

اسی سال علی بن بویہ نے راضی کو کہلا بھیجا جس شہر میں قابض ہو گیا ہوں وہ مجھے دس لاکھ

درہم سالانہ کے عوض جاگیر میں دیئے جائیں۔ اس پر راضی نے اس کو ایک جھنڈا اور ایک خلعت بھیجے۔ بعد ازاں ابن بویہ ان اموال کو بھیجنے میں دیر کرتا رہا۔

مورثِ اعلیٰ

اسی سال مہدی حاکم مغرب مر گیا۔ اس کی مدتِ سلطنت پچیس برس تھی۔ یہ شخص خلفائے مصر کا جنہیں جاہل لوگ فاطمی کہتے ہیں' مورثِ اعلیٰ تھا۔ دراصل اس کا دادا مجوسی تھا اور اس نے اپنے آپ کو علوی مشہور کر رکھا تھا۔

اولاد اتباع میں

قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں۔ مہدی کا دادا مجوسی تھا اور اس نے مغرب میں مشہور کر دیا میں علوی ہوں۔ لیکن علمائے نسب کو اس کے اس دعوے سے انکار تھا اور رہے اور رہے گا۔ اصل میں یہ فرقہ باطنیہ خبیثہ سے تھا۔ اسلام' علماء اور فقہاء کو نیست و نابود کرنا چاہتا تھا تا کہ آسانی سے لوگوں کو گمراہ کر سکے۔ اس کی اولاد بھی اس کے قدم بقدم چلتی تھی۔ شراب خوری اور زنا کاری کو حلال کر دیا۔ رفض کو پھیلایا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد ملقب بہ القاسم بامر اللہ ابوالقاسم محمد بادشاہ ہوا۔

لاش سولی پر

اسی سال محمد بن علی شلمغانی معروف بابن ابی غراقر ظاہر ہوا۔ اس کے بارے مشہور تھا کہ وہ خدائی دعویٰ کرتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ لیکن اس کو قتل کر دیا گیا اور اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کے اور بھی دوست قتل ہوئے۔

اسی سال ابوجعفر شجوی حاجب نے انتقال کیا۔ اس کی عمر ایک سو چالیس سال کی تھی اور ابھی تک اس کے حواس بالکل درست تھے۔ اسی سال سے بغداد والوں کا حج 327 ہجری تک بند رہا۔

حاکم مشرقین

323 ہجری میں راضی باللہ کو کچھ اطمینان ہوا تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں ابوالفضل اور ابوجعفر کو مشرق اور مغرب کا حاکم بنا دیا۔

محضر پر دستخط

اسی سال ابن شبوذ کا مشہور واقعہ ہوا اور قراُت شاذ سے اس کو توبہ کرائی گئی اور وزیر ابوعلی بن مقلہ کے سامنے اس سے محضر (دستاویز) پر دستخط کرائے گئے۔

دن کو اندھیرا

اسی سال ماہ جمادی الاولیٰ میں بغداد میں نہایت تند و تیز آندھی آئی اور عصر سے مغرب تک بالکل اندھیرا چھایا رہا۔

اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں ایک رات کثرت سے تارے ٹوٹتے رہے اور ایسی کثرت ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا گیا تھا۔

نام کا خلیفہ

324 ہجری میں محمد بن رائق امیر واسط گردونواح کے ملک پر قابض ہو گیا اور وزارت و دفاتر وغیرہ سب اس کے پاس چلے گئے۔ سب مال اسی کے پاس جانے لگا۔ بیت المال ٹوٹ گئے اور راضی صرف نام کا خلیفہ رہ گیا۔

صاحب اندلس

345 ہجری میں اس سے بھی زیادہ خلل واقع ہوا اور ملک کے بعض حصوں پر یا خارجی حکمران ہو گئے یا ایسے حکمران تھے جو ملک کے خزانے میں مال ہی نہیں بھیجتے تھے اور اس کے گردونواح کا تھوڑا سا علاقہ رہ گیا اور اس پر بھی ابن رائق کا ہاتھ تھا۔ جب دولت عباسیہ کا صرف نام ہی نام رہ گیا اور ملک پر قرامطہ اور مبتدعیوں کا قبضہ ہو گیا تو امیر عبدالرحمٰن بن محمد اموی مروانی صاحب اندلس کی بھی ہمت بڑھی اور کہنے لگا میں خلافت کے سب سے زیادہ لائق ہوں۔ اس نے اپنا لقب امیر المومنین الناصر لدین اللہ رکھا اور اندلس کے اکثر حصہ پر قابض ہو گیا اور یہ صاحب ہیبت، جہاد کرنے والا اور خوش سیرت تھا۔ اس نے بہت سے باغیوں کی جڑ کاٹ ڈالی۔ اس وقت دنیا میں تین شخص امیر المومنین کے لقب سے ملقب تھے۔ عباسی بغداد میں، یہ عبدالرحمٰن اندلس اور مہدی کاذب قیروان میں۔

امیرالامراء

326 ہجری میں بجکم علی ابن رائق سے باغی ہوگیا اور اس پر غالب آ گیا۔ ابن رائق مارے خوف کے مارے کہیں چھپ گیا اور بجکم بغداد میں داخل ہوگیا۔ راضی نے اس کی بڑی عزت کی اور امیرالامراء کا لقب دیکر بغداد اور خراسان کی امارت اس کے سپرد کردی۔

حج پر ٹیکس

327 ہجری میں ابوعلی عمر بن یحییٰ علوی نے اپنے دوست قرامطی کو لکھا تم حاجیوں کو حج کی اجازت دیدو اور میں تمہیں پانچ دینار محصول دے دوں گا۔ اس نے اجازت دیدی اور لوگوں نے طمینان کے ساتھ حج کیا۔ یہ پہلا ہی موقعہ تھا حاجیوں کو حج کے لیے ٹیکس ادا کرنا پڑا۔

دجلہ کی طغیانی

328 ہجری میں دجلہ کا پانی انیس گز تک چڑھ گیا اور بغداد کے بہت سے مکانات گر پڑے اور کئی جانیں تلف ہوگئیں۔

راضی کی وفات

329 ہجری میں راضی بیمار ہوگیا اور ماہِ ربیع الآخر میں ساڑھے اکتیس برس کی عمر میں فوت ہوگیا۔

راضی جوانمرد، کریم، ادیب، شاعر اور فصیح شخص تھا۔ علماء کو دوست رکھتا تھا۔ اس کے اشعار مدون ہیں۔ حدیث بغوی وغیرہ سے سنی تھی۔

قواعد مرتب کیے

خطیب کہتے ہیں۔ راضی میں بہت سے فضائل تھے۔ مختصر یہ کہ وہ آخری خلیفہ تھا جس کے اشعار مدون ہیں اور یہ آخری خلیفہ تھا جس نے لشکر اور مالوں کے قواعد بنائے تھے اور یہ آخری خلیفہ تھا جس نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور یہ آخری خلیفہ تھا جو اپنے وزراء اور ندماء کے ساتھ بیٹھا۔ اس کے انعام اور کام سب خلفائے متقدمین کی طرح تھے اور یہ آخری خلیفہ تھا جس نے متقدمین کا سا لباس پہن کر سفر کیا۔ اس کے اشعار سے یہ ذیل کے اشعار بھی ہیں:

كُلُّ صَفْوٍ اِلٰى كَدَرْ كُلُّ اَمْرٍ اِلٰى حَذَرْ

ترجمہ: ہر صفائی کا انجام کدورت ہے اور ہر ایک کام کا انجام خوف ہے

وَمَصِیْرُ الشَّبَابِ لِلْمَوْتِ فِیْهِ اَوِ الْکِبَرِ

ترجمہ: اور جوانی کا انجام یا موت ہے یا بڑھاپا۔

دَرُّ دَرُّ الْمَشِیْبِ مَنْ وَاعِظٍ یُنْذِرُ الْبَشَرِ

ترجمہ: بڑھاپا کیسا ہی اچھا واعظ ہے جو آدمی کو ڈراتا ہے۔

اَیُّهَا الْاٰمِلُ الَّذِیْ تَاهُ فِیْ لُجَّةِ الْغُذَرِ

ترجمہ: اے امید کرنے والے اور دھوکے کی موجوں میں حیران (کھڑے ہوئے)

اَیْنَ مَنْ کَانَ قَبْلَنَا ذَهَبَ الشَّخْصُ وَالْاَثَرِ

ترجمہ: ہم سے پہلے (جو تھے) کہاں گئے۔ ان کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔

رَبِّ فَاغْفِرْ خَطِیَّتِیْ اَنْتَ یَا خَیْرُ مَنْ غَفَرِ

ترجمہ: اے تمام بخشنے والوں سے بہتر' اے اللہ میرے گناہ بخش دے۔

کیا دعا کروں؟

ابوالحسن ابن زرقویہ اسمٰعیل خطبی سے روایت کرتے ہیں۔ فطر کی رات مجھے راضی نے بلایا۔ جب میں گیا تو بولا اے اسمٰعیل میں نے کل لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا ہے۔ بتاؤ جب مین اپنے آپ کے لیے دعا کرنا چاہوں تو کیا کہوں؟ میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا آپ یہ کہئے گا۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَيَّ. (پ26 سورہ احقاف آیت 15) ترجمہ: اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان' محمد مبشر سیالوی) راضی نے کہا یہ دعا میرے لیے کافی ہے۔ پھر چار سو دینار مجھے انعام دیئے اور یہ مال ایک غلام کو دیکر ساتھ کر دیا۔

عہد راضی میں یہ علمائے کرام فوت ہوئے:

نفطویہ' قاری ابن مجاہد' ابن کاس حنفی' ابن ابی حاتم' مبرمان' ابن عبدربہ صاحب العقد الفرید' اصطخری' شیخ الشافیہ' ابن شنبوذ' ابوبکر انباری وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

المتقی للہ

المتقی للہ ابواسحٰق ابراہیم بن مقتدر بن معتضد بن موفق طلحہ بن متوکل۔ یہ اپنے بھائی راضی کی وفات کے بعد چونتیس برس کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کی والدہ لونڈی تھی جس کا نام غلوب تھا۔ متقی بہت روزہ دار اور عبادت گزار تھا۔ اپنی کنیزوں سے کبھی فائدہ حاصل نہیں کرتا تھا کہا کرتا تھا قرآن مجید کے علاوہ مجھے کسی مصاحب کی ضرورت نہیں۔ کبھی نبیذ بھی نہیں پی۔ متقی اصل میں برائے نام خلیفہ تھا کیونکہ سلطنت کے کاروبار ابن عبداللہ احمد بن علی کوفی کاتب بجکم کے ہاتھ میں تھے۔ اس کی خلافت کے پہلے سال ہی وہ سبز گنبد جو مدینہ منصور میں تھا اور بغداد کا تاج اور بنی عباس کی یادگار سمجھا جاتا تھا' گر پڑا۔ اس گنبد کو منصور نے بنوایا تھا۔ اس کی بلندی اسی گز تھی اور اس کے نیچے جو ایوان تھا وہ بیس گز مربع رقبہ میں تھا۔ اس پر ایک سوار تھا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ جس طرف سے کوئی دشمن آنے والا ہوتا تھا' اس کا منہ اس طرف پھر جایا کرتا تھا۔

یہ گنبد رات کے وقت بجلی کی گرج اور کڑک اور بارش کے صدمے سے گر پڑا تھا۔

اسی سال بجکم ترکی قتل ہو گیا اور اس کی جگہ کورتکین دیلمی امیر الامراء مقرر ہوا۔ متقی نے بجکم کا تمام مال جو بغداد میں تھا اور وہ دس لاکھ دینار سے بھی زیادہ تھا' ضبط کر لیا۔

ابن رائق

اسی سال ابن رائق نے بغاوت کی۔ کورتکین اس سے لڑنے کے لیے نکلا۔ مگر وہ شکست کھا کر کہیں چھپ گیا اور اس کی جگہ امیر الامراء ابن رائق بنایا گیا۔

مردار کھانا پڑا

330 ہجری میں بغداد کے اندر اس قدر گرانی ہوئی کہ گندم کا ایک کر (بہتر کلو) تین سو سولہ دینار میں بک گیا۔ لوگوں نے مردار کھا کر گزارہ کیا۔ ایسا قحط بغداد میں اس سے قبل کبھی نہیں پڑا تھا۔

بچاؤ کی خاطر

اسی سال ابوالحسن علی بن محمد یزیدی باغی ہوا۔ خلیفہ اور رائق دونوں اس سے لڑنے کے لیے نکلے۔ مگر دونوں کو شکست ہوئی اور بھاگ کر موصل میں چلے گئے۔ دارالخلافہ بغداد خوب لوٹا گیا۔ جب خلیفہ تکریت میں گیا تو وہاں سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی حسن بن حمدان سے ملاقات ہوئی۔ وہیں اچانک ابن رائق قتل کر دیا گیا۔ خلیفہ نے اس کی جگہ حسن بن حمدان کو مقرر کر لیا اور ناصر الدولہ اس کا لقب رکھ دیا اور اس کے بھائی کو خلعت دے کر اس کا لقب سیف الدولہ رکھا۔ پھر ان دونوں کو لے کر بغداد میں آیا۔ یزیدی وہاں سے بھاگ کر واسطہ میں چلا گیا۔ پھر ذوالقعدہ میں خبر ملی۔ یزیدی بغداد پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس خبر سے لوگوں میں بڑا اضطراب پیدا ہو گیا اور شہر کے معزز لوگ بچاؤ کی خاطر نکل گئے۔ خلیفہ ناصر الدولہ کو ساتھ لے کر نکلا اور سیف الدولہ یزیدی سے لڑنے کے لیے نکلا۔ مدائن کے قریب ان دونوں میں خونریز لڑائی ہوئی۔ جس میں یزیدی کو شکست ہوئی اور وہ واسط کی طرف بھاگا۔ سیف الدولہ نے بھی اس کا پیچھا کیا اور اس کو واسط سے بھگا دیا۔ وہ وہاں سے بصرہ کی طرف بھاگ گیا۔

منقش صورت

331 ہجری میں عیسائیوں نے ارزن، میافارقین اور نصیبین پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے باشندوں کو قتل اور کچھ کو قید کیا۔ پھر انہوں نے وہ رومال مانگا جو رہیٰ کے گرجا میں تھا اور اس کی نسبت عیسائیوں کا خیال تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا منہ مبارک اس سے پونچھا تھا اور آپ کی صورت اس میں منقش ہو گئی تھی۔ وہ رومال اس شرط سے دیا گیا کہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے، چنانچہ انہوں نے تمام قیدی رہا کر دیئے اور ان کو وہ رومال دیدیا گیا

توزون سے مقابلہ

اس سال واسط کے امراء نے سازش کر کے سیف الدولہ پر چڑھائی کر دی۔ سیف الدولہ خوف سے بغداد کی طرف بھاگا۔ ادھر اس کا بھائی ناصر الدولہ اپنے بھائی کے بھاگ جانے کے باعث موصل پہنچا تو توزون نے اس موقع کو غنیمت جان کر بغداد پر چڑھائی کی۔

سیف الدولہ بھاگ کر موصل جا پہنچا۔ توزون ماہ رمضان میں بغداد میں داخل ہوا۔ متقی نے اسے خلعت دی اور اس کو امیر الامراء مقرر کر دیا۔ کچھ روز کے بعد متقی اور توزون کے درمیان ناچاقی پیدا ہو گئی۔ توزون نے ابوجعفر بن شیرزاد کو واسط سے بغداد بلالیا۔ اس نے آ کر بغداد کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور متقی نے اس سے مقابلہ کرنے کے لئے ابن محدان کو لکھا۔ وہ ایک جرار لشکر لے کر آیا۔ مگر ابن شیرزاد کہیں چھپ گیا۔ متقی اپنے اہل وعیال کو لیکر تکریت میں چلا گیا۔ ناصر الدولہ عربوں اور کردیوں کا لشکر کثیر لیکر توزون کے مقابلے کے لیے نکلا۔ بمقام عکمراء دونوں آپس میں ٹکرا گئے مگر ابن حمدان کو شکست ہوئی اور وہ اور متقی دونوں موصل کی طرف بھاگ گئے۔ اس کے بعد پھر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا جس میں پھر ابن حمدان کو شکست ہوئی اور وہ اور خلیفہ نصیبین کی طرف بھاگ گئے۔ خلیفہ نے اخشید والی مصر کو مدد کے لیے لکھا۔ مگر پھر بنی حمدان کچھ تنگدل اور سست سے ہو گئے۔ لاچار خلیفہ نے توزون کو صلح کیلئے لکھ دیا۔ اس نے مان لیا اور عہد و پیمان اور حلف ہو گئے۔ ادھر اخشید بھی آ پہنچا اور رقہ میں متقی سے ملا۔ اسے خلیفہ کی صلح کا علم ہو گیا تھا۔ کہنے لگا اے امیر میں آپ کا غلام اور غلام کا بیٹا ہوں۔ ترکوں کی شرارت اور غدر آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔ آپ ان کے داؤ میں نہ آئیں اور میرے ساتھ مصر میں چلیں اور امن سے حکومت کریں۔ خلیفہ نے اس بات کو نہ مانا اور اخشید پھر مصر لوٹ گیا۔

تعظیم کے بعد

4 محرم 333 ہجری کو متقی رقہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر توزون اس کی پیش قدمی کے لیے نکلا۔ انبار اور رہیت کے درمیان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ توزون خلیفہ کو دیکھ کر پا پیادہ ہو گیا اور آداب بجالایا۔ متقی نے لاکھ اسے سوار ہونے کو کہا مگر اس نے نہ مانا۔ اور اس خیمہ تک اسی طرح گیا جو خلیفہ کے لیے نصب کیا گیا تھا۔ وہاں جاتے ہی خلیفہ کو پکڑ کر اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دی گئیں اور بعد ازاں اسے بغداد میں بھیج دیا گیا اور اس سے مہر چادر اور چھڑی لے لی۔ پھر توزون نے عبداللہ مکتفی کو بلا کر اس سے بیعت کر لی اور اس کا لقب المستکفی باللہ رکھا۔ پھر متقی نے بھی اس سے بیعت کر لی اور اپنے آپ کو معزول کر دیا۔ یہ واقعہ بیس محرم کو پیش آیا۔ بعض کہتے ہیں ماہِ صفر میں پیش آیا۔

کہتے ہیں اس واقعہ کی خبر جب قاہر کو پہنچی تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

صِرْتُ وَ اِبْرَاهِيْمَ شَيْخَي عَمٰى لَابُدَّ لِلشَّيْخَيْنِ مِنْ مَّصْدَرٖ

ترجمہ: میں اور ابراہیم دونوں بوڑھے اندھے ہو گئے ہیں۔ ان دونوں کیلئے کوئی مصدر بھی ہونا چاہئے۔

مَا دَامَ تُوْزُوْنَ لَهٗ اَمْرَةٌ مُطَاعَةٌ فَالْمِيْلُ فِي الْمُجْمَرِ

ترجمہ: توزون ہمیشہ امیر مطاع رہا اور اس کی سلائی ہمیشہ آگ میں رہی ہے۔

توزون اس واقعہ کے ایک سال بعد مر گیا۔ بیچارے متقی کو جزیرہ سندیہ کے بالمقابل ایک جزیرہ میں قید کر دیا گیا اور وہاں وہ پچیس برس تک اسی مصیبت میں رہا۔ آخر ماہ شعبان میں 357 ہجری کو راہی ملک بقا ہو گیا۔

چراغ جلا کر

متقی کے عہد خلافت میں ہی ایک حمدی چور ہوا جسے ابن شیرزاد نے بغداد پر غالب ہونے کے وقت پچیس ہزار دینار ماہوار لینے پر چوری کی اجازت دے دی تھی۔ یہ شخص لوگوں کے گھر مشعلیں اور چراغ جلا کر لوٹ لیا کرتا تھا۔ ان دنوں اسکورج دیلمی بغداد کا کوتوال تھا جس کو ان بدمعاشوں نے قتل کر دیا تھا۔

متقی کے عہد خلافت میں ذیل کے علماء فوت ہوئے:

ابو یعقوب نہر جوری مرید جنید بغدادی، قاضی ابو عبداللہ محاملی، ابوبکر فرغانی صوفی، حافظ ابوالعباس بن عقدہ اور ابن ولاد نحوی وغیرہم۔

خدا کا کرنا

کہتے ہیں جب قاہر کو متقی کی آنکھیں نکالی جانے کی خبر ملی تو کہنے لگا ہم دو ہو گئے ہیں، تیسرا بھی ہونا چاہئے، چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مستکفی کی بھی آنکھیں نکلوادی گئیں۔

المستکفی باللہ

المستکفی باللہ ابوالقاسم عبداللہ بن مکتفی بن معتضد۔ اس کی والدہ ام ولد تھی جس کا نام املح الناس تھا۔ متقی کے معزول ہونے کے بعد صفر 333 ہجری میں اکتالیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ توزون اسی کے عہد خلافت میں مرا اور اس کے بیٹے ابوجعفر بن شیرزاد کو سلطنت کی

ہوس پیدا ہوگئی اور لشکر سے اپنے لیے عہد لے لیا۔ خلیفہ نے یہ دیکھ کر اسے خلعت عطا کی۔ پھر احمد بن بویہ بغداد میں آیا۔ ابن شیرزاد اس کے خوف سے کہیں چھپ گیا۔ ابن بویہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اسے بھی خلعت عطا کی اور معزالدولہ کا خطاب بھی دیا اور اس کے بھائی علی کو عمادالدولہ اور تیسرے بھائی کو بھی خطاب رکن الدولہ عطا کیا۔ ان کے یہ خطاب سکوں پر نقش بھی کرائے گئے۔

کشتی گیر اور تیراکی

مستکفی نے اپنا لقب ''امام الحق'' رکھا اور ایسے ہی سکوں پر بھی نقش کرنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد معزالدولہ نے اس قدر زور پکڑا کہ خلیفہ کے لیے پانچ ہزار درہم روز کی تنخواہ مقرر کر کے نظر بند کر دیا۔ دیلمیوں سے یہ پہلا شخص ہے جو عراق کا بادشاہ ہوا اور اسی نے سب سے پہلے بغداد میں مُحَصِّل خراج مقرر کئے اور کشتی گیروں اور تیراکوں کو برانگیختہ کیا۔ پس بغداد کے نوجوان کشتی گیری اور تیراکی میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ تیراک کے ہاتھ پر انگیٹھی ہوتی تھی اور اس پر ہنڈیا ہوتی تھی اور اس وقت تک تیرتا رہتا تھا جب تک کہ گوشت بھن کر تیار نہ ہو جاتا تھا۔

ہاتھ بڑھایا

چند روز کے بعد معزالدولہ مستکفی سے بدگمان ہوگیا اور جمادی الآخر 334 ہجری میں خلیفہ کے پاس آیا اور اپنے مرتبے پر کھڑا ہو گیا۔ سب لوگ اپنے اپنے مرتبوں پر کھڑے تھے۔ دیلم سے دو شخص آگے بڑھے۔ خلیفہ نے اس خیال سے کہ شاید یہ ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں' اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زمین پر گرا لیا اور اسی کے عمامہ سے اس کی مشکیں کس دیں۔

حرم لوٹ لیا

بعد ازاں دیلمیوں نے دارالخلافہ پر ہجوم کر لیا اور دارالخلافت اور حرم کو لوٹ لیا اور ایک تنکا بھی باقی نہ چھوڑا۔ بعد ازاں معزالدولہ اپنے گھر میں چلا آیا۔ دیلمی مستکفی کو پیدل اس کے پاس لے گئے۔ وہاں اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں اور اسے معزول کر دیا گیا۔ اس نے

صرف ایک سال چار ماہ حکومت کی۔ پھر فضل بن مقتدر سے لوگوں نے بیعت کر لی اور مستکفی نے بھی خلافت اس کے سپرد کر کے خود اس سے بیعت کر لی۔ پھر اسے قید کر دیا گیا اور وہیں قید میں چھیالیس برس کی عمر میں فوت ہو گیا۔

نوٹ: یہ اہل تشیع کی طرف مائل تھا۔

المطیع للہ

المطیع للہ ابوالقاسم الفضل بن مقتدر بن معتضد۔ اس کی والدہ ام ولد تھی جس کا نام مشغلہ تھا۔ یہ 301 ہجری میں پیدا ہوا۔ معزالدولہ نے اس کے لیے سو دینار روزانہ کی تنخواہ مقرر کر دی۔ اس کی خلافت کے شروع سال میں ہی بغداد میں اس قدر گرانی ہوئی کہ لوگوں نے مردار اور گوبر کھایا۔ بہت سے لوگ راستوں میں مر گئے اور کتوں نے ان کا گوشت کھایا۔ باغ اور زمینیں روٹیوں کے عوض میں بیچ ڈالی گئیں۔ غریب لوگ اپنے بچوں کو بھون کر کھا گئے۔ معزالدولہ کے لیے گندم کا ایک کر بیس ہزار درہم میں خریدا گیا۔

بطور قیدی

اس سال معزالدولہ اور ناصرالدولہ بن حمدان کے درمیان لڑائی ہوئی۔ معزالدولہ میدان جنگ میں گیا تو مطیع بطور قیدی اس کے ساتھ تھا۔

اسی سال اخشید والی مصر مر گیا۔ اس کا نام محمد بن طغج فرغانی تھا۔ اخشید کے معنی شہنشاہ کے ہیں۔ یہ بادشاہانِ فرغان کا لقب تھا جیسا کہ اصبہم بادشاہانِ طبرستان کا اور صول بادشاہانِ جرجان کا اور خاقان شاہانِ ترک کا، افشین شاہانِ اشروسنہ کا، سامان شاہانِ سمرقند کا لقب تھا۔

اخشید نہایت شجاع اور باہیبت شخص تھا۔ قاہر سے پہلے مصر کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ اس کے آٹھ ہزار غلام تھے۔ کافور کا آقا بھی یہی تھا۔

اسی سال القاسم العبیدی والیٔ مغرب فوت ہوا اور اس کے بعد منصور باللہ اسمٰعیل حاکم ہوا۔ یہ اپنے باپ سے بھی بڑھ کر زندیق اور ملعون تھا۔ انبیاء علیہم السلام کو کھلم کھلا گالیاں بکتا تھا اور منادی کرایا کرتا تھا کہ غار اور غار والوں پر لعنت کرو (نعوذ باللہ من ذالک) اس نے بہت سے علماء کو قتل کر دیا تھا۔

335 ہجری میں معز الدولہ نے درخواست کی کہ اس کے بھائی علی بن بویہ الملقب بہ عماد الدولہ کو کاروبار سلطنت میں اس کے ساتھ شریک کر دیا جائے اور اس کے مرنے کے بعد ہی اس کا جانشین ہو۔ مطیع نے تو اس بات کو قبول کر لیا۔ لیکن قضاء سے عماد الدولہ اسی سال فوت ہو گیا اور معز الدولہ نے اس کی جگہ اس کے بھائی رکن الدولہ ولد عضد الدولہ کو مقرر کر دیا۔

چاندی کا حلقہ

339 ہجری میں حجر اسود پھر اپنی جگہ کعبہ شریف میں نصب کر دیا گیا اور اس کے ارد گرد ایک چاندی کا حلقہ لگا دیا گیا جس کا وزن تین ہزار سات سو اور نصف درہم تھا۔

تھوڑی سی سیاہی

محمد بن نافع خزاعی کہتے ہیں۔ میں نے حجر اسود کو جب وہ اکھڑا ہوا تھا' دیکھا اس کے سرے پر تھوڑی سی سیاہی تھی' باقی سب سفید تھا اور طول ایک گز تھا۔

میں جبرائیل ہوں

341 ہجری میں ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو تناسخ کا قائل تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے دعویٰ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روح مجھ میں منتقل ہو گئی ہے اور اس کی عورت نے کہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مجھ میں منتقل ہو گئی ہے۔ ان میں سے ایک اور آدمی جو کہتا تھا میں جبرائیل ہوں۔ لوگوں نے ان کو مارا پیٹا مگر پھر اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت کرام سے منسوب کرتے تھے' لوگ ان کی عزت کرنے لگے۔ معز الدولہ چونکہ اہل بیت کی طرف مائل تھا اس نے ان کو رہا کر دیا اور یہ بات اس کے افعال ملعونہ سے ایک تھی۔

قاہرہ کی بنیاد

اسی سال منصور عبیدی والی مغرب اپنے آباد کردہ شہر میں مرا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سعد حاکم ہوا۔ اس نے اپنا لقب المعز لدین اللہ رکھا۔ قاہرہ کی بنیاد اسی نے رکھی۔ منصور ایک نیک طینت شخص تھا۔ تمام بری باتوں اور مظالم کو رفع کر دیا اس لیے لوگ اس کے گرویدہ تھے۔ اس کا بیٹا بھی نیک سیرت شخص تھا۔ تمام ملک مغرب اس کے قبضہ میں آ گیا تھا۔

343 ہجری میں والی خراسان نے اپنے ملک میں مطیع کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس سے

قبل وہاں اس کے نام پر خطبہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ مطیع نے اس کو خلعت اور جھنڈا عطا کیا۔

مکان گر گئے

344 ہجری میں مصر میں سخت زلزلہ آیا اور تین گھنٹے تک رہا۔ جس سے بہت سے مکان گر گئے۔ لوگوں نے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کیں۔

346 ہجری میں سمندر اسی گز اتر گیا اور کئی پہاڑ اور جزیرے سامنے آ گئے اور بہت سی ایسی چیزیں نظر آئیں جو کبھی نہ دیکھی گئی تھیں۔

شہر حلوان

''رے'' اور اس کے گردونواح میں سخت زلزلے آئے۔ شہر طالقان پورے کا پورا زمین میں دھنس گیا۔ صرف تین آدمی بچ گئے۔ ری کے اس شہر کے علاوہ بھی تقریباً ایک سو پچاس گاؤں زمین میں دھنس گئے۔ شہر حلوان کا اکثر حصہ زمین میں دھنس گیا۔ زمین سے مردوں کی ہڈیاں برآمد ہوئیں اور کئی چشمے جاری ہو گئے۔ ری میں ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا اور ایک گاؤں ہوا میں معلق ہو گیا اور نصف یوم کے بعد زمین میں دھنس گیا۔ کئی جگہ سے زمین پھٹ گئی اور وہاں سے نہایت بدبودار پانی اور دھواں نکلا۔ ابن جوزی سے ایسے ہی منقول ہے۔

ٹڈی دَل

347 ہجری میں قم، حلوان اور جبال میں پھر زلزلہ آیا اور ہزاروں آدمی تباہ ہوئے۔ بعد ازاں ٹڈی دَل آیا اور تمام فصلوں، غلوں اور درختوں کو صاف کر گیا۔

350 ہجری میں معزالدولہ نے بغداد میں ایک نہایت عالیشان گھر بنوایا۔ اس کی بنیادیں چھتیس گز نیچے رکھوائی تھیں۔

اسی سال ابوالعباس عبداللہ بن حسن بن ابی شوارب قاضی مقرر ہوئے۔ جب وہ خلعت لے کر معزالدولہ کے گھر سے نکلے تو ان کے سامنے باجے بجائے گئے اور اردل میں بہت سی فوج تھی۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا دو لاکھ درہم سالانہ معزالدولہ کے خزانہ میں پہنچایا کریں گے اور اس بات کا اقرارنامہ بھی لکھ دیا۔ مطیع ان کی تقرری کو تو روک نہ سکا، صرف یہ حکم دیا کہ ابوالعباس کبھی میرے سامنے نہ آئے۔

اسی سال معزالدولہ نے بغداد کے کوتوالوں اور منشیوں کو پٹوایا تھا۔

جزیرۂ اقریطش

اسی سال رومیوں نے جزیرۂ اقریطش کو مسلمانوں سے فتح کر لیا۔ مسلمانوں نے اسے 230 ہجری میں فتح کیا تھا۔

اسی سال الناصرلدین اللہ والیٔ اندلس فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا الحاکم تخت پر بیٹھا۔

جلاوطن

351 ہجری میں شیعوں نے بغداد کی مسجدوں کے دروازوں پر لکھوایا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت ہو اور اس شخص پر جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کا حق (یعنی باغ فدک) چھین لیا اور اس پر بھی جس نے حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے نانا کے ساتھ دفن نہ ہونے دیا اور اس شخص پر بھی جس نے ابوذر کو جلاوطن کر دیا۔ لوگوں نے رات کے وقت ان تمام الفاظ کو مٹا ڈالا۔ معزالدولہ نے پھر ارادہ کیا کہ پھر لکھوائے مگر اس کے وزیر مہلبی نے کہا اس کی جگہ صرف یہ لکھوا دو امیر معاویہ پر اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔

352 ہجری میں عاشورا کے روز معزالدولہ نے تمام بازار بند کرا دیئے اور نانبائیوں کو روٹی پکانے سے منع کر دیا اور بازاروں میں قبے نصب کر کے ان پر ٹاٹ آویزاں کیے گئے اور عورتیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کناں بال کھولے ہوئے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے شوارع عام پر نکلیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ یہ ذلیل حرکت کی گئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ پر رویا پیٹا گیا اور پھر یہ کمینہ حرکت آج تک چلی آ رہی ہے۔

اسی سال میں ذوالحجہ کے موقع پر عید غدیر خم بڑی دھوم سے منائی گئی اور ڈھول وغیرہ بجائے گئے۔

ملے ہوئے پہلو

اسی سال ارمن کے ایک سردار نے ناصرالدولہ بن حمدان کے پاس دو آدمی بھیجے جو کہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ ان کی عمریں پچیس سال تھی اور ان دونوں کے صرف پہلو ملے ہوئے تھے اور پیٹ دو تھے، ناف بھی دو تھیں، دو ہی معدے تھے۔ ان کی بھوک پیاس اور بول و

راز کا وقت بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ ہاتھ' باز و' رانیں اور پنڈلیاں ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تھیں۔ ایک ان میں سے عورتوں کی طرف مائل تھا اور دوسرا لونڈیوں سے محبت رکھتا تھا۔ ان میں سے ایک زندہ رہا اور دوسرا مر گیا۔ ناصر الدولہ نے تمام طبیبوں کو جمع کیا کہ اس مردہ کو زندہ سے علیحدہ کر دیں مگر کوئی نہ کر سکا۔ آخر وہ زندہ بھی مردے کی بدبو سے بیمار ہو گیا اور مر گیا۔

بڑا خیمہ

353 ہجری میں معزالدولہ کے لیے ایک بہت بڑا خیمہ بنایا گیا جس کے درمیان عمود کا طول پچاس گز تھا۔

زحمت نہ دی

354 ہجری میں معزالدولہ کی بہن فوت ہوگئی۔ مطیع تخت رواں پر اس کی تعزیت کے لیے نکلا۔ معزالدولہ پیشوائی کے لیے نکلا اور مطیع کو تخت سے اترنے کی زحمت نہ کرنے دی اور کئی دفعہ آداب بجالا کر مطیع کو وہیں سے رخصت کر دیا۔

شہر قیساریہ

اسی سال بادشاہِ روم یعقوب نے مسلمانوں کے علاقہ کے قریب شہر قیساریہ آباد کیا تاکہ ہر وقت لوٹ مار کر سکے۔

معزالدولہ

356 ہجری میں معزالدولہ مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا بختیار مقرر ہوا۔ مطیع نے اس کا لقب عزالدولہ رکھا۔

تنخواہیں بند

357 ہجری میں قرامطہ دمشق پر قابض ہو گئے۔ مصر اور شام سے کوئی شخص بھی اس سال حج نہ کر سکا۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن فوراً عبیدیوں نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح اقالیم مغرب مصر اور عراق میں رافضیوں کی سلطنتیں بن گئیں اور یہ اس طرح ہوا جب کافور اخشیدی والی مصر مر گیا تو مصر میں سخت بدنظمی پھیل گئی۔ لشکریوں کی تنخواہیں

بند ہو گئیں۔ چند آدمیوں نے معز کو خط لکھا کہ اپنا لشکر بھیجو تا کہ مصر پر قبضہ کرے۔

اس نے اپنے سپہ سالار جوہر کی زیر کمان ایک لاکھ سوار روانہ کیے جنہوں نے جا کر مصر پر قبضہ کر لیا۔ اس نے قاہرہ میں رہائش اختیار کی اور وہیں معز کے لیے دارالامارت بنایا جو آج کل قصرین کے نام سے مشہور ہے۔ بنی عباس کا نام خطبہ سے نکلوا دیا اور سیاہ لباس کا پہننا موقوف کر دیا۔ خطیبوں کو سفید لباس پہنوائے اور حکم دیا خطبوں میں یہ الفاظ پڑھے جائیں۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی وَعَلٰی فَاطِمَةِ الْبُتُوْلِ وَعَلَی الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سِبْطِ الرَّسُوْلِ وَصَلِّ عَلَی الْاَئِمَّةِ اٰبَاءِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلْمُعِزُّ اللهِ۔" "(یعنی اے اللہ تو رحمت فرما محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر رحمت فرما اور حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا پر اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ سے ہیں اور امیر المومنین معز اللہ کے بزرگوں کے اماموں پر۔) یہ تمام واقعات ماہِ شعبان 358 ہجری میں پیش آئے۔

تکمیل تعمیر ازھر

ربیع الآخر 358 ہجری میں اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ زیادتی کی گئی اور جامع ازہر (مصر) کی بنیاد رکھی گئی جو رمضان 361 ہجری میں مکمل ہو گئی۔

359 ہجری میں عراق میں ایک بہت بڑا ستارا ٹوٹا جس کے ٹوٹنے سے ایسی روشنی ہوئی جیسے سورج کی ہوتی ہے اور اس کے ٹوٹنے کے بعد ایسی سخت آواز آئی جیسے بجلی کڑکنے کی ہوتی ہے۔

360 ہجری میں جعفر بن فلاح کے حکم سے جو المعز کی طرف سے دمشق کا حاکم تھا' حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ مؤذن نے اذان میں کہنا شروع کیا اور کسی کو اس کی اجازت نہ ہوئی۔

تاوان

363 ہجری میں بختیار نے خلیفہ مطیع پر تاوان لگایا۔ مطیع نے کہا میرا تو صرف نام ہی خطبوں میں ہے۔ اگر کہتے ہو تو میں اس سے بھی دستبردار ہو جاتا ہوں مگر اس نے نہ مانا اور سختی کی۔ آخر خلیفہ نے اپنا تمام مال اسباب بیچ کر اسے چار لاکھ درہم دیدیئے۔ خلیفہ سے تاوان لینے کی بات تمام لوگوں میں مشہور ہو گئی۔

ٹھٹھاروں سے آگ

اسی سال بغداد میں عزالدولہ کا ایک غلام مارا گیا۔ وزیر ابوالفضل شیرازی نے ٹھٹھاروں سے آگ لیکر غریب اور مسکین آدمیوں کے محلہ میں پھینکوادی جس سے کئی لاکھ مردان خدا جل گئے اور ہزار ہا مکانات راکھ کا ڈھیر بن گئے۔ آخر اسی سال وزیر بھی مر گیا۔

تابوت

اسی سال ماہ رمضان میں معز مصر میں آیا اور اس کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے تابوت بھی تھے۔

363 ہجری میں مطیع نے ابوالحسن محمد بن ام شیبان ہاشمی کو قاضی مقرر کیا' حالانکہ وہ قضا سے انکار کرتے تھے اور ان سے اپنے لیے بہت سی شروط لکھوائیں۔ مختصر یہ کہ ان میں ایک شرط یہ بھی تھی قضا کی انہیں کچھ بھی تنخواہ نہ ملے گی' نہ انہیں کوئی خلعت دی جائے گی اور نہ شرع کے مخالف کسی معاملہ میں ان سے سفارش ہی کی جائے گی۔ پھر ان کے منشی کے لیے تین سو درہم ماہوار اور فرضی کے لیے ایک سو اور خزانچی کے لیے چھ سو درہم ماہوار مقرر کر دیئے۔ پھر ان کے تقرر کا فرمان لکھا:

حفاظت ملت وذمہ

''یہ وہ عہدنامہ ہے جو اللہ کے بندے المطیع للہ نے ابن محمد ہاشمی کے لیے لکھا ہے جبکہ انہیں مدینۃ الاسلام' مدینۃ المنصور' مدینہ شرقیہ' کوفہ' سقی فرات' واسط' کرخی' طریق الضرات' دجلہ' طریق خراسان' حلوان' قرمیسین' دیار مصر' دیار ربیعہ' دیار بکر' موصل' حرمین' یمن' دمشق' حمص' جند قنسرین' عوام' مصر' اسکندریہ' جند فلسطین' اردن اور ان کے مضافات پر قاضی بنایا ہے۔ ہم انہیں اس امر کا پابند کرتے ہیں وہ قاضی القضات کا کام کریں گے اور حکام کے حالات معلوم کرتے رہیں گے۔ جس کا طریقہ اچھا دیکھیں گے اسے برقرار رکھیں گے اور بدطینت کو معزول کر دیں گے۔ ملت اور ذمہ کی حفاظت ایسے شخص کے سپرد کر دیں گے جو صاحب دیانت و امانت ہو' پرہیزگاری سے موصوف اور علم میں مشہور ہو' عقل سلیم رکھتا ہو' حلیم ہو' کپڑے میلے کچیلے نہ پہنتا ہو' اس کو سفید اور پاک لباس سے رغبت ہو' دل کا بھی صاف ہو اور معاملاتِ دنیا

سے واقف ہو' سلامتی عقبٰی اور مفسد باتوں سے باخبر ہو' خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہو' ہر بات میں کتاب اللہ کو مدنظر رکھتا ہو' ہر کام میں اسی کے مطابق حکم دے اور ہر معاملہ میں اسی کے مطابق فیصلہ کرے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نصب العین بنائے۔ اجماع امت کی رعایت رکھے اور آئمہ مجتہدین کی تقلید کرے' جس بات میں قرآن' حدیث اور اجماعِ امت ثابت نہ ہو' اس میں اپنے اجتہاد سے کام لے۔ متخاصمین کو ایک نظر سے دیکھے۔ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آئے۔'' غرض اسی طرح کی اور بہت سی باتیں لکھیں۔

قاضی القضاۃ

مصنف کہتے ہیں۔ خلفائے متقدمین کا دستور یہ تھا۔ وہ دارالخلافہ میں ایک قاضی مقرر کرتے تھے جو تمام ممالک محروسہ کا قاضی ہوتا تھا۔ پھر یہی قاضی ہر ملک اور ہر شہر میں اپنی طرف سے قاضی مقرر کیا کرتا تھا اس لیے اس بڑے قاضی کو قاضی القضات کہتے تھے۔ اس کے علاوہ اور کسی کا یہ لقب نہیں ہوتا تھا اور اب تو حال یہ ہو گیا ہر شہر میں چار چار قاضی ہونے لگے اور ہر ایک ہی ان سے قاضی القضات کے لقب سے ملقب' حالانکہ اس وقت کے قاضی القضاۃ کے ماتحتوں کے ماتحت نائب آج کل کے قاضی القضات کے ماتحتوں سے دُگنے ہوتے تھے۔ اس وقت کے قاضی القضاۃ آج کل کے سلاطین سے بڑھ کر بااختیار ہوتے تھے۔

الطائع للہ کو سونپ دی؟

اسی سال یعنی 363 ہجری میں مطیع پر فالج گرا اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ عزالدولہ کے حاجب سبکتگین نے کہلا بھیجا کہ وہ اپنے آپ کو معزول سمجھ کر اپنے سلطنت کا نظام اپنے بیٹے کو سونپ دے۔ مطیع نے ایسا ہی کیا' چنانچہ تیئس ذیقعد 363 ہجری بروز بدھ کو الطائع للہ تخت پر بیٹھ گیا۔

مطیع نے انتیس برس اور چند ماہ سلطنت کی۔ قاضی ابن ام شیبان نے اس کے خلع کا حکم دیا۔ خلع کے بعد اسے شیخ الفاضل سے ملقب کر دیا گیا۔

سلطنت رافضیاں

ذہبی کہتے ہیں۔ مطیع اور اس کا بیٹا بنی بویہ کے باعث بہت کمزور رہے ہیں۔ بعد ازاں یہ

حالت اسی طرح رہی' یہاں تک کہ جب مقتفی حاکم ہوا تو خلافت کی حالت کچھ سدھر گئی تھی۔ لیکن سلطنت رافضیاں بنی عبید مصر میں اس وقت زوروں پر تھے۔ ان کی یہ سلطنت عباسیوں کے مقابل تھی۔ مطیع اپنے بیٹے کو لے کر واسط چلا گیا اور محرم 364 ہجری میں وہیں فوت ہوا۔

ابن شاہین کہتے ہیں جہاں تک میری تحقیق ہے' مطیع نے اپنی مرضی سے خلع کیا تھا۔

جب دوست مر جائیں

خطیب نے مختلف لوگوں سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ جب کسی شخص کے دوست مر جاتے ہیں تو وہ پھر ذلیل ہو جاتا ہے۔

مطیع کے عہد خلافت میں یہ علماء فوت ہوئے:

خرقی شیخ الحنابلہ' ابوبکر شبلی صوفی' ابن قاضی امام الشافعیہ' ابورجاء اسوانی' ابوبکر صولی' ہثیم بن کلیب شاشی' ابوطیب صعلوکی' ابوجعفر نحاس نحوی' ابونصر فارابی' ابواسحاق مروزی امام الشافعیہ ابوالقاسم زجاجی نحوی' کرخی شیخ الحنفیہ' دینوری صاحب المجالستہ' ابوبکر ضبعی' قاضی ابوالقاسم تنوخی' ابن حداد صاحب الفروع' ابوعلی بن ابی ہریرہ من کبائر الشافعیہ' ابوعمر زاہد' مسعودی صاحب مروج الذہب' ابن درستویہ' ابوعلی طبری فاکہی صاحب تاریخ مکہ' متنبی شاعر' ابن حبان صاحب الصحیح' ابن شعبان من آئمتہ المالکیہ' ابوعلی قانی' ابوالفرج صاحب رغانی۔

الطائع للہ

الطائع للہ ابوبکر عبدالکریم بن مطیع اس کی والدہ ام ولد تھی جس کا نام ہزار تھا۔ یہ اپنے والد کے معزول ہونے پر تینتالیس برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ دوسرے روز ہی جلوس نکلا' خود گھوڑے پر سوار تھا۔ چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ لشکر جلو میں تھا اور سبکتگین آگے آگے تھا۔ اگلے روز سبکتگین کو خلعت اور پرچم عطا کیا اور نصر الدولہ کا خطاب دیا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے' نصر الدولہ' سبکتگین اور الطائع للہ کے درمیان چپقلش شروع ہوگئی۔ نصر الدولہ نے ترکوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر ان دونوں کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں۔

اسی سال یعنی ماہ ذوالحجہ 363 ہجری میں حرمین شریفین میں معز عبیدی کے لیے خطبہ پڑھا جانے لگا۔

ناگوار گزرا

364 ہجری میں عزالدولہ کی مدد کرنے کیلئے سبکتگین کے مقابلے میں عزالدولہ بغداد میں آیا۔ مگر یہاں آ کر اسے بغداد ایسا پسند آیا وہ خود یہاں وجاہت حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گیا۔ تمام لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر عزالدولہ کے برخلاف بھڑکا دیا۔ وہ اپنے مکان میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ عضدالدولہ نے خود ہی طائع کی طرف سے پورے ملک میں فرمان جاری کرادیا عضدالدولہ نائب سلطنت مقرر ہوگیا ہے۔ الطائع کو یہ امر ناگوار گزرا اور دونوں کی بگاڑ تو تھی ہی پھر بیس جمادی الاولیٰ خطبوں سے بھی الطائع کا نام نکلوا دیا گیا۔ مگر آخر اسی سال ماہ رجب میں پھر لکھوا دیا گیا۔ اس کے بعد رافضیوں کا مصر، شام، مشرق و مغرب تمام ملکوں پر قبضہ ہوگیا۔ عبیدی کی طرف سے نماز تراویح کو بند کرنے کی منادی کرادی گئی۔

365 ہجری میں رکن الدولہ بن بویہ نے اپنے مقبوضہ ممالک کو اپنی اولاد میں تقسیم کردیا۔ چنانچہ اس نے فارس اور کرمان عضدالدولہ اور رے اور اصفہان مؤیدالدولہ اور ہمدان دینور فخرالدولہ کو دیدیئے۔

مجلس حکم

اسی سال ماہ رجب میں عزالدولہ کے دارالسلطان میں مجلس حکم منعقد ہوئی۔ قاضی القضاۃ ابن معرف حکم مقرر ہوئے کیونکہ عزالدولہ کی خواہش تھی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ ان کے احکام کی تعمیل کیسے ہوتی ہے۔

غلام کا غم

اسی سال عزالدولہ اور عضدالدولہ کے درمیان خفیف سی لڑائی ہوئی۔ عزالدولہ کا ایک ترکی غلام گرفتار ہوگیا جس سے اسے اتنا صدمہ ہوا کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا، رونا شروع کیا اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اجلاس میں بیٹھنا اپنے آپ پر حرام کرلیا۔ آخر نہایت عاجزی سے اس نے عضدالدولہ کو لکھا کہ وہ غلام واپس بھیج دیا جائے۔ لوگوں نے اس پر بہت مذاق اڑائے۔ لیکن اس نے ان کی کچھ پروانہ کی اور اس غلام کے عوض دو لونڈیاں بھیجیں جن میں سے ایک کی قیمت ایک لاکھ دینار تک تھی اور ایلچی سے کہا اگر وہ اس

پر بھی نہ مانے تو بے تامل جو کچھ مانگے دے دینا کیونکہ میں نے ارادہ کرلیا ہے میں اس غلام کو واپس لے کر ہی رہوں گا۔ اگر چہ مجھے دنیا ہی نہ چھوڑنی پڑے۔ جب ایلچی عضد الدولہ کے پاس گیا تو اس نے وہ غلام اسے واپس دیدیا۔

اسی سال کوفہ میں عزالدولہ کے نام کی بجائے عضد الدولہ کا نام خطبہ میں پڑھا گیا۔ اسی سال المعزلدین اللہ عبیدی والی مصر مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا آ گیا اور اس نے اپنا لقب عزیز مقرر کیا۔ اس خاندان کا یہ پہلا بادشاہ تھا جو بطور میراث مصر کا حاکم ہوا۔

366 ہجری میں المستنصر باللہ الحکم بن الناصر لدین اللہ اموی والیٔ اندلس فوت ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا المؤید باللہ ہشام تخت نشین ہوا۔

خلعت پہنائی

367 ہجری میں عزالدولہ اور عضد الدولہ کے مابین لڑائی ہوئی جس میں عضد الدولہ کو فتح ہوئی' عزالدولہ پکڑا گیا اور انہوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ طائع نے عضد الدولہ کو نائب السلطنت مقرر کیا اور خلعت پہنائی۔ جواہرات سے جڑاؤ تاج اس کے سر پر رکھا۔ پٹکا باندھا اور کنگن پہنائے گئے۔ اس کی کمر میں تلوار باندھی گئی اور اپنے ہاتھ سے دو جھنڈے عطا کیے۔ ایک بطور اعزاز امراء جو روپہلی کا رنگ تھا اور دوسرا بطور ولی عہدی کے جو سنہری تھا' اس سے پہلے کبھی کسی کو یہ دوسرا جھنڈا عطا نہیں کیا گیا تھا۔ پھر ایک ولی عہدی کا عہد نامہ لکھ کر اس کے روبرو ہی سنایا گیا۔ سب لوگ اس بات سے متعجب ہوئے کیونکہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ ولی عہد خلیفہ وقت کا بیٹا یا قریبی رشتہ دار ہی ہوا کرتا تھا۔ جب عضد الدولہ نے وہ عہد نامہ لے لیا تو خلیفہ نے کہا یہ میرا ولی عہد ہے۔ اسی کے موافق عمل کرنا۔

368 ہجری میں طائع نے حکم دیا کہ عضد الدولہ کے دروازے پر صبح مغرب اور عشاء کے وقت نوبتیں بجائی جائیں اور خطبوں میں اس کا نام ہی پڑھا جائے۔

تاج الملت

369 ہجری میں عزیز والی مصر کا ایلچی بغداد میں آیا اور کہا عضد الدولہ نے طائع سے کہا ہے میرے خطاب میں تاج الملت زیادہ کیجئے اور پھر خلعت اور تاج پہنایئے۔ طائع نے اس بات کو منظور کرلیا اور ایک دن مقرر کر کے خود تخت پر بیٹھا۔ ارد گرد سو سپاہی برہنہ تلواریں لیے

بطور باڈی گارڈ کھڑے تھے۔ ہر طرح کی سجاوٹ دکھلائی گئی۔ سامنے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا قرآن مجید تھا۔ کندھوں پر چادر تھی۔ ہاتھ میں چھڑی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار گلے میں تھی۔ عضد الدولہ نے پردے ڈلوا دیئے تا کہ اس کے آنے سے پہلے کسی کی نظر خلیفہ پر نہ پڑے۔ ترک اور دیلم بغیر ہتھیار لگائے اندر داخل ہوئے۔ تمام امیر و وزیر دو رویہ اپنے اپنے مراتب پر کھڑے تھے۔ پھر عضد الدولہ کے داخل ہونے کے لیے اذن ہوا۔ جب وہ داخل ہوا تو تمام پردے اٹھا دیئے گئے۔ اس نے آتے ہی زمین خدمت چومی۔ جرنیل زیاد اس حالت کو دیکھ کر ڈر گیا۔ جرنیل زیاد نے یہ سب دیکھ کر عضد الدولہ سے کہا اے بادشاہ تم کیا کر رہے ہو؟ کیا یہ خدا ہے (جس کی اتنی تعظیم کر رہے ہو) عضد الدولہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا یہ خلیفۃ اللہ ہے۔ پھر اسی طرح سات دفعہ ارد گرد پھر کر زمین خدمت چومی۔ طائع نے اپنے خادم خاص سے کہا اسے کہو قریب آ جائے۔ عضد الدولہ اوپر چڑھ آیا اور دو دفعہ آداب بجالایا۔ طائع نے کہا اور قریب آؤ۔ عضد الدولہ اور قریب ہوا اور طائع کے قدموں کو بوسہ دیا۔ طائع نے اپنا دایاں ہاتھ اس پر رکھ کر کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ مگر وہ کہتا جاتا تھا آپ مجھے اس بات سے معاف رکھیں۔ مگر آخر خلیفہ کے اصرار اور قسم دلانے سے بیٹھ گیا۔ تب طائع نے کہا امورِ رعیت سے جو کچھ خدا تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے اور مشرق سے مغرب تک جتنی زمین میرے تصرف میں ہے ان کا تمام نظام میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ خاص کر میری ذات اور اسباب خاصہ کے علاوہ تم اس کو قبول کر لو۔ عضد الدولہ نے کہا خدا مجھے آپ کی اطاعت اور خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر عضد الدولہ کو خلعت پہنائی اور دربار برخاست کر دیا۔

ہر ماہ! مبارک

مصنف کہتے ہیں۔ ذرا اس حاکم کے کام کی طرف دیکھو۔ جیسے اس کے زمانہ میں سلطنت میں ضعف و کمزوری آئی' ایسی پہلے کسی کے عہد میں نہ آئی تھی اور جیسی تقویت عضد الدولہ کو حاصل ہوئی ایسی کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ اب ہمارے عہد میں تو یہ حال ہو گیا ہے ہر مہینہ کے شروع میں خلیفہ نائب السلطنت کے گھر مبارکباد دینے آتا ہے اور زیادہ سے زیادہ جو تعظیم سلطان خلیفہ کی کرتا ہے' وہ یہ ہوتی ہے وہ اپنے اجلاس سے اٹھ کر خلیفہ کے ساتھ دوسری جگہ جا بیٹھتا ہے۔ پھر خلیفہ اسی طرح چلا جاتا ہے جیسے کوئی معمولی آدمی چلا جاتا ہے اور نائب السلطنت

پھر اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے سلطان اشرف برسبائی نے جب دشمن سے جنگ کرنے کے لیے سفر کیا تو خلیفہ دربانوں کی طرح سوار ہو کر آگے آگے چلتا تھا۔ ہیبت و عظمت اتنی ہی نائب السلطنت کی تھی جتنی خلیفہ کی۔ خلیفہ کو کوئی نہ پوچھتا تھا اور وہ صرف معمولی امیروں کی طرح نظر آتا تھا۔

370 ہجری میں عضد الدولہ بغداد میں آیا۔ طائع نے اس کا استقبال کیا۔ اس سے پہلے کوئی خلیفہ کسی کا استقبال نہ کیا کرتا تھا۔ جب معز الدولہ کی لڑکی مر گئی تھی' اس وقت مطیع سوار ہو کر تعزیت کو گیا تھا۔ لیکن معز الدولہ نے نہایت تعظیم کی تھی اور زمین خدمت چومی تھی۔ مگر عضد الدولہ نے طائع کو بلا بھیجا تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تاخیر کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

سات خلعتیں

372 ہجری میں عضد الدولہ مرا تو طائع نے اس کی جگہ اس کے بیٹے صمصام الدولہ کو لا کھڑا کیا اور اسے شمس الملت کے خطاب سے نوازا۔ سات خلعتیں دیں' تاج پہنایا اور دو جھنڈے بھی دیئے۔

373 ہجری میں عضد الدولہ کا بھائی مؤید الدولہ بھی مر گیا۔

جمعہ سے روکنا

375 ہجری میں صمصام نے چاہا بغداد اور اس کے گرد و نواح میں ریشمی کپڑوں پر ٹیکس لگا دے جس سے سالانہ دس لاکھ درہم کی آمدنی ہو سکتی تھی۔ لوگوں نے جامع منصور میں جمع ہو کر نمازِ جمعہ سے باز رکھنا چاہا اور قریب تھا کہ فتنہ برپا ہو جائے اس لیے صمصام اپنے اس ارادے سے باز رہا۔

تاج عطا کیا

376 ہجری میں صمصام کے اپنے ہی بھائی شرف الدولہ نے صمصام پر چڑھائی کر دی اور اس پر فتح پا کر اسے اندھا کر دیا۔ تمام لشکر شرف الدولہ کی طرف مائل ہو گیا۔ جب وہ بغداد کی طرف آیا تو طائع اس کے استقبال کو گیا اور اسے مبارکباد دی اور ولی عہد مقرر کیا' تاج عطا کیا اور عہد نامہ بھی لکھا گیا۔

378 ہجری میں شرف الدولہ نے اسی قسم کا رصدگاہ بنوایا جیسے مامون نے بنوایا تھا۔

اس قدر آندھی

اسی سال بغداد میں سخت قحط پڑ گیا جس سے بہت سے آدمی مر گئے تھے۔ بصرہ میں اتنی شدید گرمی پڑی اور لو چلی جس سے تمام پھل جل سڑ گئے۔ دجلہ میں اس قدر تیز آندھی چلی کہ دریائے دجلہ کی زمین نظر آنے لگی۔ بہت سی کشتیاں غرق ہوئیں۔ ایک کشتی جس میں چار پائے سوار تھے الٹ گئی اور کئی دنوں کے بعد زمین جوخی میں ملی۔

ہاتھوں میں کنگن

379 ہجری میں شرف الدولہ مر گیا۔ اس نے اپنی جگہ اپنے بھائی ابونصر کو مقرر کر دیا تھا۔ طائع تعزیت کے لیے اس کے گھر گیا' اس نے نہایت تعظیم کی اور زمین خدمت چومی۔ پھر ابونصر طائع کے پاس آیا اور تمام امراء و وزراء حاضر ہوئے۔ طائع نے ابونصر کو سات خلعتیں دیں جن سے اوپر والی خلعت سیاہ تھی۔ سیاہ عمامہ دیا۔ گلے میں بہت بڑا ہار ڈالا۔ ہاتھ میں کنگن پہنائے۔ اس کے سامنے حاجب تلواریں برہنہ لے کر چلتے تھے۔ پھر اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ عہد نامہ پڑھا گیا۔ طائع نے اسے بہاء الدولہ و ضیاء الملت دو خطاب دیئے۔

قسمیں لیں

381 ہجری میں طائع کو قید کر لیا گیا۔ وجہ یہ ہوئی طائع نے بہاء الدولہ کے ایک خواص کو قید کروالیا تھا۔ ایک دن طائع سائبان کے نیچے بیٹھا ہوا تھا' تلوار گلے میں لٹک رہی تھی اتنے میں بہاء الدولہ آیا اور زمین خدمت چوم کر کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ بہاء الدولہ کے ہمراہیوں نے بڑھ کر طائع کو پکڑ کر تخت سے نیچے گرالیا اور دیلمیوں نے ہجوم کر کے اسے ایک چادر میں باندھ لیا اور دارالسلطنت میں لے گئے۔ تمام شہر میں شور برپا ہو گیا۔ انہوں نے طائع سے قسمیں لیں اپنے آپ کو معزول کر کے القادر باللہ کو خلیفہ مقرر کر دو۔ تمام اکابر و اشراف کی اس بات پر شہادتیں ہو گئیں اور پھر بطیحہ سے القادر باللہ کو بلا کر خلیفہ بنا دیا گیا۔

ہیبت اُٹھ گئی

طائع القادر باللہ کے ہاں اچھی حالت میں رہا۔ چنانچہ ایک رات کا ذکر ہے اس کے سامنے آدھی جلی موم بتی روشن کی گئی تو اس نے کہا نئی لائی جائے' تو اس پر فوراً نئی حاضر کی گئی۔ آخر یہ شب عید الفطر 393 ہجری کو فوت ہو گیا اور القادر باللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جنازے میں سب امراء و وزراء حاضر تھے۔ شریف نے اس پر ایک مرثیہ کہا۔ طائع آل ابی طالب سے بہت دوستی رکھتا تھا۔ اس کی ہیبت دلوں سے اس قدر اٹھ گئی تھی کہ شاعروں نے اس کی ہجویں لکھ دی تھیں۔

عہد طائع میں یہ علماء فوت ہوئے:

ابن سنی حافظ' ابن عدی القفال الکبیر' سیرافی نحوی' ابو سہل صعلوکی' ابو بکر رازی حنفی' ابن خالویہ' ازہری امام اللغۃ' ابو ابراہیم فارابی صاحب دیوان الادب' رفاء شاعر' ابو زید مروزی شافعی' دارکی' ابو بکر بہری شیخ المالکیہ' ابولیث سمرقندی' امام الحنفیہ' ابو علی فارسی نحوی' ابن حلاب مالکی وغیرہم۔

القادر باللہ

القادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحٰق بن مقتدر۔ یہ 336 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ام ولد تھی جس کا نام تمنی تھا۔ بعض نے کہا ہے اس کا نام دمنہ تھا۔ طائع کے خلع کے بعد اس سے بیعت کی گئی جبکہ اس وقت یہ وہاں موجود نہ تھا۔ دس ماہ رمضان کو یہ بغداد میں آیا اور دوسرے روز اجلاس عام بلایا۔ لوگوں نے مبارکباد دی اور شعراء نے قصائد پڑھے۔ شریف رضی نے یہ شعر کہے:

شَرَفُ الْخَلَافَةِ یَا بَنِی الْعَبَّاسِ　　اَلْیَوْمَ جَدَّدَهُ اَبُو الْعَبَّاسِ

ترجمہ: اے خلافت کی عزت و تکریم بنی عباس آج ابو العباس نے پھر خلافت کی تجدید کر دی ہے۔

ذَا الطَّوْدِ اَبْقَاهُ الزَّمَانُ ذَخِیْرَةً　　مِنْ ذٰلِکَ الْجَبَلِ الْعَظِیْمِ الرَّاسِیْ

ترجمہ: اس عظیم اور بلند پہاڑ سے (جس سے تجدید ہوئی ہے) خدا اس عظیم پہاڑ کو باقی رکھے۔

تصنیف خلیفہ

خطیب کہتے ہیں القادر امانت' دیانت' سیادت اقامتہ تہجد اور کثرت صدقات میں مشہور تھا۔ فقہ اس نے علامہ ابوالبشر ہروی شافعی سے پڑھی تھی۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی تھی جس میں اس نے صحابہ کرام کے فضائل لکھے ہیں۔ خلیفہ معتزلی اور قرآن کو مخلوق کہنے والوں کی تکفیر لکھی تھی اور کی تھی۔ یہ کتاب جامع مہدی میں ہر جمعہ کے دن اصحاب حدیث کے حلقوں میں پڑھی جاتی تھی۔ (ترجمہ ابن الصلاح فی طبقات الشافعیہ)

وفاداری کی قسمیں

ذہبی کہتے ہیں اس کی خلافت کے شروع سال میں ہی ایک عظیم مجلس منعقد ہوئی۔ القادر باللہ اور بہاء الدولہ دونوں نے آپس میں وفاداری کی قسمیں کھائیں۔ القادر نے اسے اپنے تمام ملک کا حاکم بنا دیا۔

اسی سال ابوالفتوح حسن بن جعفر علوی والیٔ مکہ نے لوگوں سے اپنے لیے بیعت لی اور اپنا لقب الراشد باللہ مقرر کیا۔ والیٔ مصر کی سلطنت وہاں سے اٹھ گئی۔ مگر پھر ابوالفتوح کی حالت میں ضعف آ گیا اور اس نے پھر عزیز عبیدی کی اطاعت قبول کر لی۔

دارالعلم

382 ہجری میں وزیر ابونصر سابور اردشیر نے کرخ میں ایک عالیشان محل بنوایا اور اس کا نام دارالعلم رکھا اور وہاں بہت سی کتابیں جمع کر کے علماء کیلئے وقف کر دیں۔

اصیفر اعرابی

384 ہجری میں عراق کے حاجی لوگ واپس آ گئے کیونکہ اصیفر اعرابی نے انہیں ٹیکس کے بغیر گزرنے نہ دیا اس لیے وہ بغیر حج کیے واپس آ گئے۔ اسی سال اہل شام اور یمن نے بھی حج نہ کیا۔ صرف اہل مصر نے حج کیا۔

صرف چار برس

387 ہجری میں سلطان فخر الدولہ مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا سلطنت رے کا حاکم ہوا۔ اس کی عمر صرف چار برس تھی۔ قادر نے اسے مجد الدولہ کا لقب دیا۔

نو بادشاہ

ذہبی کہتے ہیں نہایت عجیب بات ہے 387 اور 388 ہجری میں نو بادشاہ ایک ہی طریقے پر فوت ہوئے۔ یعنی منصور بن نوح بادشاہ ماوراء النہر، فخر الدولہ جو کہ ری اور جبال کا بادشاہ تھا۔ عزیز عبیدی وغیرہ، ابو منصور عبد الملک ثعالبی اسی بارے میں کہتا ہے: اشعار

اَلَمْ تَرَمُذْعَامَیْنِ اَمْلَاکُ عَصْرِنَا یَصِیْحُ بِھِمْ لِلْمَوْتِ وَالْقَتْلُ صَالِحُ

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا ان دو سالوں میں موت ہمارے بادشاہوں پر چیختی رہی ہے اور قتل چلاتا رہا ہے۔

فَنُوْحُ بْنُ مَنْصُوْرٍ طَوَتْہُ یَدُالرَّدٰی عَلٰی حَسَرَاتٍ ضَمَنَتْھَا الْجَوَائِحُ

ترجمہ: چنانچہ نوح بن منصور کو ہلاکت کے ہاتھوں نے لپیٹ لیا اور حسرتیں اس کے دل میں باقی رہ گئیں۔

وَیَابُوْسُ مَنْصُوْرٍ فِیْ یَوْمِ سَرْخَسٍ تَمَزُّقِ عَنْہُ مُلْکُہٗ وَھُوَ طَائِحُ

ترجمہ: اے لوگو! یوم سرخس میں منصور کی شدت کو دیکھو، اس کا ملک اس سے دور ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

وَفُرِقَ عَنْہُ الشَّمْلُ بِالسَّمْلِ وَاغْتَدٰی اَمِیْرًا ضَرِیْرًا تَعْتَرِیْہِ الْجَوَائِحُ

ترجمہ: اس کی آنکھوں کو اندھا کرنے سے اس کی جماعت متفرق ہو گئی اور وہ ایک نابینا امیر ہو گیا جسے سختیوں نے آ دبایا۔

وَصَاحِبُ مِصْرٍ قَدْ مَضٰی بِسَبِیْلِہٖ وَوَالِیْ الْجِبَالِ غَیْبَتُہُ الصَّرَائِحُ

ترجمہ: اسی طرح والی مصر و جبال مر گیا اور قبروں نے اس کو چھپا دیا۔

وَصَاحِبُ جُرْجَانِیَۃ فِیْ نَدَامَۃٍ تَرَصَّدَہٗ طَرَفٌ مِنَ الْحِیْنِ صَامِحُ

ترجمہ: اسی طرح صاحب جرجانیہ بھی حسرت اور ندامت میں چل بسا اور موت کی بلند دیکھنے والی آنکھوں نے اسے تاک لیا۔

وَخَوَارَزْم شَاہٗ شَاہُ وَجْہُ نَعِیْمِہٖ وَعَنْ لَہٗ یَوْمٌ مِنَ النَّحْسِ طَالِحُ

ترجمہ: اور شاہ خوارزم کی نعمتوں کا منہ سیاہ ہو گیا اور اسے نہایت منحوس اور بد بخت دن پیش آیا۔

وَکَانَ عَلاً فِی الْاَرْضِ یَخْطُبُھَا اَبُوْ عَلِیِ اِلٰی اَنْ طَرَّحَتْہُ الطَّوَائِحُ

ترجمہ: اس نے بھی زمین میں تکبر کیا تھا اور ابوعلیٰ اس پر خطبہ پڑھا کرتا تھا' یہاں تک کہ مصائب نے اسے ہلاک کر ڈالا۔

وَصَاحِبُ بَسْتَ ذَالِکَ الضَّیْغَمُ الَّذِیْ بَرَائِنَہُ لِلْمُشْرِقِیْنِ مَفَاتِحُ

ترجمہ: اور صاحب بست یعنی وہ ایسا شیر تھا کہ جس کے پنجے مشرق ومغرب کو فتح کرنے والے تھے۔

اَنَاخَ بِہٖ مِنْ صَدْمَۃِ الدَّھْرِ کلکل فَلَمْ تُغْنِ عَنْہُ وَالْمَقْدِرُ سَانِحُ

ترجمہ: زمانے نے اس پر بھی اپنا سینہ بٹھایا۔ پس اسے کسی نے کچھ فائدہ نہ دیا کیونکہ تقدیر کا فیصلہ ضرور ظاہر ہوتا ہے۔

جُیُوْش" اِذَا اَرَبَتْ عَلٰی عَدَّدِ الْحُصَیٰ تَغُصُّ بِھَا قَیْعَانُھَا وَالضَّحَاضِحُ

ترجمہ: ان کے پاس اتنے لشکر ہوتے تھے جب وہ کہیں فروکش ہوتے تو میدانوں اور بیابانوں کو پر کر دیتے تھے۔

وَدَارَتْ عَلٰی صَمْصَامِ دَوْلَۃِ بُوْیَۃَ دَوَائِرَ سُوْءٍ سَلبَھُنَّ قَوَادِحُ

ترجمہ: اور صمصام الدولہ دولت بویہ پر بھی ہلاکت کی چکیاں چل گئیں اور انہیں پیس کر رکھ دیا۔

وَقَدْ جَازَ وَالِی الْجُوْرَجَان قَنَاطِرًا لِحیٰوۃِ فَرَافَتْہُ الْمَنَایَا الطَّوَامِحُ

ترجمہ: اور تحقیق جرجان کے والی نے بھی زندگی کا پل پار کر لیا اور اسے بھی اموات نے آ دبایا۔

جھنڈوں پر نام

ذہبی لکھتے ہیں عزیز والی مصر 386 ہجری میں فوت ہوا۔ اس نے اپنے باپ کی فتوحات میں حمص' حلب اور حماۃ زیادہ کیے اور یمن اور موصل میں بھی اس کا خطبہ پڑھا گیا اور ان میں اپنے نام کا سکہ بھی جاری کرایا اور جھنڈوں پر اپنا نام لکھوایا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا منصور حاکم ہوا اور اپنا لقب الحاکم بامر اللہ لکھوایا۔

گردن ماردی

393 ہجری میں اسود حاکمی نائب دمشق نے مغربی کو گدھے پر بٹھا کر تمام شہر میں تشہیر کرائی اور کہا یہ اس شخص کی سزا ہے جو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت رکھے۔ اس کے بعد ان کی گردن ماردی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے اور ان کے قاتل کو عذاب چکھائے۔

عہدہ ملا کام نہیں

394 ہجری میں بہاء الدولہ نے شریف ابواحمد حسین بن موسیٰ کو قاضی القضاۃ اور حج و مظالم کا حکم مقرر کردیا اور شیراز سے ان کے لیے عہد نامہ لکھا لیکن القادر باللہ کی وجہ سے وہ اپنے عہدہ پر کام نہ کر سکے۔

گستاخیاں بیباکیاں

395 ہجری میں مصر کے والی حاکم نامی ذلیل نے بہت سے اشراف کو بھوکا اور پیاسا رکھ کر بعد ازاں قتل کر ڈالا اور اس کے ایما پر مساجد کے دروازوں اور شوارع عام پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اشتہاروں پر گالیاں لکھ کر لگائی گئیں اور اپنے تمام عاملوں کو بھی اس نے گالیاں دینے کا حکم دیا۔

مختلف پابندیاں

اسی سال کتوں کے مارنے، شراب، جوا اور خطمی کی خرید و فروخت سے منع کر دیا گیا اور وہ مچھلی جس پر چھلکے نہ ہوں اس کی فروخت سے بھی منع کر دیا گیا اور اس کے حکم کے بعد جنہوں نے ایسی مچھلیاں فروخت کیں، ان کو قتل کر دیا۔

سننے والے

اسی سال حاکم نے مصر اور حرمین میں حکم بھیجا جب میرا نام لیا جائے تو سننے والے باادب کھڑے ہو جائیں اور سجدہ بجالائیں، خواہ وہ بازار میں بیٹھے ہوں یا کسی جلسہ میں۔

اردل سوار

398 ہجری میں شہر بغداد میں شیعوں اور سنیوں میں فساد ہو گیا۔ قریب تھا اس میں شیخ ابوحامد اسفرائنی مقتول ہو جائیں، شیعوں نے بغداد میں "یا حاکم یا منصور" کے نعرے لگائے۔

آخر القادر باللہ نے اس فساد کو رفع کیا اور اپنے اردل سواروں کو سنیوں کی مدد کے لیے بھیج دیا جنہوں نے جا کر شیعوں کی سرکوبی کی۔

ب' قرامی اور سیاہ عمامے

اسی سال حاکم نے بیت المقدس کے گرجہ قمامہ کو مسمار کر دیا اور مصر کے تمام گرجوں کے مسمار کرنے کا حکم دیدیا' نیز حکم دیا نصاریٰ اپنی گردنوں میں ایک گز لمبی اور پانچ رطل وزنی صلیب لٹکایا کریں اور یہودیوں کو حکم دیا اپنی گردنوں میں اسی وزن کا لکڑی کا قرامی (رنگین باریک پردہ) پہنیں اور سروں پر سیاہ عمامے رکھیں۔ان باتوں سے یہودی و نصاریٰ مسلمان ہو گئے۔لیکن بعد میں یہ حکم ختم کر دیا گیا اور جو لوگ از خود اپنے آپ پر جبر کیے ہوئے مسلمان ہوئے تھے انہیں اپنے واپس دین میں جانے کی اجازت تھی اور اپنی عبادت گاہ بنانے کی بھی اجازت ہو گئی۔

399 ہجری میں ابوعمرو قاضی البصرہ معزول ہوئے اور ان کی جگہ ابوالحسن ابن ابی شوارب قاضی مقرر ہوئے تو عصفری شاعر نے ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

عِنْدِیْ حَدِیْث" ظَرِیْف" بِمِثْلِهٖ یَتَغَنّٰی

ترجمہ: میرے پاس ایک عجیب بات ہے۔اس کے لائق یہ ہے کہ اسے گایا جائے۔

مِنْ قَاضِیَیْنِ یُعْزٰی هٰذَا وَهٰذَا یُهَنّٰی

ترجمہ: دو قاضیوں میں سے ایک کو مبارکباد دی جاتی ہے اور ایک سے افسوس کیا جاتا ہے۔

وَذَا یَقُوْلُ جُبِرْنَا وَذَا یَقُوْلُ اسْتَرِحْنَا

ترجمہ: اور ایک تو کہتا ہے ہم پر ظلم کیا گیا ہے اور ایک کہتا ہے ہم نے آرام پالیا ہے۔

وَیَكْذِبَانِ جَمِیْعًا وَمَنْ یَصْدِقُ مِنَّا

ترجمہ: اور وہ تمام لوگوں کو جھوٹا جانتے ہیں اور ہم سے سچا ہے کون؟

اسی سال اندلس میں خاندان بنوامیہ کی سلطنت کمزور ہو گئی۔سلطنت کا نظام درہم برہم ہو گیا۔

400 ہجری میں دجلہ کا پانی اتنا کم ہو گیا کہ کبھی اتنا کم نہ ہوا تھا' حتیٰ کہ جو جزیرے ظاہر ہوئے تھے' وہ بھی زراعت کے لیے کرایہ پر لیے گئے۔

402 ہجری میں حاکم نے نر کھجوروں' ان کے درختوں اور انگوروں کے بیچنے کی ممانعت کر دی اور ہزار ہا انگور کے درخت جڑ سے اکھڑوا پھینکے۔

عورتوں پر پابندی

404 ہجری میں رات اور دن کے وقت عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی اور یہ حکم اس کے مرتے دم تک جاری رہا۔

411 ہجری میں حاکم کو جلوان (جو کہ مضافات مصر سے ہے) میں قتل کر دیا گیا۔ خدا تعالیٰ اس پر لعنت کرے' اس کے بعد اس کا بیٹا علی تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں سلطنت زوال پذیر ہونے لگی۔ چنانچہ حلب اور شام کا اکثر حصہ اس کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

422 ہجری میں القادر باللہ اکتالیس سال دو ماہ سلطنت کر کے بروز سوموار بتاریخ گیارہ ذوالحجہ کو فوت ہو گیا۔ اس کے عہد خلافت میں علمائے ذیل فوت ہوئے:

اسمائے انتقال کنندگان

ادیب ابو احمد عسکر' رمانی نحوی' ابو الحسن ماسر خسبی شیخ الشافعیہ' ابو عبداللہ مرزبانی' صاحب بن عبادہ جو مؤید الدولہ کا وزیر تھا' وزراء میں سے صاحب پہلے پہل اسی کا نام ہوا اور دار قطنی حافظ حدیث ابن شاہین' ابو بکر اودی امام الشافعیہ' یوسف بن سیرانی' ابن رولاق مصری' ابن ابی زید مالکی شیخ المالکیہ' مالک مکی صاحب قوت القلوب' ابن بطہ حنبلی' ابن شمعون واعظ' ابن غلبون قاری' کشمینی راوی صحیح' معافی بن زکریا نہروانی' ابن خویز منداد' ابن جنی' جوہری صاحب صحاح' ابن فارس صاحب المجمل' ابن مندہ حافظ' اسمٰعیل شیخ الشافعیہ' اصبغ بن فرج شیخ المالکیہ' بدیع الزمان ہمدانی صاحب مقالات' ابن لال' ابن ابی زمانین' ابو حبان توحیدی' داد شاعر' ہروی صاحب غریبین' ابو الفتح بستی شاعر' حلیمی شیخ الشافعیہ' ابن فارض' ابو الحسن قابسی' قاضی ابو بکر باقلانی' ابو طیب صعلوکی' ابن الاکفانی' ابن نباتہ صاحب الخطب' ضمیری شیخ الشافعیہ' حاکم صاحب مستدرک' ابن کج' شیخ ابو حامد اسفرائینی' ابن مدرک' شریف رضی' ابو بکر رازی صاحب القاب' حافظ عبدالغنی بن سعید' ابن مردویہ' وہبۃ اللہ بن سلامۃ الضریر مفسر' ابو عبدالرحمٰن سلمی' شیخ الصوفیہ' ابن بواب صاحب خط' عبدالجبار معتزلی' محاملی امام الشافعیہ' ابو بکر قفال شیخ الشافعیہ' استاد ابو اسحاق اسفرائنی الملاء لکائی' ابن فخار عالم اندلس' علی بن عیسیٰ ربعی نحوی وغیر ہم رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

عالم فاضل حضرات

ذہبی لکھتے ہیں اسی زمانہ میں اشعریہ کے رائس رئیس ابواسحاق اسفرائنی تھے اور اسی زمانہ میں معتزلیہ کا تاج قاضی عبدالجبار تھے اور اسی زمانہ میں رافضیوں کا سرتاج شیخ مفید تھا اور کرامیہ کا سرتاج محمد بن ہیصم تھا۔ قراء کی زینت ابوالحسن حمامی تھے۔ محدثین کی زیبائش و آرائش حافظ عبدالغنی بن سعید تھے۔ صوفیوں کے سردار ابوعبدالرحمٰن سلمی تھے۔ شاعروں کا سرتاج ابوعمر بن دراج تھا اور مجددین میں رہنما ابن بواب تھے اور بادشاہوں کے بادشاہ سلطان محمد بن سبکتگین تھے۔

میں (مصنف) کہتا ہوں اس کے ساتھ یہ بھی زیادہ کرنا چاہیے اسی زمانہ میں اہل زنادقہ کا بڑا خناس الحاکم بامراللہ تھا۔ اہل لغت میں سب سے اوپر جوہری تھے۔ نحویوں کے امام ابن جنی تھے۔ بلغاء سے ممتاز بدیع الزمان تھے' خطباء سے ابن نباتہ کو امتیاز حاصل تھا۔ مفسرین میں یکتا ابوالقاسم بن حبیب نیشاپوری تھے اور خلفاء کی شان القادر باللہ تھا کیونکہ یہ نہایت فقیہ اور صاحب تصنیف تھا۔ اس کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ شیخ تقی الدین بن صلاح نے اسے فقہاء شافعیہ سے شمار کیا ہے اور ان کے طبقات میں ان کا حال لکھا ہے۔ نیز اس کی مدت خلافت سب سے زیادہ تھی۔

القائم بامراللہ

القائم بامراللہ ابوجعفر عبداللہ بن القادر۔ یہ 15 ذیقعدہ 391 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام بدرالدجیٰ یا قطر الندیٰ تھا۔ آرمینیہ کی رہنے والی تھی۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد 422 ہجری میں تخت کا وارث ہوا۔ القادر باللہ نے اپنی زندگی میں اسی کو ولی عہد مقرر کیا تھا اور اس کا لقب القائم بامراللہ مقرر کیا تھا۔

کثیر الصدقہ

ابن اثیر لکھتے ہیں ابوجعفر نہایت خوبصورت' پرہیزگار' عابد' زاہد' عالم' قوی الیقین' کثیر الصدقہ اور صابر شخص تھا اور نہایت اعلیٰ درجہ کا ادیب اور خوشخط تھا۔ عدل و احسان کو پسند کرتا تھا۔ اگر کوئی چیز اس سے طلب کی جاتی تھی تو کبھی اس کے دینے سے دریغ نہ کیا کرتا۔

خبر ملی

خطیب لکھتے ہیں 450 ہجری تک جب تک اسے نظر بند کیا گیا تھا' یہ بعزت خلافت پر قائم رہا اور اس نظر بندی کا باعث یہ ہوا کہ ارسلان ترکی بساسیری کا اقتدار بہت بڑھ گیا اور تمام امراء عرب و عجم اس سے خائف تھے۔ منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اس نے لوگوں کے مال لوٹ لیے تھے۔ گاؤں ویران کر دیئے تھے۔ قائم بھی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا وہ کچھ کرے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد القائم کو اس کی بدعقیدگی معلوم ہوئی اور خبر ملی وہ دار الخلافہ کو لوٹنے کا قصد رکھتا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ نے ابو طالب محمد بن مکیال سلطان العز معرف بہ طغرلبک سے مدد کے بارے میں خط و کتابت کی۔ پھر بساسیری کے گھر کو جلا دیا۔

دشمن بنا دیا

447 ہجری طغرل بک بھی بغداد میں آ پہنچا۔ بساسیری رحبہ میں چلا گیا تھا اور بہت سے ترک اس کے ساتھ آ ملے تھے۔ بادشاہ مصر نے روپے سے اس کی مدد کی اور پھر طغرل بک کے بھائی تبال کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور اس سے وعدہ کیا تمہارے بھائی طغرل کی جگہ پر تمہیں مقرر کیا جائے گا۔ اس لالچ سے تبال اپنے بھائی طغرل بک سے لڑنے نکل کھڑا ہوا۔

اذان میں زیادتی

450 ہجری میں بساسیری بغداد میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ مصری جھنڈے تھے۔ پس خلیفہ اور اس کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ خلیفہ کی مسجد کے علاوہ تمام مساجد میں والی مصر المستنصر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اذان میں حَیَّی عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ بھی کہا گیا۔ ایک مہینہ تک لڑائی رہی۔ آخر بساسیری کو فتح ہوئی اور اس نے خلیفہ کو پکڑ لیا اور فرغانہ میں لے جا کر قید میں ڈال دیا۔

بغداد پہنچا دو

ادھر طغرل بک کو فتح ہوئی اور اس نے اپنے بھائی تبال کو قتل کر ڈالا اور پھر حاکم فرغانہ کو لکھا خلیفہ کو نہایت تعظیم کے ساتھ بغداد میں پہنچا دو' چنانچہ اس نے نہایت عزت سے خلیفہ کو بھیج دیا اور خلیفہ 25 ذی القعدہ 451 ہجری میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ بغداد میں داخل ہوا۔

سر کاٹ لیا

اس کے بعد طغرل بک نے بساسیری سے لڑنے کے لیے ایک لشکر جرار روانہ کیا جس نے اس پر فتح پائی اور اس کا سر کاٹ کر بغداد میں لایا گیا۔

بغیر قیمت

کہتے ہیں جب خلیفہ بغداد میں واپس آیا تو اس روز سے اپنے مصلّے پر ہی سونے لگا۔ کبھی چارپائی پر نہیں لیٹا۔ دن کو روزہ سے ہوتا اور رات کو نماز و نفلی عبادتوں میں مشغول رہتا۔ جس جس نے اس کو اذیت دی تھی ان کو معاف کر دیا اور جس کسی نے جو اس کے مکان سے لوٹا تھا' وہ بغیر قیمت واپس نہ لیا اور کہنے لگا مجھے خدا کے سامنے ان کا حساب دینا ہے اور اس کے بعد پھر کبھی تکیہ پر سر رکھ کر نہیں سویا۔ کہتے ہیں جب اس کا گھر لوٹا گیا تو لہو ولعب کا کوئی بھی آلہ اس کے مکان سے برآمد نہ ہوا۔

دعا کے الفاظ

مروی ہے جب بساسیری نے اسے قید کیا تو اس نے ایک دعائیہ عبارت لکھ کر مکہ معظّمہ میں بھجوائی تاکہ خانہ کعبہ میں لٹکا دی جائے اور دعا کے الفاظ یہ تھے:

اِلَی اللهِ الْعَظِیْمِ مِنَ الْمِسْکِیْنِ عَبْدِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَالِمٌ بِالسَّرَائِرِ الْمُطَّلِعُ عَلَی الضَّمَائِرِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ غَنِیٌّ بِعِلْمِکَ وَاِطِّلَاعِکَ عَلٰی خَلْقِکَ مِنْ اِعْلَامِیْ ھٰذَا عَبْدٌ قَدْ کَفَرَ نِعْمَکَ وَمَا شَکَرَھَا وَاَلْغَی الْعَوَاقِبَ وَمَا ذَکَرَھَا اَطْغَاہُ حِلْمُکَ حَتّٰی تَعَدّٰی عَلَیْنَا بَغْیًا وَاَسَاءَ اِلَیْنَا عُتُوًّا وَعَدُوًّا اَللّٰھُمَّ قَلَّ النَّاصِرُ وَاعْتَزَّ الظَّالِمُ وَاَنْتَ الْمُطَّلِعُ الْعَالِمُ الْمُنْصِفُ الْحَاکِمُ بِکَ تَعْتَزُّ عَلَیْهِ وَاِلَیْکَ نَهْرِبُ مِنْ یَدَیْهِ فَقَدْ تَعَزَّزَ عَلَیْنَا بِالْمَخْلُوْقِیْنَ وَنَحْنُ نَعْتَزُّ بِکَ وَقَدْ حَاکَمْنَاہُ اِلَیْکَ وَتَوَکَّلْنَا فِیْ اَنْصَافِنَا مِنْهُ عَلَیْکَ وَرَفَعْنَا ظُلَامَتَنَا ھٰذِہٖ اِلٰی حَرَمِکَ وَوَثِقْنَا فِیْ کَشْفِهَا بِکَرَمِکَ فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ.

ترجمہ: اللہ رب العزت جو عظمت والا ہے اس کی طرف ایک مسکین بندے کا (خط) اے

اللہ بے شک تو رازوں کو جاننے والا ہے اور دل کی باتوں پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ اے اللہ تو اپنی مخلوق پر آگاہ ہونے کیلئے اور کسی بات کو جاننے کیلئے (میرے جیسے عاجز) مسکین بندے کے آگاہ کرنے سے شان علمی کے سبب بے نیاز ہے۔ تیرے اس بندے نے تیری نعمتوں کا کفر کیا اور ان کا شکر ادا نہ کیا۔ انجاموں کو اس نے لغو جانا اور ان کو یاد نہ کیا تیرے حلم نے اسے سرکش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اس نے ظلم کیا اور نہایت دشمنی سے پیش آیا۔ اے اللہ ہمارا کوئی مددگار نہیں اور ظالم غرور میں ہیں اور تمام باتوں پر اطلاع رکھنے والا' جاننے والا' انصاف فرمانے والا ہے اور تو ہی فیصلہ فرمانے والا ہے۔ ہم تیری بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔ اس کے مظالم پر اور اس کے ظالم ہاتھوں سے تیری ہی طرف ہم بھاگتے ہیں۔ پس تحقیق اس نے ہم لوگوں پر ظلم کیا ہے اور اس کی شکایت تیری ہی بارگاہ میں کرتے ہیں اور ہم تیرے ہی پاس اس کا فیصلہ لاتے ہیں اور ہم اس سے اپنے انصاف میں تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم نے اس کے مظالم کی اپنی فریاد تیرے حرم میں پہنچائی ہے اور تیرے کرم سے اس سے نجات پانے کے امیدوار ہیں۔ پس تو ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما اور تو ہی فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

برابر ساٹھ سال

448 ہجری میں الظاہر عبیدی والی مصر مر گیا اور اس کے سات سالہ بیٹے کو تخت پر بٹھایا گیا جو برابر ساٹھ سال اور چھ ماہ تک بادشاہ رہا۔

روٹی پچاس دینار میں

ذہبی کہتے ہیں کوئی خلیفہ یا بادشاہ اتنی مدت تک حکمران نہیں رہا۔ اس کے عہد میں ہی مصر میں ایسا قحط پڑا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے بعد سے لیکر آج تک ایسا قحط کبھی نہیں پڑا تھا۔ آدمی آدمیوں کو کھا گئے اور ایک روٹی پچاس دینار میں بک گئی۔

443 ہجری میں معزبن نادیس نے مغرب میں خطبہ سے عبیدیوں کا نام نکلوا کر بنی عباس کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔

جعفری بک

451 ہجری میں سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین والیٔ غزنی اور سلطان جعفری بک بن سلجوق اور برادر طغرل بک والیٔ خراسان کے درمیان بہت سی لڑائیوں کے بعد صلح ہوئی۔ پھر اسی سال جعفری بک مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا الپ ارسلان تخت پر بیٹھا۔

مالک سیاہ وسفید

455 ہجری ماہ رمضان میں جب طغرل بک رے میں مر گیا تو اس کے بعد اس کا بھتیجا صاحب خراسان سلطان ہوا۔ قائم نے اسے خلعت بھیجی اور تمام سیاہ وسفید کا مالک کر دیا۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ پہلا شخص ہے جسے بغداد میں منبروں پر سلطان کے لقب سے پکارا گیا اور اسے وہ شوکت حاصل ہوئی جو کسی سلطان کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ اس نے نصرانیوں کے بہت سے شہر فتح کیے اور اس نے نظام الملک کو اپنا وزیر بنایا اور عبدالملک وزیر سابق کی خرابیوں مثلاً اشعریہ کو برا بھلا کہنا وغیرہ کو دور کیا اور شافعیہ کی مدد کی اور امام الحرمین ابوالقاسم قشیری کی نہایت عزت کی اور مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی۔ کہتے ہیں یہی سب سے پہلا مدرسہ ہے جو فقہاء کے لیے بنایا گیا۔

عجیب الخلقت

458 ہجری میں باب ازج میں ایک ایسی لڑکی پیدا ہوئی جس کے دو سر دو چہرے اور دو گردنیں تھیں جبکہ نیچے سے جسم ایک ہی تھا۔

ستارہ

اسی سال چاند کے برابر کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس کی روشنی بہت تیز تھی۔ لوگ اس سے بہت ڈر گئے تھے۔ یہ ستارہ دس راتوں تک طلوع کرتا رہا۔ بعد ازاں اس کی روشنی کم ہوتی چلی گئی' یہاں تک کہ بالکل ہی غائب ہو گیا۔

مدرسہ نظامیہ بغداد

459 ہجری میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ کی تعمیر مکمل ہو گئی اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی اس کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ طلباء پڑھنے کے لیے جمع ہوئے۔ لیکن شیخ ابو اسحٰق نہ آئے اور کسی وجہ سے

پڑھانے سے اعراض کیا۔ آخر ابن صباغ نے درس دینا شروع کیا۔ بعدازاں لوگوں نے شیخ ابواسحٰق کو بھی راضی کرلیا اور انہوں نے بھی پڑھانا شروع کردیا۔

پانی آ گیا

460 ہجری کو رملہ میں بہت شدید زلزلہ آیا جس سے وہ شہر بالکل ویران ہوگیا۔ پانی کنوؤں سے نکل کر بہنے لگا اور اس زلزلہ سے پچیس ہزار افراد ہلاک ہوگئے اور سمندر کا پانی کنارے سے ایک دن کی مسافت کے فاصلے پر پیچھے ہٹ گیا۔ لوگ یہ دیکھ کر مچھلیاں پکڑنے کے لیے آگے تک سمندر میں گھس گئے اور مشغول ہوگئے۔ پیچھے سے جھٹ سمندر کا پانی آ گیا جس سے سب لوگ ڈوب کر ہلاک ہوگئے۔

سنہری چھت

461 ہجری میں جامع دمشق جل کر تباہ ہوگئی اور تمام خوبیاں جاتی رہیں اور اس کی خوبصورت سنہری چھت بالکل جل گئی۔

کتا اور بلی بھی

462 ہجری میں امیر مکہ کے ایلچی نے آ کر سلطان الپ ارسلان کو اطلاع دی۔ خطبہ سے مستنصر کا نام قطع کر کے عباسیوں کا نام پڑھا جانے لگا ہے اور اذان میں حی علیٰ خیر العمل بھی چھوڑ دیا گیا ہے۔ سلطان نے اس ایلچی کو تیس ہزار دینار اور ایک خلعت دی اور کہا اس تبدیلی (جو کی گئی تھی اور اب چھوڑ دی گئی ہے) کا باعث وہی قحط تھا جس نے مصریوں کو ذلیل کر دیا تھا۔ جس میں آدمیوں نے آدمیوں کو کھالیا تھا۔ ایک اِرْدَبْ (ناپنے کا برتن مصری پیمانہ) گندم کی قیمت سو دینار ہوگئی تھی اور کتا بیس دینار سے بک گیا اور بلی تین دینار میں بک گئی۔

دلچسپی نہ ہوئی

کہتے ہیں قحط کے دوران قاہرہ سے ایک عورت باہر آئی۔ اس کے پاس جواہر سے بھرا ایک پیمانہ تھا۔ اس نے لوگوں میں آ کر کہا کون ہے جو مجھ سے یہ جواہرات کا پیمانہ لیکر مجھے گندم دیدے تو اس کی اس بات پر کسی نے توجہ تک نہ دی۔

قَدْ عَلِمَ الْمِصْرِیُّ اِنَّ جُنُوْدَہٗ   سَنُّوْا فِیْھَا وَطَاعُوْنَ عَمْوَاسٍ

ترجمہ: والی مصر نے اچھی طرح جان لیا کہ بے شک اس کے لشکر قحط والے سالوں کی طرح ہیں۔ ان میں طاعون ظاہر ہوگا اور قریہ عمواس والے بلیات و آفات میں مبتلا ہوں گے۔

اَقَامَتْ بِہٖ حَتّٰی اسْتَرَبَ بِنَفْسِہٖ وَاَوْجَسَ مِنْھَا خِیْفَۃً ای ایْجَاسٍ

ترجمہ: وہ سال اس طرح اس کے ساتھ رہے کہ اس نے اپنے آپ میں بھی شک کیا اور اس سے اس میں نہایت سخت خوف پیدا ہو گیا۔

ادبار و اقبال

463 ہجری میں جب لوگوں نے مستنصر کی دولت کا ادبار اور قائم اور سلطان الپ ارسلان کی دولت کا اقبال دیکھا تو حلب میں خطبہ میں دونوں کے نام پڑھے جانے لگے۔

طویل المیعاد صلح

اسی سال یعنی 463 ہجری میں مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ عظیم ہوئی جس میں فتح مسلمانوں کو ہی ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا سپہ سالار لشکر الپ ارسلان ہی تھا۔ بادشاہ روم قید ہوا لیکن پھر بہت سا مال لیکر رہا کر دیا گیا اور پچاس برس کے لیے صلح کر لی۔ بادشاہِ روم کو چھوڑنے کے بعد سلطان الپ ارسلان نے دارالخلافہ کی طرف سر ننگا کر کے خلیفہ کی خدمت کی بجا آوری کا اشارہ کیا۔

464 ہجری میں بکریوں میں سخت وبا پڑی جس سے ریوڑ کے ریوڑ ہی غارت ہو گئے۔

465 ہجری میں سلطان الپ ارسلان قتل کر دیا گیا اور اس کا بیٹا ملک شاہ اس کی جگہ قائم ہوا اور اپنا لقب جلال الدولہ رکھا اور نظام الملک کو اپنا وزیر بنا کر اس کا لقب اتابک رکھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس کا لقب اتابک ہوا۔ اتابک کے لفظی معنی ہیں "امیر والد"

ایک ہزار دینار میں

اسی سال مصر میں پھر قحط پڑ گیا' یہاں تک کہ ایک اور عورت نے ایک ہزار دینار سے روٹی لی اور وباء بھی سخت پھیلی۔

بغداد ایک چٹیل میدان

466 ہجری میں دجلہ کا بہت سا حصہ غرق ہو گیا اور دجلہ تیس گز تک چڑھ آیا۔ اس سے قبل

ایسی طغیانی کبھی نہ آئی تھی۔ بیشمار مال، جانیں اور چار پائے ضائع ہو گئے۔ لوگ کشتیوں میں پناہ گزین ہوئے۔ دو دفعہ کشتیوں میں جمعہ پڑھایا گیا۔ خود خلیفہ نے نہایت عاجزی کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ قریباً ایک لاکھ مکانات گر گئے اور بغداد ایک چٹیل میدان ہو گیا۔

زخم بہہ پڑا

467 ہجری بروز بدھ بمطابق تیرہ شعبان المعظم خلیفہ القائم نے فصد کھلوائی۔ جب رات سویا تو زخم کا منہ کھل گیا۔ صبح اٹھا تو ضعف بہت زیادہ محسوس کیا۔ فوراً اپنے پوتے ولی عہد عبداللہ بن محمد کو بلایا اور اسے وصیت کی اور تھوڑی دیر بعد انتقال کر گیا۔ اس کی مدتِ خلافت پینتالیس سال تھی۔

اس کے عہد میں علمائے ذیل نے انتقال کیا:

ابوبکر برقانی، ابوالفضل فلکی، ثعلبی مفسر، قدوری شیخ الحنفیہ، ابن سینا شیخ الفلاسفہ، مہیار شاعر، ابونعیم صاحب الحلیہ، ابوزید دبوسی، بروعی مالکی صاحب تہذیب، ابوالحسن بصری معتزلی، مکی صاحب الاعراب، شیخ ابومحمد جوینی، مہدوی صاحب التفسیر، اقلیلی، شہانینی، ابوعمر دوانی، خلیل صاحب الارشاد، سلیم رازی، قاری ابوالعلاء، ابوعثمان صابونی، ابن بطال شارح بخاری، قاضی ابوطیب طبری، ابن شیطی مقری، ماوردی شافعی، ابن باب شاذ، قضاعی صاحب شہاب، ابن برہان نحوی، ابن حزم ظاہری، بیہقی، ابن سید صاحب محکم، ابویعلی بن فراء شیخ الحنابلہ، حضرمی شافعی، ہندلی صاحب الکامل فی القرأت، فورانی، خطیب بغدادی، ابن رشیق صاحب عمدہ اور ابن عبدالبر وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

المقتدی بامر اللہ

المقتدی بامر اللہ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن القائم بامر اللہ اس کا والد اس کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا بلکہ یہ اپنے والد کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔ اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام رجوان تھا۔ اپنے دادا کی وفات کے بعد یہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر انیس سال اور تین ماہ کی تھی۔ شیخ ابواسحاق شیرازی، ابن صباغ اور دامغانی کے روبرو اس سے بیعت کی گئی۔ اس کے عہد خلافت میں خیرات کثیرہ اور آثار حسنہ ظاہر ہوئے۔ قواعد خلافت نہایت عمدہ تیار

ہوئے۔ گانے والوں اور زنانِ فاحشہ کو جلاوطن کر دیا گیا اور حکم دیا لنگی باندھے بغیر کوئی حمام میں نہ جائے اور کبوتروں کے گھر گروا دیئے تاکہ لوگوں کی بے پردگی نہ ہو۔ یہ خلیفہ نہایت قوی النفس اور عالی ہمت تھا۔

اس کی خلافت کے شروع سال میں ہی مکہ میں بصر عبیدی کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اسی سال نظام الملک نے نجومیوں کو جمع کیا۔ انہوں نے نوروز اول نقطہ برج حمل سے شروع کرایا۔ اس سے پہلے نوروز سورج کے برج حوت کے نصف طے کرنے کے وقت شروع ہوتا تھا۔ اب تک نظام الملک کی تقویم پر ہی عمل ہوتا چلا آ رہا ہے۔

زیادتی ختم

468 ہجری میں دمشق میں مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور اذان سے حی علی خیر العمل نکلوا دیا گیا۔ لوگ اس بات سے بہت خوش ہوئے۔

469 ہجری میں ابونصر بن استاذ' ابو قاسم قشیری اشعری بغداد میں آئے اور مدرسہ نظامیہ میں تقریر فرمائی جس کے ساتھ حنبلیوں میں کچھ اضطراب ہوا کیونکہ انہوں نے اپنے وعظ میں قشیریوں کے مسلک کو سب سے بہتر کہا تھا اس لیے حنبلیوں کو جوش آیا اور اس دوران بہت سے لوگ قتل بھی ہو گئے۔ فخر الدولہ جہیر کو مقتدی کی وزارت سے ہٹا دیا گیا کیونکہ وہ نہایت متعصب حنبلی تھا۔

475 ہجری میں خلیفہ نے شیخ ابواسحاق شیرازی کو سلطان کی طرف ایلچی بنا کر بھیجا اور حمید ابوالفتح کی زیادتیوں کی شکایت کی۔

476 ہجری میں تمام ملک میں ارزانی ہو گئی اور قحط دور ہو گیا۔ اسی سال خلیفہ ابوشجاع محمد بن حسن کو وزیر بنایا اور ظہیر الدین اس کا لقب رکھا۔ مصنف کہتے ہیں میرے خیال میں یہ سب سے پہلا لقب ہے جس میں دین کی طرف نسبت کی گئی۔

477 ہجری میں سلیمان قلتمش سلجوقی والیٔ قونیہ و اقصراء اپنے لشکر کے ساتھ شام کی طرف گیا اور انطاکیہ پر جو 358 ہجری میں رومیوں کے قبضے میں تھا' قابض ہو گیا اور اس پر سلطان ملک شاہ نے اس کو مبارکباد دی۔

ذہبی کہتے ہیں آل سلجوق ہی روم کے بادشاہ تھے۔ ان کی مدت تک سلطنت رہی اور ظاہر

کے زمانہ میں یبرس میں ان کا بقیہ موجود تھا۔

امیر المسلمین

478 ہجری میں یوسف بن تاشفین والیٔ سبتہ و مراکش نے مقتدی سے درخواست کی جو شہر اس کے قبضہ میں ہیں وہ اسے دے کر سلطان کا لقب عطا کیا جائے۔ مقتدی نے یہ منظور کر لیا اور اس کو خلعت و جھنڈا دیا۔ امیر المسلمین کا لقب عطا کیا۔ اس سے وہ خوش ہوا اور اس بات سے فقہائے مغرب بھی خوش ہو گئے۔ شہر مراکش اسی یوسف نے ہی بسایا تھا۔

عبیدی کا خطبہ

اسی سال سلطان ملک شاہ بغداد میں آیا۔ یہاں اس کا آنا پہلی دفعہ تھا۔ دارالسلطنت میں فروکش ہوا۔ خلیفہ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ پھر اصفہان چلا گیا۔ اسی سال حرمین شریفین میں عبیدی کا خطبہ چھوڑ کر مقتدی کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

481 ہجری میں غزنی کا بادشاہ موید ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا جلال الدین مسعود تخت پر بیٹھا۔

مدرسہ باب ابرز

483 ہجری کو بغداد میں باب ابرز میں تاج الملک مستوفی الدولہ نے مدرسہ بنوایا اور ابوبکر شاش اس کے مدرس معلم مقرر ہوئے۔

مدتوں حکمرانی

484 ہجری جزامیر سفلیہ پر انگریز قابض ہوا۔ یہ جزیرہ سب سے پہلی مفتوحہ جگہ تھی جو 200 ہجری کے بعد مسلمانوں نے فتح کی اور مدتوں تک اس پر آل انلب حکمران رہی۔ پھر یہ جزیرہ عبیدی معتزلی کے قبضہ میں بھی رہا۔ بعد ازاں فرنگیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

انصاف چاہا

اسی سال سلطان ملک شاہ بغداد میں آیا اور ایک بہت بڑی جامع مسجد بنوائی اور اس کے اردگرد امراء کے مکانات بنوائے۔ ملک شاہ پھر اصفہان چلا گیا اور 485 ہجری میں پھر بغداد میں آیا اور خلیفہ کو کہلا بھیجا بغداد کو خالی کر دو اور جہاں تمہاری مرضی ہو چلے جاؤ۔ خلیفہ کو اس سے

سخت رنج ہوا اور کہا مجھے ایک مہینے کی ہی مہلت دیدو۔ اس نے کہا میں ایک ساعت کی بھی مہلت نہیں دیتا۔ خدا کی قدرت سلطان انہی دنوں بیمار ہوا اور مر گیا۔ خلیفہ نے سلطان کے وزیر سے دس روز کی مہلت لے لی تھی۔ لوگوں نے اس بات کو خلیفہ کی کرامت سمجھا۔ کہتے ہیں انہی دنوں خلیفہ نے روزے رکھے اور سلطان ملک شاہ کے بارے اللہ تعالیٰ سے انصاف چاہا' چنانچہ اس کو انصاف مل گیا۔

پانچ سالہ

جب سلطان مر گیا تو اس کی زوجہ ترکان نے اس کی موت کو پوشیدہ رکھا اور خفیہ طور پر اپنے بیٹے کے لیے امراء سے بیعت لے لی اور مقتدی سے کہلا بھیجا اسے سلطان کا لقب عطا کرے۔ اس نے اس بات کو مان لیا اور ناصر الدنیا والدین کا لقب دیا۔ یہ واقعہ محرم 487 ہجری میں ہوا۔ خلیفہ نے اس کی اطلاع اپنے ممالک محروسہ میں بھی بھجوا دی۔ دوسرے دن خلیفہ اچانک مر گیا۔ اس کی لونڈی شمس النہار نے اسے زہر دیا تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے مستظہر سے بیعت کی گئی۔

اس کے وقت میں یہ علمائے کرام فوت ہوئے:

عبدالقاہر جرجانی' ابوالولید باجی' شیخ ابواسحاق شیرازی' اعلم نحوی' ابن صباغ صاحب الشامل' متولی' امام الحرمین' دامغانی حنفی' ابن فضال مجاشعی' برودی شیخ الحنفیہ۔

المستظہر باللہ

المستظہر باللہ ابوالعباس احمد بن مقتدی باللہ ماہ شوال 470 ہجری میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے مرنے کے بعد سولہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔

ابن اثیر کہتے ہیں یہ نہایت کریم الاخلاق اور نرم طبیعت شخص تھا۔ نیک کاموں میں جلدی کیا کرتا تھا۔ نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجے کا انشاء پرداز تھا۔ اپنے اس فن میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ نہایت جوانمرد' شجاع' سخی' واسع العلم اور علماء وصلحاء پر جان نثار کرتا تھا۔ اسے اپنے عہد میں چین نہ آیا۔ ہمیشہ جنگوں میں ہی رہتا تھا۔

اس کی خلافت کے سال اول میں مستنصر عبیدی والی مصر مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا

المستعین احمد آیا۔ اسی سال رومیوں نے بلنسیہ فتح کیا۔

488 ہجری میں احمد خان والی سمرقند قتل ہوگیا کیونکہ وہ زندیق ہوگیا تھا۔ اس لیے امراء نے اسے گرفتار کرلیا اور فقہاء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیدیا۔ اس کے بعد اس کا چچیرا بھائی آیا۔

سبعہ سیارے

489 ہجری میں سبعہ سیارے زحل کے علاوہ تمام برج حوت میں جمع ہو گئے۔ نجومیوں نے پیش گوئی کی حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان جیسا طوفان آئے گا' چنانچہ حاجی دارالمناقب میں اترے تو ایک سیل رواں آیا جس میں تمام ڈوب گئے۔

490 ہجری میں سلطان ارسلان ارغوان بن الپ ارسلان والیٔ خراسان قتل ہوا اور سلطان برکیاروق اس کے تمام ملک پر قابض ہوگیا اور سب اس کے مطیع ہو گئے۔

اسی سال میں حلب' انطاکیہ' معرہ اور شیراز میں ایک ماہ تک عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ مگر بعد ازاں پھر عباسیوں کے نام کا ہی خطبہ پڑھا جانے لگا۔

فرنگیوں کی خرابیاں

اسی سال شہر نیقیہ پر فرنگیوں کا قبضہ ہوگیا۔ یہ سب سے پہلا شہر تھا جو مکمل طور پر ان کے قبضہ میں آیا۔ وہاں سے بڑھتے ہوئے یہ کفرطات تک پہنچے اور اس کے گردونواح کو خوب لوٹا۔ فرنگیوں کی ملک شام پر یہ پہلی پیش قدمی تھی جو انہوں نے بحر قسطنطنیہ کے راستے فوج کے ساتھ کی تھی۔ بادشاہ اور رعایا میں اس سے سخت اضطراب پھیل گیا۔ کہتے ہیں جب والیٔ مصر نے سلجوقیوں کی قوت اور ان کے شام پر غلبے کو دیکھا تو شام پر قبضہ کرنے کیلئے فرنگیوں کو بلا بھیجا۔ لیکن لوگ ہر طرف سے فرنگیوں پر ٹوٹ پڑے۔

ہائل واقعات

492 ہجری میں باطنیوں کو خوب اقتدار حاصل ہوا اور اسی سال فرنگیوں نے ڈیڑھ مہینے کے محاصرے کے بعد بیت المقدس کو فتح کرلیا اور 70 ہزار سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا جن میں سے بہت سے علماء اور عباد و زہاد تھے۔ تمام مساجد مسمار کر دیں اور یہودیوں کو ایک گرجا میں جمع کر کے جلا دیا۔ بقیۃ السیف لوگوں نے بغداد میں آکر پناہ لی اور وہاں کے ایسے ہائل واقعات

بیان کیے جن سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے' چونکہ اسلامی بادشاہوں میں آپس میں اختلافات تھے اس لیے شام میں فرنگیوں کے پاؤں جم سکے۔ ابیوردی شاعر نے اس ہائل واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے:

مَزَجْنَا دِمَاءً بِالدُّمُوْعِ السَّوَاجِمِ فَلَمْ يَبْقَ مِنَّا عُرْضَةٌ" لِلْمَرَاجِمِ

ترجمہ: ہم نے خون کو اشکہائے ریختہ کے ساتھ ملایا ہے۔ پس اب لڑائی میں ہمارا کوئی حیلہ نہیں رہا ہے۔

وَشَرُّ سَلاَّحِ الْمَرْءِ دَمعٌ" بِفَيْضِهِ اِذَاالْحَرْبُ شَبَّتْ نَارُهَا بِالصَّوَارِمِ

ترجمہ: آدمی کا سب سے بڑا ہتھیار آنسو ہیں جو وہ تلواروں کے ساتھ لڑائی تیز ہوتے وقت بہاتا ہے۔

فَـاِيُّهَا بَنِي الْاِسْلاَمِ اِنَّ وَرَاءَ كُمْ وَقَائِعَ" يُلْحِقْنَ الذُّرىٰ بِالْمَنَاسِمِ

ترجمہ: اے اہل اسلام خاموش ہو جاؤ۔ تمہارے پیچھے کئی جنگیں ہیں جو تمہیں گھوڑوں کے سموں سے ہلاک کر دیں گی۔

اَنَائِمَةٌ" فِيْ ظِلِّ اَمْنٍ وَغِبْطَةٍ وَعَيْشٍ كَنُوَّارِ الْخَمِيْلَةِ نَاعِمِ

ترجمہ: اے آنکھ جو نرم و نازک اور شگوفہ باغ کے عیش کی طرح سو رہی ہے۔

وَكَيْفَ تَنَامُ الْعَيْنُ مِلْأُ" جُفُوْنِهَا عَلٰى هَبَوَاتٍ اَيْقَظَتْ كُلَّ نَائِمِ

ترجمہ: اس آنکھ کو نیند کیسے آئے گی جس کی پلکوں میں گرد و غبار بھرا ہوا ہے۔ جو ہر سونے والے کو جگا دیتا ہے۔

وَاِخْوَانُكُمْ بِالشَّامِ يُضْحِيْ مَقِيْلَهُمْ ظُهُوْرِ الْمَذَاكِيْ اَوبُطُوْنُ الْقَشَاعِمِ

ترجمہ: تمہارے بھائیوں کی شام میں خوابگاہیں ہیں یا گھوڑوں کی پیٹھیں ہیں یا کرگسوں کے پیٹ ہیں۔

تَسُوْمُهُمُ الرُّوْمُ الْهَوَامُ وَاَنْتُم تَجُرُّوْنَ ذَيْلَ الْخَفْضِ فِعْلَ الْمُسَالِمِ

ترجمہ: رومی بد بخت تمہارے بھائیوں کو تکلیف دے رہے ہیں اور تم امن کشاں بے خوف ٹہل رہے ہو۔

فَكَمْ مِنْ دَمَاءٍ قَدْاُبِيْحَتْ وَمِنْ دُمىً تَوَارٰى حَيَاءً حُسْنُهَا بِالْمَعَاصِمِ

ترجمہ: بہت سے خون گرائے گئے اور بہت سی پری پیکروں نے حسن کے حیا سے اپنے ہاتھوں سے (گناہوں سے بچنے اور مظالم سے بچنے کیلئے) پردہ کرلیا۔

بِحَیْثُ السُّیُوْفُ الْبِیْضُ مُحْمَرَّةَ الظُّبیٰ وَسُمْرُ الْعَوَالِیْ دَامِیَاتِ اللَّهَاذِمِ

ترجمہ: یہ واقعہ اس جگہ ہوا جہاں چمکتی ہوئی سفید تلواریں سرخ ہوگئیں اور گندم گوں تیروں کے بھالے رنگین ہوگئے۔

یُنَادِیْ بِاَعْلَی الصَّوْتِ یَااَهْلَ هَاشِمٍ یَکَادُ لَهُنَّ الْمُسْتَحَنَ بَطِیْنَةً

ترجمہ: قریب ہے اس خونریزی کے لیے ایک نرمی کرنے والا (مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ سے کہیں اے آل ہاشم

اَرٰی اُمَّتِیْ لَایَسْرَعُوْنَ اِلَی الْعِدٰی رِمَاحُهُمْ وَالدِّیْنِ دَامِیٌّ الدَّعَائِمِ

ترجمہ: میں اپنی امت کو دیکھ رہا ہوں وہ اپنے نیزوں کو دشمن کی طرف جلدی نہیں لے جاتے اور دین کے ستون سست ہوگئے ہیں۔

وَیَجْتَلِبُوْنَ النَّارَ خَوْفًا مِنَ الرَّدٰی وَلَا یَحْسَبُوْنَ الْعَارَ ضَرْبَةً لَازِمٍ

ترجمہ: ہلاکت کے خوف سے اپنی طرف آگ کھینچتے ہیں۔ مگر عار اور شرم کو امر مستمر نہیں جانتے۔

اَتَرْضِیْ صَنَادِیْدَ الْاَعَارِبَ بِالْاَذٰی وَتَقْضِیْ عَلٰی ذِلِّ کَمَاةِ الْاَعَاجِمِ

ترجمہ: کیا عرب کے شجاعان اسلام کی اذیت پر راضی ہوجائیں گے اور اپنی عمروں کو عجم کے تحت ہوکر خواری میں بسر کریں گے۔

فَلَیْتَهُمْ اِذْ کُمْ یَرُدُّوْا حَمِیَّةً عَنِ الدِّیْنِ ظَنُّوْا غَیْرَةً بِالْمَحَارِمِ

ترجمہ: کاش! اگر انہوں نے دین کی غیرت کے باعث اپنے آپ سے دشمن کو دفع نہیں کیا تو کاش اپنی عورتوں کی غیرت ہی انہیں اس بات پر آمادہ کردیتی۔

آخر ناچاقی

اس سال محمد بن ملک شاہ نے اپنے بھائی سلطان برکیاروق پر فوج کشی کی اور اس پر غالب آیا۔ خلیفہ نے اس کو غیاث الدنیا والدین کا لقب دیا۔ بغداد میں ان کے نام کا خطبہ پڑھایا گیا۔ لیکن بعد میں پھر ان دونوں کے درمیان ناچاقی ہوگئی۔

دور دور سے

اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا قرآن مجید طبریہ سے دمشق لایا گیا۔ لوگوں نے دور دور سے آ کر اس کی زیارت کی اور آخر جامع مسجد کے ایک حجرہ میں رکھ دیا گیا۔

494 ہجری میں عراق میں باطنیوں نے زور پکڑا اور ہزاروں لوگوں کو قتل کر دیا۔ امراء لوگ ان کے ڈر سے اپنے کپڑوں کے نیچے زرہیں پہنتے تھے۔ بہت سے علماء ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ جن میں سے ایک رویانی صاحب البحر بھی تھے۔

اسی سال فرنگیوں نے شہر سروج' حیفا' ارسوف' قیساریہ فتح کر لیا۔

495 ہجری میں مستعلی والی مصر مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا الامر باحکام اللہ منصور تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ خطبوں سے خطباء نے اس کا نام خارج کر دیا اور صرف خلیفہ کا نام باقی رکھا گیا۔

497 ہجری میں سلطان محمد اور برکیاروق میں صلح ہو گئی اور وجہ یہ تھی کہ جب ان دونوں کی عداوت سے فساد عام ہو گیا' مال لوٹے گئے' خون بہائے گئے' بادشاہ مغلوب ہو گئے تو علماء نے بیچ میں آ کر صلح کرا دی اور دونوں سے حلف اٹھوا لیے۔ اس کے بعد خلیفہ نے برکیاروق کو خلعت بھیجا اور اس کا نام خطبوں میں داخل کر دیا۔

498 ہجری میں سلطان برکیاروق مر گیا۔ امراء نے اس کے بیٹے جلال الدولہ ملک شاہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ خلیفہ نے اس کی خلعت دی اور اس کا نام خطبوں میں پڑھنے کا حکم دیا۔

499 ہجری نہاوند کے نواح میں ایک شخص نبوت کا داعی ہوا۔ آخر اسے پکڑ کر قتل کیا گیا۔

چمڑہ میں بھس

500 ہجری میں قلعہ اصفہان جو باطنیوں کے قبضہ میں تھا' فتح ہوا۔ بہت سے باطنیوں کو قتل کیا گیا اور قلعہ گرا دیا گیا۔ ان کے سردار کا چمڑا اتار کر اس میں بھس بھرا گیا۔ یہ سب باتیں سلطان محمد نے کیں۔

501 ہجری میں سلطان نے بغداد کا خراج اور ٹیکس کم کر دیا جس سے لوگ خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ اس کے بعد اس نے نہایت عدل و انصاف پھیلایا۔

502 ہجری میں باطنیوں نے پھر زور پکڑا اور دفعتہً شہر شیراز پر قابض ہو گئے اور تمام شہر اور قلعہ پر قابض ہو کر دروازے بند کر لیے۔ اس دن وہاں کا حاکم باہر سیر کے لیے گیا ہوا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے فوراً حملہ کر کے ان کو تتر بتر کر دیا۔

503 ہجری میں فرنگیوں نے کئی سال کے محاصرہ کے بعد طرابلس پر تسلط قائم کر لیا۔

فرنگیوں کا ظلم

504 ہجری میں فرنگیوں نے مسلمانوں کو سخت تکالیف دیں۔ شام کا اکثر حصہ ان کے قبضہ میں آ گیا۔ مسلمانوں نے ان سے جان چھڑانی چاہی مگر فرنگی نہ مانا۔ آخر کئی ہزار دینار دینے پر راضی ہوا۔ مگر پھر انہوں نے عہد توڑ دیا۔ (خدا ان پر لعنت کرے۔)

سیاہ اور زرد آندھی

اسی سال مصر میں سیاہ آندھی چلی۔ ایسا اندھیرا چھایا ہاتھ پھیلائے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ریت کی بارش ہوئی۔ لوگوں کا دم گھٹنے لگا۔ سب ہلاکت کا یقین کر بیٹھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد آدھی زرد رنگ اختیار کر گئی اور یہ زردی عصر سے مغرب کے بعد تک رہی۔

اسی سال فرنگیوں کی بادشاہ سپین تاشقین سے لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ بہت سے عیسائی قتل اور قید ہوئے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ فرنگیوں کے سارے شجاع اس لڑائی میں مارے گئے۔

باطنی کا وار

507 ہجری میں سوردشاہ موصل لشکر جرار لیکر فرنگیوں سے لڑنے کے لیے بیت المقدس پہنچا۔ ایک سخت معرکہ کے بعد وہ دمشق آ گیا۔ ایک جمعہ کو وہ جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے گیا۔ اچانک ایک باطنی نے وار کر کے اسے زخمی کر دیا۔

بڑے بڑے دروازے

511 ہجری ایک شدید سیلاب آیا جس سے نجار غرق ہو گیا اور ہزار ہا لوگ ہلاک ہوئے۔ شہر کے دروازے کئی میلوں تک بہتے چلے گئے اور پھر مٹی کے نیچے دب گئے اور کئی سالوں کے بعد ملے۔ ایک بچہ پنگھوڑے میں تھا۔ سیلاب اسے بہالے گیا۔ راستے میں

پلمسوڑ اایک زیتون کے درخت کے ساتھ لٹک گیا۔لوگوں نے کئی روز کے بعد اسے وہاں سے اتارا' وہ بچہ زندہ تھا' آخر وہ بڑا ہوا اور مدت تک زندہ رہا۔

اسی سال سلطان محمد مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمود تخت پر بیٹھا جس کی عمر چودہ سال کی تھی۔

512 ہجری میں خلیفہ مستظہر باللہ بروز بدھ بمطابق تیرہ ربیع الاول میں پچیس برس خلافت کر کے فوت ہو گیا۔ابن عقیل شیخ الحنابلہ نے اسے غسل دیا اور اس کے بیٹے المسترشد نے نماز جنازہ پڑھائی۔چند روز بعد اس کی دادی مقتدی کی والدہ مر گئی۔ذہبی کہتے ہیں اس کے علاوہ ایسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا جس کے مرنے کے بعد اس کی دادی زندہ رہی ہو۔اس نے اپنا بیٹا بھی خلیفہ دیکھا' پھر پوتا اور بعد ازاں پڑپوتا بھی دیکھا۔

ذیل میں مستظہر کے اشعار ہیں:

اَذَابَ حَرُّ الْجَوٰی فِی الْقَلْبِ مَاجَمَہٗ　　　یَوْمًا مَدَدْتَ اِلٰی رَسْمِ الْوِدَاعِ یَدَا

ترجمہ: جس روز تو نے وداع کی رسم کیلئے ہاتھ بڑھایا تو میرے دل کی جمی چیز کو آتش عشق نے پگھلا دیا۔

وَکَیْفَ اَسْلُکُ نَھْجَ الْاِصْطِھَارِ وَقَدْ　　　اَرٰی طَرَائِقَ فِیْ مَھْوِ الْھَوٰی قَدَدَا

ترجمہ: میں صبر کی راہ کیسے طے کروں حالانکہ معشوق کی محبت میں مختلف راہیں دیکھتا ہوں۔

اِنْ کُنْتُ اَنْقِضُ عَھْدًا الْحُبِّ یَاسُکْنِیْ　　　مِنْ بَعْدِ حِیْنَ فَلَاعَایَنْتُکُمْ اَبَدًا

ترجمہ: اے معشوق اگر میں محبت کے عہد کو توڑ دوں تو اس کے بعد کبھی تمہارا دیدار نہ پاؤں گا۔

صائم طائی نے اس کی مدح میں شعر کہے:

اَصْبَحْتُ الْمُسْتَظْھِرِ بْنِ الْمُقْتَدِیْ　　　بِاللّٰہِ ابْنِ الْقَائِمِ بْنِ الْقَادِرِ

ترجمہ: میں نے مستظہر بن مقتدی باللہ بن قائم بن قادر کے ساتھ بچاؤ چاہا ہے۔

مُسْتَعْصِمًا اَرْجُوْ نَوَالَ کَفِّہٖ　　　وَبِاَنْ یَّکُوْنَ عَلَی الْعَشْرَۃِ نَاصِرِیْ

ترجمہ: میں اس کی بخشش کی امید کرتا ہوں اور چاہتا ہوں اہل کے خرچ کیلئے میری مدد کرے۔

فَیَقُرُّ مَعَ کِبْرِیْ قَرَارِیْ عِنْدَہٗ　　　وَیَفُوْزُ مِنْ مَدْحِیْ بِشِعْرٍ سَائِرٍ

ترجمہ: میں اس کے پاس ٹھہرنے سے فائدہ حاصل کروں اور وہ میری مدح سے کامیاب ہو۔

بہت درست

سلفی کہتے ہیں۔ مجھ سے ابوخطاب بن جراح نے بیان کیا میں نے ماہِ رمضان میں مستظہر کے ساتھ نماز پڑھی اور ایک رکعت میں میں نے سورہ یوسف کی یہ آیت پڑھی اِنَّ ابْنَکَ سَرِقَ (یعنی میرا بیٹا چوری گیا) یہ روایت میں نے نسائی سے سنی تھی۔ جب میں نے سلام پھیرا تو مستظہر نے کہا یہ قرأت بہت درست ہے کیونکہ اس سے اولادِ انبیاء کی کذب سے تنزیہ اور برأت ظاہر ہوتی ہے۔

عہد مستظہر میں یہ علماء فوت ہوئے:

ابوالمظفر سمعانی، نصر المقدسی، ابوالفرج رازی، شیدلہ، رویانی، خطیب تبریزی، کیاہراسی، غزالی، شاشی جس نے کتاب حلیہ تصنیف کر کے نام اس کا مستظہری رکھا تھا، ابیوردی لغوی۔

المسترشد باللہ

المسترشد باللہ منصور الفضل بن مستظہر باللہ ربیع الاول 485 ہجری میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے مرنے کے بعد ربیع الاول 512 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ نہایت دلیر، بلند ہمت صاحب الرائے اور بابیبت شخص تھا۔ امور خلافت کو نہایت خوبی سے مرتب کیا۔ خلافت کی صرف نام ہی کی رہ گئی تھی، پھر زندہ کر دیا۔ ارکانِ شریعت کو مضبوط کیا۔ بنفس نفیس جنگوں میں شریک ہوا۔ کئی بار حلہ، موصل اور خراسان کی طرف لڑنے کے نکلا۔ مگر آخری مرتبہ ہمدان کے قریب اس کے لشکر کو شکست ہوئی اور قید کر کے آذربائیجان میں بھیجا گیا۔

یہی کافی ہے

حدیث اس نے ابوالقاسم بن بیان، عبدالوہاب بن ہبیت اللہ لبستی سے سنی تھی اور اس سے محمد بن عمر بن مکی احوازی اور اس کے وزیر علی طراد اور اسمٰعیل بن طاہر موصلی نے روایت کی ہے۔ ابن سمعانی نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔ اس کی فضیلت میں یہی کہنا کافی ہے۔ ابن صلاح نے اس کا ذکر طبقاتِ شافعیہ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ وہی شخص تھا جس کے لیے ابوبکر شاشی نے اپنی کتاب العمدہ فقہ میں تصنیف کی تھی اور اس کے لقب سے ہی کتاب مشہور ہوئی

کیونکہ اس وقت اس کا لقب عمدۃ الدنیا والدین تھا۔

ابن سبکی نے بھی طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے یہ پہلے نہایت عابد و زاہد تھا۔ صوف کے کپڑے پہنا کرتا تھا اور اکیلا ایک مکان میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتا تھا۔ 484 ہجری 18 رمضان بروز بدھ پیدا ہوا۔ اس کے باپ نے اس کو ولی عہد بنانے کا خطبہ پڑھا اور ربیع الاوّل 488 ہجری میں سکوں میں بھی اس کا نام درج کروادیا۔ نہایت خوشخط تھا۔ اکثر کاتبوں کی اصلاح کیا کرتا تھا۔ اس کی جرأت' شجاعت اور حملے مشہور تھے۔ لیکن اس کا زمانہ مشوش ہی رہا اور مخالفین نے اسے مکدر ہی رکھا' حتیٰ کہ جب آخری مرتبہ عراق کی طرف گیا تو شکست کھا کر گرفتار ہوا اور شہید کردیا گیا۔

لشکر کی بے وفائی

525 ہجری میں ذہبی کے قول کے مطابق جب سلطان محمود بن ملک شاہ مر گیا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا داؤد تخت پر براجمان ہوا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اس کا چچا مسعود محمد اس پر چڑھ دوڑا۔ دونوں کی لڑائی ہوئی۔ آخر اس شرط پر صلح ہوئی سلطنت میں دونوں شریک رہیں گے۔ ہر ایک کے لیے ایک ملک مخصوص ہو جائے گا' چنانچہ پہلے بغداد میں مسعود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور بعد ازاں داؤد کے لیے۔ خلیفہ نے ان دونوں کو خلعت دی۔ چند روز کے بعد خلیفہ اور مسعود بگڑ گئے۔ خلیفہ اس سے جنگ پر نکلا لیکن اس کے اکثر لشکر نے اس سے بیوفائی کی اور باغی ہو گیا۔ مسعود کو فتح ہوئی۔ اس نے خلیفہ کو مع خواص کے ہمدان کے قریب ایک قلعہ میں قید کردیا۔ جب یہ خبر اہل بغداد کو ملی تو لوگ اپنے سروں میں خاک ڈالے روتے شور مچاتے ہوئے بازاروں میں نکلے۔

ابن جوزی! ان دنوں بغداد میں بہت زلزلے آئے' حتیٰ کہ ایک دن میں پانچ پانچ یا چھ چھ مرتبہ زلزلہ آتا تھا اور لوگ فریاد کرتے تھے۔ اس پر سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے مسعود کو لکھا جب تمہیں یہ خط ملے' اسی وقت خلیفہ کے پاس جا کر آداب بجالاؤ اور معافی مانگو اور نہایت عاجزی کرو کیونکہ آسمانی اور زمینی علامات ایسی ظاہر ہوئی ہیں ہمیں ان کے سننے کی بھی طاقت نہیں۔ انہیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا تو بڑی ہی دور کی بات ہے۔ چنانچہ تند ہواؤں کے چلنے' بجلیوں کے چمکنے' زلزلوں کا آنا اور لگاتار بیس دن تک رہنا اور لشکر اور رعیت کا پریشان ہونا مجھے

اپنی جان کا فکر لگ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو عذاب الٰہی نازل ہو پڑے۔ لوگوں نے جامع مسجد میں نمازیں پڑھنی چھوڑ دی ہیں۔ خطبے بند ہو گئے ہیں۔ مجھے ان تمام باتوں کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ پس اللہ سے ڈرو۔ امیر المومنین کو نہایت عزت کے ساتھ بغداد پہنچاؤ اور خود ان کی غاشیہ برداری کرو جیسا کہ ہمارے آباؤ اجداد کی عادت رہی ہے۔

جب مسعود کو یہ خط ملا تو اس نے ان تمام باتوں کی تعمیل کی۔ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بعد ادائے آداب معافی کا خواستگار ہوا۔ پھر سلطان سنجر نے ایک اور ایلچی بھیجا جس کے ساتھ بہت سا لشکر تھا اور مسعود کو کہلا بھیجا خلیفہ کو بہت جلد دار الخلافہ میں پہنچاؤ۔

خبر نہ تھی

کہتے ہیں اس لشکر میں سترہ باطنی بھی تھے۔ مسعود کو ان کی خبر نہ ہوئی۔ بعض کہتے ہیں ان کو کہا ہی اس نے تھا۔ انہوں نے خلیفہ کے خیمے پر ہجوم کر کے اسے قتل کر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی اس کے بہت سے ہمراہیوں کو بھی قتل کر دیا۔ لشکر کو ان کا علم اس وقت ہی ہو سکا جب وہ اس کام سے فارغ ہو چکے تھے۔ لشکر نے ان لعینوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ سلطان افسوس کے لیے بیٹھا اور سخت سوگ کیا۔ تمام لوگ رونے لگے۔

واقعہ قتل مسترشد

جب خلیفہ کی وفات وخبر شہادت بغداد میں پہنچی تو لوگ برہنہ پا اپنے کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے اور عورتیں روتی ہوئی اور مرثیے پڑھتی ہوئی باہر نکل آئیں اور اس بے چینی کی وجہ یہ تھی مسترشد پر اس کی شجاعت' عدل اور مہربانی کی وجہ سے فدا ہوتے تھے۔ مسترشد کے قتل کا واقعہ موضع مراغہ میں جمعرات کے روز بمطابق 16 ذوالقعدہ 529 ہجری کو پیش آیا۔

مختصر یہ کہ مسترشد کے اشعار سے یہ بھی ہیں:

اَنَا الْاَ شْقَرُ الْمَدْعُوُّ بِیْ فِی الْمَلَاحِمِ   وَمَنْ یَمْلِکُ الدُّنْیَا بِغَیْرِ مَزَاحِمِ

ترجمہ: میں وہ شجاع باز ہوں جو جنگوں میں بلایا جاتا ہوں اور میں وہ شخص ہوں جو قیل و قال کے بغیر دنیا کا مالک ہوں۔

سَتَبْلُغُ اَرْضَ الرُّوْمِ خَیْلِیْ وَیَنْتَضِیْ   بِاَقْصٰی بِلَادِ الصِّیْنِ بِیْضُ صَوَارِمِ

ترجمہ: عنقریب ہی میرا لشکر سرزمین روم میں جا پہنچے گا اور میری چمکتی تلواریں چین میں

جا چمکیں گی۔

جب اسیر ہوا تو یہ اشعار کہے:

وَلاَ عَجَبًا لِلْاَسْدِ اَنْ ظَفَرَتْ بِهَا كِلاَبُ الْاَعَادِىْ مِنْ فَصِيْحٍ وَاَعْجَمٍ

ترجمہ: اور اگر عربی اور عجمی کتے شیر پر قابو پالیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

مَحْرَبَةُ وَحْشِىْ سَقَتْ حَمْزَةَ الرَّدٰى وَمَوْتُ عَلِىٍّ مِنْ حُسَامِ بْنِ مُلْجَمٍ

ترجمہ: کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جان وحشی کے حربہ (نیزہ) نے لی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت ابن ملجم کی تلوار سے ہوئی تھی۔

بھاگا نہیں

جب مسترشد کو شکست ہوئی تو لوگوں نے اسے بھاگنے کا مشورہ دیا مگر وہ نہ مانا اور اپنی جگہ پر قائم رہا' یہاں تک کہ پکڑا گیا' اس پر اس نے یہ اشعار کہے:

قَالُوْا تُقِيْمُ وَقَدْ اَحَاطَ بِكَ الْعَدُوُّ وَلاَ تَفِرْ

ترجمہ: لوگوں نے مجھے کہا تم کھڑے ہو رہے ہو' بھاگتے نہیں' حالانکہ دشمن تمہیں گھیر رہا ہے۔

فَاَجَبْتُهُمْ اَلْمَرْءُ مَا لَمْ يَتَّعِظْ بِالْوَعْظِ غَرْ

ترجمہ: میں نے انہیں جواب دیا جو آدمی وعظ سے نصیحت حاصل نہ کرے وہ جاہل ہے۔

لاَ نِلْتُ خَيْرًا مَا حَيِيْتُ وَلاَ عَدَانِى الدَّهْرُ شَرْ

ترجمہ: تو میں کبھی بھلائی نہ پاتا' زندہ رہتا اور نہ زمانے اور دشمن کی شرارت کو جان پاتا۔

اِنْ كُنْتُ اَعْلَمُ اِنَّ غَيْرَ اللّٰهِ يَنْفَعُ اَوْ يَضُرْ

ترجمہ: اگر میں اللہ کے علاوہ جانتا کہ کوئی نفع یا ضرر پہنچا سکتا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں ایک دفعہ مسترشد نے عید کے خطبہ میں کہا الله اكبر ماسبحت الانواء' واشرق الضياء' وطلعت ذكاء' وعلت على الارض والسماء' الله اكبر ماهمى سحاب' ولمع سراب والحج طلاب' و سر قادما اياب

''اللہ بڑا ہے جس کی تعریف ہوئی حاجتوں کو پورا کرنے سے اور روشنیوں نے اس سے فیض حاصل کیا اور ذہانت نے اطلاع پائی اور اس سے زمین و آسمان پر خیر و برکت ہوئی۔ اللہ بڑا ہے جس سے بادلوں نے خوب برسنا حاصل کیا اور جس سے دھوپ نے چمک حاصل کی اور

بہت تلاش کرنے والے نے دلیل اور جس سے لشکر خوش لوٹے۔" پھر اس کے بعد ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔

جب مسترشد قید ہوا تو کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا۔

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْنِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ. وَاَعِنِّیْ عَلٰی مَا وَلَّیْتَنِیْ وَاَوْزِعْنِیْ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَوَفِّقْنِیْ وَانْصُرْنِیْ. . ترجمہ: اے اللہ مجھے میری اولاد میں مصلح بنا اور اس چیز پر میری مدد فرما جو تو نے میرے سپرد کی ہے اور مجھے اپنی نعمت کو تقسیم کرنے والا اور اپنی نعمت کا شکر کرنے والا بنا اور مجھے توفیق عطا فرما اور میری مدد فرما۔

جب مسترشد خطبہ پڑھ کر بیٹھا تو ابوالمظفر ہاشمی نے اسے یہ اشعار سنائے:

عَلَیْکَ سَلَامُ اللّٰہِ یَا خَیْرَ مَنْ عَلَا عَلٰی مِنْبَرٍ قَدْ حَفَّ اَعْلَامُہُ النَّصْر

ترجمہ: اے وہ شخص جو منبر پر چڑھا اور اسے جھنڈوں کی فتح نے گھیر لیا، تم پر اللہ کی سلامتی ہو

وَاَفْضَلُ مِنْ اَمِ الْاَنَامِ وَعَمُّھُمْ بِسِیْرَتِہِ الْحُسْنٰی وَکَانَ لَہُ الْاَمْر

ترجمہ: اور اے وہ شخص جو حسب و نسب کے لحاظ سے اور بلحاظ سیرت سب سے افضل ہے اور حکم اس کے لئے ثابت ہے۔

وَاَفْضَلُ اَھْلَ الْاَرْضِ شَرْقًا وَ مَغْرِبًا وَمِنْ جَدِّہٖ مِنْ اَجْلِہٖ نَزَلَ الْمَطَرُ

ترجمہ: اور اے وہ شخص جو شرق سے مغرب تک کے تمام لوگوں سے افضل ہے اور اے وہ شخص جس کے دادا کے طفیل بارش نازل ہوئی۔

لَقَدْ شَنَّفَتْ اَسْمَاعَنَا مِنْکَ خُطْبَۃٌ وَمَوْعِظَۃٌ فَصْلَ یَلِیْنَ لَھَا الصَّخْر

ترجمہ: تیرے خطبے نے ہمارے کانوں کو مزین کر دیا ہے اور تیرے حق و باطل کے درمیان فاصل وعظ نے پتھروں کو نرم کر دیا ہے۔

مَلَأَتْ بِھَا کُلَّ الْقُلُوْبِ مَھَابَۃً فَقَدْ رَجَفَتْ مِنْ خَوْفِ تَخْوِیْفِھَا مِصْرُ

ترجمہ: اس خطبہ اور وعظ نے تو تمام لوگوں کے دلوں کو ہیبت سے بھر دیا ہے اور اس کے خوف سے تمام شہر کانپ اٹھا ہے۔

وَزِدْتَ بِھَا عَدْنَانِ مَجْدًا مُؤَثَّلًا فاضحی بھا بین الانام لک الفخر

ترجمہ: اس خطبہ سے تو نے عدنان کی ثابت بزرگی کو زیادہ کر دیا ہے اس لیے تیرے

لیے جہان میں فخر حاصل ہو گیا ہے۔

وَسُدْتَ بَنِي الْعَبَّاسَ حَتّٰى لَقَدْ غَدَا يُبَاهِيْ بِكَ السَّجَادَ وَالْعَالَمَ الْبَحْر

ترجمہ: تو بنی عباس کا سردار بن گیا ہے' یہاں تک کہ زمانہ کے تمام عالم و عابد اب تیرے ساتھ فخر و ناز کرتے ہیں۔

فَلِلّٰهِ عَصْرٌ" اَنْتَ فِيْهِ اِمَامُنَا وَ لِلّٰهِ دِيْنٌ اَنْتَ فِيْهِ لَنَا الصَّدَرْ

ترجمہ: یہ زمانہ کتنا ہی اچھا ہے جس میں آپ ہمارے امام ہیں اور یہ دین کتنا ہی اچھا ہے جس میں آپ ہمارے پیشوا ہیں۔

بَقِيْتَ عَلَى الْاَيَّامِ وَالْمُلْكُ كُلَّمَا تَقَادَمَ عَصْرٌ" اَنْتَ فِيْهِ اِلٰى عَصْر

ترجمہ: خدا کرے آپ اور آپ کا ملک ہمیشہ رہے۔ جب ایک زمانہ پرانا ہو جائے تو دوسرا آ جائے۔

وَاَصْبَحْتَ بِالْعِيْدِ السَّعِيْدِ تُشَرِّفُنَا فِيْهِ صَلٰوتُكَ وَالنَّحْرُ

ترجمہ: اس عید کی آپ کو مبارک ہو۔ آپ نے قربانی دینے اور نماز پڑھانے سے ہمیں مشرف کیا ہے۔

اسی طرح اس کے وزیر جلال الدین حسن بن علی بن صدقہ نے اس کی مدح میں یہ شعر کہے:

وَجَدْتُ الْوَرٰى كَالْمَاءِ طَعْمًا وَرِقَّةً وَاِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ زُلَالُهٗ

ترجمہ: میں نے دنیا کو مزے اور رقت میں پانی کی طرح دیکھا ہے اور امیر المومنین اب زلال کی طرح ہے۔

وَصَوَّرْتُ مَعْنَى الْعَقْلِ شَخْصًا مُصَوَّرًا وَاِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِثَالُهٗ

ترجمہ: اور اگر عقل کو میں مجسم تصور کروں تو بلاشبہ اس کی مثال امیر المومنین ہے

وَلَوْلَا مَكَانُ الدِّيْنَ وَالشَّرْعِ وَالتُّقٰى لَقُلْتُ مِنَ الْاَعْظَامِ جَلَّ جَلَالُهٗ

ترجمہ: اور اگر دین میں شرع اور تقویٰ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں امیر المومنین کی بزرگی کرنے میں جل جلالہ کہتا۔

524 ہجری میں موصل میں بادل سے آگ برسی جس سے کئی جگہیں اور مکان جل گئے۔

اسی سال الآمر باحکام اللہ منصور لاولد مر گیا اور اس کے بعد اس کا چچیرا بھائی حافظ

عبدالمجید بن محمد بن منتصر تخت پر بیٹھا۔

اسی سال بغداد میں پردار بچھو پیدا ہوئے۔ جن کے دو ڈنگ تھے۔ لوگ ان سے بہت ڈرتے تھے ان سے کئی بچے ہلاک ہو گئے۔

مسترشد کے عہد خلافت میں یہ علماء فوت ہوئے:

شمس الائمۃ ابوالفضل امام الحنفیہ' ابوالوفاء عقیل حنبلی' قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی' ابن بلیمہ مقری' طغرائی صاحب لامیہ العجم' ابوعلی صدفی حافظ' ابونصر قشیری ابن قطاع لغوی' محی السنۃ بغوی' ابن فہام مقری' حریری صاحب مقامات' میدانی صاحب الامثال' ابوالولید بن رشد مالکی' امام ابوبکر بن طرطوسی' ابوالحجاج سرسقطی' ابن السید بطیلوسی' ابوعلی فارقی شافعی' ابن طراوت نحوی' ابن باذش' ظافر حداد شاعر' عبدالغافر فارسی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الراشد باللہ

الراشد باللہ ابوجعفر منصور بن مسترشد 502 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ام ولد تھی۔

کہتے ہیں جب یہ پیدا ہوا تو اس کا مخرج پاخانہ نہ تھا۔ طبیبوں کو بلایا۔ انہوں نے سونے کا ایک اوزار بنا کر چیرا دیا جس سے نفع ہوا۔

513 ہجری میں والد نے اسے ولی عہد مقرر کیا اور باپ کے قتل کے بعد ذوالقعدہ 529 ہجری میں تخت پر بیٹھا۔ نہایت فصیح' ادیب' شاعر' شجاع اور جوانمرد شخص تھا۔

ایک دستاویز

سلطان مسعود جب بغداد میں واپس آیا تو راشد وہاں سے موصل چلا گیا۔ سلطان نے قضاۃ' علماء اور فقہاء کو بلوا کر ایک دستاویز لکھوائی جس میں بہت سے لوگوں کی شہادتیں قلمبند کی گئیں کہ راشد نے فلاں فلاں پر ظلم کیا اور فلاں کا مال زبردستی لوٹا' چھینا اور خونریزی اور شراب پی وغیرہ پھر فقہاء سے فتویٰ لیا گیا ایسا شخص حکومت کے لائق نہیں یا ہے؟ اور کیا اسے معزول کرنا درست ہے؟ شہر کے قاضی ابن الکرخی نے اُس کے معزول کرنے کا فتویٰ دیدیا۔ پھر اس کے چچازاد بھائی المستظہر سے بیعت لی گئی۔ اس نے اپنا لقب المقتفی لامراللہ رکھا۔ یہ واقعہ سولہ ذوالقعدہ 530 ہجری میں ہوا۔

جب راشد کو اپنی معزولی کی خبر ملی تو وہ موصل سے نکل کر آذربائیجان چلا گیا۔ اس کے ساتھ فوج کا ایک دستہ تھا۔ انہوں نے مراغہ سے بہت مال جمع کیا اس کو لوٹ لیا اور بہت سے آدمی قتل کر ڈالے۔ علماء کی ڈاڑھیاں منڈوا ڈالیں۔ پھر اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور خوب لوٹ مار کی۔ یہاں راشد بیمار ہوا اور سولہ رمضان المبارک کو بہت سے عجمیوں نے اسے گھیر لیا اور چھریاں مار مار کر قتل کر دیا۔ جب بغداد میں اس کی خبر پہنچی تو ایک روز ماتم کیا گیا۔

عماد کاتب لکھتے ہیں راشد حسن یوسفی بیان کرتا ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں صولی نے لکھا ہے لوگ کہا کرتے تھے ہر چھٹا خلیفہ معزول ہوتا ہے۔ میں نے جب اس امر پر غور کیا تو مجھے یہ بات نہایت ہی عجیب معلوم ہوئی۔ بہر حال اسے شروع میں بیان کر دیا گیا ہے۔

چادر اور چھڑی مرتے دم تک راشد ہی کے پاس رہی۔ اس کے قتل کے بعد دونوں چیزیں لا کر مقتفی کو دی گئیں۔

المقتفی لامر اللہ

المقتفی لامر اللہ ابو عبد اللہ محمد بن مستظہر باللہ بائیس ربیع الاول 489 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ حبشیہ تھی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد چالیس سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

خواب میں زیارت

المقتفی لقب رکھنے کا سبب یہ ہوا اس نے خلافت سنبھالنے سے چھ روز قبل خواب میں رسول اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے عنقریب ہی تو خلیفہ ہوگا۔ پس اپنے عہد میں اللہ کے احکام کی پیروی کرنا۔ اس لیے اس کا لقب المقتفی لامر اللہ رکھا گیا۔

گھوڑے اور مال

جب مقتفی نے خوب عدل پھیلایا اور تمام بغداد اپنے قبضہ میں کر لیا تو مسعود نے دار الخلافہ کے تمام گھوڑوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور چار گھوڑوں اور آٹھ خچروں کے علاوہ کوئی چیز باقی نہ چھوڑی۔ بعض کہتے ہیں اس کی طرف سے بیعت ہی اس شرط پر کی گئی تھی کوئی گھوڑا اور آلہ سفر اس کے پاس نہ چھوڑا جائے گا۔

ایک دانہ بھی

531 ہجری میں سلطان مسعود نے خلیفہ کے تمام متعلقات پر قبضہ کرلیا۔ صرف اس کی خاص مقبوضہ زمین اس کے پاس رہنے دی۔ پھر اپنے وزیر کو خلیفہ سے مزید ایک لاکھ دینار لانے کیلئے بھیجا۔ مقتفی نے کہا بہت ہی عجیب بات ہے تمہیں اچھی طرح معلوم بھی ہے کہ مسترشد اپنا تمام مال لیکر تمہاری طرف چلا گیا تھا اور اس پر جو گزری سب جانتے ہیں اور پھر راشد خلیفہ ہوا تو اس نے جو کچھ کیا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ وہ بھی جاتے وقت جو باقی مال تھا' وہ لے گیا تھا۔ اب تو صرف گھر کا اسباب ہی باقی رہ گیا تھا۔ وہ تم نے لے لیا۔ دارالضرب پر بھی تم نے قبضہ کرلیا۔ آخر اب اس قدر کثیر مال اور روپیہ تمہیں کہاں سے لاکر دیں۔ اب یہی بات باقی رہ گئی ہے ہم گھر سے ہی باہر نکل جائیں اور وہ بھی تمہارے حوالے کردیں اور میں نے یہ عہد کرلیا ہے ظلم کرکے کسی سے ایک دانہ بھی وصول نہ کروں گا۔

ماں کی خاطر

خلیفہ کی یہ تمام باتیں سن کر سلطان نے خلیفہ سے مال طلبی چھوڑ دی اور مال کی خاطر لوگوں سے خراج لینا شروع کردیا۔ تاجروں پر ٹیکس لگایا اور لوگوں کو اس نے سخت تکالیف دیں۔

مطلع صاف تھا

جمادی الاولیٰ میں خلیفہ کے تمام ملکی معاملات اور ترکات واپس کردیئے گئے اور اسی سال تیس رمضان کو بھی چاند دکھائی نہ دیا۔ لوگوں نے دوسرے روز روزہ رکھا۔ مگر اس روز بھی شام کے وقت چاند دکھائی نہ دیا' حالانکہ دونوں روز مطلع بھی بالکل صاف تھا۔ ایسا واقعہ پہلے کبھی وقوع پذیر نہ ہوا تھا۔

سیاہ پانی

533 ہجری میں بختری کے اردگرد دس میل تک سخت زلزلہ آیا جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے اور بختری زمین میں دھنس گیا اور وہاں سے سیاہ رنگ کا پانی نکلنے لگا۔

آمدنیوں پر قبضہ

اسی سال شہروں کی تمام آمدنیوں پر امراء نے قبضہ کرلیا۔ سلطان مسعود سخت تنگ ہو گیا

اور اس کا صرف نام ہی نام رہ گیا۔ اسی طرح سلطان سنجر بھی سخت عاجز ہو گیا۔ ان کے ضعف سے خلیفہ مقتفی کی عزت بڑھ گئی۔ پس اسی سے دولت عباسیہ کی اصلاح شروع ہوئی۔

ادلہ بدلہ

541 ہجری میں سلطان مسعود بغداد میں آیا اور دارالضرب بنوایا۔ خلیفہ نے وہ شخص جو دارالضرب میں سکہ بناتا تھا' پکڑ لیا اور مسعود نے خلیفہ کے حاجب کو پکڑ لیا۔ اس سے خلیفہ سخت غضب ناک ہو گیا اور مساجد کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ پھر مسعود نے حاجب کو رہا کر دیا۔ ادھر خلیفہ نے سکہ بنانے والے کو بھی چھوڑ دیا اور اس طرح فساد رفع ہو گیا۔

ایک مطرب کو دیتے

اسی سال ابن عبادی واعظ وعظ کرنے بیٹھا تو سلطان مسعود بھی اس جگہ آیا۔ ابن عبادی نے محصول کے بارے گفتگو کرتے ہوئے کہا اے بادشاہ! آپ جو مال مسلمانوں سے لیتے ہیں ایک رات ایک مطرب کو دیتے ہیں۔ مجھے آپ وہی مطرب سمجھ کر مسلمانوں کا وہ تمام مال بخش دیجئے۔ یہ سن کر سلطان نے منادی کرا دی آئندہ کوئی محصول نہ لیا جائے۔ پھر یہ حکم لکھ کر تختیاں لگا دی گئیں اور ڈھولوں اور نقاروں کے ساتھ ان کو شہروں میں پھرایا بھی گیا۔ یہ تختیاں الناصر لدین اللہ کے وقت تک بغداد میں لگی رہیں۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر اکھڑوا پھینکیں کہ ہمیں عجمیوں کے آثار ونشانات کی کوئی ضرورت نہیں۔

پیچھا نہ چھوڑا

543 ہجری میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر نورالدین زنگی والیٔ حلب نے ان کا مقابلہ کیا۔ ان دنوں اس کا بھائی موصل کا حاکم تھا۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور فرنگیوں کو شکست۔ لیکن نورالدین زنگی نے اس وقت تک فرنگیوں کا پیچھا نہ چھوڑا' جب تک کہ ان تمام شہروں کو جو انہوں نے مسلمانوں سے چھینے ہوئے تھے' فتح نہ کر لیا۔

544 ہجری میں الحافظ لدین اللہ والی مصر مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا الظاہر اسمٰعیل تخت نشین ہوا۔

زلزلہ کی شدت

اسی سال ایک دفعہ پھر سخت زلزلہ آیا جس سے بغداد قریباً دس دفعہ ہل گیا اور اس سے حلوان میں ایک پہاڑ ٹوٹ گیا۔

خون کی بارش

545 ہجری میں یمن میں خون کی بارش ہوئی' زمین سرخ ہوگئی اور لوگوں کے کپڑوں پر سرخی کے نشانات باقی رہ گئے۔

547 ہجری میں سلطان مسعود مر گیا۔

اس کے بعد لشکر نے اتفاق کر کے ملک شاہ کو سلطان بنالیا اور اس کا مشیر خاص بک مقرر ہوا۔ مگر خواص بک نے بغاوت کر کے ملک شاہ کو گرفتار کرلیا اور اس کے بھائی محمد کو خوزستان سے بلا کر سلطنت اس کے حوالے کی۔ اس دن سے خلیفہ مطلق العنان حکمران ہوگیا اور سلطان کی طرف سے جتنے لوگ مدرسہ نظامیہ میں مدرس تھے سب کو معزول کردیا۔ اسی دوران اس کو خبر ملی کہ نواحی واسط میں لوگوں نے فساد برپا کردیا ہے۔ فوراً لشکر لیکر گیا اور ان باغیوں کی سرکوبی کی۔ پھر حلہ اور کوفہ سے ہوتا ہوا بغداد واپس آ گیا۔ جب شہر میں آیا تو اس روز بازار نہایت خوبصورتی سے سجائے گئے تھے۔

صاع برابر تنخواہ

548 ہجری میں ترکوں کے ایک گروہ نے سلطان سنجر کو قید کرلیا اور نہایت ذلیل کیا اور اس کے ساتھ سارے شہروں کو قبضہ میں کرلیا۔ لیکن خطبہ میں اس کا نام باقی تھا اور وہ صرف نام کا خلیفہ تھا۔ ایک صاع کے برابر اس کی تنخواہ مقرر کردی۔ وہ اپنی جان پر روتا تھا۔

امان کے قلعے

549 ہجری میں مصر کا حاکم الظاہر باللہ عبیدی قتل ہوگیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا الفائز عیسیٰ تخت نشین ہوا جو بالکل بچہ ہی تھا۔ سلطنت میں خرابی واقع ہوئی۔ مقتفی نے نور الدین محمود بن زنگی کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے وہاں جانے کے لیے لکھا۔ وہ اس وقت فرنگیوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھا۔ یہ شخص جہاد سے نہ تھکتا تھا۔ اسی سال اس نے دمشق کو فتح کیا تھا اور بلاد

روم سے تلوار کے زور اور امان سے کئی قلعے فتح کر لیے تھے اور اس کی شوکت وعظمت بہت بڑھ گئی تھی۔ مقتفی نے اس کو حاکم مصر بنا کر بھیجا۔ الملک العادل کا خطاب عطا کیا۔

ان دنوں مقتفی کی شوکت اور بھی بڑھ گئی تھی اور مخالفین پر وہ غالب آ گیا تھا۔ اس کی شوکت وعظمت روز بروز بڑھتی گئی' یہاں تک کہ ہفتہ کی رات 2 ربیع الاول 555 ہجری کو مر گیا۔

ذہبی کہتے ہیں خلیفہ مقتفی ان خلفاء سے تھا جو نہایت باشوکت اور باہیبت تھے۔ نہایت عالم' ادیب' شجاع اور حلیم تھے۔ نہایت نرم طبیعت تھے۔ خلفاء میں اس جیسے کوئی بھی کم گزرے ہیں جو چھوٹا بڑا کام اس کی سلطنت میں ہوتا' اس کی اجازت سے ہوتا۔ حدیث اس نے اپنے استاذ ابوالبرکات بن الفرح بن سن سے پڑھی تھی۔

ابن سمعانی کہتے ہیں کچھ حدیث اس نے اپنے بھائی مسترشد کے ساتھ ابو قاسم بن بیان سے بھی سنی تھی۔ ابو منصور جوالقی لغوی' وزیر ابن ہبیرہ وغیرہما نے اس سے روایت کی تھی۔

صاحب رائے وسیاست

مقتفی نے خانہ کعبہ کا دروازہ بنایا اور اپنے دفن کے لیے ایک عقیق کا تابوت بھی بنوایا۔ نہایت نیک سیرت' محبوب الخلق' عالم' دیندار اور صاحب الرائے والسیاست تھا۔ رسوم خلافت کو اس نے نئے سرے سے جاری کیا اور نظامت سلطنت خود کیا کرتا تھا اور لڑائی میں بنفس نفیس جایا کرتا تھا۔

علوم دینیہ میں

ابو طالب عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالسمیع ہاشمی کتاب مناقب عباسیہ میں لکھتے ہیں مقتفی کا زمانہ نہایت عدل وانصاف اور خیر وبرکت والا تھا اور یہ خلیفہ ہونے سے پہلے بھی نہایت عابد وزاہد تھا۔ پہلے علوم دینیہ میں نہایت مصروف رہتا تھا اور کتابیں تصنیف کرتا تھا۔ معتصم کے بعد ایسا شجاع جوانمرد کوئی خلیفہ نہیں ہوا اور ساتھ ہی یہ نہایت زاہد اور پرہیزگار تھا جہاں اس کا لشکر گیا' فتحیاب ہی ہو کر لوٹا۔

حدیث کا عاشق

ابن جوزی کہتے ہیں مقتفی کے عہد خلافت میں بغداد اور عراق خلفاء کے قبضہ میں آ گیا تھا' حالانکہ اس سے پہلے ان پر بادشاہ ہی حکومت کرتے تھے۔ خلیفہ کا صرف نام ہوتا تھا' اس کے نائب سلطنت سلطان سنجر صاحب خراسان سلطان نورالدین محمود والیٔ شام تھے۔ یہ خلیفہ نہایت سخی' علم وحدیث کا عاشق اور عالم وفاضل تھا۔

قیامت بروں پر

ابن سمعانی نے ابومنصور جوالقی سے اور انہوں نے مقتفی سے اور اس نے بسند خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت برے لوگوں پر آئے گی۔

کہتے ہیں جب مقتفی نے امام ابومنصور جوالقی نحوی کو امام بنانے کے لیے بلایا تھا تو انہوں نے آ کر صرف یہی کہا السلام علیٰ امیر المومنین ورحمتہ اللہ۔ وہاں اس وقت ابن تلمیذ نصرانی بھی کھڑا تھا۔ کہنے لگا اے شیخ خلفاء پر اس قدر ہی سلام کرتے ہیں۔ ابن جوالقی نے جواب نہ دیا اور خلیفہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے امیر المومنین میں نے ایسے سلام کیا ہے جیسے حدیث میں آیا۔ پھر انہوں نے اس مضمون کی ایک حدیث روایت کی اور پھر کہا اے امیر اگر کوئی قسم کھائے کسی نصرانی یا یہودی کے دل تک علم نہیں پہنچا تو اسے کفارہ دینا لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے کہ جو ایمان کے علاوہ دور نہیں ہو سکتی۔

مقتفی نے کہا تم نے خوب کہا اور بہت اچھا بیان کیا۔ اس کلام سے گویا ابن تلمیذ کے منہ میں پتھر کی لگام دیدی گئی' یعنی بالکل خاموش ہو گیا۔ اگرچہ وہ بڑا ادیب تھا۔

علمائے ذیل عہد مقتفی میں فوت ہوئے:

ابن ابرش نحوی' یونس بن مغیث' جمال الاسلام بن مسلم شافعی' ابوالقاسم اصفہانی صاحب ترتیب' ابن برجان مازری' مالکی صاحب معلم' علامہ زمخشری رشاطی صاحب النساب' امام جوالقی' ابن عطیہ صاحب تفسیر' ابوالسعادت ابن الشجری' امام ابوبکر بن عربی' ناصح الدین ارجانی شاعر' قاضی عیاض' حافظ ابوالولید بن دباغ ابوالاسعد ہبتہ عبدالرحمٰن قشیری' ابن علام الفرس مقری'

رفاع شاعر' شہرستانی صاحب الملل والنحل' قیسرانی شاعر' محمد بن یحییٰ تلمیذ غزالی' ابوالفضل بن ناصر حافظ' ابوالکرم شہروزی مقری' واوشاعر' ابن النحل امام الشافعیہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستنجد باللہ

المستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن مقتفی 518 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ام ولد کرجیہ تھی جس کا نام طاؤس تھا۔ 547 ہجری میں اس کے باپ نے اسے ولی عہد مقرر کیا اور اس کے مرنے پر اس کی بیعت کی گئی۔ نہایت عادل اور نرم خو تھا۔ اس نے عراق کے تمام ٹیکس اٹھا دیئے۔ مفسدوں کا جانی دشمن تھا' چنانچہ مدت تک ایک مفسد کو قید رکھا۔ ایک آدمی نے آ کر عرض کیا دس ہزار دینار مجھ سے لے کر رہا کر دیجئے۔ مستنجد نے جواب دیا میں تمہیں دس دینار دیتا ہوں اور تم مجھے اس طرح کا کوئی اور شخص بتلا دو تا کہ میں اسے بھی قید کروں اور لوگوں کو اس کے شر سے بچاؤں۔

اصطرلاب

ابن جوزی کہتے ہیں مستنجد نہایت فہیم' صاحب الرائے اور ذکی تھا۔ اعلیٰ درجے کا ناظم و ناثر تھا۔ آلات فلک اور اصطرلاب بنانے میں ماہر تھا۔ ذیل کے اشعار اسی کے ہیں: اشعار

عَيَّرَتْنِیْ بِالشَّیْبِ وَھُوَ وَقَارٌ" لَیْتَ غَیَّرَتْ بِمَا ھُوَ عَارٌ"

ترجمہ: محبوبہ نے بڑھاپے کی سفیدی دیکھ کر مجھے عیب لگایا' حالانکہ وہ موجب فخر چیز ہے۔ کاش وہ اس چیز کو عار سمجھتی۔ جو فی الحقیقت عار ہے۔

اِنْ تَکُنْ شَابَتِ الذَّوَائِبُ مِنِّیْ فَالَّیَالِیْ تَزِیْنُھَا الْاَقْمَارُ

ترجمہ: اگر میری زلفیں سفید ہوگئی ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ راتوں کو ماہِ تاباں سے ہی زینت ہوتی ہے۔

ایک بخیل کی صفت میں اس کے یہ اشعار ہیں:

وَبَاخِلٍ اَشْعَلَ فِیْ بَیْتِهٖ تَکْرِمَةً مِنْهُ لَنَا شَمْعَةً"

ترجمہ: بہت سے ایسے بخیل ہیں جو ہماری عزت کی خاطر اپنے گھر میں شمعیں روشن کرتے ہیں۔

فَمَا جَرَتْ مِنْ عَیْنِھَا دَمْعَةٌ" حَتّٰی جَرَتْ مِنْ عَیْنِهٖ دَمْعَةٌ"

ترجمہ: جب شمع پگھلتی ہے اور اس کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں (یعنی وہ قطرہ قطرہ ہو کر بہنے لگتی ہے) تو اس کنجوس کے بھی آنسو بہنے لگتے ہیں۔

اپنے وزیر ابن ہبیرہ کی دانائی اور کارزاری سے خلیفہ بہت خوش ہوا تو اس کی صفت میں یہ اشعار کہے:

صِفَتُ نِعْمَتَانِ خَصَّاکَ وَعَمَّتَا بِذِکْرِهِمَا حَتَّی الْقِیَامَةَ تَذْکَرُ

ترجمہ: وہ دونوں نعمتیں جو تیرے ساتھ خاص ہیں اور عام ہیں۔ قیامت تک ان کی وجہ سے تو مشہور رہے گا۔

وَجُوْدُکَ وَالدُّنْیَا اِلَیْکَ فَقِیْرَةٌ وَجُوْدُکَ وَالْمَعْرُوْفُ فِی النَّاسِ مُنْکَرُ

ترجمہ: دنیا تیری اور تیرے وجود کی ہر لحاظ سے محتاج ہے اور لوگوں میں تیرے احسان اور تیرے وجود کا کوئی منکر نہیں ہے۔

فَلَوْرَامَ یَا یَحْیٰ مَکَانَکَ جَعْفَرٌ وَیَحْیٰ لَکَفَّا عَنْهُ یَحْیٰ وَجَعْفَرُ

ترجمہ: اے یحییٰ اگر تیرے مکان و مرتبے کا یحییٰ و جعفر بھی ارادہ کرتے تو البتہ ضرور وہ اس سے عاجز ہو جاتے ہیں۔

وَلَمْ اَرَ مَنْ یَنْوِیْ لَکَ السُّوْءَ یَا اَبَا الْمُظَفَّرِ اِلَّا کُنْتَ اَنْتَ الْمُظَفَّرُ

ترجمہ: اے ابو جعفر میں دیکھتا ہوں جو بھی تیرے ساتھ برابری کرنا چاہتا ہے تو اس پر تو ہی غالب آتا ہے۔

اس کی خلافت کے شروع سال میں ہی حاکم مصر مر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا العاضد لدین اللہ محافظ تخت بنا۔ یہ شخص عبیدیوں میں سے آخری خلیفہ تھا۔

دو ماہ محاصرہ

563 ہجری میں سلطان نور الدین نے امیر اسد الدین شیر کوہ کو دو ہزار سوار دیکر مصر کی جانب روانہ کیا۔ اس نے جزیرہ میں اتر کر قریباً دو ماہ تک مصر کا محاصرہ کیے رکھا۔ وہاں کے حاکم نے فرنگیوں سے مدد مانگی اس لیے وہ ان کی مدد کو دمیاط سے آگے بڑھے۔ اسد الدین صعید کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس کے اور مصریوں کے درمیان لڑائی ہوئی' اگرچہ اس کے دشمن کے پاس بہت سا لشکر تھا اور اس کے پاس کم' مگر فتح اس کو ہوئی اور بہت سے فرنگی مارے گئے۔ پھر

اسدالدین نے صعید کا خراج جمع کیا۔ فرنگیوں نے اسکندریہ کا قصد کیا اور اس پر صلاح الدین یوسف بن ایوب اسدالدین کا بھتیجا قابض ہو چکا تھا۔ فرنگیوں نے مسلسل چار ماہ تک اس کا محاصرہ رکھا۔ آخر اسدالدین جب اس طرف بڑھا تو فرنگی بھاگ گئے اور اسدالدین شام کی طرف چلا آیا۔

آمد کی خبر

564 ہجری میں فرنگیوں نے ایک لشکر جرار تیار کیا۔ پھر دیار مصریہ پر حملہ کر کے بلبیس پر قبضہ کر لیا اور قاہرہ کے حاکم نے فرنگیوں کے قبضے کے خوف سے قاہرہ میں آگ لگا دی۔ پھر اس نے سلطان نورالدین سے مدد مانگی۔ اس پر اسدالدین اپنی فوجیں لیکر اس کی مدد کے لیے بھیجا گیا۔ جب فرنگیوں نے اس کی آمد کی خبر سنی' فوراً وہاں سے بھاگ اٹھے۔ اسدالدین مصر میں داخل ہوا۔ العاضد صاحب مصر نے اسے اپنا وزیر بنالیا اور اسے خلعت عطا کی۔ اسدالدین اس کے بعد صرف دو ماہ پانچ دن زندہ رہا۔ العاضد نے اس کے بھتیجے صلاح الدین کو مقرر کر دیا اور تمام امور اس کے سپرد کر کے اسے الملک الناصر کا خطاب دیا۔ صلاح الدین اپنے فرائض کو نہایت عمدگی سے انجام دیتا رہا۔

ذہبی لکھتے ہیں جب سے مستنجد بیمار ہوا آسمان پر سخت سرخی رہی' یہاں تک کہ دیواروں پر اس کا اثر دکھائی دیتا تھا۔

عہد مستنجد میں یہ علماء فوت ہوئے:

دَیلمی صاحب مسند الفردوس' عمرانی شافعی صاحب تبیان' ابن بزای شافعی' وزیر ابن ابی ہبیرہ' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ' امام ابوسعید سمعانی' ابن النجیب سہروردی' ابوالحسن بن ہذیلی مقری وغیرہم۔

المستضی بامراللہ

المستضی بامراللہ الحسن ابومحمد بن مستنجد باللہ 536 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ آرمینیہ کی رہنے والی تھی اور ام ولد تھی۔ نام اس کا غصہ تھا۔ مستضی والد کے فوت ہونے کے بعد تخت پر بیٹھا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں تخت پر بیٹھتے ہی اس نے تمام مظالم رفع کر دیئے۔ ایسا عدل و کرم پھیلایا جو ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہاشمیوں' علویوں اور علماء کو بہت سا مال دیا۔ مدرسوں اور سراؤں پر بھی بہت کچھ خرچ کیا۔ اس کے نزدیک مال کی کوئی وقعت نہ تھی۔ ہمیشہ لوگوں میں تقسیم کرتا رہتا تھا۔ نہایت بردبار اور مہربان تھا۔ جب خلیفہ ہوا تو تمام ارکان دولت کو خلعتیں عطا کیں۔ شاہی درزی کہتا ہے میں نے ایک ہزار تین سو ریشمی قبائیں (چغے) قطع کی تھیں۔ بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور رسم کے موافق دینار نثار کیے گئے۔ روح بن حدیثی قاضی ہوئے اور ان کو 17 غلام دیئے گئے۔ حیص بیص شاعر نے اسی بارے یہ اشعار کہے ہیں:

يَا اِمَامَ الْهُدٰى عَلَوْتَ عَلَى الْجَوْ دِ بِمَالٍ وَفِضَّةٍ وَنُضَارِ

ترجمہ: اے امامِ ہدایت تو مال' چاندی اور سونے کے بخشنے میں بارش سے بھی بڑھ گیا ہے۔

فَوَهَبْتَ الْاَعْمَارَ وَالْاَمْنَ وَالْبُلْدَانَ فِيْ سَاعَةٍ مَضَتْ مِنْ نَهَارِ

ترجمہ: ابھی ان میں ایک ساعت ہی گزری ہے کہ تو نے اس میں لوگوں کو عمریں' امن اور شہر بخش دیئے ہیں۔

فِيْمَاذَا يُثْنِىْ عَلَيْكَ وَقَدْ جَاوَزْتَ فَضْلَ الْبُحُوْرِ وَالْاَمْطَارِ

ترجمہ: تیری تعریف کن الفاظ میں کی جائے' جبکہ تو سخاوت میں سمندروں اور بارشوں سے بھی بڑھ گیا ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُعْجِزٌ مُسْتَقِلٌّ " خَارِقٌ " لِلْعُقُوْلِ وَالْاَفْكَارِ

ترجمہ: تو! تو گویا ایک معجزہ ہے جو عقول و افکار کے خلاف واقع ہوا ہے۔

جَمَعَتْ نَفْسَكَ الشَّرِيْفَةُ بِالْبَأْسِ وَبِالْجُوْدِ بَيْنَ مَاءٍ وَنَارِ

ترجمہ: تیرے نفس نے سختی اور سخاوت اور آگ اور پانی کے درمیان لوگوں کو جمع کیا ہے یعنی دوستوں کیلئے تو سخی اور نرم ہے اور دشمن کیلئے آگ اور سختی ہے۔

زوال عبیدیاں

ابن جوزی کہتے ہیں اکثر مستضی لوگوں سے پردے میں رہتا تھا۔ اگر باہر سوار ہو کر جانا ہوتا تو نوکروں چاکروں کے درمیان ہو کر چلا جاتا تاکہ لوگ اسے زیادہ کھڑا نہ کر سکیں۔ اکیلا

باہر نہ جاتا اور نوکروں چاکروں کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور نہ جانے پاتا۔ اس کے دور میں ہی بنی عبید کی سلطنت ختم ہوگئی اور مصر میں مستضی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور سکوں میں بھی اس کا نام چلا۔ جب اس امر کی خبر اہل بغداد کو ملی تو بہت خوشی منائی گئی اس پر بازار سجائے گئے۔ اس پر ہی مصنف کتاب ہذا نے ایک کتاب ''النصر علیٰ مصر'' لکھی۔ یہ ابن جوزی کا کلام تھا۔

ذہبی! اس کے عہد خلافت میں بغداد میں رافضیوں کا زور کم ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے بہت امن ہوگیا تھا اور اس کی وقت میں سعادتِ عظیمہ حاصل ہوئی۔ یمن 'برقہ' توزر اور مصر وغیرہ میں اس کے نام کا خطبہ ہونے لگا۔ تمام بادشاہ اس کے مطیع فرمان ہوگئے۔ یہ تمام واقعات 567 ہجری کے ہیں۔

عجیب وغریب اشیاء

عماد کاتب کہتے ہیں سلطان صلاح الدین نے 567 ہجری کے پہلے جمعہ میں مصر میں بنی عباس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ بدعت کا قلع قمع ہوگیا اور راہِ شرع واضح ہوگئی اور قاہرہ میں بھی ایسے ہی خطبہ ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد ہی والی مصر العاضد مرگیا اور صلاح الدین نے اس کے محل اور اس کے تمام ذخائر ونفائس کو اپنی حراست میں لے لیا۔ کہتے ہیں وہ مال اس قدر کثیر تھا دس سال تک فروخت ہوتا رہا اور کچھ نہایت عجیب وغریب قسم کی اشیاء جو سلطان صلاح الدین نے اپنے لیے رکھ لی تھیں' وہ ان کے علاوہ تھیں۔ سلطان نورالدین نے یہ خوشخبری شہاب الدین بن مظفر بن علامہ شرف الدین بن ابی عصرون کے ہاتھ بغداد میں بھیجی اور مجھے بشارت جسے تمام شہروں میں سنائے جانے کا حکم تھا' لکھنے کا کہا تو میں نے وہ اس طرح لکھی:

مراد پوری ہوئی

''ہر طرح کی تعریف خدا کو سزاوار ہے جو حق کو ظاہر اور برتر کرنے والا ہے اور باطل کو کمزور اور نابود کرنے والا ہے۔'' اور کچھ آگے چل کر لکھا شہروں میں کوئی ایسا نہیں جس پر مولانا امام مستضی بامر اللہ امیر المومنین کے نام کا خطبہ نہ پڑھا گیا ہو اور مساجد قبضہ میں ہیں اور بدعت کے گرجے مسمار کر دیئے گئے ہیں اور آگے چل کر لکھا' حالانکہ وہ سو برس سے جھوٹے دعویداروں اور شیطانی گروہوں سے بھری ہوئی تھیں۔ آگے لکھا اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان شہروں کا مالک بنا دیا

ہے اور ہماری مراد جو کفر و الحاد کو مٹانے کی تھی' پوری ہو گئی ہے جس کے ہم نائب ہیں۔ اسے ہم نے مقدم کیا ہے اور دولتِ عباسیہ قائم کر دی ہے اور ملحدوں کو تہ تیغ کر دیا ہے۔

عماد نے اسی مضمون میں ایک قصیدہ بھی بنایا۔

قَدْ خَطَبْنَا لِلْمُسْتَضِئِ بِمِصْرَ نَائِبِ الْمُصْطَفٰی اِمَامِ الْعَصْرِ

ترجمہ: ہم نے نائب مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امام العصر مستضئی کے لیے مصر میں خطبہ پڑھا

وَخَذَ لَنَا لِنَصْرِهٖ عَضُد" وَالْعَاضِدُ وَالْقَاصِرُ الَّذِیْ بِالْقَصْرِ

ترجمہ: اور عاضد کی امداد کو قاصر تھا' چھوڑ دیا ہے اور ہمارے لیے تو اس کی مدد کا بازو پکڑ۔

وَتَرَكْنَا الْمُدَّعِیْ یَدْعُوْ ثُبُوْرًا وَهُوَا بِالذُّلِّ تَحْتَ حَجْرٍ وَ حَصْرٍ

ترجمہ: اور مدعی کو ہم نے اس حال میں چھوڑ دیا ہے کہ اس نے اپنا چہرہ دوزخ کی طرف کر لیا اور انہوں نے اسے ذلت و مشقت کے پتھروں اور سنگریزوں کے نیچے کر دیا ہے۔

خلیفہ نے اس بشارت کے جواب میں نورالدین اور صلاح الدین کو خلعتیں اور خطبائے مصر کو جھنڈے بھیجے اور عماد کو ایک خلعت اور سو دینار بھیجے۔ عماد نے اس کے بعد ایک اور قصیدہ بنایا جس کا ایک شعر یہ ہے:

اَدَلَّتُ بمصر لداعی الهداة وانتقمت من دعی الیهود

ترجمہ: میں نے مصر کے لوگوں کی خلیفہ برحق کی طرف رہنمائی کی اور یہودیوں کو دعوت دینے والے سے میں نے انتقام لیا۔

ابن اثیر لکھتے ہیں عباسیوں کے نام کا مصر میں خطبہ پڑھے جانے کا سبب یہ تھا جب مصر میں صلاح الدین کے پاؤں مضبوط ہو گئے اور عاضد کی حالت کمزور ہو گئی تو نورالدین نے اس کی طرف عباسیوں کے نام کا خطبہ پڑھوانے کے بارے لکھا۔ اس نے جواب دیا ایسے میں مجھے مصریوں کے باغی ہونے کا ڈر ہے۔ نورالدین اس بات کو خاطر میں نہ لایا اور پھر نہایت تاکید سے اس پر عمل کرنے کو لکھا۔ اتفاق سے ان دنوں عاضد بیمار ہو گیا اور صلاح الدین نے امراء سے مشورہ کیا۔ بعض نے تو اتفاق ہی کیا جبکہ بعض نے مخالفت کی۔ ان دنوں مصر میں عجمی شخص امیر العالم نامی آیا ہوا تھا۔ وہ ان کا یہ لیت و لعل دیکھ کر بولا میں اس کام کو شروع کرتا ہوں

چنانچہ محرم کے پہلے جمعہ میں وہ خطیب سے پہلے منبر پر جا بیٹھا اور مستضی کے لیے دعا کی۔ مگر کسی نے چون و چرا نہ کی۔ عاضد سخت بیمار تھا۔ آخر عاشورا کے دن فوت ہو گیا۔

دھاری دار گدھا

569 ہجری میں نور الدین نے خلیفہ کے پاس ہدیے اور تحائف بھیجے جن میں ایک گدھا تھا اس کے بدن پر دھاریاں تھیں اور ایک عتابی کپڑا تھا۔ سب لوگ ان ہدیوں کے دیکھنے کے لیے نکلے۔ ان میں ایک شخص تھا جس کا نام عتابی تھا۔ وہ فخر اور دعوے تو بہت کیا کرتا تھا، مگر تھا بلید اور ناقص العقل۔ ایک شخص نے ہنسی اور دل لگی کے طور پر کہا اگر نور الدین نے ہمیں حمار اور عتابی بھیجا ہے تو ہمارے پاس بھی عتابی حمار ہے۔

نارنگی جتنے اولے

اسی سال سواد میں نارنگی کے برابر اولے پڑے جن سے بہت سے مکان مسمار ہو گئے اور ہزار ہا انسان و حیوانات مر گئے۔ دجلہ میں ایک بار پھر اتنی طغیانی آئی بغداد غرق ہو گیا۔ لوگوں نے نماز جمعہ شہر پناہ کے باہر کہیں اور ادا کی۔ اس سال فرات میں بھی بہت طغیانی آئی جس سے گاؤں کے گاؤں تباہ ہو گئے اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچا۔ لوگوں نے نہایت عاجزی سے دعائیں مانگیں۔ خدا کی شان ادھر تو اتنا زیادہ پانی زحمت بن گیا اور ادھر دجیل کے کھیت پانی نہ ہونے کے سبب جل گئے۔

بروقت اطلاع

اسی سال سلطان نور الدین والئ دمشق فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا الملک الصالح اسمٰعیل تخت پر بیٹھا۔ لیکن اسے بچہ سمجھ کر فرنگیوں نے سواحل میں حرکت کی۔ لیکن اس نے انہیں ان کی مطلوبہ چیز مال دیکر دفعہ دور کر دیا۔

اسی سال خواہان عبیدی نے پھر عبیدیوں کی سلطنت بنانا چاہی اور سلطان صلاح الدین کے امراء سے بھی ان کے ساتھ بعض متفق ہوئے۔ لیکن اس کی بروقت اطلاع سلطان کو ہو گئی۔ اس نے تمام کو قیصرین میں سولی پر اٹھوا دیا۔

572 ہجری میں سلطان صلاح الدین نے مصر اور قاہرہ کے گرد دیوار بنانے کا حکم دیا اور

اس کی تعمیر کا نظام امیر قرافوش کے سپرد کیا۔

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس دیوار کا دور انیس ہزار تین سو (19300) گز ہاشمی تھا۔

مکمل نہ ہوا

اسی سال سلطان صلاح الدین نے کوہ مقطم پر قلعہ بنانے کا حکم دیا۔ مگر یہ قلعہ اس کی زندگی میں مکمل نہ ہوا بلکہ اس کے بھتیجے السلطان الملک الکامل کے عہد میں مکمل ہوا اور سب سے پہلے اسی نے اس میں رہائش اختیار کی۔

اسی سال سلطان صلاح الدین نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار بنوایا۔

آگ کے ستون

574 ہجری میں بغداد میں آدھی رات تک نہایت سخت تیز ہوائیں چلتی رہیں اور اطراف آسمان میں آگ کے ستون نمودار ہوئے۔ لوگوں نے گڑگڑا کر دعائیں کیں۔ یہ صورت حال صبح تک رہی۔

575 ہجری میں ماہِ شوال کو خلیفہ المستضی باللہ انتقال کر گیا۔ وہ اپنے بیٹے احمد کو جانشین بنا گیا تھا۔

عہد مستضی میں علمائے ذیل نے وفات پائی۔

ابن خشاب نحوی، ملک النحاۃ ابونزار الحسن بن صافی، حافظ ابوالعلاء الہمدانی، ناصح الدین ابن الدہان النحوی، حافظ کبیر، ابوالقاسم بن عساکر از شاگردانِ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، حیص بیص شاعر، حافظ ابوبکر بن خیر وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الناصر لدین اللہ

الناصر لدین اللہ احمد ابوالعباس بن مستضی 10 رجب 553 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ترکیہ تھی جس کا نام زمرد تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد یکم ماہ ذیقعد 575 ہجری میں تخت نشین ہوا۔ اس نے بہت سے علماء کو روایت حدیث کی اجازت دی تھی۔ مختصر یہ ابوالحسین عبدالحق یوسفی ابوالحسین علی بن عساکر الطائی تھے۔ اس نے خود بہت سے لوگوں کو روایت حدیث

کی اجازت دی تھی جو اسی کی زندگی میں ہی بطور رشک وفخر اس سے روایت کیا کرتے تھے۔

گستاخی کا ارادہ

ذہبی کہتے ہیں الناصر لدین اللہ سے زیادہ عرصہ تک کسی نے خلافت نہیں کی ہوگی کیونکہ یہ متواتر سینتالیس سال تک خلیفہ رہا اور مدت العمر عزت وجلالت کی حالت میں رہا' جس نے سرکشی یا مخالفت کی اسے تباہ کر دیا اور جس نے دل میں اس کی گستاخی کا ارادہ کیا' اسے خدا تعالیٰ نے تباہ کر دیا۔ اس اقبال مندی کے باوجود بھی غافل نہ تھا مصالح ملک میں نہایت اہتمام کیا کرتا تھا اور رعایا سے کسی چھوٹے بڑے کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔

پختہ تدبیریں

اور یہ سب اس وجہ سے تھا کہ اس کے مخبر اور پرچہ نویس جگہ جگہ اور شہر شہر پھیلے ہوئے تھے جو ہر چھوٹی بڑی بات لکھ لکھ کر اس کو بھیجتے رہتے تھے اور یہ ایسے ایسے حیلے کیا کرتا تھا اور ایسی ایسی چالیں چلا کرتا تھا جنہیں کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا تھا۔ دو دشمن بادشاہوں میں صلح کرا دیتا اور ان کو خبر تک بھی نہ ہو پاتی اور دو متفق بادشاہوں میں عداوت ڈال دیتا اور پتہ بھی نہ چلتا۔

چور دروازے سے

یہاں تک کہ ان دنوں والیٔ ماژندران کا ایلچی بغداد میں آیا تو ہر صبح کو خلیفہ کے پاس اس کے اعمال و افعال شبینہ (رات کے کام) کا پرچہ مل جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر ایلچی نے اپنی تمام مصروفیات اور ذمہ داریاں اور کام نہایت خفیہ طریقے سے انجام دینے شروع کر دیئے اور انتہائی احتیاط برتی۔ مگر اس کے باوجود اس کی تمام کارروائی کا پرچہ خلیفہ کو مل جاتا تھا۔ ایک رات اس نے ایک عورت کو چور دروازے سے اندر بلا کر رات بھر اپنے پاس رکھا تو صبح کو اس خبر کا تذکرہ اس پرچہ میں تھا جو روزانہ خلیفہ کو ملا کرتا تھا بلکہ اس میں یہاں تک درج تھا کہ انہوں نے جو لحاف اوپر اوڑھا تھا اس پر ہاتھی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر ایلچی گھبرا گیا اور اسے کامل یقین ہو گیا کہ خلیفہ غائب جانتا ہے کیونکہ امامیہ کا اعتقاد ہے کہ امام حاملہ کے معصوم بچے کے بارے اور دیوار کے پیچھے چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

خط کا علم

ایک دفعہ خوارزم شاہ کا ایلچی ایک مخفی اور سربمہر خط لیکر آیا۔ الناصر لدین اللہ نے اس خط کو دیکھتے ہی کہہ دیا مجھے اس خط کا حال معلوم ہے۔ تم واپس چلے جاؤ۔ اس سے اسے یقین ہو گیا کہ خلیفہ کو علم غیب ہے۔

بیس دن برف باری

ذہبی کہتے ہیں لوگوں کا خیال تھا جنات الناصر لدین اللہ کے تابع ہیں۔ جب خوارزم شاہ خراسان اور ماوراء النہر میں آیا اور جبر و تعدی شروع کی اور بڑے بڑے بادشاہوں کو مطیع کر لیا اور ہزار ہا خلق خدا کو تہ تیغ کیا اور وہاں سے بنی عباس کا خطبہ موقوف کرا دیا اور فتح بغداد کے قصد سے آگے بڑھا۔ مگر جب ہمدان میں پہنچا تو برابر بیس روز تک ان پر برف باری ہوتی رہی' حالانکہ وہ موسم برف کا نہ تھا۔ اس پر اس کے خواص نے کہا چونکہ آپ نے بیت الخلافت کی فتح کا ارادہ کیا ہے۔ اس لیے یہ عذاب الٰہی نازل ہوا ہے اور پھر یہ خبر آئی کہ ترکوں نے جمع ہو کر اس کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے اسے لاچار واپس ہونا پڑا اور الناصر لدین اللہ کو اس کے مقابلہ کی زحمت تک نہ کرنا پڑی۔

پیٹ بھر کر

ناصر عجیب طبیعت کا آدمی تھا۔ جب کسی کو کچھ دیتا تو پیٹ بھر کر دیتا اور جب کسی کو مارتا تو بری طرح مارتا۔ بعض دفعہ تو اس شخص کی طرح داد و دہش کرتا جسے محتاجی کا ڈر ہی نہ ہو۔

طوطے کا واقعہ

ایک دفعہ ہندوستان سے ایک شخص اس کے لیے ایک طوطا لیکر آیا جو قل ہو اللہ احد پڑھتا تھا۔ جب وہ بغداد پہنچا تو اتفاقاً وہ طوطا مر گیا۔ وہ شخص بہت حیران ہوا۔ اتنے میں فراش نے آ کر طوطا طلب کیا۔ اس نے رو کر جواب دیا وہ تو کل رات مر گیا ہے۔ اس نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے وہ مر گیا ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہیں خلیفہ سے کتنے انعام کی امید تھی۔ اس نے کہا میں پانچ سو دینار کی امید رکھتا تھا۔ اس فراش نے کہا یہ لے۔ خلیفہ نے تیرے لیے پانچ سو دینار بھیجے ہیں۔ جس دن تو ہندوستان سے روانہ ہوا تھا' خلیفہ کو اسی دن تیرا حال معلوم ہو گیا تھا۔

گھوڑا چھن گیا

صدر جہاں! جب بغداد میں آئے تو ان کے ساتھ بہت سے فقیہ بھی تھے۔ ایک فقیہ کے پاس نہایت عمدہ گھوڑا تھا۔ جب وہ گھر سے چلنے لگا تو گھر والوں نے کہا اگر تم اسے یہیں چھوڑ جاؤ تو بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو تم سے کوئی چھین لے۔ اس نے کہا عوام تو ایک طرف خلیفہ وقت بھی اس کو چھیننے کی طاقت نہیں رکھتا۔ خلیفہ نے پہلے ہی ایک مشعلچی کو حکم دے رکھا تھا کہ جب ایسا ایسا ایک شخص آئے تو اسے مار کر گھوڑا اس سے چھین لینا' چنانچہ جب وہ بغداد میں آیا تو مشعلچی نے ایسا ہی کیا۔ فقیہ بہت پریشان ہوا اور ہر جگہ فریاد کی مگر کسی نے نہ سنی۔ الغرض جب یہ لوگ حج کر کے واپس آئے تو بارگاہِ خلافت سے صدر جہاں اور ان کے ہمراہیوں کو خلعتیں عطا ہوئیں اور منجملہ ان کے اس فقیہ کو بھی خلعت ملی جس میں وہی گھوڑا مع طلائی زین اور ساز و سامان کے ساتھ تھا۔ پھر اسے کہا گیا خلیفہ کو بیشک اس گھوڑے کو چھیننے کی جرأت نہیں ہوئی مگر ایک ادنیٰ درجے کے شخص یعنی مشعلچی نے اسے چھین لیا۔ یہ بات سن کر وہ فقیہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور خلیفہ کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

موفق عبداللطیف کہتے ہیں ناصر نے اپنی ہیبت اور خوف سے لوگوں کے دلوں کو پر کر دیا تھا اور اس سے اہل ہند اور اہل مصر بھی ایسے ہی ڈرتے تھے جیسے اہل بغداد۔ معتصم کے بعد خلافت کی ہیبت مر چکی تھی۔ مگر اس نے اسے زندہ کر دیا اور اپنے ساتھ ہی اس کا خاتمہ بھی کر گیا۔ مصر اور شام کے بادشاہوں اور اکابر کی مجلسوں میں جب ناصر کا ذکر آتا تو اس کی ہیبت اور جلال کے باعث تمام اپنی آوازیں پست کر لیتے۔

پوشیدہ قتل بتا دیا

ایک دفعہ بغداد میں ایک تاجر آیا جس کے پاس دمیاط کا بنا ہوا طلائی مال تھا۔ چونگی والوں نے اس سے محصول مانگا مگر اس نے کہہ دیا میرے پاس وہ چیزیں ہی نہیں جن کا تم محصول لیتے ہو تو انہوں نے تمام اشیاء کی نشانیاں اور شکل و صورت بیان کرنی شروع کی۔ مگر اس پر بھی اس نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے بارگاہِ خلافت کی ہدایت کے موجب کہا کیا تو نے اپنے فلاں ترکی غلام کو بحر دمیاط کے کنارے لے جا کر پوشیدہ قتل نہیں کیا تھا۔ یہ بات سن کر حیران رہ گیا کیونکہ

اس کے سوا کسی کو اس واقعہ کی خبر نہ تھی۔

اسپین اور چین تک

ابن نجار کہتے ہیں تمام بادشاہ و سلاطین اس کے مطیع فرمان ہو گئے تھے اور تمام سرکش و مخالفین اس کی تلوار خار شگاف کے سامنے جھک گئے تھے اور تمام اس کے مددگار و معاون بن گئے تھے۔ اس نے بہت سے ممالک فتح کر لیے۔ اس کی سلطنت اس قدر وسیع تھی۔ شاید ہی کبھی کسی کو اتنی وسیع سلطنت نصیب ہوئی ہو۔ یہاں تک کہ اندلس، اسپین اور چین میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ عباسیوں میں سب سے زیادہ شدید یہی شخص تھا جس کی ہیبت سے پہاڑ کانپتے تھے۔ خوش خلق، کامل الظرف، فصیح اللسان، بلیغ البیان شخص تھا۔ اس کے فرامین نہایت اعلیٰ اور عمدہ تھے اور اس کا زمانہ تاج فخر کا موتی تھا۔

میزبان کی بے ادبی

ابن واصل لکھتے ہیں ناصر نہایت دلیر، شجاع، صاحب عقل صائب اور ذہن ثاقب تھا۔ عراق اور ملک کے تمام اطراف میں اس کو باخبر رکھنے والے اس کے اپنے آدمی موجود تھے جو اسے ذرا ذرا بات کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ بغداد میں ایک شخص نے دعوت کی اور ہاتھ مہمانوں سے پہلے دھو لیے۔ اس کے خبر دینے والے آدمی نے اس بات کی اطلاع ناصر کو پہنچائی تو اس نے جواب میں لکھا یہ بات میزبان کی بے ادبی پر دال ہے۔ مگر ان باتوں کے باوجود رعایا کے حق میں اچھا نہ تھا۔

علمائے کو اجازت نامے

موفق عبداللطیف کہتے ہیں وسط ایام خلافت میں روایت حدیث میں مشغول ہو گیا تھا۔ چنانچہ بہت سے محدثین کو بلا کر ان سے احادیث سنیں اور اجازت حاصل کی اور پھر خود بھی اور بادشاہوں اور علماء کو اجازت نامے لکھ کر بھیجے۔ ایک کتاب بھی لکھی جس میں 70 احادیث تھیں۔ پھر وہ کتاب حلب پہنچی تو لوگوں میں سنی سنائی گئی۔

ذہبی! ناصر نے بہت سے علماء کو اجازت دی تھی۔ ان میں سے ابن سکینہ، ابن احضر، ابن نجار، وغیرہ تھے۔

دستخط لونڈی کرتی

ابن جوزی کے پوتے ابوالمظفر کہتے ہیں آخر عمر میں ناصر کی نظر کمزور ہوگئی تھی۔ بعض کہتے ہیں بالکل ہی اندھا ہوگیا تھا۔ لیکن اس کا حال رعایا بلکہ یہاں تک اس کے وزیر اور گھر والوں کو بھی معلوم نہ ہوسکا کیونکہ اس نے اپنی ایک لونڈی کو اپنے لکھنے اور دستخط کرنے کی مشق کرادی تھی۔ اس کا خط اور دستخط بالکل ناصر کے خط اور دستخط جیسے تھے۔ فرمانوں پر وہی دستخط کردیا کرتی تھی۔

شمس الدین کہتے ہیں پانی جو ناصر پیا کرتا تھا بغداد سے سات فرسنگ (میل سے زیادہ فاصلہ ہوتا ہے) کے فاصلہ پر سے اونٹوں پر لایا جاتا تھا۔ پھر اسے سات دن تک ہر دن ایک دفعہ جوش دیا جاتا تھا۔ بعد ازاں اسے سات روز تک برتنوں میں ڈال کر رکھ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ اسے پینے میں استعمال کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود جب وہ مرا تو کئی دفعہ اسے خواب آور دوا دی گئی اس کے ذکر (آلہ عضو خاص) سے پتھری نکالی گئی جس کے صدمے سے وہ 626 ہجری ماہ رمضان میں اتوار کے دن فوت ہوگیا۔

ناصر کا ایک یمن نام کا غلام تھا ناصر نے ایک دفعہ اسے عتاب آمیز خط لکھا۔ اس میں اشعار بھی تھے۔ اس میں سے ایک یہ بھی ہے۔

بِمَنْ یُمْن ''یَمَنْ'' بِمَنْ ثَمُن'' ثَمَنُ

ترجمہ:- جو مبارک کے ساتھ ہے وہ بھی مبارک ہے (غلام یمن) اور جو بکی ہوئی چیز یا قیمتی چیز کا عوض ہے وہ آٹھواں حصہ ہے۔

عہد ناصر کے حوادثات

جاننے کے باوجود

577 ہجری میں ملک ناصر نے سلطان صلاح الدین کو خط لکھا کہ آپ نے یہ جاننے کے باوجود الناصر خلیفہ کا لقب ہے' مجھے الناصر کیوں لکھا ہے۔

مشہد موسیٰ کاظم

580 ہجری میں بارگاہِ خلافت سے حکم صادر ہوا کہ جو مشہد موسیٰ کاظم میں جا کر پناہ لے لے اس سے باز پرس نہ کی جائے گی۔ جس سے تمام مجرم وہاں چلے گئے۔ اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوئے۔

ایک کان والا بچہ

581 ہجری میں علث میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کی پیشانی ایک بالشت چار انگلیاں لمبی تھیں اور کان صرف ایک ہی تھا۔ اسی سال خبر آئی مغرب کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ناصر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ہے۔

نجومی مارے گئے

582 ہجری میں سیارہ سبعہ برج میزان میں آ گئے۔ نجومیوں نے نتیجہ نکالا ہوا تھا کہ طوفان سے تمام ملک تباہ و برباد ہوگا اور اس واقعہ کے جمادی الآخر نویں رات میں پیش آنے کا بتلایا۔ لوگ ڈر گئے۔ انہوں نے تہ خانے بنانے شروع کر دیئے اور کھانا پینا اور تمام اشیائے خوردنی وہاں ہی رکھنی شروع کر دیں۔ تمام لوگ جمادی الآخر کی نویں رات کا انتظار کرنے لگے جس میں عہد عاد جیسی تباہ کن ہوا چلنے کے بارے کہا گیا تھا۔ لیکن خدا کی حکمت اس رات ہوا سے ایک پتہ تک بھی نہ ہلا اور اتنی بھی ہوا نہ آئی جس سے چراغ ہی گل ہو جائے۔ اس پر شعراء نے نجومیوں کا بہت مذاق اڑایا۔ چنانچہ ذیل میں شاعر ابوالفتائح محمد بن معلم کے اشعار ہیں۔

قُلْ لِاَبِی الْفَضْلِ قَوْلَ مُعْتَرِفٍ مَضٰی جُمَادٰی وَجَاءَ نَا رَجَبُ

ترجمہ: ابوالفضل خلیفہ کو اس کے قول مشہور کیلئے کہہ جمادی الاخریٰ گزر گیا اور ہمارے پاس ماہ رجب آ گیا۔

وَمَا جَرَتْ زَعْزَعٌ کَمَا حَکَمُوْا وَلَا بَدَا کَوْکَبٌ" لَهٗ ذَنَبُ

ترجمہ: اور کوئی زلزلہ نہیں جیسے کہ نجومیوں نے حکم لگایا تھا اور نہ ہی کوئی دمدار ستارہ ظاہر ہوا ہے۔

کَلَّا وَلَا اَظْلَمَتْ ذُکَاءٌ" وَلَا بَدَتْ اذن فِیْ قُرْنِهَا الشُّهُبُ

ترجمہ: نہ تو چاند اور سورج ہی سیاہ ہوئے اور نہ کوئی جلتا ہوا ستارہ ہی ظاہر ہوا ہے۔

يَقْضِيْ عَلَيْهِ مَنْ لَيْسَ يَعْلَمُ مَا يَقْضِيْ عَلَيْهِ هٰذَا هُوَ الْعَجَبُ

ترجمہ: کیا وہ شخص بھی حوادثاتِ زمانہ پر حکم لگا سکتا ہے جسے یہ ہی معلوم نہ ہو کل اس پر کیا گزرے گی؟ یہ کتنی عجیب بات ہے۔

قَدْبَانَ كِذْبُ الْمُنَجِّمِيْنَ وَفِي اَىِّ مَقَالٍ قَالُوْا فَمَا كَذَبُوْا

ترجمہ: تحقیق نجومیوں کا جھوٹ ظاہر ہو گیا ہے اور نجومیوں کی ایسی بات ہے کون سی کہ جب انہوں نے کہا تو پس جھوٹ نہ کہا ہو۔

اکیانوے برس سے

583 ہجری میں ایسا عجیب اتفاق ہوا سال کی پہلی تاریخ پہلا دن ہفتہ کے پہلے دن سوموار کو ہوئی۔ اس روز فارسی اور شمسی سالوں کی بھی پہلی پہلی تاریخ تھی اور سورج اور چاند دونوں پہلے برجوں میں تھے۔ ایسے اتفاق پہلے نہ ہوا تھا۔ اسی سال زیادہ فتوحات ہوئیں۔ سلطان صلاح الدین نے بہت سے بلاد شامیہ کو جو فرنگی کے تسلط میں تھے، فتح کر لیا اور سب سے بڑی بات بیت المقدس جو متواتر اکیانوے برس سے انگریزوں کے زیر تسلط تھا' بھی فتح کر لیا اور سلطان صلاح الدین نے وہاں تمام گرجوں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مدرسہ شافعیہ بنوا دیا جبکہ گرجا قمبامت کو بوجہ اقتدائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسمار نہیں کرایا کیونکہ آپ نے بھی فتح بیت المقدس کے وقت اسے مسمار نہیں کرایا تھا۔ محمد بن اسعد نسابہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے۔

اَتَـرٰى مَنَـامًـا مَا بِعَيْنِىْ اَبْصُرُ اَلْقُدْسُ يُفْتَحُ وَالنَّصَارٰى تُكْسَرُ

ترجمہ: کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ بیت المقدس کو فتح کیا جا رہا ہے اور نصاریٰ شکست دیئے جا رہے ہیں۔

وَقُمَامَتُ صَمَتْ مِنَ الرِّجْسِ الَّذِىْ بِـزَوَالِـهٖ وَزَوَالُـهَـا يَتَطَهَّرُ

ترجمہ: اور قمامہ کو انہوں نے نجاستوں سے پاک کیا ہے کیونکہ وہ ایسی نجاستوں کے دور ہونے سے اور بتوں کو دور کرنے سے ہی پاک ہوگا۔

وَمَلِيْكُهُمْ فِى الْقَيْدِ مَصْفُوْدٌ وَلَمْ يَرَ قَبْلَ ذَاكَ لَهُمْ مَلِيْكٌ يُؤْسَرُ

ترجمہ: اور ان کا بادشاہ قید میں محبوس ہے اور اس سے قبل ان کے بادشاہ کو کسی نے محبوس

نہیں دیکھا۔

قَدْ جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ الَّذِیْ وَعَدَالرَّسُوْلِ فَسَبِّحُوْ وَاسْتَغْفِرُوْا

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ کی مدد اور وہ فتح جس کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ فرمایا تھا' وہ آ گئی ہے۔ پس لوگو! تم اللہ کی پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش طلب کرو۔

یَا یُوْسُفَ الصِّدِّیْقِ اَنْتَ بِفَتْحِهَا فَارُوْقُهَا عُمَرًا الْاِمَامِ الْاَطْهَرْ

ترجمہ: اے یوسف صدیق (صلاح الدین کا نام ہے) تو مصر کو فتح کرنے میں گویا پاک لوگوں کے امام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے۔

بیت المقدس فتح ہوگا

نہایت عجیب بات ہے۔ ابن برجان نے سورہ الم غلبت الروم کی تفسیر میں لکھا بیت المقدس رومیوں کے ہاتھوں میں 583 ہجری تک رہے گا۔ پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے اور بیت المقدس فتح ہو جائیگا اور پھر قیامت تک دارالاسلام ہی رہے گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عجیب اتفاق

ابوشامہ کہتے ہیں ابن برجان نے جو ذکر کیا ہے' نہایت ہی عجیب اتفاق ہے کیونکہ ابن برجان فتح بیت المقدس سے بہت پہلے فوت ہو گئے تھے۔

زرہ' گھوڑا اور ایک دینار

589 ہجری میں سلطان صلاح الدین فوت ہو گیا۔ ایک ایلچی ان کی زرہ' گھوڑا' ایک دینار اور بتیس درہم لیے بغداد میں آیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ترکہ نہیں چھوڑا تھا۔ سلطان صلاح الدین کے بعد ان کا ایک بیٹا الملک العزیز عمادالدین عثمان مصر اور الملک الفضل نورالدین علی دمشق کا اور الملک الظاہر غیاث الدین غازی حلب کا حاکم مقرر رہا۔

سلاطین سلجوقیہ کا آخری

590 ہجری میں سلطان طغرلبک شاہ بن ارسلان بن طغرلبک بن محمد بن ملک شاہ فوت ہو گیا۔ یہ بادشاہ سلاطین سلجوقیہ کا آخری بادشاہ تھا۔

ذہبی لکھتے ہیں اس خاندان کے تئیس سے زیادہ بادشاہ ہوئے ہیں۔ ان میں سے سب

سے پہلا طغرل بک تھا جس نے خلیفہ القائم کو بغداد میں واپس بھیجا تھا۔ ان کی مدت سلطنت ایک سو بیس برس تھی۔

592 ہجری میں مکہ میں کالی آندھی آئی اور پھر تمام جگہ پھیل گئی۔ لوگوں پر سرخ ریت کی بارش ہوئی اور رکن یمانی کا ایک قطعہ گر گیا۔

بلا جواب

اسی سال خوارزم شاہ پچاس ہزار لشکر لے کر دریائے جیحون کو عبور کر آیا اور خلیفہ کو کہلا بھیجا جیسا پہلے بادشاہان سلجوقیہ کے قبضہ میں خلیفہ اور دارالسلطنت ہوتا تھا' اب بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔ خلیفہ نے یہ سن کر دارالسلطنت کو گرا دیا اور اس کے ایلچی کو بلا جواب واپس کر دیا اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے' خدا تعالیٰ نے ناصر کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

593 ہجری میں ایک بڑا ستارہ ٹوٹا اور اس کے ٹوٹنے کے وقت ایسی ہولناک آواز سنائی دی جس سے مکان اور دیواریں ہل گئیں۔ لوگوں نے نہایت خشوع سے دعائیں مانگیں اور خیال کیا کہ قیامت آ گئی۔

595 ہجری میں الملک العزیز والی مصر مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا الملک الکامل تخت نشین ہوا۔ مگر الملک العادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب نے اس پر حملہ کر کے مصر کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

قحط کی سختیاں

592 ہجری میں پانی کی بہت کمی ہوگئی اور ایسا سخت قحط پڑا لوگوں نے مرداروں اور آدمیوں کو کھانا شروع کر دیا اور یہ بات سب جگہ مشہور ہوگئی۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے قبروں سے مردوں کو نکال کر کھانا شروع کر دیا۔ اہل مصر بالکل تباہ ہو گئے اور بھوک کے باعث اتنے آدمی مر گئے کہ جہاں تک نظر جاتی تھی مردے ہی مردے نظر آتے تھے یا بعض پڑے سسک رہے ہوتے تھے۔ گاؤں کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔ کہیں آگ تک جلتی نظر نہ آتی تھی۔ گھروں کے دروازے کھلے تھے۔ مگر گھر والے سب کے سب ملک بقا کو سدھار گئے تھے۔ ذہبی نے اس قحط کے ایسے ایسے واقعات لکھے ہیں جنہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ایسا لگتا تھا تمام سڑکوں پر مردے بوئے گئے ہیں۔ ان کا گوشت

درندے اور پرندے بھی نہ کھاتے تھے۔ لوگوں نے اپنے بچوں کو بیچ ڈالا۔ یہ حالت 598 ہجری تک رہی۔

597 ہجری میں مصر، شام اور جزیرہ میں نہایت شدید زلزلہ آیا جس سے ہزار ہا مکانات اور قلعے تباہ و ویران ہو گئے اور متعلقاتِ بصرہ سے ایک گاؤں زمین میں دھنس گیا۔

599 ہجری میں محرم کی آخری رات کو صبح تک ستارے ایسے ٹوٹتے رہے کہ ٹڈی دل چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے بعد اس وقت تک ایسا واقعہ کبھی نہ گزرا تھا۔ لوگوں نے نہایت ہی خشوع سے دعائیں کیں۔

600 ہجری میں فرنگیوں نے بلدہ فوقہ پر نیل کے راستے حملہ کیا اور اسے خوب لوٹا۔ قتل عام کیا اور واپس چلے گئے۔

601 ہجری میں فرنگی قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے اور رومیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ شہر اسلام سے پہلے رومیوں کے قبضہ میں چلا آتا تھا۔ پھر یہ 660 ہجری تک فرنگیوں کے قبضے میں رہا۔ بعد ازاں رومیوں نے پھر اسے فتح کر لیا۔

اسی سن 601 ہجری میں شہر قطیعاء میں ایک عورت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے دو سر، دو ہاتھ اور چار پاؤں تھے لیکن وہ زندہ نہ رہا۔ 606 ہجری میں اہل تاتار کا زور شروع ہوا۔

دو سلسلے

615 ہجری میں فرنگیوں نے دمیاط سے برج سلسلہ پر قبضہ کر لیا۔ ابو شامہ کہتے ہیں یہ برج دیار مصریہ کا تالا تھا۔ یہ برج دریائے نیل کے وسط میں تھا۔ اس کی شرقی جانب اس کے مقابل میں دمیاط تھا اور غربی جانب اس کے مقابل میں جزیرہ تھا اور دونوں طرف دو سلسلے تھے۔ ایک دمیاط تک پہنچتا تھا اور دوسرا جزیرہ تک۔ ان کے سبب سمندر سے جہاز نہ آ سکتے تھے۔

616 ہجری میں فرنگیوں نے بہت سی لڑائیوں اور محاصروں کے بعد دمیاط کو فتح کر لیا۔ الملک الکامل ان کے مقابلے سے عاجز آ گیا۔ فرنگیوں نے وہاں کی جامع مسجد کو گرا کر وہاں گرجا بنا لیا اور الملک الکامل نے نیل کے ڈلٹا کے پاس ایک شہر آباد کر کے اس کا نام منصورہ رکھا اور اس کے گرداگرد فصیل بنا کر لشکر سمیت وہیں رہائش اختیار کی۔ اسی سال قاضی القضاۃ رکن الدین ظاہر نے اس سے خط و کتابت کی۔ الملک المعظم والیٔ دمشق اس سے کچھ رنجیدہ تھا۔ اس

نے انہیں ایک بقچہ (کپڑوں کی گٹھڑی) بھیجا جس میں زہر آلود قبا تھی اور حکم دیا اس کو پہن کر اس کریں۔ قاضی القضاۃ انکار نہ کر سکے۔ گھر گئے قبا پہنی تو وہاں سے مر کر ہی نکلے۔ کہتے ہیں ان کا جگر کٹ کر گر گیا تھا۔ لوگوں نے سخت افسوس کیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا الملک المعظم نے شرف الدین بن عنین کو جنہوں نے شراب نوشی سے توبہ کی تھی، شراب اور چادر بھیجی اور کہا اس کی تعریف میں کچھ شعر کہیں۔ انہوں نے یہ اشعار کہے:

أَيُّهَا الْمَلِكُ الْمُعَظَّمُ سُنَّةً أَحْدَثْتَهَا تَبْقَى عَلَى الْآبَادِ

ترجمہ: اے شہنشاہِ معظم آپ نے ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جو ابدالآباد تک رہے گا۔

تَجْرِي الْمُلُوكُ عَلَى طَرِيقِكَ بَعْدَهَا خَلْعُ الْقُضَاةِ وَتُحْفَةُ الزُّهَّادِ

ترجمہ: اے قاضیوں کے سرگروہ اور زاہدوں کے سرتاج تمام بادشاہ آپ کے بعد آپکے قدم بقدم چلیں گے۔

ملیہء دار الحدیث

618ھ ہجری میں فرنگیوں سے دمیاط فتح کر لیا گیا۔

621ھ ہجری میں قاہرہ میں دار الحدیث کا ملیہ (محل) بنایا اور ابو الخطاب بن دحیہ اس کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

کعبہ شریف پر مامون کے زمانہ سے برابر ریشمی پردے ڈالے جاتے تھے، الناصر لدین اللہ نے سبز ریشمی پردے ڈالے اور بعد ازاں سیاہ، جو اب تک برابر چلے آتے ہیں۔ الناصر کے عہد میں یہ علماء فوت ہوئے۔

حافظ ابو طاہر سلفی، ابو الحسن بن قصار لغوی، الکمال ابو البرکات بن انباری، شیخ احمد بن رفاعی زاہد، ابن بشکوال، یونس شافعی، ابو بکر بن طاہر الاحداب نحوی، ابو الفضل والد رافعی، ابن ملکون نحوی، عبد الحق اشبیلی صاحب احکام، ابو زید سہیلی صاحب روض الانف، حافظ ابو موسیٰ مدینی، ابن بری لغوی، حافظ ابو بکر حازمی، شرف بن ابی عصرون، ابو القاسم بخاری عتابی صاحب جامع الکبیر یکے از مشاہیر حنفیہ منجم جوشانی ابو القاسم بن فیرہ شاطبی صاحب القصیدہ، فخر الدین ابو شجاع محمد بن علی بن شعیب بن الدہان فرضی یہ پہلا شخص ہے جس نے فرائض کو منبر کی شکل پر وضع کیا۔ برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ، قاضی خاں صاحب فتاویٰ، عبد الرحیم بن حجون زاہد، ابو الولید بن

رشید صاحب علوم فلسفیہ' ابوبکر بن زہر طیب' جمال بن فضلان من الشافعیہ' قاضی فاضل صاحب الانشاء والترسل' شہاب طوسی' ابوالفرح بن جوزی' عماد کاتب ابن عظیمہ مقری' حافظ عبدالغنی مقدسی صاحب عمدہ' الرکن الطاؤسی صاحب خلاف' ابوالسعادات ابن اثیر صاحب جامع الاصول ونہایت الغریب' عماد بن یونس صاحب شرح الوجیز' اشرف صاحب التنبیہ' حافظ ابوالحسن بن مفضل' ابومحمد بن حوط اللہ' اس کا بھائی ابوسلیمان' حافظ عبدالقادر رہاوی' زاہد ابوالحسن بن صباغ' وجیہ بن وہان نحوی' تقی الدین بن مقترح' ابوالیمن کندی نحوی' معین حاجری صاحب کفایہ من الشافعیہ' الرکن العمیدی صاحب الطریقہ فی الخلاف' ابوالبقاء عبکری صاحب الاعراب' ابنا ابی اصیبعۃ الطبیب' عبدالرحمٰن بن سمعانی' نجم الدین کبریٰ' ابن ابی سیف یمنی' موفق الدین قدامہ حنبلی' فخر الدین بن عساکر اور دوسرے لوگ۔

الظاہر باللہ

الظاہر باللہ ابونصر محمد بن الناصر لدین اللہ 571 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کے والد نے ہی اسے ولی عہد بنایا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد باون سال کی عمر میں اس کی جگہ قائم ہوا۔ ایک دفعہ اس سے کہا گیا' تو فتوحات کی طرف متوجہ ہو کر ملک میں فراخی پیدا نہیں پیدا کرتا۔ اس نے جواب دیا اب زراعت خشک ہو چکی ہے (یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں' اب طمع دنیاوی سے کیا فائدہ) لوگوں نے کہا اللہ آپ کی عمر میں برکت دے گا۔ کہنے لگا جو شخص عمر کے بعد دکان کھولے وہ کیا کر سکتا ہے؟ اس نے رعایا پر بہت احسان کیے' مظالم دور کیے اور لوگوں کو بہت عطیات دیئے۔ (ان باتوں کو ابو شامہ نے ذکر کیا ہے۔)

زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ابن اثیر لکھتے ہیں جب الظاہر خلیفہ ہوا تو اس نے لوگوں پر ایسا عدل و احسان کیا کہ لوگوں کو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا زمانہ یاد آ گیا۔

اگر یہ کہا جائے عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس سے زیادہ عادل اور نیک نہاد خلیفہ تخت پر نہیں بیٹھا تو بالکل بجا اور درست ہے کیونکہ اس نے شہروں کے ٹیکس معاف کر دیئے تھے اور اس کے والد نے جو ایک نیا ٹیکس بڑھایا ہوا تھا' جس کی آمدنی لاکھوں کے حساب سے تھی' وہ بھی

معاف کر دیا۔ چنانچہ شہر یعقوبا سے پہلے دس ہزار دینار ٹیکس لیا جاتا تھا۔ جب ظاہر خلیفہ ہوا' لوگوں نے فریاد کی تو اس نے وہ سب معاف کر کے خراج شرعی لگا دیا۔

خشک درخت

کہتے ہیں جب تمام شہروں میں شرعی خراج مقرر ہو گیا تو کئی لوگوں نے اس کے پاس شکایت کی ہماری املاک کے کئی درخت بالکل خشک ہو چکے ہیں' ان کا بھی خراج لیا جاتا ہے' اس نے منع کر دیا اور حکم جاری کیا کہ صرف سرسبز اور صحیح درختوں کا ہی خراج شرعی لیا جائے۔

خزانہ کی بانٹ

الظاہر کے عدل وانصاف کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے شاہی خزانے کی بانٹ صرف نصف قیراط سے زائد تھے۔ شاہی ملازم جب کوئی چیز لیتے تو ان سے تول کر لیتے اور اگر دینی ہوتی تو عام لوگوں کے بانٹ (ترازو) سے تول کر دیتے۔ جب الظاہر کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے وزیر کو ایک خط لکھا جس کے شروع میں وَیلٌ" لِلْمُطَفِّفِیْنَ آیت لکھی۔ (پ 30 سورہ مطففین آیت 1) ترجمہ: کم تولنے والوں کی خرابی ہے۔ (ترجمہ وحوالہ از کنزالایمان۔ صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی) یہ آیت لکھی تھی۔ اور لکھا ہمیں ایسی ایسی خبر ملی ہے۔ تمہیں لازم ہے خزانہ کے بانٹ بھی عام لوگوں کے بانٹ کی طرح بنا لو۔ اس نے جواب دیا اس طرح کرنے سے پینتیس ہزار دینار کا خسارہ پڑتا ہے۔ الظاہر نے جواب دیا وہ خسارہ چاہے تین لاکھ پچاس ہزار کا ہی کیوں نہ ہو' تم اس بانٹ کو توڑ دو۔

قرض کے عوض

ایک دفعہ کا ذکر ہے واسط سے ایک صاحب دیوان آیا جس کے پاس ایک لاکھ دینار سے زائد رقم تھی' جو وہ ظلم سے اکٹھی کر کے لایا تھا۔ ظاہر نے حکم دیا انہیں مستحقین کو ہی پہنچا دو' جس کی ہے جو لوگ قرض کے عوض میں قید تھے' ان کو رہا کر دیا اور قاضی کو دس ہزار اس غرض سے بھیجے تا کہ انہیں مفلسوں میں بانٹ دیا جائے۔

نیکی کرنے دو

ایک دفعہ اس سے کہا گیا کہ جتنا مال آپ خرچ کرتے ہیں' کوئی نہیں کرتا۔ بولا میں نے

عصر کے وقت دکان کھولی ہے' مجھے نیکی کرنے دو۔ میں کب تک زندہ رہوں گا۔

لوگوں کی چغلیاں

کہتے ہیں جب الظاہر تخت نشیں ہوا تو دفتر خلافت میں ہزاروں سربمہر لفافے پڑے تھے۔ کسی نے کہا آپ انہیں کھول کر پڑھ کیوں نہیں لیتے۔ اس نے کہا مجھے ان کے کھولنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان میں لوگوں کی چغلیاں ہی ہوں گی۔ یہ سب باتیں ابن اثیر نے لکھی ہیں۔

راہ خدا میں خرچ

سبط ابن جوزی کہتے ہیں ایک دن جو الظاہر خزانے میں گیا تو خزانچی بولا آپ کے آباؤ اجداد کے وقت یہ خزانے پر تھے۔ الظاہر نے جواب دیا خزانے اس لیے نہیں بنائے گئے تا کہ انہیں پر کیا جائے بلکہ وہ اس لیے ہیں تا کہ انہیں خالی کیا جائے اور راہِ خدا میں خرچ کیا جائے کیونکہ جمع کرنا تاجروں کا کام ہے۔

ابن واصل (الظاہر) کی بابت لکھتے ہیں اس نے رعایا میں عدل اور احسان پھیلایا' تمام ٹیکس اٹھادیئے۔ خود لوگوں میں بیٹھا کرتا' حالانکہ اس کا باپ بالکل کسی کے سامنے نہ ہوا کرتا تھا۔

تیرہ رجب 623 ہجری میں فوت ہوگیا۔ اس کی مدت خلافت نو ماہ اور چند روز تھی۔ حدیث اس نے اپنے والد سے سنی تھی اور اس سے ابو صالح نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنی۔ جس سال الظاہر فوت ہوا اس میں دو دفعہ چاند گرہن لگا تھا۔

المستنصر باللہ

المستنصر باللہ ابوجعفر منصور بن الظاہر بامراللہ ماہ صفر 588 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ترکیہ تھی۔

ابن نجار کہتے ہیں ماہ رجب 623 ہجری میں اس کے والد کی وفات کے بعد لوگوں نے اس سے بیعت کی۔ اس نے رعایا کو انصاف دیا اور جھگڑوں کا بہت ہی خوبی سے فیصلہ کیا۔ اہل علم و دین کو مقرب بنایا۔ مسجدیں' مدرسے' مسافر خانے اور شفا خانے بنوائے۔ دین کو روشن کیا اور سرکشوں کا قلع قمع کیا۔ سنت نبوی کو زندہ کیا اور فتنوں کو روک دیا۔ لوگوں کو سنت نبوی پر چلنے

کی تاکید کی۔ جہاد کو بہت اچھی طرح قائم کیا۔ نصرت اسلام کے لیے لشکر جمع کیے۔ سرحدوں کی حفاظت کی اور کئی قلعے فتح کیے۔

کوئی ایسا نہ تھا

الموفق عبداللطیف کہتے ہیں۔ جب ابوجعفر سے بیعت کی گئی تو اس نے سیرت جمیلہ کو اختیار کیا۔ جن سڑکوں کا نام ونشان بالکل ناپید ہو چکا تھا' ان کو ازسرنو بنوادیا۔ شعارِ دین کو قائم کیا۔ سب لوگ اسے چاہنے لگے اور اس کی مدح کرنے لگے۔ کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی بدخوئی کرتا ہو۔ اس کا دادا الناصر اس سے بہت محبت کیا کرتا تھا اور اس کی عقل و ہدایت اور منکرات کے باعث اسے قاضی کہا کرتا تھا۔

ابن واصل کہتے ہیں مستنصر نے دجلہ کی شرقی جانب ایک مدرسہ بنایا تھا اس سے قبل اس سے اتنا اچھا مدرسہ نہ بنایا گیا تھا۔ اس میں چاروں مذہبوں کے چار استاذ مقرر کیے تھے۔ اس میں شفاخانہ بھی تھا اور نیز اس میں فقہاء کے لیے ایک باورچی خانہ بھی تھا اور ٹھنڈے پانی کے لیے ایک سرد خانہ بھی تھا اور فقہاء کے گھروں کے لیے بوریئے' غالیچے' تیل' کاغذ' سیاہی اور دیگر اشیاء مہیا تھیں۔ ہر فقیہ کو ایک مہینہ کے بعد ایک دینار ملا کرتا تھا اور خاص ان کے لیے ایک حمام بھی بنوایا تھا۔ یہ ایسے کام ہیں جو اس سے قبل کسی نے نہ کیے تھے۔ اس کا لشکر اس قدر کثیر تھا کہ اتنا کثیر لشکر اس کے آباؤ اجداد میں سے کسی کا بھی نہ تھا۔

تاتاریوں کا خاتمہ

مستنصر نہایت عالی ہمت' شجاع اور بہادر آدمی تھا۔ تاتاریوں نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اس نے بڑھ کر ان کو شکست فاش سے ہمکنار کر دیا تھا۔ اس کا ایک بھائی بھی تھا اسے لوگ خفاجی کہتے تھے۔ وہ اس سے بھی زیادہ دلیر اور بہادر تھا۔ وہ کہا کرتا تھا اگر میں خلیفہ ہو جاؤں تو دریائے جیحون کو عبور کر کے تاتاریوں کے تمام ملک فتح کر کے ان کا قلع قمع کر دوں۔ مگر جب مستنصر فوت ہو گیا تو الدویدار اور شرابی نے خفاجی کی تقلید کو پسند نہ کیا کیونکہ وہ دونوں اس سے ڈرتے تھے بلکہ اس کے بعد ابواحمد کو جو نہایت نرم طبیعت اور ضعیف الرائے شخص تھا' اس کو تخت پر بٹھایا تاکہ ان دونوں کا اقتدار بڑھ جائے۔ اس کے عہد خلافت میں تاتاری ہر جگہ چھا گئے تھے۔

لَيْسَ لِلْجَمْعِ كَانَ مَنْعُكَ لِلصَّرْفِ وَلٰكِنْ لِلْعَدْلِ وَالتَّعْرِيْفِ

ترجمہ: آپ نے صرف یہ مال جمع کرنے کے لیے نہیں کیا بلکہ عدل وتعریف کے لیے کیا ہے۔

635 ہجری میں شمس الدین احمد جونی دمشق کے قاضی مقرر ہوئے۔ یہ سب سے پہلے قاضی ہیں جنہوں نے گواہوں کے لیے شہروں میں ایک خاص مقام مقرر کر دیا۔ اس سے پہلے گواہوں کو شہادت دینے کے لیے عدالت میں جانا پڑتا تھا۔

الکامل کی وفات

اسی سال دونوں سلطان یعنی اشرف والیٔ دمشق اور الکامل صاحب مصر فوت ہو گئے۔ کامل اپنے بھائی سے دو ماہ بعد فوت ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قلامہ مصر کا حاکم بنا اور العادل کا لقب اختیار کیا۔ لیکن بعد ازاں اسے معزول کر کے اس کی جگہ اس کے بھائی الصالح ایوب نجم الدین کو تخت پر بٹھایا گیا۔

637 ہجری میں شیخ عز الدین بن عبد السلام دمشق کے خطیب مقرر ہوئے۔ انہوں نے تمام بدعتوں سے منزہ خطبہ پڑھا اور سنہری جھنڈوں کو منسوخ کر کے سیاہ وسفید جھنڈے مقرر کیے اور ان کے سامنے صرف ایک مؤذن نے ہی اذان دی۔

جائز تسلیم

اسی سال بادشاہِ یمن نور الدین عمر بن علی بن رسول ترکمانی کا ایلچی خلیفہ کے پاس حاضر ہوا اور اس کی طرف سے عرض کیا۔ ملک مسعود بن ملک کامل کی وفات کے بعد اس کو یمن کا سلطان جائز تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ 865 ہجری تک وہ ملک اس کی اولاد کے قبضہ میں رہا۔

639 ہجری میں الصالح والیٔ مصر نے قیصرین وقلعہ کے درمیان ایک مدرسہ بنوایا مگر 651 ہجری میں اس کے غلاموں نے قلعہ مذکورہ کو ویران کر دیا۔

مستنصر کا انتقال

640 ہجری میں دس جمادی الآخر بروز جمعہ مستنصر نے انتقال کیا۔ شعراء نے اس کے بہت سے مرثیے لکھے۔ مختصر یہ کہ ان میں صفی الدین عبد اللہ بن جبل بھی تھے۔ ایک دفعہ وجیہ قیروانی نے مستنصر کی مدح میں یہ شعر پڑھا:

لَوْ كُنْتَ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ حَاضِرًا كُنْتَ الْمُقَدَّمَ وَالْإِمَامَ الْأَوْرَعَا

ترجمہ: اگر آپ یوم سقیفہ میں حاضر ہوتے تو آپ ہی امام اور خلیفہ بنتے۔

قائل کو انعام

حاضرین سے کسی نے کہا تو نے خطا کی ہے کیونکہ امیر المومنین کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن حاضر تھے۔ مگر مقدم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہوئے۔ مستنصر نے اس بات کا اقرار کیا اور اس قائل کو انعام دیا اور وجیہ کو جلا وطن کر دیا۔ وہ وہاں سے مصر چلا گیا۔ (نقلہ الذہبی)

مستنصر کے عہد میں یہ علماء فوت ہوئے:

امام ابوالقاسم رافعی، جمال مصری، ابن مغرز نحوی، یاقوت حموی، سکا کی صاحب مفتاح، حافظ ابوالحسن بن قطان، یحییٰ بن معطی صاحب الفیہ فی النحو، الموفق عبداللطیف بغدادی، حافظ ابوبکر بن نقطہ، حافظ عز الدین علی، ابن اثیر صاحب تاریخ والانساب، اسد الغابہ، ابن عنقی شاعر، سیف آمدی، ابن فضلان، عمر بن فارض صاحب التائیہ، شہاب الدین سہروردی صاحب عوارف المعارف، بہار بن شداد، ابوالعباس عوفی صاحب مولد النبوی، علامہ ابوالخطاب بن دحیہ اس کا بھائی عمر، حافظ ابوالربیع بن سلم صاحب الانتفاء فی المغازی، ابن الشواء شاعر، حافظ زکی الدین برزالی، الجمال الحصر شیخ الحنفیہ، شمس جونی، حرانی، حافظ ابوعبداللہ زینی، ابوالبرکات ابن مستوفی، ضیاء ابن اثیر صاحب المثل السائر، ابن عربی صاحب الفصوص، الکمال بن یونس شارح التنبیہ وغیرہم رحمہم اللہ۔

المستعصم باللہ

المستعصم باللہ ابواحمد عبداللہ بن مستنصر باللہ خلفاء عراقیین سے آخری خلیفہ تھا۔ 609 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ ام الولد تھی جس کا نام ہاجرہ تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت نشیں ہوا۔ ابن نجار، مؤید طوسی، ابوروح ہروی، نجم بادرائی، شرف دمیاطی سے اس نے حدیث شریف کی اجازت حاصل کی تھی۔ دمیاطی نے اس کے لیے چالیس احادیث لکھی تھیں۔ میں (مصنف) نے وہ چالیس احادیث انہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہیں۔

کٹھ پتلی

مستعصم نہایت کریم' حلیم' سلیم الباطن اور دیندار شخص تھا۔ شیخ قطب الدین اس کے بارے لکھتے ہیں اپنے باپ اور دادا کی طرح سنت نبوی پر چلنے والا تھا۔ لیکن بیدار مغزی' ہوشیاری اور علو ہیت میں ان جیسا نہ تھا۔ مستنصر جب فوت ہوا تو اس کے بعد خفاجی سے ڈر کر الدویدار اور شرابی وغیرہ نے مستعصم جو نرم طبیعت تھا کو خلیفہ بنایا تھا اور اس لیے تاکہ ان کا رعب اور دبدبہ بدستور قائم رہے۔ خلیفہ مستعصم اپنے وزیر مؤید الدین علمی کی طرف مائل ہو گیا۔ اس حرامزادے نے خلیفہ کو کٹھ پتلی بنالیا' جو چاہتا وہ کرتا تھا۔ اس نے ملک کو تباہ و برباد کر دیا۔ در پردہ تاتاریوں سے ملا ہوا تھا اور اس نے ان کو عراق اور بغداد کے فتح کرنے کا لالچ دیا تاکہ دولت عباسیہ کا قلع قمع کر کے علویوں کی خلافت قائم کرے۔ تاتاریوں کی اگر کوئی خبر آتی تو اسے چھپائے رکھتا اور خلیفہ کی تمام خبریں تاتاریوں کو پہنچاتا رہتا۔

ام خلیل شجر الدر

647 ہجری میں فرنگیوں نے دمیاط فتح کر لیا۔ سلطان الملک الصالح ان دنوں سخت بیمار تھا اور اسی بیماری میں پندرہ شعبان کو فوت ہوا۔ مگر اس کی لونڈی ام خلیل المسمات شجر الدر نے اس کی موت کو چھپائے رکھا اور کسی شخص کو بھیج کر اس کے لڑکے توران شاہ الملک المعظم کو بلایا۔ جب وہ آیا تو اس کے باپ کے غلاموں نے محرم 647 ہجری میں اسے قتل کر ڈالا اور اس کے باپ کی لونڈی شجر الدر کو تخت پر بٹھایا اور اس سے اور اس کے نائب عز الدین ترکمانی سے عہد و پیمان کر لیے۔ شجر الدر نے امراء کو خلعتیں اور عطایا عطا کیے۔ پھر ربیع الآخر میں عز الدین مستقل بادشاہ بن بیٹھا اور اپنا لقب الملک المعز رکھا۔ مگر لوگ اس سے بیزار ہو گئے اور لشکر نے ملک الاشراف بن صلاح الدین یوسف بن مسعود کو جس کی عمر صرف آٹھ (8) سال کی تھی' بادشاہ بنالیا اور عز الدین اس کا اتابک مقرر ہوا۔ دونوں کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور دونوں کے نام کے سکے مسکوک ہوئے۔ اسی سال میں دمیاط پھر فرنگیوں سے فتح کر لیا گیا۔

652 ہجری میں عدن میں ایک آگ ظاہر ہوئی جس کے شرارے اڑ اڑ کر رات کے وقت سمندر میں گرتے تھے اور دن کے وقت وہاں سے بڑا دھواں اٹھتا تھا۔ اسی سال معز نے

الملک الاشراف کا نام ہی مٹا دیا اور خود ایک مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔

آگ کے دریا

654 ہجری میں مدینہ طیبہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ ابو شامہ لکھتے ہیں اس سے پہلے مدرسہ مدینہ سے ہمارے پاس خطوط آئے جن میں لکھا تھا' یکم جمادی الاخریٰ کو مدینہ منورہ میں پہلے ایک مہیب گرج سنائی دی۔ اس کے بعد بڑا شدید زلزلہ آیا۔ بعد ازاں لحہ بہ لحہ پانچ تاریخ تک زلزلے آتے رہے۔ پھر قریظہ کے قریب حراہ میں ایک آگ ظاہر ہوئی۔ ہمیں مدینہ میں بیٹھے ہوئے یہی دکھائی دیتا تھا گویا یہ آگ ہمارے پاس ہی ہے۔ وادی شظا کی طرف اس آگ کی ندیاں بہنے لگیں۔ (یہاں مترجم نے کلام کیا ہے کہ یہ آگ کوہ آتش فشاں کے پھٹنے سے نکلی ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے جب کوہ آتش فشاں پھٹتا ہے تو زلزلہ آتا ہے اور اس پہاڑ سے پگھلا ہوا مادہ نکل کر پانی کی طرح بہنے لگتا ہے۔ جسے لاوا کہتے ہیں' چنانچہ کوہ ایٹا کی آتش فشانی دیکھنے والوں کا بیان اس کا شاہد ہے۔) ہم نے قریب جا کر دیکھا تو واقعی ان پہاڑوں سے آگ کے دریا بہہ رہے تھے اور ان سے بڑے بڑے شعلے نکل کر نہایت بلند اڑتے چلے جاتے تھے۔ اس آگ کی روشنی مکہ تک پہنچ رہی تھی۔ تمام لوگوں نے روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر توبہ واستغفار کی۔ یہ صورت ایک ماہ سے بھی زیادہ تک رہی۔

روشن گردنیں

ذہبی لکھتے ہیں اس آگ کی خبریں متواتر ہیں جن میں شک کی جا نہیں اور یہ وہی آگ تھی جس کی بارے میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خبر اُفرمادیا تھا' اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک ایسی آگ ظاہر نہ ہوگی جس سے بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوجائیں گی۔ اکثر لوگوں نے جو اس وقت تھے' بیان کیا اس آگ کی روشنی میں بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں اچھی طرح نظر آتی تھیں۔

وزیر کی بے غیرتیاں

655 ہجری میں المعز ایبک کو اس کی منکوحہ شجرۃ الدر نے مار ڈالا اور اس کے بیٹے الملک المنصور کو تخت پر بٹھایا۔ انہی دنوں میں تاتاریوں نے ملک کو جولانگاہ (گھڑ دوڑ کا میدان) بنا

رکھا تھا اور ہر جگہ فساد بر پا کر رہے تھے۔ لیکن خلیفہ اور تمام لوگ ان کی شرارت سے غافل و بے خبر تھے۔ وزیر علقمی دولت عباسیہ کو نیست کرنے اور سلطنت علویہ کو قائم کرنے کے در پے تھا اور خفیہ تاتاریوں سے خط و کتابت کرتا رہتا تھا اور ادھر خلیفہ مستعصم اور باتوں میں منہمک تھا۔ نہ وہ اس بات کی طرف توجہ رکھ پا رہا تھا اور نہ ہی اصلاح رعیت کر پا رہا تھا۔ اس کے والد مستنصر کے پاس لشکر بھی بہت تھا۔ مگر اس کے باوجود تاتاریوں سے اس کی صلح ہی چلتی رہی تھی۔ مگر جب مستعصم خلیفہ ہوا تو وزیر نے بے غیرتی کی اور کہا لشکر کم کر دیجئے۔ تاتاریوں کو خوش رکھنے اور مال دینے تمام کام پورے ہو جائیں گے۔ خلیفہ نے وزیر کا کہا مان لیا۔ ادھر وزیر نے خفیہ تاتاریوں۔ سے خط و کتابت شروع کی ہوئی تھی اور اس ملک کے فتح کر لینے کا لالچ دے رکھا تھا اور یہ وعدہ کیا ہوا تھا کہ وہ ان کا نائب ہوگا۔ انہوں نے اس بات کو مان لیا اور بغداد کو فتح کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

مختصر حال تاتاریاں

الموفق عبداللطیف تاتاریوں کی خبر میں لکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جس سے تمام گزشتہ تاریخ اور تاریخی باتیں بھول جاتی ہیں اور ہر ایک مصیبت یہاں ہیچ دکھائی دیتی ہے۔

بڑا اوزار

اس قوم کی زبان اہل ہند کی زبان سے مشابہ ہے کیونکہ ان کا ملک ہندوستان سے ملتا ہے۔ مکہ شریف سے ان کا ملک چار مہینے کے فاصلے پر ہے۔ ترکوں کے بہ نسبت ان لوگوں کے چہرے زیادہ چوڑے' سینے فراخ' سرین سبک' ہاتھ پاؤں چھوٹے' رنگ گندمی' سریع الحرکت اور صاحب الرائے ہوتے ہیں۔ ان کو تمام لوگوں کی خبریں پہنچ جاتی ہیں۔ مگر ان کی خبر کوئی نہیں پاتا۔ نہ ان کے ملک میں جاسوس جا کر رہ سکتا تھا کیونکہ اختلافِ شکل کے باعث فوراً پہچانا جاتا ہے۔ جب یہ لوگ کسی ملک پر چڑھائی کا قصد کر لیتے ہیں تو اپنے ارادوں کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور یکبارگی وہاں پہنچ کر اپنے شکار کو جا دبوچتے ہیں۔ فریق ثانی پر بھاگنے اور حملے کے تمام راستے بند کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ان کی عورتیں بھی مردوں کی طرح ہی لڑتی ہیں اور ان کا بڑا اوزار تیر ہوا کرتا تھا جس چیز کا گوشت مل جائے کھا جاتے ہیں۔ ان کے قتل سے مشکل ہی کوئی بچ پاتا ہے۔ مردوں' عورتوں اور بچوں سب کو تہ تیغ کر دیتے ہیں۔ ان کا ارادہ ملک گیری

اور مال جمع کرنے کا بھی نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد صرف اور صرف دنیا کو تباہ و برباد کرنا ہوتا ہے اور یہی یہ کرتے ہیں۔

بعضوں نے لکھا ہے ان کا ملک اطراف چین میں ہے اور یہ لوگ جنگل کے باشندے ہیں۔ بے وفائی اور شرارت میں مشہور ہیں۔ ان کے ظہور کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ چین بڑا وسیع ملک ہے۔ اس کا دور (گولائی کا نصف کا فاصلہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک درمیان سے) چھ ماہ کی مسافت کا ہے۔ اس کے چھ حصے ہیں اور چھ کے چھ ملکوں پر بادشاہ ایک ہی ہے جسے خاقانِ اکبر کہا کرتے ہیں۔ وہ طمغاج میں رہتا ہے۔ یہ بادشاہ ایسے ہی ہوتا ہے جیسے مسلمانوں میں خلیفہ ہوتا ہے۔ ان چھ سے ان دنوں (جن دنوں سے متعلق بات جاری ہے) ایک کا حاکم دوش خاں تھا۔ جس نے چنگیز خاں کی پھوپھی سے نکاح کر لیا تھا۔ جب دوش خاں مر گیا تو چنگیز خاں اپنی پھوپھی سے ملنے آیا۔ اس کے ساتھ کشلو خاں تھا۔ ان کی پھوپھی نے کہا دوش کا کوئی لڑکا نہیں ہے اس لیے بہتر ہے کشلو خاں اس کا ملک سنبھال لے۔ وہ تخت پر بیٹھ گیا اور مغلوں کو اس نے اپنے ساتھ ملا لیا۔

نرمی اور دھمکی

بعد ازاں اس نے حسب دستور خاقانِ اکبر کے پاس تحفے بھیجے مگر چونکہ تاتاریوں کے خاندان سے کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ تو چین کے خانہ بدوش لوگ تھے اس لیے خاقان کو سخت طیش آیا اور اس نے ان تمام گھوڑوں کی دُمیں کاٹ ڈالیں جو اس نے تحفے میں بھیجے تھے اور تمام ایلچیوں کو قتل کر ڈالا۔ جب اس امر کی خبر چنگیز خاں اور کشلو خاں کو ملی تو انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کا حلف اٹھا لیا اور بہت سے تاتاریوں کو ساتھ ملا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے شر اور قوت کا حال جب خاقان کو معلوم پڑا تو چنگیز خاں اور کشلو خاں سے نرمی اختیار کی اور ساتھ ہی دھمکی بھی لگا دی۔ مگر اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا اور فریقین کے مابین ایک خونریز لڑائی ہوئی جس میں خاقانِ اعظم کو شکست ہوئی اور اس کے تمام ملک پر چنگیز خاں اور کشلو خاں کا قبضہ ہو گیا۔ بعد ازاں دونوں ملک شاقون پر چڑھ دوڑے اور اسے بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر کچھ دیر بعد کشلو خاں مر گیا تو اس کی جگہ اس کے بیٹے نے لی۔ چنگیز خاں نے اسے بچہ سمجھ کر گرفتار کر لیا اور اس کے ملک پر بھی قابض ہو گیا۔ تمام تاتاری اس کے مطیع و منقاد (فرمانبردار)

ہو گئے۔ انہوں نے اس کی عزت میں یہاں تک مبالغہ کیا کہ اسے خدا سمجھنے لگ گئے۔

شہروں کو جلا کر

606 ہجری میں تاتاری اپنے ملک سے نکل کر ملک ترکی اور فرغانہ پر حملہ آور ہوئے۔ خوارزم شاہ محمد بن تکش حاکم خراسان کو جس نے تمام بادشاہوں کو ہلاک کر کے ان کے ملکوں پر قبضہ کیا ہوا تھا' اس کی ہمت و جرأت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اب خلیفہ وقت پر حملہ کرنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ جب تاتاریوں کی خبر ہوئی تو وہ بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکا بلکہ ڈر کر اہل فرغانہ' شاش اور کاسان کی طرف پیغام بھیجا' ان سب شہروں کو جلا کر لوگ سمرقند میں آ جائیں۔

سونے چاندی کی کانیں

615 ہجری تک تاتاریوں نے مختلف جگہوں پر لوٹ مچائے رکھی۔ آخر چنگیز خاں نے سلطان خوارزم شاہ کے پاس ایلچی بھیجے اور ان کے ہمراہ کئی تحفے روانہ کیے۔ ایلچیوں نے آ کر کہا خاقانِ اکبر آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے آپ کا علو مرتبہ اور عظمت و جلالت مجھ پر پوشیدہ نہیں۔ میرے نزدیک میری اور آپ کی صلح ہو جانی بہتر ہے۔ آپ مجھے اولاد سے زیادہ عزیز ہیں اور یہ باتیں میں ڈر کر نہیں کہتا کیونکہ چین جیسے وسیع ملک پر قابض ہو گیا ہوں جہاں لشکر اور گھوڑوں کی انتہا نہیں اور اس میں سونے اور چاندی کی کانیں ہیں اس لیے مجھے کسی بھی چیز کیلئے دوسرے ملک کا دست نگر نہیں ہونا پڑتا۔ اگر تجھے بھی مناسب معلوم ہو تو مجھ سے دوستی کر لو اور سوداگروں کو اپنے مقبوضہ جات میں آنے جانے کی آزادی دیدو۔ خوارزم شاہ نے اس بات کو منظور کر لیا اس سے چنگیز خاں بہت خوش ہوا۔ سوداگروں کو ایک دوسرے کے مقبوضات میں آنے جانے کی آزادی مل گئی۔ اتفاقاً تاتاری تاجروں کا ایک قافلہ جب ماوراء النہر میں پہنچا جہاں خوارزم شاہ کا ماموں حاکم تھا اور اس کے پاس بیس ہزار سوار تھے تو تاجروں کے مال پر اس کا دل للچا گیا۔ اس نے خوارزم شاہ کو لکھا تاتاری یہاں تاجروں کے بھیس میں جاسوسی کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ان کا انتظام کر دوں۔ مگر اس کے ماموں نے انہیں گرفتار کر کے ان کا تمام مال ضبط کر لیا۔ چنگیز خاں کے ایلچیوں نے آ کر خوارزم شاہ سے کہا تم نے تو تاجروں کو آزادی دی تھی۔ مگر آخر دھوکہ کیا جو نہایت برا کیا ہے۔ خصوصاً سلطانِ اسلام سے تو بہت ہی برا ہے۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ یہ کام تمہارے ماموں نے تمہاری اطلاع اور اجازت

کے بغیر کیا ہے تو اسے ہمارے حوالے کردو تمہیں اس کا نتیجہ مل جائے گا۔ یہ سن کر خوارزم شاہ کو ایسا ڈر لگا اس کے حواس باختہ ہو گئے اور ایلچیوں کو قتل کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا ان کے عوض میں مسلمانوں کے خون کے دریا بہا دیئے گئے۔ چنگیز خاں لشکر جرار لے کر اس سے لڑنے کے لیے نکلا۔ خوارزم شاہ اس کی آمد کی خبر سن کر جیحون سے نیشا پور بھاگ گیا اور وہاں سے برج ہمدان چلا گیا۔ اس کا دشمن بھی وہاں آ نکلا اور اس کے تمام آدمیوں کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا۔ خوارزم شاہ جان بچا کر بھاگا اور دریا عبور کر کے صحیح و سالم ایک جزیرے تک جا پہنچا۔ وہاں اس کو ذات الجنب (نمونیا' پسلیوں کا ورم) کی بیماری لگ گئی اور اسی میں تن تنہا مر گیا اور جو بستر اس کے پاس تھا' اسی میں دفن ہوا۔ یہ واقعہ 617 ہجری میں ہوا۔ تاتاری خوارزم شاہ کے تمام مقبوضات پر قابض ہو گئے۔

ابن جوزی کے پوتے لکھتے ہیں سب سے پہلے تاتاریوں کا ظہور 615 ہجری میں ماوراء النہر میں ہوا اور انہوں نے بخارا اور سمرقند پر قبضہ کر کے وہاں کے باشندوں کو تہ تیغ کر دیا اور خوارزم شاہ کا محاصرہ کر لیا۔ بعد ازاں انہوں نے دریا کو عبور کیا اور چونکہ خوارزم شاہ نے تمام بادشاہوں کو ہلاک کر دیا تھا' اسی لیے کوئی ان کے مقابل نہ ہوا اسی لیے وہ بندگانِ خدا کو تہ تیغ اور شہروں کو برباد کرتے ہوئے ہمدان اور قزوین تک جا پہنچے۔

بجا اور درست

ابن اثیر نے اپنی تاریخ الکامل میں لکھا ہے حادثہ تاتار حوادثِ عظیمہ اور مصائب کبریہ میں سے ہے۔ زمانے نے کبھی ایسا حادثہ نہ دیکھا۔ اس میں تمام لوگ شامل تھے۔ مگر خصوصاً مسلمان اس بلا میں زیادہ گرفتار ہوئے۔ اگر کہا جائے کہ ابتدائے دنیا سے اس وقت تک کبھی ایسا حادثہ وقوع پذیر نہ ہوا تو بالکل بجا اور درست ہوگا کیونکہ تاریخ اس جیسا کوئی حادثہ پیش نہیں کر سکتی۔

تمام دنیا پر

سب سے بڑا حادثہ جو تاریخ میں ہے' وہ بخت نصر کا ہے جس نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں تہ تیغ کیا تھا۔ لیکن وہ حادثہ تاتاریوں کے حادثہ کی نسبت کچھ بھی نہیں۔ یہ تو ایسا

حادثہ ہے جس کے چنگاڑے اڑ کر تمام دنیا پر پڑے اور اس کا ضرر تمام لوگوں کو پہنچا۔ ان لوگوں کی تیزی ایسی تھی جیسے ان بادلوں کی ہوتی ہے جنہیں ہوا اڑائے لیے پھرتی ہے۔ یہ لوگ اطراف چین سے نکلے اور پہلے بلاد ترکستان مثل کاشغر اور اشاغرق وغیرہ کو تباہ کیا۔ پھر وہاں سے سمرقند اور بخارا پہنچے اور وہاں کے لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ وہاں سے نکل کر ملک کو تباہ کرتے ہوئے خراسان، ری، ہمدان اور حد عراق تک جا پہنچے۔ پھر وہاں سے آذربائیجان اور اس کے گردونواح کا قصد کیا اور اسے تباہ و خراب کیا۔ یہ سب کچھ ایک ہی سال میں ہوا۔ پھر آذربائیجان سے دربند شروان تک جا پہنچے اور وہاں کے تمام شہروں کے مالک ہو گئے۔ پھر وہاں سے شہر لان اور لکز میں جا کر وہاں کے لوگوں کو قتل اور قید کیا۔ پھر وہاں سے بلاد قفجان کا قصد کیا جہاں کے باشندے ترکوں سے بھی زیادہ تھے۔ جو لوگ ان سے بھاگ گئے وہ بچے اور باقی وہیں تہ تیغ ہو گئے۔ تاتاریوں کا کچھ حصہ غزنی، سجستان اور کرمان کی طرف گیا اور وہاں جا کر بھی یہی حال کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ جو نہ کبھی کانوں نے سنا اور نہ آنکھوں نے دیکھا۔

ظالم، سفاح اور جاہل

اسکندر رومی بھی دنیا کے بڑے حصہ پر قابض ہو گیا۔ مگر اتنی جلدی نہیں بلکہ آہستہ آہستہ بیس سال میں اور ساتھ ہی اس نے کسی کو قتل و غارت نہ کیا بلکہ جس نے اطاعت کی اس سے راضی ہو گیا۔ لیکن یہ لوگ دنیا کی نہایت آباد اور زرخیز جگہ پر ایک سال میں قابض ہوئے۔ کوئی شہر ایسا نہ تھا جو ان کے حملے اور دبدبے سے لرزاں نہ ہو۔ پھر لطف یہ کہ انہیں کسی مدد اور خوراک کی حاجت نہ تھی کیونکہ بھیڑ بکریاں ان کے ساتھ رہتی تھیں جو ان کی خوراک کو کافی ہوتی تھیں اور ان کے گھوڑے اپنے ٹاپوں سے زمین کھود کر گھاس پات کی جڑیں نکال کر اپنا پیٹ بھر لیتے تھے اور دانہ کا تو نام بھی نہ جانتے تھے اور ان کے مذہب کی یہ حالت تھی کہ جب آفتاب نکلتا تو اسے سجدہ کر لیا کرتے۔ کوئی چیز ان کے نزدیک حرام نہ تھی۔ تمام جانور بلکہ انسان بھی ان کے نزدیک حلال تھے۔ نکاح کا ان کے ہاں جھگڑا ہی نہ تھا۔ ایک عورت کئی مردوں کے لیے کافی ہوتی تھی۔

نمک حرامیاں

دس محرم 656 ہجری کو یہ غارت گر وبا کی طرح دو لاکھ کی جمعیت لیکر ہلاکو خاں کی

زیر کمان بغداد میں پہنچے۔ خلیفہ کی فوج نے بھی ان کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ نمک حرام لعنتی وزیر نے خلیفہ مستعصم کو ان کے ساتھ صلح کی رائے دی اور کہا کہ آپ سپہ سالار سے چل کر ملیں' میں صلح کروادوں گا۔ پھر خود تاتاریوں کے پاس جاکر اور ان سے اپنے لیے امان لیکر اور عہد و پیمان کر کے پھر خلیفہ کے پاس آیا اور کہا تاتاریوں کا بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی امیر ابوبکر کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اور آپ کو اسی طرح منصب خلافت پر قائم رکھنا چاہتا ہے جیسے شاہِ روم نے آپ کو اپنی سلطنت میں رکھا اور جس طرح آپ کے بزرگ سلاطین سلجوق کے زمانے میں تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی فوج لیکر واپس چلا جائے گا۔ پس آپ اس کو بخوشی منظور کر لیں کیونکہ اس ترکیب سے مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے۔ الغرض خلیفہ اپنے اعیان سلطنت اور فقہاء کو ساتھ لیکر نکلا اور باہر ایک خیمہ میں جا اترا۔ وہاں وزیر نے جاکر پہلے فقہاء اور امراء کو بلوایا تاکہ شرائط صلح طے کر لیں۔ مگر جب وہ وہاں پہنچے تو سب کی گردنیں ماردی گئیں۔ اسی طرح آہستہ آہستہ خلیفہ کے تمام ہمراہیوں کو بلا کر قتل کر دیا گیا۔

جو چھپے وہی بچے

بعد ازاں دریائے دجلہ کو عبور کر کے انہوں نے بغداد میں قتل عام شروع کیا جو تقریباً چالیس روز تک جاری رہا۔ لاکھوں آدمی قتل ہوئے۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ جو لوگ کنووں اور ایسی ہی اور پوشیدہ جگہوں میں جا چھپے تھے وہی بچے' باقی سب تہ تیغ ہو گئے۔ بیچارے خلیفہ کو انیاں مار مار کر قتل کر دیا۔

سب قتل ہو گئے

ذہبی لکھتے ہیں میرا خیال ہے بچارے مستعصم کو دفن ہونا بھی نصیب نہ ہوا اور اس کے ساتھ اس کی اولاد اور دیگر رشتہ دار بھی قتل ہوئے اور بعض قید ہوئے۔ فتنہ تاتار ایسا تھا۔ اسلام کو اس سے پہلے کبھی ایسے فتنہ سے واسطہ نہیں پڑا۔ وزیر حرامزادہ بھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوا بلکہ وہ بھی ان کے ہاتھوں سے ذلیل و خوار ہوا اور اس کے بعد جلد ہی فی النار والسقر ہوا۔ شعراء نے بغداد اور وہاں کے باشندوں کے خوب مرثیے لکھے ہیں' چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

بَـادَتْ وَاَهْـلُوْهَـا مَعًـا فَبُيُوْتُهُمْ بِبَقَـاءِ مَوْلَانَـا الْوَزِيْـرِ خَـرَابٗ

ترجمہ: ہمارے مولانا وزیر کے بقا کے سبب بغداد مع اپنے باشندوں کے تباہ و ہلاک ہو گیا ہے اور اب ان کے گھر ویران پڑے ہیں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

يَا عُصْبَةَ الْإِسْلَامِ نُوْحِيْ وَانْدِبِيْ حُزْنًـا عَـلٰى مَـاتِـمَ لِـلْمُسْتَعْصَمِ

ترجمہ: اے گروہ اسلام اس مستعصم باللہ پر غم وحزن پر رو اور نوحہ کر۔

دَسْتَ الْوِزَارَ ةِ كَـانَ قَبْـلَ زَمَانِهٖ لِإِبْنِ الْفُرَاتِ فَصَارَ لِإِبْنِ الْعَلْقَمِيْ

ترجمہ: عہدۂ وزارت اس سے قبل ابن فرات کیلئے تھا اور بعد ازاں ابن علقمی کے لیے خاص ہوا۔

آخری خطبہ جو بغداد میں پڑھا گیا، اس میں خطیب نے کہا "ہر طرح کی تعریف اس خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے موت سے بڑے بڑے مضبوط اور معمر آدمیوں کو ہلاک کر دیا اور پھر ان کے گھروں کو نیست و نابود کر دیا اور اب بھی تلوار میان میں نہیں گئی۔

تقی الدین ابن السیر نے بغداد کے بارے اور وہاں کے باشندوں کے بارے ایک قصیدہ لکھا ہے:

لِسَـائِـلِ الـدَّمْـعِ عَنْ بَغْدَادَ اَخْبَارٗ فَمَاوُقُوْفُكَ وَالْاَحْبَابُ قَدْسَارُوْا

ترجمہ: بغداد کی خبریں سن کر آنسو بہانے والے سے کہہ دو وہ کیوں کھڑا ہے۔ احباب تو سب چلے گئے ہیں۔

يَـا زَائِـرِيْـنَ اِلَـى الـزَّوْرَاءِ لَاتَفِدُوْا فَـمَـا بِـذَاكَ الْحِمٰى وَالدَّارُ دَيَّارٗ

ترجمہ: اے بغداد کو دیکھنے والو! فدیت نفسی (یعنی میری جان تم پر قربان) تم فدا نہ ہو کیونکہ ان چراگاہوں اور گھروں میں تو اب کوئی بھی نہیں۔ تم کسے مخاطب کر رہے ہو۔

تَاجُ الْخِلَافَةِ وَالرَّبْعُ الَّذِيْ شُرِفَتْ بِـهِ الْـمَـعَـالِـمُ قَدْ عَـفَّاهُ اِقْفَارٗ

ترجمہ: تاج خلافت اور اس منزل کو جس سے معالم چمکی تھیں، خالی ہونے نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔

اَضْـحٰى لِعَطْفِ الْبِلٰى فِيْ رَبْعِهٖ اَثَرٗ وَلِـلـدُّمُـوْعِ عَـلَـى الْاٰثَـارِ اٰثَارٗ

ترجمہ: اب تو اس منزل میں صرف بوسیدگی کے آثار باقی رہ گئے ہیں اور یا اب ان نشانوں پر آنسوؤں کے نشان باقی ہیں۔

يَا نَارُ قَلْبِىْ مِنْ نَارٍ يَحْرُبِ وَعىً شَبَّتْ عَلَيْهِ وَوَافِىْ الرَّبْعِ اَعْصَارُ

ترجمہ: اس پر لڑائی کی جو آگ جلائی گئی ہے اس سے میرے دل میں آگ لگ گئی اور تمام گھر ویران ہو گئے ہیں۔

عَلاَ الصَّلِيْبُ عَلٰى اَعْلٰى مَنَابِرِهَا وَقَامَ بِالْاَمْرِ مَنْ يَحْوِيْهِ زُنَّارُ

ترجمہ: صلیب اس کے منبروں پر رکھی گئی ہے اور والی ایسے لوگ ہوئے ہیں جو زنار پہنے ہوئے ہیں۔

وَكَمْ حَرِيْمٍ سَبَتْهُ التُّرْكُ غَاصِبَةً وَكَانَ مِنْ دُوْنِ ذَاكَ السِّتْرِ اَسْتَارُ

ترجمہ: ترکوں نے کئی عورتوں کو زبردستی پکڑ لیا ہے حالانکہ وہ کئی پردوں میں رہا کرتی تھیں۔

وَكَمْ بُدُوْرٍ عَلَى الْبَدَرِيَّةِ انْخَسَفَتْ وَلَمْ يُعَدْ لِبُدُوْرٍ مِنْهُ اَبْدَارُ

ترجمہ: بہت سے چاند محلہ بدریہ میں خسوف میں آ گئے ہیں اور پھر وہ کبھی طلوع نہیں ہوئے۔

وَكَمْ ذَخَائِرَ اَضْحَتْ وَهِىَ شَائِعَةٌ مِنَ النَّهَابِ وَقَدْ حَازَتْهُ كُفَّارُ

ترجمہ: بہت سے خزانے جو بالکل محفوظ تھے کافروں نے لوٹ لیے ہیں اور وہ تباہ ہو گئے ہیں۔

وَكَمْ حُدُوْدٍ اُقِيْمَتْ مِنْ سُيُوْفِهِمْ عَلَى الرِّقَابِ وَحَطَّتْ فِيْهِ اَوْزَارُ

ترجمہ: کئی حدیں ان کی تلواروں سے قائم کی گئی ہیں اور ان کے گناہ انہوں نے اپنے ذمے لے لیے ہیں۔

نَادَيْتُ وَالسَّبْىُ مَهْتُوكٌ "يَجُرُّهُمْ اِلَى السِّفَاحِ مِنَ الْاَعْدَادِ دُعَارُ

ترجمہ: میں نے ایسے حال میں آواز دی جبکہ قیدی خونریزی کی طرف بلائے جا رہے تھے۔

ہلاکو کے مظالم اور خطوط

جب ہلاکوں خاں خلیفہ اور اہل بغداد کے قتل سے فارغ ہوا تو اس نے اپنے نائب عراق پر مقرر کیے۔ ابن علقمی نے انہیں ہزار ہا سمجھایا کوئی علوی خلیفہ مقرر کیا جائے مگر وہ نہ مانے بلکہ اسے باہر نکال دیا۔ آخر ادنیٰ غلاموں کی طرح ان کے ساتھ رہا اور اسی صدمہ میں مر گیا۔ خدا

اس پر رحم نہ کرے اور اس کے گناہ نہ بخشے۔ پھر ہلاکو خاں نے الناصر والیٔ دمشق کو یہ خط لکھا:

"سلطان ملک ناصر طال بقاءہ کو واضح ہو جب ہم عراق کی طرف نکلے تو اہل عراق کی فوجیں ہمارے مقابلے کے لیے نکلیں۔ مگر ہم نے ان کو خدائی تلوار سے تہ تیغ کیا۔ بعدازاں شہر کے رؤساء وامراء ہمارے پاس آئے۔ مگر ان کا کلام ہی ان کی ہلاکت کا باعث نکلا اور وہ تھے بھی اسی قابل۔ بعدازاں والیٔ شہر یعنی خلیفہ بھی ہمارے پاس آیا اور ہماری اطاعت کے دامن میں داخل ہو گیا۔ مگر ہم نے اس سے کچھ باتیں پوچھیں جن کے جواب میں اس نے جھوٹ بولا اس لیے وہ بھی تہ تیغ کیا گیا۔ اب تمہیں چاہیے ہماری اطاعت کرو اور اس کا خیال بھی نہ کرو ہمارے قبضے میں قلعے اور شمشیر زن آدمی ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ بقیۃ السیف لوگوں نے تمہارے پاس جا کر پناہ لی ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے:

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَلَا مَفَرَّ لِهَا رِبٍ وَلَنَا الْبَسِیْطَانِ الثَّرٰی وَالْمَاءُ

ترجمہ: بھاگنے والا بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے کیونکہ بحر و بر دونوں کے ہم مالک ہیں۔ اس لیے پناہ کی جگہ نہیں ہے

اب تمہیں لازم ہے اس خط کو دیکھتے ہی شام کے قلعے گرا دو۔ والسلام"

اس کے بعد ایک اور خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا:

"بخدمت ملک الناصر طالہ۔ واضح ہو ہم نے بغداد کو فتح کر لیا ہے اور اس کے ملک کی بیخ کنی کر دی ہے۔ وہاں کے باشندوں نے مال دینے میں بخل کیا اور ان کا خیال تھا کہ ان کا ملک ہمیشہ اسی شان و شوکت پر رہے گا۔ مگر اب اس کے بدر کامل کو گہن لگ گیا ہے کیونکہ قاعدہ ہے: شعر

اِذَا تَمَّ اَمْرٌ بَدَا نَقْصُهٗ تَوَقَّعُ زَوَالًا اِذَا قِیْلَ تَمّْ

ترجمہ: جب کوئی کام پورا ہوتا ہے تو اس کا نقص ظاہر ہوتا ہے۔ جب کہا جائے کام مکمل ہو گیا ہے تو تم اس کے زوال کی توقع رکھو کیونکہ ہر کمال کو زوال ہے۔

اب ہم بربادی کی عمر میں اور اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں چاہیے ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو خدا تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہے ظاہر کر دو، خواہ نرمی سے خواہ سختی سے۔ تمہیں چاہیے ہماری اطاعت کر کے ہمارے شر سے بچو

اور ہمارے انعامات سے مالا مال ہو جاؤ اور ہمارے ایلچیوں کو زیادہ دن نہ ٹھہراؤ۔ والسلام۔"

اس کے بعد ایک تیسرا خط لکھا جس میں تحریر تھا:

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو ہم خدا تعالیٰ کا لشکر ہیں۔ وہ ہمارے ہی ذریعے گنہگاروں' متکبروں اور جابروں سے انتقام لیتا ہے۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں حکم خدا سے کرتے ہیں۔ اگر ہمیں غصہ آ جائے تو ہم لوگوں کا حال دگرگوں کر دیتے ہیں۔ ہم نے شہروں کو تباہ کر دیا ہے۔ بندگانِ خدا کو قتل کر دیا ہے اور عورتوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑا۔ اے باقی رہ جانے والو! تم بھی ان کے ساتھ ہی ملنے والے ہو۔ اے غافلو! تم بھی ان کی ہی طرف چلائے جا رہے ہو۔ ہم لشکر رحمت نہیں ہیں۔ ہمارا مقصود انتقام لینا ہے' ملک گیری ہمارا مقصد نہیں۔ ہمارے ملک کا کوئی قصد نہیں کر سکتا اور ہمارے مہمان پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا۔ ہمارے ملک میں ہمارا عدل وانصاف مشہور ہے اور ہماری تلواروں سے کوئی کہاں بھاگ سکتا ہے۔ اشعار

أَيْنَ الْمَفَرُّ وَلَا مَفَرَّ لِهَارِبٍ ۔۔۔ وَلَنَا الْبَسِيْطَانِ الثَّرٰى وَالْمَاءُ

ترجمہ: کہاں بھاگ سکتا ہے حالانکہ بھاگنے والا کہاں جائے گا کیونکہ پانی و مٹی دونوں ہی ہمارے بسیط ہیں۔

ذَلَّتْ لِهَيْبَتِنَا الْاُسُوْدُ وَاَصْبَحَتْ ۔۔۔ فِيْ قَبْضَتِيْ الْاُمَرَاءُ وَالْخُلَفَاءُ

یعنی ہمارے تابع ہیں۔ شیر ہماری ہیبت سے کانپ رہے ہیں اور تمام خلفاء وامراء میرے قبضہ میں ہیں۔

اب ہم تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ تم بھاگو اور ہم تمہارا تعاقب کریں گے۔

سَتَعْلَمُ لَيْلٰى اَيُّ دِيْنٍ تَدَايَنَتْ ۔۔۔ وَاَيُّ غَرِيْمٍ بِالتَّقَاضِيْ غَرِيْبُهَا

ترجمہ: لیلیٰ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کونسا قرض اس نے قرض دیا ہے اور کس قرض خواہ سے وہ تقاضا کر رہی ہے۔

ہم نے تمام شہروں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ بچوں کو یتیم کر دیا ہے۔ بندگانِ خدا کو ہلاک کر دیا ہے اور انہیں طرح طرح کے عذاب چکھائے ہیں۔ ان کے بڑوں کو صغیر کر دیا ہے اور ان کے امیروں کو قید کر لیا ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے تم ہم سے بچ جاؤ گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تمہیں عنقریب ہی اپنے کیے کا بدلہ مل جائے گا جس نے ڈرا دیا تو گویا اس نے اپنا عذر پیش کر دیا۔

(اب تم مانو یا نہ مانو۔)

ان سے جنگ کریں

657 ہجری شروع ہوا اور دنیا بلا خلیفہ ہی تھی۔ اسی سال ترکی مدینہ کیطرف آئے۔ ان دنوں والی مصر منصور علی بن مفر لڑکا ہی تھا اور اس کا اتابک امیر سیف الدین قطن المفراس کے باپ کا غلام تھا۔ الصاحب کمال الدین عدیم بطور ایلچی ان کے پاس آیا اور ان سے تاتاریوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مدد کی درخواست کی۔ امیر سیف الدین قطن نے تمام امراء اور اعیان کو جمع کیا۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام بھی موجود تھے۔ انہوں نے فتویٰ دیا جب کوئی دشمن بلاد اسلامیہ پر حملہ آور ہو تو تمام دنیائے اسلام کو واجب ہے ان سے جنگ کریں اور ان سے جنگ کی تیاری کے لیے ان سے کچھ رقم وصول کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ بیت المال میں کچھ نہ ہو اور سپاہی اپنی تمام نفیس چیزوں کو فروخت کر کے صرف گھوڑا اور ہتھیار اپنے پاس رکھ لیں اور تمام ان سے جنگ کے لیے نکلیں۔ مگر لشکر کے مال کو برقرار رکھ کر صرف رعیت سے ہی مال اکٹھا کرنا جائز ہے۔

کوئی شجاع بادشاہ

چند روز بعد قطن نے اپنے مالک کے بیٹے منصور کو قید کر لیا اور کہا یہ لڑکا ہے اور ایسے مشکل وقت میں ضروری ہے کوئی شجاع بادشاہ ہو جو جہاد کر سکے اس لیے میں بادشاہ بنتا ہوں۔ یہ کہہ کر خود بادشاہ بن گیا اور الملک المظفر اپنا لقب مقرر کیا۔

بے تحاشا بھاگے

658 ہجری میں بھی دنیا بغیر خلیفہ کے ہی تھی۔ اسی سال ہی تاتاری دریائے فرات کو عبور کر کے حلب میں پہنچ گئے۔ وہاں قتل عام کیا۔ پھر وہاں سے دمشق کی طرف نکل گئے۔ ماہ شعبان میں مصری تاتاریوں سے لڑنے کے لیے شام کی طرف بڑھے۔ مظفر بھی اپنا لشکر لیکر آگے بڑھا۔ لشکر کا جنرل رکن الدین بیبرس بندقداری تھا۔ بروز پندرہ شعبان بروز جمعہ کو عین مقام جالوت پر مصریوں اور تاتاریوں کا مقابلہ ہوا جس میں تاتاریوں کو شکست فاش ہوئی اور بے تحاشا بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ہزاروں کو "فی النار والسقر" کیا۔

مظفر نے اس فتح کی خبر دمشق بھیجی۔ لوگوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ پھر مظفر' مؤید اور منصور دمشق میں داخل ہوئے۔ لوگ انہیں بہت اہمیت دینے لگے۔ بیبرس نے حلب تک تاتاریوں کا تعاقب کیا اور ان کے آلائش سے تمام شہروں کو پاک وصاف کر دیا۔

وعدہ خلافی

سلطان المظفر نے اس فتح کے عوض بیبرس سے حلب کا حاکم بنانے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ اس وعدے سے پھر گیا۔ بیبرس اس سے بہت متاثر ہوا اور دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔ مظفر کا ارادہ تھا خود حلب میں جا کر تاتاریوں سے ملک کو پاک وصاف کر دے۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا بیبرس ان کے موافق ہے اور اس کے قتل کا حیلہ کر رہا ہے تو وہ مصر کی طرف روانہ ہوا اور بیبرس کے قتل کے لیے اپنے خواص سے مشورہ کیا۔ بیبرس کو بھی یہ خبر مل گئی۔ وہ بھی مصر کی طرف روانہ ہوا۔ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے خوف کھاتا تھا۔ آخر بیبرس نے امراء کو جمع کر کے ذی القعدہ کی دس تاریخ کو مظفر کو راستے میں ہی قتل کر ڈالا اور خود بادشاہ بن کر الملک القاہر اپنا لقب مقرر کیا اور مصر میں آ کر مظفر نے مصریوں پر جو ظلم برپا کر رکھے تھے' دور کر دیئے۔ وزیر زین الملتہ والدین ابن زبیر نے کہا آپ یہ لقب بدل دیجئے کیونکہ جس کا بھی یہ لقب ہوا وہ آسودہ نہیں رہا' چنانچہ قاہر بن معتضد کا یہی لقب تھا۔ وہ معزول کر دیا گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیر دی گئی تھیں اور ابن والیٔ موصل نے یہی لقب اختیار کیا تھا اسے زہر دیا گیا تھا۔ اس پر سلطان نے اپنا یہ لقب بدل کر الملک الظاہر مقرر کر لیا۔

مدت انقطاع خلافت

659 ہجری تک بھی ابھی دنیا میں خلافت کی مسند خالی ہی تھی۔ آخر اسی سال ماہ رجب میں مصر کے اندر خلافت قائم ہوئی تو اس حساب سے قریباً ساڑھے تین سال تک خلافت منقطع رہی۔

مستنصر کے عہد خلافت میں ان علماء نے انتقال کیا:

حافظ تقی الدین صریفینی' حافظ ابو القاسم بن طیلسانی' شمس الائمہ کردی من کبار الحنفیہ' شیخ تقی الدین بن صلاح' علم سخاوی' حافظ محب الدین بن بخار مؤرخ بغداد' منتخب الدین شارح مفصل' ابن یعیش نحوی' ابو الحجاج اقصر زاہد' ابو علی نظر بینی نحوی' ابن بیطار صاحب مفردات' علامہ

جمال الدین بن حاجب امام المالکیہ' ابوالحسن دباج نحوی' قفطی صاحب تاریخ النحاۃ' افضل الدین خونجی صاحب المنطق' ازدی صاحب البیاض فی الاصل' حافظ یوسف بن خلیل' بہاء بن بنت الحمیری' جمال بن عمرونحوی' رضی صفائی لغوی صاحب عباب وغیرہ' کمال عبدالواحد زملکانی صاحب المعانی والبیان و اعجاز القرآن' شمس خسروشاہی' مجد بن تیمیہ' یوسف سبط بن جوزی صاحب مرآۃ الزمان' ابن باطیش من کبار الشافعیہ' نجم باردائی' ابن ابی الفضل المرسی صاحب تفسیر وغیرہم۔

باقاعدہ فصل

انقطاع خلافت کی مدت میں یہ علماء فوت ہوئے:

الزکی عبدالعظیم منذری' شیخ ابوالحسن شاذلی' شیخ طائفہ شاذلیہ' شعبہ مقرئی' فاسی شارح شاطبیہ' سعدالدین بن عزی شاعر' صرصری شاعر' ابن آباد مؤرخ اندلس وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستنصر باللہ احمد

شیخ قطب الدین لکھتے ہیں یہ بغداد میں قید تھا۔ جب تاتاریوں نے بغداد کو فتح کیا تو اسے رہا کر دیا گیا۔ یہ بھاگ کر عراق جا پہنچا۔ جب الملک الظاہر بیبرس سلطان ہوا تو یہ دس رجب کو ہی بنی مہارش کو ساتھ لیکر بیبرس کے پاس آیا۔ سلطان مع قضاۃ اور اعیانِ سلطنت کے اس کی ملاقات کے لیے نکلا اور اسے قاہرہ میں لے جا کر قاضی القضاۃ تاج الدین بن بنت الاعز سے اس کا نسب ثابت کیا۔ بعدازاں اس سے بیعت کی گئی۔ سب سے پہلے سلطان نے ہی بیعت کی اور بعدازاں قاضی القضاۃ تاج الدین نے اور پھر شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس کے بعد ہر ایک نے اپنے مرتبے کے مطابق بیعت کی۔ یہ واقعہ تیرہ رجب کو پیش آیا۔ اس کے بعد سکوں پر بھی اس کا نام نقش کرایا گیا اور اس کے نام کا خطبہ بھی پڑھا گیا اور المستنصر باللہ کا لقب رکھا گیا۔ لوگ اس واقعہ سے بہت خوش ہوئے۔

رسم کے مطابق

جمعہ کے دن خلیفہ سیاہ کپڑے زیب تن کیے ہوئے قلعہ کی جامع مسجد میں آیا اور منبر پر

کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اس میں پہلے بنی عباس کا شرف بیان کیا اور پھر سلطان اور مسلمانوں کیلئے دعائیں کیں۔ بعد ازاں لوگوں کو نماز پڑھائی اور پرانی رسم کے مطابق سلطان کو خلعت دیئے جانے کا حکم کیا اور تمام لوگوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا۔

659 ہجری چار ماہ شعبان کو قاہرہ کے باہر ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ خلیفہ‘ سلطان اور امراء و وزراء سب وہاں اکٹھے ہوئے۔ ان کی موجودگی میں خلیفہ نے سلطان کو خلعت اور طوق پہنایا۔ فخر الدین بن لقمان نے منبر پر کھڑے ہو کر خلیفہ کا فرمان سنایا۔ پھر سلطان وہی خلعت پہنے ہوئے باب النصر سے شہر میں داخل ہوا۔ پھر قلعہ کی آئینہ بندی کی گئی۔ تمام امراء و وزراء پاپیادہ ساتھ تھے۔ سلطان نے خلیفہ کے لیے ایک اتابک‘ استادار‘ شرابی‘ خزانچی‘ حاجب اور ایک کاتب مقرر کیا اور خزانہ کا ایک بہت بڑا حصہ‘ بہت سے غلام‘ سو گھوڑے‘ تیس خچر اور دس اونٹ مقرر کیے۔

ذہبی کہتے ہیں مستنصر اور مقتضی کے علاوہ کوئی شخص اپنے بھتیجے کے بعد خلیفہ نہیں ہوا۔ والیٔ حلب امیر شمس الدین اقوش نے حلب میں ایک اور خلیفہ مقرر کیا اور اس کا لقب الحاکم بامر اللہ رکھا اور اس کا نام خطبوں میں پڑھا گیا اور سکوں پر بھی نقش کرایا گیا۔

مستنصر کا عہد خلافت

مستنصر نے عراق میں جانے کا ارادہ کیا تو سلطان بھی اس کے ساتھ ہوا‘ یہاں تک کہ دمشق تک گیا۔ پھر والیٔ موصل کی اولاد کو بہت سا سامان اور دس لاکھ دینار اور ساٹھ ہزار درہم دیئے۔ پھر وہاں سے خلیفہ صاحب بخارا‘ صاحب موصل اور صاحب جزیرہ وغیرہم ملوک کو ساتھ لے کر حلب پہنچا اور خلیفہ حلب الحاکم بامر اللہ بھی اپنی مسند چھوڑ کر اس کی اطاعت میں آ گیا۔ پھر یہ سب مل کر آگے چلے اور حدیثہ کو فتح کیا۔ بعد ازاں تاتاریوں کے لشکر سے جنگ ہوئی جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور خلیفہ گم ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شہید ہوا (اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے) اور پھر اس کا پتہ معلوم نہ ہوا۔ یہ حادثہ تین محرم 660 ہجری کو پیش آیا۔ اس حساب سے مستنصر کی خلافت صرف چھ ماہ رہی۔ اس کے بعد الحاکم خلیفہ ہوا جو اس کی زندگی میں ہی حلب میں خلیفہ ہوا تھا۔

الحاکم بامر اللہ

الحاکم بامر اللہ ابو العباس احمد بن ابی علی احسن القمی بن علی بن ابی بکر بن خلیفہ مسترشد باللہ بن المستظہر باللہ۔ تا تاریوں کے فتنہ میں یہ کہیں روپوش ہو رہا تھا۔ بعد ازاں چند آدمیوں کو ساتھ لیکر حسین ابن فلاح امیر بنی خلفاء کے پاس آیا اور مدت تک اس کے پاس رہا۔ الناصر صاحب دمشق کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اسے بلا بھیجا۔ مگر اس کے بعد اچانک فتنہ تا تار ہو گیا۔ پھر جب الملک المظفر دمشق میں آیا تو اس نے امیر قلیج بغدادی کو بھیج کر اس کو بلایا اور اس کی بیعت کر لی۔ بہت سے امرائے عرب بھی اس کے ساتھ آملے اور الحاکم نے فرغانہ' حدیثہ' ہیت اور انبار کو فتح کیا اور تا تاریوں کو مار بھگایا۔ پھر علاء الدین طیرس نائب دمشق نے اسے بلا بھیجا۔ ادھر الملک الظاہر بھی اسے بلا رہا تھا اس لیے ماہ صفر میں وہ دمشق میں آیا۔ نائب دمشق نے اسے سلطان الملک المظفر کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر اس کے وہاں پہنچنے سے تین روز پیشتر قاہرہ میں المستنصر باللہ سے بیعت ہو چکی تھی اس لیے الحاکم قید کے خوف سے حلب میں چلا گیا۔ وہاں کے والی اور رؤسا نے اس سے بیعت کر لی۔ ان میں سے عبدالحلیم بن تیمیہ بھی تھے۔ اس کے بعد الحاکم نے فرغانہ کا قصد کیا اور جب خلیفہ مستنصر وہاں آیا تو یہ اس کے حلقہ اطاعت میں آ گیا۔ جب مستنصر تا تاریوں سے جنگ کے دوران کہیں گم ہو گیا تو یہ حاکم رحبہ عیسیٰ بن مہنا کے پاس چلا گیا اور وہاں الملک الظاہر نے بیبرس سے خط و کتابت کی۔ اس نے اسے بلا بھیجا۔ حاکم اپنے بیٹوں اور کئی ایک ہمراہیوں کے ساتھ قاہرہ آ گیا۔ الملک الظاہر نے اس کی بڑی عزت کی اور اس سے بیعت کر لی اور قلعہ کے ایک بڑے برج میں اس کو اتارا۔ خلیفہ نے جامع مسجد میں کئی بار خطبہ پڑھا۔ چالیس سال سے بھی زیادہ عرصہ تک اس نے خلافت کی۔

حسب مراتب بیعت

شیخ قطب الدین نے لکھا ہے نسب کو ثابت کرنے کے بعد بروز جمعرات آٹھ محرم 661 ہجری میں سلطان نے ایک مجلس منعقد کی۔ الحاکم بامر اللہ بھی وہاں آیا اور سلطان کے پاس بیٹھا۔ سلطان نے اٹھ کر اس سے بیعت کی۔ خلیفہ نے اسے خلعت دی اور اسے نائب

السلطنت قرار دیا۔ اس کے بعد اور لوگوں نے حسب مراتب بیعت کی۔ دوسرے روز جمعہ تھا ۔حاکم نے خطبہ پڑھا اور اس میں جہاد و امامت کا ذکر کیا اور حرمت خلافت کی ہتک کو بیان کیا۔ بعد ازاں یہ کہا سلطان الملک الظاہر امامت کی مدد کیلئے اٹھا ہے اور لشکر کفار کو یہاں سے مار بھگایا ہے۔ اس کے بعد تمام ممالک میں الحاکم کی بیعت کا اعلان کر دیا گیا۔

وظیفے

اسی سال بہت سے تاتاری مسلمان ہو گئے اور ممالک اسلامیہ میں رہنے لگے۔ یہاں ان کے روز ینے اور وظیفے مقرر ہو گئے اور ان کا شر کم ہو گیا۔

662 ہجری میں مدرسہ ظاہریہ کی تعمیر مکمل ہوئی اور اس میں فقہ شافعی کے پڑھانے کے لیے تقی بن زرین مقرر ہوئے اور تدریس حدیث کے لیے شرف دمیاطی مقرر ہوئے۔

مختلف جگہوں پر

663 ہجری میں سلطان اندلس ابوعبداللہ بن احمر نے انگریزوں پر فتح پائی اور بتیس شہر جن پر ان کا تسلط تھا، چھین لیے۔ ان ہی شہروں میں شبیلہ اور مرسیہ بھی شامل ہیں۔ اسی سال قاہرہ میں مختلف مقامات میں آگ لگی اور چھتوں پر کاغذوں میں لپیٹی ہوئی گندھک پائی گئی۔

بادشاہ حاشیہ بردار

اسی سال سلطان نے بحر اشمعون کو کھدوایا جس میں امراء سمیت خود بھی حصہ لیا۔ اسی سال ہلاکو خاں جہنم واصل ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا بغا تخت پر بیٹھا اور اسی سال سلطان نے اپنے بیٹے الملک السعید کو جس کی عمر اس وقت صرف چار سال کی تھی، اپنا ولی عہد مقرر کر دیا اور شاہی لباس پہنا کر گھوڑے پر سوار کرایا اور آگے آگے خود اس کا حاشیہ بردار بنا اور باب السر سے لیکر باب السلسلہ تک ہو کر واپس ہوا۔ پھر سعید سوار ہو کر قاہرہ تک گیا۔ تمام امراء اس کے ساتھ پیدل تھے۔ اسی سال دیارِ مصر میں مذاہب اربعہ کے چار قاضی مقرر ہوئے۔

سلطنت کے بارے

اسی سال سلطان نے خلیفہ کو نظر بند کر دیا۔ کیونکہ اس کے پاس بیٹھنے والے باہر جا کر امور سلطنت کے بارے باتیں کیا کرتے تھے۔

665 ہجری میں سلطان نے ایک لشکر نوبہ اور دنقلہ کی طرف روانہ کیا جنہوں نے وہاں فتح پائی اور بادشاہ نوبہ کو قید کر کے الملک الظاہر کے پاس بھیجا اور تمام اہل دنقلہ پر جزیہ لگا دیا۔

فتح نوبہ

ذہبی نے لکھا ہے پہلے 31 ہجری میں عبداللہ بن سرح نے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ نوبہ پر چڑھائی کی تھی مگر ناکام رہے اور آخر ان سے صلح کر لی اور واپس چلے آئے۔ پھر حشام کے عہد میں بھی ان پر فوج کشی کی گئی لیکن فتح نہ ہوا۔ اس کے بعد منصور تکین زنگی' کافور اخشیدی' ناصر الدولہ ابن حمدان اور صلاح الدین کے بھائی توران شاہ نے بھی اس پر حملے کیے مگر فتح نہ ہوا۔ اس کے فتح ہونے پر ابن عبدالظاہر نے یہ شعر کہا:

هٰذَا هُوَ الْفَتْحُ لَاشَیْءَ سَمِعْتُ بِهٖ ۔ فِی شَاهِدِ الْعَیْنِ لَامَافِی الْاَسَانِیْدِ

ترجمہ: یہ ایسی فتح ہے کہ اس فتح تک قبل اس کے ایسی کسی فتح کا حال نہیں سنا گیا' نہ اپنی آنکھوں سے دیکھا گیا ہے اور نہ قصہ کے طور پر سنا گیا ہے۔

شلامش بادشاہ

676 ہجری میں سلطان الملک الظاہر ماہ محرم میں دمشق میں فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا الملک السعید محمد سلطان ہوا جس کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اسی سال تقی بن رزین مصر و قاہر دونوں کے قاضی مقرر ہوئے۔ اس سے قبل مصر و قاہرہ میں الگ الگ قاضی ہوا کرتے تھے۔

678 ہجری میں ملک السعید معزول کر دیا گیا اور وہاں سے کرک بھیجا گیا۔ وہاں اسی سال وہ فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ مصر میں اس کا سات سالہ بھائی بدرالدین شلامش ملقب بملک العادل سلطان بنایا گیا اور امیر سیف الدین قلادون اس کا اتابک مقرر ہوا۔ سکوں پر ایک طرف اس کا اور دوسری طرف امیر سیف الدین کا نام نقش کیا گیا۔ مگر ماہ رجب میں شلامش بغیر کسی وجہ کے تخت سے اتار دیا گیا اور قلادون ملقب بہ ملک المنصور بادشاہ بن گیا۔

تاتاریوں پر فتح

680 ہجری میں تاتاریوں کے لشکر نے شام میں پہنچ کر لوگوں میں ہل چل مچا دی۔ سلطان نے ان سے لڑائی کی اور سخت جنگ ہوئی۔ مگر خدا کا شکر ہے میدان مسلمانوں کے ہاتھ

ہی رہا۔

688 ہجری میں سلطان نے طرابلس بزور شمشیر فتح کیا۔ یہ شہر پہلے پہل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتح ہوا تھا۔ مگر 503 ہجری سے نصاریٰ کے ہاتھ میں چلا آتا تھا۔

تدبیر پلٹ

اس وقت کے شعراء سے کسی نے اپنی قوم مسلمہ کو برانگیختہ کرنے کیلئے اور بزدلی کو دور کرنے کے لئے اشعار کہے، جن میں سے ایک یہ ہے:

ان قاتلوا قتلوا اوطاردوا طردوا — اوحاربوا حربوا اوغالبوا غلبوا

ترجمہ: اگر قتل کریں تو خود قتل کردیئے جاتے ہیں، یا کسی کو باہر نکالیں تو خود باہر نکال کیے جاتے ہیں یا جنگ کریں تو خود مارے جاتے ہیں یا اگر کسی پر غلبہ کرنے لگیں تو بھی خود مغلوب ہو جاتے ہیں۔

آگے تاج ابن اثیر لکھتے ہیں مگر اب خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسلام کی مدد کی اور کفر کو ذلیل کیا اور شیاطین کی اچھی طرح سے سرکوبی کردی۔

کہتے ہیں طرابلس کے معنی رومی زبان میں تین مجتمع قلعوں کے ہیں۔

قلادون کی موت

689 ہجری ماہ ذوالقعدہ کو قلاوون انتقال کر گیا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا الملک الاشراف صلاح الدین قائم ہو گیا تخت پر بیٹھتے ہی اس نے پہلا حکم خلیفہ کو رہا کرنے کا جاری کیا۔ باپ کے سامنے اس کی کوئی قدر نہ تھی، یہاں تک کہ اس نے اسے اپنا جانشیں بھی نہ بنایا تھا۔ خلیفہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور بغداد کا ذکر کر کے اس کے فتح کرنے پر حرص دلائی۔ 691 ہجری میں سلطان نے قلعہ روم کا محاصرہ کیا۔

الملک العاص

693 ہجری میں سلطان کو قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ اس کے بھائی محمد بن منصور کو لایا گیا جس نے اپنا لقب الملک الناصر رکھا۔ اس کی عمر اس وقت صرف نو برس تھی۔ 694 ہجری میں

اسے معزول کر کے کتبغ منصور کو تخت پر بٹھایا گیا۔اس نے اپنا لقب الملک العادل مقرر کیا۔

قبول اسلام تاتاری بادشاہ

اسی سال تاتاریوں کا بادشاہ حاذان بن ادغون بن ایغابن ہلاکو نے اسلام قبول کرلیا۔ مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ پھر اس طرح سے اس کے لشکر میں بھی اسلام پھیل گیا۔

تخت پر قبضہ

696 ہجری میں جبکہ سلطان دمشق میں گیا ہوا تھا' اجین زبردستی تخت پر قابض ہو گیا۔ کسی نے بھی چون و چرانہ کی۔ سب مطیع فرمان ہو گئے۔ اس نے اپنا لقب الملک المنصور رکھا اور الملک العادل بیچارہ صرخد میں چلا گیا اور اس نے وہیں رہنا منظور کرلیا۔

جمادی الاخریٰ 698 ہجری کو اجین قتل ہو گیا اور الملک الناصر محمد بن منصور قلادون کو جو کرک میں تھا' بلا کر پھر سلطان مقرر کیا گیا اور العادل حماہ میں اس کا نائب رہا اور آخر اسی حالت میں 702 ہجری کو فوت ہو گیا۔

مدفن خاندانِ خلفاء

701 ہجری میں بروز جمعہ اٹھارہ جمادی الاولیٰ کو خلیفہ الحاکم انتقال کر گیا۔ عصر کے وقت قلعہ کے نیچے سوق الخیل میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ تمام امراء و وزراء پا پیادہ جنازے کے ساتھ تھے۔ السیدہ نفیسہ کے قریب دفن ہوا۔ یہ پہلا شخص ہے جو اس جگہ دفن ہوا۔ بعدہ خلفاء کے خاندان کا وہی جگہ مدفن قرار پا گیا جو اب تک چلا آتا ہے۔ الحاکم اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹے ابوالربیع سلیمان کو ولی عہد بنا گیا تھا۔

اس کے عہد میں یہ علماء فوت ہوئے:

شیخ عزالدین بن عبدالسلام' العلم اللورتی' ابوالقاسم القباری زاہد' زید' خالد النابلسی' حافظ ابوبکر بن سدی' امام ابوشامہ' تاج بن بنت الاعز' ابوالحسن بن عدلان' مجدالدین بن دقیق العید' ابوالحسن بن عصفور نحوی' الکمال سلار اربلی' عبدالرحیم بن یونس صاحب التعجیز' قرطبی صاحب التفسیر والتذکرہ' شیخ جمال الدین بن مالک اور ان کا لڑکا بدرالدین' نصیرالدین طوسی رأس الفلسفہ' خاصۃ التتار' تاج بن سباعی خازن المستنصر یہ' برہان بن جماعۃ' نجم کاتبی منطقی' شیخ محی

الدین نوری' صدر سلیمان امام الحنفیہ' تاج بن میسر المؤرخ' کواشی مفسر' تقی بن رزین' ابن خلکان صاحب وفیات العیان' ابن ایاز نحوی' عبدالحلیم بن تیمیہ' ابن جعوان' ناصر الدین بن منیر' نجم بن بارزی' برہان نسفی صاحب التصانیف فی الخلاف والکلام' الرضی شاطبی لغوی' جمال شربشی' نفیسی شیخ الاطباء' ابوالحسین بن ربیع نحوی' اصبہانی شارح المحصول' عفیف تلمسانی شاعر' تاج بن فرکاح' زین بن مرحل' شمس جونی' غرفاروقی' محب طبری' تقی بن بنل الاعز' رضی قسطنطینی' بہاء بن نحاس نحوی' یاقوت مستعصی صاحب الخط منسوب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

المستکفی باللہ

المستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن حاکم بامراللہ پندرہ محرم 684 ہجری میں پیدا ہوا۔ اپنے والد کے عہد کے مطابق 701 ہجری میں تخت نشیں ہوا۔ تمام بلاد مصر اور شام کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور تمام ممالک اسلامیہ میں اس کی خوشخبری دی گئی۔ پہلے خلفاء کیش میں رہا کرتے تھے۔ سلطان نے انہیں قلعہ میں بلا لیا اور ان کے لیے ایک گھر علیحدہ کر دیا۔

702 ہجری میں تاتاری شام پر چڑھ آئے۔ سلطان معہ خلیفہ کے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے نکلا اور فتحیاب رہا۔ بہت سے تاتاری مارے گئے اور باقی بھاگ گئے۔

جامع مسجد حاکم

704 ہجری میں امیر بیبرس جاسنگیر منصوری نے جامع مسجد حاکم میں وظائف مقرر کیے اور جتنا حصہ ایک زلزلہ میں گر گیا تھا وہ نیا بنوا دیا۔ چاروں قاضی فقہ کے استاذ مقرر ہوئے اور شیخ الحدیث سعد الدین حارثی اور ابو حبان شیخ النحو۔

پل ٹوٹ گیا

608 ہجری میں سلطان ملک الناصر محمد بن قلادون ماہ رمضان میں مصر سے حج کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بہت سے امراء بھی وداع کرنے کو ساتھ ہوئے۔ سلطان نے تھوڑی دور جا کر ان کو رخصت کر دیا۔ سلطان کے لیے کرک میں پل بنایا گیا تھا۔ جب سلطان اس کے درمیان میں پہنچا تو پل ٹوٹ گیا۔ جو آدمی سلطان کے آگے آگے تھا وہ تو بچ گئے اور سلطان دریا

میں گر گیا۔ مگر ان میں سے ایک آدمی نے کود کر سلطان کو بچالیا۔ جبکہ پچھلے پچاس آدمی دریا میں گر گئے تھے۔ ان سے چار تو مر گئے اور باقیوں کو شدید چوٹیں آئیں۔ سلطان نے پھر کرک میں اقامت کی اور مصر میں اطلاع بھیج دی میں بخوشی خود کو سلطنت سے علیحدہ کرتا ہوں۔ قاضیوں نے اس بات کو ثابت کرنے کے بعد تئیس شوال کو امیر رکن الدین بیبرس جاشنکیر سے بیعت کر لی اور الملک المظفر کا لقب دیا۔ خلیفہ نے اسے ایک سیاہ خلعت اور گول عمامہ پہنایا اور اس کی تقرری کی اطلاع تمام ممالک میں دیدی گئی۔

دعویٰ سلطنت

709 ہجری ماہ رجب میں الملک الناصر واپس آیا اور سلطنت کا دعویٰ کیا۔ بہت سے امراء اس کے طرفدار ہو گئے۔ ماہ شعبان کو وہ دمشق میں آیا اور پھر عیدالفطر کے دن مصر میں داخل ہوا اور قلعہ پر چڑھ آیا۔ مظفر بیبرس اپنے دوستوں کی ایک جماعت کے ساتھ پہلے ہی مفرور ہو چکا تھا لیکن آخر پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔

علاء وداعی نے الملک الناصر کے واپس آنے پر یہ اشعار کہے:

الملک الناصر قد اقبلت دولته مشرقة الشمس
عاد الی کرسیه مثل ما عاد سلیمان الی الکرسی

ترجمہ: ملک الناصر کی توجہ سلطنت کی طرف ہوئی۔ اس کی سلطنت سورج کی طرح چمک رہی ہے۔ وہ اپنی مملکت میں اپنی کرسی کی طرف واپس پلٹ آیا ہے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت کی طرف لوٹے تھے۔

سفید پگڑیاں

اسی سال وزیر نے ذمیوں کو سفید پگڑیاں باندھنے کی اجازت دینے میں گفتگو کی۔ اس حکم پر سات لاکھ دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کیا گیا تھا۔ مگر شیخ تقی الدین بن تیمہ نے اس کی سخت مخالفت کی جس سے وزیر کی بات منظور نہ ہو سکی۔

نئے احکام

اسی سال تاتاریوں کے بادشاہ خوبند نے رفض کو پھیلایا اور خطباء کو حکم دیا خطبہ میں حضرت

علی وحسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کا نام نہ لیا کریں۔ یہ رسم اس کے مرتے دم تک جاری رہی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے ابو سعید نے باپ کے تمام حکموں کو منسوخ کر دیا۔ عدل وانصاف کو پھیلایا اور سنت کو قائم کیا اور خلفائے اربعہ کا نام بالترتیب خطبہ میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سے تمام فتنے دور ہو گئے۔ یہ بادشاہ تاتاریوں کے تمام بادشاہوں سے اچھا تھا۔ 736 ہجری میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد تاتاریوں میں کوئی بادشاہ نہیں ہوا بلکہ وہ بالکل متفرق ہو گئے۔

نیل میں سیلاب

717 ہجری میں نیل میں سیلاب آیا جس سے بہت سے شہر اور لوگ غرق ہو گئے۔

تین ماہ تک

724 ہجری میں بھی سیلاب آیا جو برابر تین ماہ تک رہا جس سے بہت ہی نقصانات ہوئے۔

قوصوں کی تعمیر

728 ہجری میں مسجد حرام کی چھت اور کعبہ شریف کے دروازوں کو ازسرنو تیار کیا گیا۔

730 ہجری میں مدرسہ شافعیہ کے ایوان صالحہ میں جمعہ پڑھا گیا۔ یہ وہاں پہلا جمعہ تھا۔ اسی سال باب زویلہ کے باہر کی جامع مسجد جسے قوصوں نے بنوایا تھا، مکمل ہوئی۔ سلطان اور اعیانِ سلطنت کے سامنے اس میں خطبہ پڑھا گیا۔ پہلے قاضی القضاۃ جلال الدین نے خطبہ پڑھا اور بعدازاں وہاں کے خطیب فخر الدین بن شکر نے خطبہ پڑھا۔

733 ہجری میں سلطان نے غلہ مارنے سے منع کر دیا اور حکم دیا کہ غلیلیں فروخت نہ کی جائیں اور نجومیوں کو بھی بند کر دیا گیا۔

آبنوس کا دروازہ

اسی سال سلطان نے کعبہ شریف کیلئے دروازہ بنوایا جس پر چاندی کی پتریاں لگی ہوئی تھیں۔ جن کا وزن 335 مثقال تھا (یعنی ایک سو پینسٹھ کلو) اور پہلے دروازے کو اتار لیا گیا۔ بنوشیبہ نے اس کی تمام تختیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اس دروازے پر والیٔ یمن کا نام کندہ تھا۔

736 ہجری کو خلیفہ اور سلطان کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی۔ اس پر سلطان نے خلیفہ کو پکڑ کر برج میں محصور کر دیا۔ پھر ذی الحجہ 737 ہجری کو اسے اور اس کی اولاد و رشتہ داروں کو قوص بھیج دیا

اوران کے گزارے کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔ آخر مستکفی 740 ہجری کو وہیں فوت ہو گیا۔

دوستی سے عداوت

ابن حجر نے اپنی کتاب الدرر میں لکھا ہے مستکفی نہایت سخی' فاضل' خوشخط اور شجاع تھا۔ چوگان کھیلنے اور غلہ اندازی میں اسے خاص مہارت تھی۔ اکثر علماء وادباء کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا اور ان کو انعامات دیا کرتا تھا۔ تمام زندگی حتیٰ کہ نظر بند رہنے کے دوران بھی منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا رہا۔ پہلے سلطان اور اس کے درمیان بڑی محبت تھی۔ دونوں سیر کرنے اور چوگان کھیلنے اکٹھے جایا کرتے تھے۔ رنجش کا سبب یہ تھا ایک دفعہ سلطان کے سامنے ایک رقعہ پیش کیا گیا جس پر خلیفہ کے دستخط تھے۔ اس میں لکھا تھا:

سلطان فلاں معاملے میں مجلس شرع شریف میں حاضر ہو۔ بس اس نے اس بات سے غضبناک ہو کر سب کچھ کیا اور خلیفہ کو اپنے اہل وعیال واحباء واقرباء کے ساتھ قوص بھیج دیا۔

ابن فضل اللہ نے بھی اس کے حال میں اپنی کتاب المسالک میں اس کے حال میں لکھا ہے مستکفی نہایت نرم طبیعت اور خوشخط تھا۔

اس کے عہد خلافت میں یہ علمائے فوت ہو گئے تھے:

قاضی القضاۃ تقی الدین بن دقیق العید' شیخ زین الدین فارقی شیخ الشافعیہ' و شیخ دارالحدیث شرف قراری' صدرالدین وزیر بن حاسب' حافظ شرف الدین دمیاطی' ضیاء طوسی شارح حاوی' شمس السروجی شارح ہدایہ من الحنفیہ' امام نجم الدین بن رفعت امام الشافعیہ' حافظ سعدالدین حارثی' فخر توزی محدث مکہ' رشید معلم من کبار الحنفیہ' اربوی' صدر بن وکیل شیخ الشافعیہ' کمال بن شریشی' تاج تبریزی' فخر بن بنت ابی سعد' شمس بن ابوالعز شیخ الحنفیہ' رضی طبری امام المکہ' صفی ابوالثنار' محمود ارموی' شیخ نورالدین بکری' علاء بن عطار' تلمیذ امام نووی' شمس اصبہانی صاحب تفسیر' وشارح مختصر ابن الحاجب وشارح تجرید' تقی صائغ بکری خاتم القراء' شہاب محمود شیخ صناعۃ الانشاء' جمال بن مطہر شیخ الشیعہ' کمال بن قاضی شہبہ' نجم قمولی صاحب جواہر البحر' کمال بن زملکانی' شیخ تقی الدین بن تیمیہ' ابن حبارہ شیخ الشاطبیہ' نجم بالسی شارح تنبیہ' برہان فزاری شیخ الشافعیہ' علاء قونوی شارح حاوی' فخر ترکمانی حنفی شارح جامع کبیر' ملک المؤید والئے حماۃ صاحب تصانیف کثیرہ' شیخ یاقوت عرشی تلمیذ شیخ ابی العباس مرسی' برہان جعبری' بدوین

جماعہ' تاج بن فاکہانی' فتح بن سید الناس' قطب حلبی' زین کنانی' قاضی محی الدین بن فضل اللہ رکن بن قویع' زین بن مرحل' شرف بن بارزی' جلال قزوینی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الواثق باللہ

الواثق باللہ ابراہیم بن ولی العہد المستمسک باللہ ابی عبداللہ محمد بن الحاکم بامراللہ ابی العباس احمد اس کے دادا الحاکم نے اپنے بیٹے محمد کو ولی عہد بنا کر اس کا لقب المستمسک مقرر کیا۔ لیکن وہ اس کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تو اس نے اس کے بیٹے ابراہیم کو اس خیال سے کہ وہ خلافت کے لائق ہے' ولی عہد بنا دیا۔ مگر جب اس نے دیکھا وہ لہو ولعب میں منہمک رہتا ہے اور کمینوں کے ساتھ اس کی صحبت ہے تو اپنے بیٹے مستکفی کو ولی عہد بنایا۔ اس پر ابراہیم مستکفی اور سلطان کے درمیان ناچاقی پیدا ہو گئی۔ حالانکہ قبل ازیں وہ بھائیوں کی طرح رہتے سہتے تھے۔ غرض جب مستکفی مر گیا تو اس نے اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کیا۔ مگر سلطان نے اس کی ذرا بھی پروانہ کی اور ابراہیم سے بیعت کر لی۔ اس نے الواثق اپنا لقب مقرر کیا۔ یہ واقعہ یکم محرم 742 ہجری کا ہے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں لوگوں نے ابراہیم کی بد مزاجی کی شکایت کی۔ مگر اس نے ذرا بھی توجہ نہ دی اور جب تک سب نے اس کی بیعت نہ کر لی کسی کو نہ چھوڑا۔ عام لوگ ابراہیم المستعطی باللہ کہا کرتے تھے۔

خلافِ امید

ابن فضل اللہ اپنی کتاب المسالک میں الواثق باللہ کے حال میں لکھتے ہیں اس کے دادے نے اسے اس خیال سے ولی عہد بنایا تھا شاید اس میں خلافت کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ لیکن وہ امید کے خلاف بڑا ہوا تو نامشروع باتوں میں لگ گیا۔ ہمیشہ نامناسب کام کیا کرتا۔ بروں کے ساتھ بیٹھتا۔ بری باتوں کو اچھا سمجھتا۔ ان کے کرنے پر فخر کرتا' کبوتر بازی کرتا' مینڈھے وغیرہ لڑایا کرتا اور مرغ لڑایا کرتا اور ایسی باتیں کرتا تھا جن سے دل سے مروّت او وقار اٹھ جاتا ہے اور ساتھ ہی بد معاملہ بھی تھا۔ مال خرید لیا کرتا مگر ادائیگی نہ کرتا تھا۔ گھر کرائے پر لے لیتا مگر کرایہ ادا نہ کرتا' درہم و دینار بطور حرام وحیلہ گر حاصل کرتا اور اس ناجائز

مال سے خود بھی کھاتا اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلاتا۔ ان باتوں میں یہ یہاں تک بڑھا کہ تمام لوگ اسے ذلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور تمام اہل خانہ اس کے ہاتھوں سے نالاں تھے۔

بخدا یہ سچ ہے کہ

یہی تمام باتیں جن کا پچھلے پیرائے میں ذکر ہو چکا' ہمارے قریب کے گزشتہ حکمرانوں اور موجودہ حکمرانوں میں بڑی سیٹ سے چھوٹی تک تمام میں یہی سب باتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے' اب ان کو ذرا ماڈرن طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ اس وقت یہ اس دور اور معاشرے کے مطابق تھیں اور میں تو کہتا ہوں پھر بھی وہ لوگ اچھے تھے۔ اگر ایک فرد نے حرامی پن دکھایا تو باقی گھر والے اس سے نالاں و بیزار ضرور ہو گئے۔ مگر اب تو گھر والے خوش ہی تب ہوں گے جب وہ یہ تمام حرامکاریاں کر گزریں گے۔ خدا ہمیں نیک بنائے اور نیک حکمران عطا فرمائے۔ آمین۔ (صاحبزادہ محمد مبشر سیالوی نظامیہ یونیورسٹی لوہاری لاہور)

جب مستکفی سلطان کے معرضِ خطاب میں آیا اور اس حالت میں مر گیا تو اس نے اس فریبی اور مکار اور بے وقوف الواثق کو بلایا (وہی الواثق جس نے سلطان کو کوئی بات کہہ کر اس کے اور خلیفہ اپنے چچا مستکفی کے درمیان عداوت ڈالی تھی۔) جب یہ سلطان کی خدمت میں آیا تو اپنے دادا کا عہد نامہ جو ساتھ لایا تھا' سلطان کو دکھایا۔ سلطان نے اسی عہد نامہ کا سہارا پا کر اس سے بیعت کر لی اور اسے خلیفہ مان لیا' حالانکہ اس عہد نامہ کے منسوخ و منقوض ہونے کے بارے سلطان کو واضح طور پر معلوم تھا۔ قاضی القضاۃ ابو عمرو بن جماعہ نے سلطان کو اس رائے سے پھیرنا چاہا مگر سلطان نہ پھرا اور آخر یہ بات قرار پائی دونوں میں سے کسی کا بھی نام خطبہ میں نہ لیا جائے' صرف سلطان کا نام ہی خطبہ میں رہے۔ گویا مستکفی کے بعد خلافت کا نام منبروں سے بھی جاتا رہا اور خلفاء کے لیے خطبوں میں دعا کرنا ایسا فعل نظر آنے لگا گویا کبھی سنا ہی نہیں گیا۔ یہ حالت اس وقت تک رہی کہ سلطان بستر مرگ پر جا پڑا اور پچھتایا اور بموجب عہد مستکفی اس کے بیٹے کو خلیفہ مقرر کر کے ابراہیم کو معزول کر دیا جو بھیڑ کے لباس میں بھیڑیا اور شریفوں کے لباس میں کمینہ اور سخیوں کے لباس میں لٹیرا تھا۔ اللہ اکبر کہاں وہ واثق جس کے نام سے ہی لوگ کانپ جاتے تھے اور کہاں یہ کہ جس نے اپنے نام و خلافت کو دھبہ لگایا۔ معزول ہونے کے بعد یہ ہاتھ کاٹنے لگا مگر اب پچھتائے کیا ہوتا تھا۔ (یہاں تک ابن فضل اللہ کا کلام تھا۔)

الحاکم بامر اللہ ابو عباس

الحاکم بامر اللہ ابو العباس احمد بن المستکفی۔ جب اس کا باپ قوص فوت ہوا تو اسے ولی عہد خلافت مقرر کر چکا تھا۔ لیکن سلطان الملک الناصر کو چونکہ اس کے والد سے رنجش تھی اس لیے اس نے ابراہیم کو خلیفہ بنانا تسلیم کیا چونکہ ابراہیم بد خصلت تھا اس لیے قاضی عز الدین بن جماعہ نے اس کو اس سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی۔ آخر جب سلطان مرنے لگا تو امراء کو وصیت کی کہ ابراہیم کی بجائے مستکفی کے بیٹے احمد کو ہی خلیفہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ جب ناصر کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا المنصو ر ابو بکر سلطان ہوا تو اس نے بروز جمعرات گیارہ ذوالحج 741 ہجری میں ایک مجلس منعقد کی اور اس میں خلیفہ ابراہیم اور ولی عہد احمد اور تمام قاضیوں کو بلایا اور پوچھا شرع کے اعتبار سے خلافت کا حقدار کون ہے؟ ابن جماعہ نے کہا خلیفہ المستکفی المتوفی بمدینہ قوص نے مرتے وقت اپنے بیٹے احمد کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چنانچہ اس شہر کے چالیس عادل شخصوں نے اس بات کی گواہی بھی دیدی ہے اور یہ وصیت میرے نائب قوص کے پاس ثابت ہونے کے بعد میرے پاس بھی ثابت ہوگئی ہے۔

جب سلطان نے یہ بات سنی تو سلطان نے ابراہیم کو معزول کر دیا اور احمد سے بیعت کر لی۔ بعد ازاں سب قاضیوں نے بھی بیعت کر لی اور اس کے دادا کے لقب پر اس کا لقب بامر اللہ رکھا گیا۔

کمال کی باتیں

ابن فضل اللہ نے اپنی کتاب المسالک میں اس کا حال کچھ اس طرح لکھا ہے "الحاکم بامر اللہ ہمارے زمانے کا امام اور مصر کے لیے بادل کی طرح ہے۔ دشمن کو غضب سے جلاتا ہے اور دوستوں کو اپنی بخشش کے فیض سے مالا مال کرتا ہے۔ اس نے جاں بلب رسوم خلافت کو زندہ کر دیا ہے۔ کوئی شخص اس کے لکھے کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر چلتا ہے۔ ان کا نشان مٹ گیا تھا، مگر اس نے پھر زندہ کیا اور اپنے بھائیوں کی پراگندہ حالت کو جمع کیا ہے۔ تمام منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا ہے۔ سلطان کی موت کے بعد وصیت کے سبب اسے خلیفہ بنایا گیا ہے کیونکہ اس کے والد نے اسے ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ پھر جب ملک المنصو ر ابو بکر بن سلطان بادشاہ ہوا تو اس نے اس کے لیے کئی ایک ملک بطور جاگیر مقرر کر دیئے۔

ابن فضل نے لکھا ہے کہ خلیفہ حاکم کا بیعت نامہ میں نے تحریر کیا تھا اور وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ الی قولہ عظیما. ھذہ بیعة رضوان و بیعة احسان و جمعة رضی یشھدھا الجماعة ویشھد علیھا الرحمن بیعة یلزم طائرھا العنق ویھوم بسائرھا ویحمل انباھا البرار والبحار مشحونة الطرق بیعة یصلح اللہ بھا الامة یصلح بسببھا النعمة ویتجاری الرفاق ویسری الھناء فی الافاق وتتزاحم الزھوالکواکب علی حرص المجرة الدقاق بیعة سعیدة میمونة شریفة بھا السلامة فی الدین والدنیا مضمونة بیعة صحیحة شرعیة ملحوظة مرعیة تسابق الیھا کل نیة وتطاوع کل طویة ویجتمع علیھا شتات البریہ بیعه یستھل بھا الغمام ویتھلل البدر التمام بیعة متفق علیھا الاجماع والاجتماع ولبسط الا یدی الیھا انعقد الاجماع فاعتقد صحتھا من سمع اللہ واطاع وبذل فی تمامھا کل امرئ مااستطاع حصل علیھا اتفاق الابصار والاسماع و وصل بھا الی مستحقه واقرة الخصم وانقطع التراع یضمنھا کتاب مرقوم یشھدبھا المقربون وتلقاہ الائمة الاقربون الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وماکنا لنھتدی اولاان ھدانا اللہ ذالک من فضل اللہ علینا وعلی الناس والینا وللہِ الحمد والی بنی العباس اجمع علی ھذہ البیعة ارباب العقد والحل واصحاب الکلام فیھا قل وجل وولاة الامور والحکام وارباب المناصب والاحکام حملة العلم والاعلام وحماة السیوف والا قلام واکابر بنی عبدمناف ومن الخفض قدرہ واناف وسردات قریش و وجوہ بنی ھاشم والبقیة الطاھرة من بنی العباس وخاصة الائمة وعامة الناس بیعه تری بالحرمین خیامھا وتخفق بالمازمین اعلامھا و تتعرف بعرفات برکاتھا وتعرف بمنی ویومن علیھا یوم الحج الاکبر وقوم عما بین الرکن والمقام والحجر ولا یبتغی بھا الا وجه اللہ الکریم بیعة لایحل عقدھا ولا ینبذ عھدھا لازمة جازمة دائبة قائمه تامة عامة شاملة کاملة صحیحة صریحة متبعة مریخة ولامن یوصف بعلم ولاقضاء ولا من یرجع الیه فی انفاق ولا امضاء ولا امام مسجد ولاخطیب ولا ذوفتوی یسال فیجیب ولا من لزم المساجد ولا من تضمھم اجنحة المحاریب ولامن یجتھد فی رای فیخطی اویصیب ولامحدث بحدیث و لامتکلم فی قدیم وحدیث ولامعروف بدین وصلاح ولا فرسان حرب وکفاح ولا راشق بسھام ولا طاعن برماح ولاضارب بصفاع ولاساع بقدم ولا طائر بجناح ولا مخالط للناس ولا مقاعد فی عزلة ولا جمع کثرة ولا قلة ولا من یستقل

بالجوزاء لواؤة ولا من يعل فرق الفرقدين نواؤه ولا بادو لا حاضر ولا منقيم ولا سائر ولا اول ولا اخر ولا مسر في باطن ولا معلن في ظاهر ولا عرب ولاعجم ولا راعي ابل ولا غنم ولا صاحب اناة ولا بدار ولا ساكن في حضر و بادية بدار ولا صاحب عمد ولا جدار و لا ملحج في البحار الزاخرة والبراري والقفار ولا من يعتل صهوات الخيل ولا من يسبل على العجاجة الذيل ولا من تطلع عليه شمس النهار وبخرم الليل ولا من تظل السماء وتقله الارض ولا من تدل عليه الاسماء على اختلافها وترفع درجات بعضهم على بعض حتى امن بهذه البيعة وامن بهاومن الله عليه وهداه اليها واقربها وصدق وغض لها بصره خاشعا لها واطرق ومداليها يده بالمبايعة ومعتقده بالمتابعة ورضي بها وارتضاها واجازحكمه على نفسه وامضاها ودخل تحت طاعتها وعمل بمقتضاها وقضى بينهم بالحق وقيل الحمد لله رب العالمين وانه لما استاثر الله بعبده سليمان ابي الربيع الامام المستكفي بالله امير المومنين كرم الله مثواه وعوضه عن دار السلام بدار السلام ونقله مزكى يديه عن شهادة الاسلام بشهادة الاسلام حيث اثره بقربه ومهد الجنبه واقدمه على ماقد من مرجو عمله وكسبه وخارله في جواره طريقا وانزله مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا الله اكبر ليومه لولا مخلفه كانت تضيق الارض بما رحبت وتجزى كل نفس بما كسبت وتنبا كل سريرة ما ادخرت وماجنت لقد اضطرم سعيرا الا انه في الجوانح لقد اضطر منبر و سرير لولا خلفه الصالح لقداضطرب مامور وامير لولا الفكر بعده في عاقبة المصالح ولم يكن في نسب العباسي ولا في بيت المسترشدي ولا في غيره من بيوت الخلفاء من بقايا ابائهم وجدود ولا من تلده اخوى اللياتي وهي عاقر غير ولود من تسلم اليه امة محمد عقد نياتها وسرطوياتها الا واحد واين ذلك الواحد هو والله من انحصر فيه استحقاق ميراث ابائه الاطهار وتراث اجداده الاخيار ولا شي هوا لامام اشتمل عليه رحاء الليل والنهار وهوا ولدالمنتقل الى ربه وولد الامام الذاهب لصلبه المجمع على انه في الايام فرد هذاالانام وواحد وهكذا في وجود الامام وانه الحائر لمازردت عليه جيوب المشارق والمغارب والفائز يملك مابين للمشارق والمغارب الراقي في صفح السماء هذه الذروة المنيفة الباقي بعد الائمة الماضين ونعم الخليفة المجتمع فيه شروط الامامة المتضع لله وهو ابن بيت لايزال الملك فيهم الى يوم القيامة الذى

يفضح السحاب نائله والذى لايعزه عادله عاذالذى ما ارتقٰى صهره المنبر بحضرة سلطان زمانه الا قال بامره وقام قائمة ولا قعد على سرير الخلافة الاوعرف انه ماخاب مستكفيه ولاغاب حاكمه نائب الله فى ارضه والقائم مقام رسولهٗ و خليفة وابن عمه و تابع عمله الصالح ووارث علمه سيدنا و مولانا عبدالله ووليه ابوالعباس الامام الحاكم بامر الله اميرالمومنين ايدالله ببقائه الدّين وطوق بسيفه الملحدين وكبت تحت لوائه المعتدين وكتب له النصر الى يوم الدين وكب بجهاده على الاذقان طوائف المفسدين وعاذ به الارض ممن لايدين بدين واعاد بعد له ايام ابائه الخلفاء الراشدين والائمة المهديين الذين قضوا بالحق وبه كانوا ليعدلون وعليه كانوا يعدلون ونصر انصاره وقدرا قتداره واسكن فى القلوب سكينة ووقاره ومكن له فى الوجود وجمع له اقطاره ولما انتقل الى الله ذالک السيد ولقى اسلافه ونقل الى سربر االجنة عن سرير الخلافة واخلاالعصر من امام يمسک مابقى من انهاره وخليفه يغالب مزيد الليل بانواره ووارث بنى بمثله ومثل ابائه استغنى الوجود بعد ابن عمه خاتم الانبياء عن بنى يقتفى على اثاره ومضى ولم يعهد فلم يبق اذالم يوجدالنص الا الاجماع وعليه كانت الخلافة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم بلانزاع اقتضت المصلحة الجامعة عقد مجلس كل طرف به معقود وعقد بيعة عليها الله والملائكة شهود وجمع الناس له وذلک يوم مجموع له الناس وذلک يوم مشهود فحضر فحضر من لم يعبأ بعده بمن يخلف ولم يربايعه وقدصد يده طامعاً لمزيدها وقد تكلف واجمعوا على راي واحد استخار والله فيه فخار واخذ يمين يمد لهما الايمان ويشدبها الايمان ويعطى عليها المواثيق ويعرض امانتها على كل فريق حتى تقلد كل من حضر فى عنقه هذه الامانة وسط علے المصحف الكريم يده وحلف بالله واتم ايمانه ولم يقطع ولا استثنى ولاتردد ومن قطع من غير قصد اعاد وجددوقد نوى كل من حلف ان النية فى يمينه نية من عقدت له هذه البيعة ونية من حلف له وتذمم بالوفاء له فى ذمته وتكفله على عادة ايمان البيعة وشروطها واحكامها للردة واقسامها المو كدة بان يبذل لهذا الامام المفترض الطاعة ولايفارق الجمهور ولا يفرعن الجماعة وغير ذالک مما تضمنة نسخ الايمان المكتتب فيها اسماء من حلف عليها مما هوا مكتوب بخطوط من يكتب منهم وخطوط العدول الثقات عمن لم يكتبوا واذنوا ان يكتب عنهم جسما يشهد به بعضم على بعض ويتصادق عليه اهل

السماء والارض بیعة ثم بمشیة الله تمامها وعم بالصواب المغدق غمامها وقالوا الحمدلله الذی اذهب عنا الحزن ووهب لنا الحسن ثم الحمدلله الکافی عبده الوافی لمن یضاعف علی کل مرحبة حمده ثم الحمدلله علی نعمة یرغب امیرالمومنین فی ازدیادها ویرعب الا ان یقاتل اعداء الله بامدادها ویداب بها من ارتقی منا برمما لکه بماابان من مباینه مقدادها نحمده والحمدلله ثم الحمدلله کلمة لایمل من تردادها ولا یحل بما تفوق السهام من سدادها ولایبطل الاعلی مایوجب تکثیر اعدادها وتکبیر اقدار اهل ودادها وتصغیر التحقیر لا التجیب لاندادها ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له شهادة یقایس دماء الشهداء والمداد مدادها وتنافس طرر الشباب وغرر السحاب علی استمدادها وتتجانس رقومها المدیحة وما تلبسه الدولة العباسیه من شعارها واللیالی من دثارها والاعداء من حدادها ونشهد ان محمدا عبده ورسوله صلی الله علیه وسلم وعلی جماعة اهله ومن خلف من ابنائها ومن سلف من اجدادها ورضی الله عن الصحابة اجمعین والتابعین لهم باحسان الی یوم الدین وبعد فان امیرالمومنین لما اکسبه الله من میراث النبوة ماکان لجده ووهبه من الملک السلیمانی ما لاینبغی لاحد من بعده وعلمه منطق الطیر مما یتحمله حمائم البطائق من بدایع البیان وسخرله من البرید علی متون الخیل ماسخره من الریح لسلیمان واتاه الله من خاتم الانبیاء ما امتدبه ابوه سلیمان ونصرف واعطاء من الفخاریه ما اطاعه کل مخلوق ولم یتخلف وجعل له من لباس بنی العباس ما یقضی له سواده بسودد الاجداد وینفض علی ظل الهدب مافضل به عن سویداء القلب وسواد البصر من السواد ویمد ظله علی الارض وکل مکان دار ملک وکل مدینة بغداد وهو فی لیله السجاد وفی نهاره العسکری وفی کرمه جعفر وهو الجواد یدیم الابتهال الی الله تعالیٰ فی توفیقه والابتهاج بما یغص کل عدو بریقه ویبدأ یوم هذا المبایعة بما هوا لاهم من مصالح الاسلام وصالح الاعمال فیما یتحلی به الانام وتقدم التقوی امامه ویقرر علیها احکامه ویتبع الشرع الشریف ویف عنده ویوقف الناس ومن لایحمل امره طائعا علی العین یحمله غضبا علی الرأس ویعجل امیرالمومنین بما استقرّبه النفوس ویرد به کیدالشیطان وانه یؤس ویأخذ بقلوب الرعایا وهو غنی عن هذا ولکنه یسوس وامیرالمومنین یشهد علیه الله وخلقه بانه اقرولی کل امرءٍ من ولاة امورالاسلام علی حاله واستموبه فی مقیله تحت کنف ظلاله علی

اختلاف طبقات ولاة الامور وطرقات الممالک والثغور براوبحر اسهلا ووعرا شرقا وغربا بعدا وقربا وکل جليل وحقير و قليل و کثير و صغير و کبير وملک و مملوک و امير و جندی يبرق له سيف شهير و رمح ظهير ومع من هؤلاء من وزراء وقضاة وکتاب ومن له تدقيق فی حساب ومن يتحدث فی بريد وخراج ومن يحتاج اليه ومن لايحتاج ومن افی التدريس والمدارس والربط والزدايا والخوانق ومن له اعظم التعلقات وادنی العلائق وسائر ارباب المراتب واصحاب الرواتب ومن له من مال الله رزق مقسوم وحق مجهول او معلوم واستمر کل امرعلی ماهو عليه حتی يستخير الله ويتبين له ما بين يديه ومن ازداد تاهيله زاد تفضيله والا فامير المومنين لا يريد الا وجه الله ولا يحابی احدا فی دين الله ولا يحابی حقافی حق فان المحاباة فی الحق مداجاة علی المسلمين وکلما هو مستمر الی الأن مستفر علی حکم الله مما فهمه الله وفهمه سليمان لايغير امير المومنين فی ذالک ولا فی بعضه تغيرا شکر الله علی نعمه وهکذايجازی من شکر ولا يکدر علی احد موردتره الله نعمه الصافية به عن الکدر ولا يتاول فی ذلک متاول الامن حجد النعمة وکفر ولا يتعلل متعلل فان امير المومنين يعوذ بالله ونعيذ ايامه من الغير وامر امير المومنين اعلی الله امره ان يعلق الخطباء بذکره و ذکر سلطان زمانه علی المنابر فی الافاق وان يضرب باسمهما النقود وتسير بالا طلاق ويوشح بالدعاء لهما عطف الليل والنهار ويصرح منه بما يشرق وجه الدرهم والدينا قد اسمع امير المومنين فی هذا المجمع المشهود ما يتناقله کل خطيب ويتداوله کل بعيد و قريب و مختصره ان الله امر باوامر ونهی عن نواه وهوا رقيب وسيفرغ الا اباء لها السجايا ويقرع الخطباء لها شعوب الوصايا وتتکمل بها المزايا ويخرج من المشائخ الخبايا من الزوايا ويسمر بها السمار ويترنم الحادی والملاح يرق سحرها بالليل المقمر ويرقم علی جبين الصباح وتغط بها مکة بطحاء ها يحيی بحدائها قفاء ويلقنها کل اب فهمه ابنه ويسأل کل ابن نجيب اباه وهو لکم ايها الناس من امير المومنين من سددعليکم بينة واليکم مادعاکم به الی سبيل الله من الحکمة والموعظة الحسنة والامير المومنين عليکم الطاعة ولولا قيم الرعايا ماقبل الله اعمالها ولا امسک بها البحر ودها الارض وارسی جبلها ولا اتفقت الاراء علی من يستحق رجاءت اليه الخلافة تجرا ذيالها واخذ هادون بنی ابيه ولم تکن تصلح الااله ولم يکن يصلح الالها وقد کفاکم امير المومنين السوال بما فتح

لکم من ابواب الارزاقو اسباب الارتزاقواجزاکم علی دقاقکم وعلمکم
کارم الاخلاق واجراکم علی عوائدکم ولم یمسک خشیة الانفاق ولم
ق لکم علی امیرالمومنین الا ان یسیر فیکم بکتاب اللہ وسنة رسولہ صلعم
عمل بما یسعد بہ من یحیی اطال اللہ بقاء امیرالمومنین من بعدہ ویزید علی
ن تقدم ویقیم فروض الحج والجہاد وینیم الرعایا بعد لہ الشامل فی مہاد
امیرالمومنین یقیم علی عادة ابائہ موسم الحج فی کل عام ویشمل برہ
سکان الحرمین الشریفین وسدنة بیت اللہ الحرام ویجہر السبیل علی ضالة
یرجو ان یعود علی حالہ الاول فی سالف الایام ویتدفق فی ہذین
المسجدین بحرہ الزاخرویرسل الی ثالثہما فی البیت المقدس ساکبا لغمام
ویقیم بعدلہ قبور الانبیاء صلعم اینما کانوا واکثرہم فی الشام والجمع
والجماعات ہی فیکم علی قدیم سنتہا وسیزید فی ایام امیرالمومنین لمن
یضم الیہ وفیما یتسلم من بلاد الکفار ویسلم منہم علی یدیہ واماالجہاد
فکفی باجتہاد القائم عن امیرالمومنین بما موزہ المقلد عنہ جمیع ماوراء
سریرہ وامیرالمومنین قد وکل منہ خلدًاللہ ملکہ وسلطانہ عینا لاتنام وقلد
سیفا لواعفت بوارقہ لیلة واحدة عن الاداء سلت خیالہ علیہم الاحلام
وسیوکد امیرالمومنین فی ارتجاع ماغلب علیہ العدی وقد قدم الوصیة بان
یوالی غزوالعدوالمخذول براوبحراً ولا یکف عمن ظفر بہ منہم قتلا ولا
اسرار ولا یفک اغلالا ولا اصرا ولا ینفک یرسل علیہم فی البرمن الخیل
عقباناً وفی البحر غربانا تحمل کل منہما من کل فارس صقراء ویحمی
الممالک ممن یتحرف اطرافہا باقدام ویتحول الاکنافہا باقدام ویتظہر فی
مصالح القلاع والحصون والثغور وما یحتاج الیہ من الآلات القتال وامہات
الممالک التی ہی مرابط النبود ومرابض الاسود والامراء والعساکر
والجنود وترتیبہم فی المیمنة والمیسرة والجناح الممدود ویتفقد احوالہم
بالعرض بما لہم من خیل تعقد ما بین السماء والارض ومالہم منزرد
موصون وبیضی مسہا ذہب ذائب فکانت کانہا بیض مکنون وسیوف
قواضب ورماح بسبب دوامہا من الدماء خواصب وسہام تواصل القسی
وتفارقہا فتحن حنین مفارق وتز مجرا نفوس زمجرة مغاضب وہذہ جملة
اراد امیرالمومنین بہا اطابة قلوبکم واطالة ذیل الطویل علی مطلوبکم ودماء
کم وامولکم اعراضکم فی حمایة الابما اباح الشرع المطہر ومزید
الاحسان الیکم علی مقدار ما یخفی منکم ویظہر واما حرئیات الامور فقد

علمتم ان من بعد عن امیرالمومنین غنی عن مثل هذه الذکری وانتم علے تفاوت مقادیر کم ودیعة امیرالمومنین وکلکم سواء فی الحق عند امیرالمومنین وله علیکم اداء النصیحة وابداء الطاعة بسریرة صحیحة فقد دخل کل منکم فی کنف امیرالمومنین وتحت رقة ولزمه حکم بیعة والزم طائرة فی عنقه وسیعلم کل منکم فی الوفاء بما اصبح به علیما ومن اوفی بما عاهد علیه الله فسیوتیه اجراً عظیما هذاقول امیرالمومنین وقال وهو یعمل فی ذلک کله بما تحمد عاقبتهٗ من الاعمال وعلی هذا عهد الیه وبه بعهد وما سوٰی هذا فجور لا یشهد به علیه ولا یشهد و امیرالمومنین یستغفرالله علی کل حال ویستعیذ به من الاهمال ویسال ان یمده لما یحب من الامال ولا یمدله حبل الامهال ویختم امیرالمومنین قوله بما امرالله به من العدل والاحسان والحمدلله وهو من الخلق احمد وقد اتاه الله ملک سلیمان والله یمتع امیرالمومنین بما وهبه ویملکه اقطارالارض ویورثه بعد العمر الطویل عقبه ولایزال علی سدة العلیا قعوده ولد ست الخلافة ابهته بحلالة کانه مامات منصوره ولا اودی مهدیه ولا رشیده.

اس کے عہد خلافت میں یہ واقعات بھی ہوئے:

قاعدہ ہے

خلافت کے پہلے سال ہی سلطان منصور بوجہ بداعمالی اور شراب خوری کے تخت سے اتار دیا گیا۔ معزولی کے بعد قوص بھیج دیا گیا اور وہیں فوت ہوا۔ یہ اس بدی کا بدلہ تھا جو اس کے باپ نے الحاکم کے باپ المستکفی سے کی تھی کیونکہ یہ قاعدہ چلا آ تا رہا ہے کہ جس نے بنی عباس کو کوئی ایذا دی' اس کو فوراً سزا مل گئی۔ منصور کے بعد اس کا بھائی الملک الاشراف کجک تخت پر بیٹھا اور اسی سال تخت سے اتار بھی دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی احمد سلطان ہوا اور الناصر اپنا لقب مقرر کیا۔ شام کے قاضی تقی الدین سبکی نے خلیفہ اور اس کے درمیان بیعت کرائی۔

743 ہجری میں الناصر احمد کو معزول کر کے اس کے بھائی اسمٰعیل کو تخت پر بٹھایا گیا اور الصالح اس کا لقب رکھا گیا۔

746 ہجری میں الصالح مر گیا۔ خلیفہ نے اس کے بھائی شعبان کو خلیفہ بنایا اور الکامل اس کا لقب مقرر کیا۔

747 ہجری میں الکامل مقتول ہوا اور اس کا بھائی امیر حاج بادشاہ ہوا اور الناصر اپنا لقب مقرر کیا۔

749 ہجری میں ایسا طاعون پڑا کہ اس جیسا کبھی نہیں سنا گیا تھا۔

752 ہجری میں الناصر معزول ہوا اور اس کا بھائی صالح تخت نشین ہوا۔ یہ آٹھواں شخص تھا جو اولاد الناصر محمد بن قلاوون سے تخت پر بیٹھا۔ شیخو اس کا اتابک تھا۔ صاحب مسالک نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے یہی اتابک امیر کبیر کے لقب سے ممتاز ہوا تھا۔

الحاکم کے عہد میں ان علماء نے وفات پائی:۔

حافظ ابوالحاج مزی، تاج عبدالباقی یمنی، شمس عبدالہادی، ابوحیان، ابن الوردی، ابن لبان، ابن عدلان، ذہبی ابن فضل اللہ، ابن قیم جوزی، فخر مصری شیخ الشافعیہ، تاج مراکشی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

المعتضد باللہ ابوالفتح

المعتضد باللہ ابوالفتح ابوبکر بن المستکفی اپنے بھائی (الحاکم بامراللہ ابوالعباس احمد بن المستکفی) کی وفات کے بعد 753 ہجری میں تخت نشین ہوا۔ نہایت متواضع، دیندار اور اہل علم کو دوست رکھنے والا شخص تھا۔ جمادی الاولیٰ 767 ہجری میں فوت ہوا۔

اس کے عہد میں درج ذیل واقعات وقوع پذیر ہوئے:

عجیب بات

ابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ 754 ہجری میں طرابلس میں ایک لڑکی تھی جس کا نام نفیسہ تھا۔ تین مردوں سے اس کا نکاح ہوا۔ مگر کوئی اس پر قادر نہ ہو سکا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ رتقاء ہے۔ جب اس کی عمر پندرہ برس کی ہوئی، اس کے پستان غائب ہو گئے اور پھر اس کی شرمگاہ سے گوشت بلند ہونا شروع ہوا اور بڑھتے بڑھتے مرد کا آلہ تناسل بن گیا اور خصیتیں بھی ظاہر ہو گئے۔ یہ عجیب بات محضرون میں لکھی گئی۔

755 ہجری میں الملک الصالح کو معزول کر کے پھر الناصر حسن کو اس کی جگہ مقرر کیا گیا۔

نئے پیسے

756 ہجری میں دینار کے برابر اور اس کے ہم وزن نئے پیسے بنائے گئے جو ایک درہم

کے چوبیس (24) آتے تھے۔ پرانے پیسے ایک درہم کے ڈیڑھ رطل آتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخو اور مرغتمش نے جو اپنے مدرسوں میں نقرئی درہم تنخواہ مقرر کیے تھے وہ یہی تین رطل پیسوں والے درہم تھے۔

762 ہجری میں الناصر حسن مقتول ہوا اور اس کی جگہ اس کے بھائی المظفر کا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا اور المنصور اپنا لقب مقرر کیا۔

معتضد کے عہد میں ان علماء نے وفات پائی

شیخ تقی الدین سبکی' سمیں صاحب اعراب' قوام اتقانی' بہاء بن عقیل' صلاح علائی' جمال بن ہشام' حافظ مغلطائی' ابوامامہ بن نقاس وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

المتوکل علی اللہ ابوعبداللہ

المتوکل علی اللہ ابوعبداللہ محمد بن معتضد خلفائے عصر کا والد اپنے باپ کی وفات کے بعد جمادی الاولیٰ 763 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا اور پینتالیس (45) سال تک خلیفہ رہا۔ مگر اس میں وہ زمانہ بھی شامل ہے جس میں وہ کبھی معزول رہا اور کبھی قید رہا۔ چنانچہ ہم اس کا بیان کریں گے۔ اس نے اولاد کثیر اپنے پیچھے چھوڑی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس کے سو بچے تھے۔ بعض تو طفلی میں ہی مر گئے اور بعض کا اسقاط حمل ہو گیا اور کئی لڑکیاں اور لڑکے بڑے ہو کر مر گئے۔ ان میں سے پانچ خلیفہ ہوئے۔ اس کی نظیر خلفاء میں نہیں ملتی۔ ان کے نام یہ ہیں:

(1) المستعین العباس (2) المعتضد داؤد (3) المستکفی سلیمان (4) القائم حمزہ (5) المستنجد یوسف۔

عہد متوکل میں یہ حوادث واقع ہوئے

764 ہجری میں المنصور محمد معزول کیا گیا اور اس کی جگہ شعبان بن حسین بن الناصر بن محمد بن قلاؤن تخت پر بیٹھا اور الاشرف اپنا لقب مقرر کیا۔

773 ہجری میں سلطان کے حکم سے سادات کے عماموں پر ایک سبز علامت مقرر کی گئی تاکہ وہ دوسروں سے متمیز ہو جائیں۔ یہ پہلی نئی بات تھی جو ایجاد ہوئی۔ ابوعبداللہ بن جابر اعمیٰ نحوی مصنف شرح الفیہ المشہور بالاعمیٰ والبصیر نے اس پہ یہ شعر کہے: اشعار

جَعَلُوْا لِاَبْنَاءِ الرَّسُوْلِ عَلَامَةً — اِنَّ الْعَلَامَةَ شَانَ مَنْ لَمْ يُشْهَرِ

ترجمہ: انہوں نے ابنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی سادات کرام کیلئے) ایک علامت مقرر کی ہے۔ حالانکہ علامت اس شخص کے لیے مقرر ہوا کرتی ہے جو نا معلوم اور مجہول ہو۔

نُوْرُ النُّبُوَّةِ فِیْ کَرِیْمِ وُجُوْهِهِمْ یُغْنِی الشَّرِیْفَ عَنِ الطِّرَازِ الْاَخْضَرِ

ترجمہ: لیکن سادات کے چہروں پر تو نور نبوت چمک رہا ہے جو انہیں سبز اور مطرز لباس پہننے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

تیمور مفسد

اسی سال تیمور لنگ مفسد نے خروج کیا اور شہروں کو ویران کر دیا۔ بندگانِ خدا تعالیٰ کو ہلاک و تباہ کیا اور اسی طرح فتنہ و فساد کرتا ہوا' حتیٰ کہ 873 ہجری میں خدائے تعالیٰ کی لعنت میں جا ہلاک ہوا۔ اس پر یہ شعر کہے گئے: شعر

فَعَلَ التَّتَارُ وَلَوْ رَأَوْا اَفْعَالَ تِمَر لَنْک اِذَا کَانَ اَعْظَمًا

وَطَائِرُهُ فِی الْخَلْقِ کَانَ اَشْأَمًا

ترجمہ: تاتاریوں نے بھی فساد تو برپا کیا تھا لیکن اگر وہ تیمور لنگ کے فساد کو دیکھتے جو ان سے کئی حصے بڑھ کر تھا تو وہ بھی حیران ہو جاتے کیونکہ وہ ان سے بھی کئی گنا بڑھ کر تھا اور اس کا زمانہ لوگوں میں نحوست کا زمانہ تھا۔

سن عذاب

تیمور اصل میں دہقان زادہ تھا۔ چوری اور راہ زنی کیا کرتا تھا۔ بعد ازاں بادشاہ کے داروغہ اصطبل کی خدمت میں جا پہنچا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی جگہ پر مقرر ہو گیا۔ بعد ازاں ترقی کرتے کرتے بادشاہ بن گیا۔ ایک شخص سے دریافت کیا گیا کہ تیمور لنگ کا خروج کس سن میں ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ سن عذاب میں۔ یعنی 773 ہجری میں۔ (یہ لفظ عذاب کے عدد ہیں۔)

قرأت بخاری شریف

775 ہجری میں ماہ رمضان میں سلطان کے سامنے قلعہ میں بخاری شریف کی قرأت شروع ہوئی۔ پہلے حافظ زین الدین عراقی قاری مقرر ہوئے۔ مگر بعد ازاں ان کے ساتھ شہاب عریانی بھی شریک کر دیئے گئے۔

777 ہجری میں دمشق میں انڈے اس قدر مہنگے ہوئے کہ ایک انڈا تین درہم یعنی ایک

دینار میں بکنے لگے۔

راستے کی سازش

778ھ ہجری میں الاشرف شعبان قتل ہوا اور اس کا بیٹا علی تخت نشین ہوا اور المنصور اپنا لقب مقرر کیا۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ سلطان اشرف مع خلیفہ اور قضاۃ و امراء کے حج کو روانہ ہوا۔ راستے میں امراء نے اس کے قتل کے لیے خفیہ سازش کی۔ سلطان کو بھی معلوم ہو گیا۔ وہ راستے سے ہی واپس قاہرہ میں بھاگ آیا۔ بعد ازاں خلیفہ بھی واپس آ گیا۔ لوگوں نے خلیفہ کو سلطان بنانا چاہا۔ لیکن اس نے نہ مانا۔ آخرانہوں نے سلطان اشرف کے بیٹے کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اشرف کہیں روپوش ہو گیا۔ مگر آخر پکڑا گیا۔ ماہ ذوالقعدہ میں قتل ہوا۔

گہن

اسی سال آفتاب و ماہتاب دونوں کو گہن لگا۔ چاند کو شعبان کی چودھویں رات میں اور سورج کو 28 شعبان کو۔

پندرہ روز گزرے

779ھ ہجری میں ربیع الاول کی چار تاریخ کو ایک بدری اتابک عساکر زکریا بن ابراہیم بن مستمسک نے خلیفہ حاکم کو بلا کر خلعت دی اور بغیر بیعت و اجتماع کے خلیفہ مقرر کر کے المعتصم باللہ کا لقب عطا کیا اور کئی ایک امور کے باعث جو اس سے قتل اشرف کے وقت صادر ہوئے تھے' اسے قوص میں جانے کا حکم دیدیا۔ خلیفہ وہاں چلا گیا اور دوسرے روز پھر اپنے گھر میں واپس آ گیا اور بیس (20) تاریخ کو تخت خلافت پر رونق افروز ہوا اور مستعصم کو جسے ابھی پندرہ (15) روز خلیفہ ہوئے گزرے تھے' معزول کر دیا گیا۔

متوکل خلفائے مصر میں چھٹا خلیفہ تھا۔ چنانچہ قاعدہ مستمرہ کے موافق یہ بھی معزول کر دیا گیا۔

شکل تبدیل

782ھ ہجری میں حلب سے خبر آئی کہ ایک امام نماز پڑھا رہا تھا۔ ایک شخص نے آ کر اس سے کھیلنا اور ٹھٹھا مخول کرنا شروع کیا۔ مگر امام نے نیت نہ توڑی۔ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو دیکھا کہ اس شخص کی صورت خنزیر کی ہو گئی تھی۔ وہیں سے وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ لوگ اس بات سے نہایت متعجب ہوئے اور اس بات کو محضر میں لکھ لیا گیا۔

ماہ صفر 783 ہجری میں منصور وفات گیا اور اس کا بھائی حاجی بن اشرف تخت پر بیٹھا اور الصالح اپنا لقب مقرر کیا۔

ماہِ رمضان 784 ہجری میں الصالح معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ برقوق تخت نشین ہوا جس نے اپنا لقب الظاہر مقرر کیا۔ یہ پہلا شخص تھا جو جراکسہ میں سے تخت نشین ہوا۔

برقوق کی ندامت

رجب 785 ہجری میں برقوق نے خلیفہ متوکل کو پکڑ کر قلعہ جبل میں قید کر دیا اور محمد بن ابراہیم بن مستمسک بن حاکم سے بیعت کر کے الواثق باللہ اس کا لقب مقرر کیا۔ یہ برابر خلیفہ رہا' حتیٰ کہ بروز بدھ 17 شوال 788 ہجری میں فوت ہوا۔ لوگوں نے برقوق سے متوکل کے دوبارہ خلیفہ بنانے میں گفتگو کی۔ لیکن وہ نہ مانا اور اس کے بھائی محمد زکریا کو جو چند دن پہلے بھی خلیفہ رہ چکا تھا' بلا کر بیعت کر لی اور المستعصم باللہ اس کا لقب مقرر کیا۔ وہ برابر 791 ہجری تک خلیفہ رہا۔ پھر برقوق اپنے افعال پر نادم ہوا اور متوکل کو قید سے نکال کر پھر خلیفہ بنا دیا اور زکریا کو معزول کر دیا جو اس معزولی کی حالت میں اپنے گھر میں فوت ہوا۔ پھر متوکل ہی مرتے دم تک خلیفہ رہا۔

اسی سال جمادی الآخر میں الصالح حاجی پھر سلطان بنایا گیا اور برقوق کرک میں قید ہوا۔ الصالح نے اپنا لقب المنصور مقرر کیا۔

اس سال ماہ شعبان میں مؤذنوں نے اذان کے بعد آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجنا زیادہ کیا۔ یہ پہلی بدعت حسنہ جاری ہوئی نجم الدین طنبدی نے اس کا حکم دیا تھا۔

ماہ صفر 792 ہجری میں برقوق کو قید سے رہا کر کے پھر بادشاہ بنایا گیا جو اپنی وفات یعنی شوال 801 ہجری تک برابر حاکم رہا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا فرح اس کی جگہ حاکم ہوا اور الناصر اپنا لقب مقرر کیا۔ مگر 2 ربیع الآخرہ 808 ہجری میں اسے معزول کر دیا گیا اور اس کے بھائی عبدالعزیز کو اس کی جگہ تخت پر بٹھایا گیا۔ اس نے اپنا لقب المنصور مقرر کیا۔ مگر اسی سال میں ماہ جمادی الآخر کی چوتھی تاریخ کو اسے بھی معزول کیا گیا اور الناصر فرح پھر تخت پر بٹھایا گیا۔ اسی سال یعنی 808 ہجری میں خلیفہ متوکل 18 رجب منگل کی رات کو فوت ہوا۔

متوکل کے عہد میں یہ علماء وفات پا گئے تھے

الشمس بن المفلح عالم حنابلہ' الصلاح الفصدی' الشہاب بن النقیب' المحب ناظر الجیش '

الشریف الحسینی الحافظ القطب تحتانی ' قاضی القضاۃ عز الدین بن جماعہ 'التاج بن السبکی 'ان کے شیخ بہاء الدین 'الجمال الاسنوی 'ابن الصنائع الحنفی ' جمال بن نباتہ 'عفیف یافعی 'جمال شریشی ' شرف بن قاضی الجبل 'السراج الہندی 'ابن ابی حجلہ 'الحافظ تقی الدین بن رافع ' حافظ عماد الدین بن کثیر ' عتابی نحوی ' بہا ابو البقاء السبکی ' الشمس بن خطیب بیرود 'العماد الحسباتی ' البدر بن حبیب ' ضیاء قرمی 'الشہاب الازرعی 'الشیخ اکمل الدین 'الشیخ سعد الدین التفتازانی ' البدر الزرکشی ' سراج بن ملقن ' سراج بلقینی ' حافظ زین الدین عراقی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

الواثق باللہ عمر

الواثق باللہ عمر بن ابراہیم بن ولی عہد المستمسک بن حاکم متوکل کے معزول ہونے کے بعد ماہ رجب 785 ہجری میں خلیفہ ہوا اور 788 ہجری تک خلافت کر کے بروز بدھ 19 شوال کو فوت ہوا۔

المستعصم باللہ زکریا

المستعصم باللہ زکریا بن ابراہیم بن المستمسک اپنے بھائی واثق کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ مگر 791 ہجری میں معزول کیا گیا اور آخراسی معزوی کی حالت میں فوت ہوا۔ اس کے بعد متوکل خلیفہ بنایا گیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

المستعین باللہ ابو الفضل

المستعین باللہ ابو الفضل العباس بن المتوکل ایک ترکی کنیزک کے بطن سے تھا جس کا نام بائی خاتون تھا۔ اپنے والد کے بعد ماہ رجب 808 ہجری میں خلیفہ ہوا۔ ان دنوں الملک الناصر فرح بادشاہ تھا۔ جب الناصر شیخ سے لڑنے گیا اور شکست کھا کر مقتول ہوا تو خلیفہ سے بحیثیت سلطان اور بادشاہ ہونے کے بیعت کی گئی۔ یہ واقعہ محرم 815 ہجری میں ہوا۔ بیعت سے پہلے خلیفہ نے امراء سے نہایت مضبوط اور پکے عہد اور قسمیں لے لیں۔ بعد ازاں مصر میں چلا آیا۔ سب امراء اس کے ہمرکاب تھے۔ وہاں آ کر کسی کو حاکم بنایا۔ کسی کو معزول کیا اور اپنے نام کا سکہ مسکوک کرایا۔ مگر اپنے لقب میں اس نے کوئی تغیر نہ کیا۔

شیخ الاسلام ابن حجر نے ایک طولانی قصیدہ اس کی مدح میں لکھا ہے۔ وہی ہذہ:

قصیدہ کے اشعار

1- اَلْـمُلْکُ فِیْنَـا ثَـابِـتُ الْاَسَاسِ ... بِـالْـمُسْتَعِیْنِ الْعَـادِلِ الْعَبَّاسِ

2- رَجَعَتْ مَکَـانَةُ اٰلِ عَـمِّ الْـمُصْطَفٰی ... بِـمَـحَـلِّهَا مِـنْ بَـعْـدِ طُوْلِ تَنَاسِیْ

3- ثَـانِـیْ رَبِیْعِ الْاٰخَـرِ الْـمَیْمُوْنُ فِیْ ... یَـوْمِ الثَّـلاثَـا حُفَّ بِـالْاَعْـرَاسِ

4- بِـقُـدُوْمِ مَهْـدِی الْاَنَـامِ اَمِیْـنُهُـمْ ... مَـامُوْن عَیْـب طَـاهِـرِ الْاَنْفَـاسِ

5- ذُوالْبَیْـتِ طَـافَ بِـالرِّجَالِ فَهَلْ یُریٰ ... مِـنْ قَـاصِـدٍ مُتَـرَدِّدٍ فِـی الْیَـاسِ

6- فَـرعٌ نَـمَـا مِـنْ هَـاشِمٍ فِیْ رَوْضَةٍ ... زَاکِـی الْـمَـنَابِتِ طَیِّبُ الْاَغْرَاسِ

7- بِـالْـمُـرْتَـضٰی وَالْمُجْتَبٰی وَالْمُشْتَرٰی ... لِـلْـحَـمْـدِ وَالْـحَـالـیُ بِـه وَالْکَاسِیْ

8- مَـنْ اُسـرة اَسَرُوْا الْخُطُوْبَ وَطَهَرُوْا ... مِـمَّـا یُـغَـیِّـرُهُـمْ مِـنَ الْاَدْنَـاسِ

9- اُسْـدٌ اِذَا حَـضَـرُوْا الْـوَغٰـی وَاِذَا خَلَوْا ... کَـانـو بـمـجـلسهـم کظبـی کنـاس

10- مِـثْـلَ الْـکَـوَاکِـبِ نُـوْرُهٗ مَا بَیْنَهُمْ ... کَـالْبَـدْرِ اَشْـرَقَ فِیْ دُجَی الْاَغْلَاسِ

11- وَبِـکَـفِّـهٖ عِـنْـدَ الْـعَلَامَةِ اٰیَةٌ ... فَـلَـمْ یُـضِـئْ اَضَـارَ ةَ الْمِقْیَاسِ

12- فَـلِبُشْـرِهٖ لِـلْـوَافِـدِیْـنَ مُـبَاسِمٌ ... تُـدْعٰـی وَلِلْاَجْلَالِ بِـالْـعَـبَّـاسِ

13- فَـالْـحَـمْـدُ لِلّٰهِ الْـمُـعِـزُّ لِـدِیْـنِهٖ ... مِـنْ بَـعْـدِ مَـا قَدْ کَـانَ فِیْ اَبْلَاسِ

14- بِـالسَّـادَةِ الْاُمَـرَاءِ اَرْکَانُ الْعُلٰی ... مِـنْ بَیْـنِ صَـدْرِکَ ثَـارِهٖ وَمُوَاسِیْ

15- نَهَـضُـوْا بِـاَعْبَاءِ الْمَنَاقِبِ وَارْتَقُوْا ... فِـیْ مَـنْـصَـبِ الْعُلْیَا الْاَشَم الرَّاسِیْ

16- تَرَکُوا الْعُدٰی صَرْعٰی بِمَعْتَرَکِ الرَّدٰی ... فَـاللّٰهُ یَـحْـرُسُـهُـمْ مِـنَ الْوَسْوَاسِ

17- وَاِمَـامُهُـمْ بِـجَلَالِـهٖ مُتَـقَـدِّمٌ ... تَـقْـدِیْـمَ بِسْـمِ اللّٰهِ فِـی الْقِرْطَـاسِ

18- لَـوْلَا نِـظَـامُ الْـمُلْکِ فِیْ تَدْبِیْرِهٖ ... لَـمْ یَسْتَقِـمْ فِـی الْمُلْکِ حَالَ النَّاسِ

19- کَـمْ مِـنْ اَمِیْـرٍ قَبْلَهٗ خَطَبَ الْعُلٰی ... وَبِـجَهْـدِهٖ رَجَـعَـتْـهُ بِـالْاِفْلَاسِ

20- حَـتّٰـی اِذَا جَـاءَ الْـمَـعَـالِیْ کُفُوْهَا ... خَـضَـعَتْ لَهٗ مِنْ بَعْدِ فَرْطِ شَمَاسِ

21- طَـاعَـتْ لَهٗ اَیْـدِی الْمُلُوْکِ وَاِذَا عَنَتْ ... مِـنْ نِیْـلِ مِـصْـرَ اَصَـابِعَ الْمِقْیَاسِ

22- فَهُـوَا الَّذِیْ قَدْ رَدَّ عَنَّا الْبُؤْسَ فِیْ ... دَهْــرٍ بِـــهٖ لَـوْلَاهُ کُـلَّ الْبَــاسِ

23- وَاَزَالَ ظُـلْـمًـا عَـمَّ کُـلَّ مُـعَـمَّمٍ ... مِـنْ سَـائِـرِ الْاَنْـوَاعِ وَالْاَجْـنَـاسِ

24- بِـالْـخَـاذِلِ الْـمَـدْعُـوِّ ضِدَّ فِعَالِهٖ ... بِـالـنَّـاصِـرِ الْمُتَـنَـاقِصِ الْاَسَاسِ

25- کَمْ نِعْمَةِ اللهِ کَانَتْ عِنْدَهُ — فَکَاَنَّهَا فِیْ غُرْبَةٍ وَتَنَاسِیْ
26- مَا زَالَ سِرُّ الشَّرِّ بَیْنَ ضُلُوْعِهٖ — کَالنَّارِ اَوْصَحَبْتُهُ لِلْاَرْمَاسِ
27- کَمْ سَنَّ سَیِّئَةً عَلَیْهِ اٰثَامُهَا — حَتّٰی الْقِیَامَةَ مَالَهُ مِنْ اٰسِ
28- مَکْرًا بَنٰی اَرْکَانَهُ لٰکِنَّهَا — لِلْغَدْرِ قَدْ بُنِیَتْ بِغَیْرِ اَسَاسِ
29- کُلُّ امْرِئٍ یَنْسِیْ وَیَذْکُرُ تَارَةً — لٰکِنَّهُ لِلشَّرِ لَیْسَ بِنَاسِ
30- اَمْلٰی لَهُ رَبُّ الْوَرٰی حَتّٰی اِذَا — اَخَذُوْهُ لَمْ یَفْلَتْهُ مَرُّ الْکَاسِ
31- وَاِذَا لَنَا مِنْهُ الْمَلِیْکُ بِمَالِکٍ — اَیَّامَهُ صَدَرَتْ بِغَیْرِ قِیَاسِ
32- فَاِسْتَبْشَرَتْ اُمُّ الْقُرٰی وَالْاَرْضِ مِنْ — شَرْقٍ وَّ غَرْبٍ کَالْعَذِیْبِ وَفَاسِ
33- اٰیَاتُ مَجْدٍ لَا یُحَاوِلُ جَحْدَهَا — فِی النَّاسِ غَیْرَ الْجَاهِلِ الْخَنَّاسِ
34- وَمَنَاقِبُ الْعَبَّاسِ لَمْ تَجْمَعْ سِوٰی — لِحَفِیْدِهٖ مَلِکُ الْوَرٰی الْعَبَّاسِ
35- لَا تُنْکِرُوْا لِلْمُسْتَعِیْنَ رِیَاسَةً — فِی الْمُلْکِ من بعد الْجُحُوْدِ النَّاسِ
36- فَبَنُوْا اُمَیَّةَ قَدْ اَتٰی مِنْ بَعْدِهِمْ — فِیْ سَالِفِ الدُّنْیَا بَنُو الْعَبَّاسِ
37- وَاَتٰی اَشَجُّ بَنِیْ اُمَیَّةَ نَاشِرًا — لِلْعَدْلِ مِنْ بَعْدِ الْمُبِیْرِ الْخَاسِیْ
38- مَوْلَایَ عَبْدُکَ قَدْ اَتٰی لَکَ رَاجِیًا — مِنْکَ الْقُبُوْلَ فَلَا یَرٰیْ مِنْ بَأْسِ
39- لَوْلَا الْمَهَابَةَ طُوْلَتْ اَمْدَاحُهُ — لٰکِنَّهَا جَائَتْ بِالْقِسْطَاسِ
40- فَاَدَامَ رَبُّ النَّاسِ عِزَّکَ دَائِمًا — بِالْحَقِّ مَحْرُوْسًا بِرَبِّ النَّاسِ
41- وَلَقِیْتَ تَسْتَمِعُ الْمَدِیْحَ لِخَادِمٍ — لَوْلَاکَ کَانَ مِنَ الْهُمُوْمِ یُقَاسِیْ
42- عَبْدٌ" صَفَا وُدًّا وَزَمْزَم حَادِیًا — وَسَعٰی عَلَی الْعَیْنِ قَبْلَ الرَّأْسِ
43- اَمْدَاحُهُ فِیْ آلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ — بَیْنَ الْوَرٰی مِسْکِیَّةُ الْاَنْفَاسِ

(ترجمہ: (1) خلیفہ مستعین کے باعث جو عادل اور عباسی ہے۔ ملک ہم میں قائم وثابت ہے۔ (2) عم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واولاد کا مرتبہ مدت کی فراموشی کے بعد پھر اپنے ٹھکانے پر آ گیا ہے۔ (3) و (4) بروز منگل دوسری ربیع الآخرہ کی مبارک تاریخ کو لوگ مہدی وامین انام مبرا از عیوب اور طاہر الانفاس خلیفہ کے آنے کی خوشی میں جمع ہوئے۔ (5) یہ خلیفہ ایسے گھرانے سے ہے جس کا حاجتمند لوگ طواف کرتے رہتے ہیں اور کوئی قاصد نا اُمیدی کی حالت میں واپس نہیں جاتا۔ (6) یہ خلیفہ ہاشم کی شاخ ہے جس نے نہایت عمدہ اور خوبصورت

باغ میں پرورش پائی ہے۔ (7) نہایت پسندیدہ اور برگزیدہ ہے۔ حمد کا خریدار اس پر مزدوری دینے والا اور لباسِ حمد پہننے والا ہے۔ (8) ایسے خاندان سے ہے جنہوں نے حوادث کو مقید کیا ہے اور اپنی تمام میل کچیل پاک وصاف کردی ہے۔ (9) جب میدان جنگ میں جاتے ہیں تو شیر ہوتے ہیں اور جس وقت وہ اپنی مجلسوں میں خلوت پکڑتے ہیں تو ہرن کی طرح ہیں۔ (10) ممدوح کے خاندان کے لوگ ستاروں کی طرح ہیں اور ممدوح کا نور ان میں ایسا ہے جیسا کہ ایک تاریک رات میں بدر کامل کا ہوتا ہے۔ (11) دستخط کے وقت اس کے ہاتھ میں ایسا قلم ہوتا ہے جو گیس کی طرح روشن ہوتا ہے۔ (12) ممدوح کے دانت ہنس کر آنے والوں کو بلاتے ہیں اور ان سے جلال عباسی نمایاں ہیں۔ (13) و (14) ہر طرح کی تعریف خدا تعالیٰ کو ہی سزاوار ہے جس نے اپنے دین کو ناپید ہو جانے کے بعد ان سادات وامراء سے جو ارکان علیٰ ہیں عزت دی۔ یہ لوگ خون کا بدلہ بھی لیتے ہیں اور غمخواری بھی کرتے ہیں۔ (15) مناقب کا بوجھ انہوں نے اٹھالیا ہے اور نہایت بلند اور پائیدار مرتبہ پر چڑھ گئے ہیں۔ (16) دشمنوں کو انہوں نے ہلاکت کے میدان میں پچھاڑ کر چھوڑ دیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ انہیں وسواس سے محفوظ رکھے۔ (17) ان کا امام بہ سبب اپنے قدر کی بزرگی کے ان پر اس طرح مقدم ہے جیسا کہ کاغذ میں مضمون سے پہلے بسم اللہ ہوتی ہے۔ (18) اگر ملک کا انتظام اس کی تدبیر سے نہ ہوتا تو لوگ کبھی بھی خوشحال نہ ہوتے۔ (19) اس کے پہلے بھی بہت سے امیروں نے بلندی طلب کی ہے۔ مگر وہ محرومی اور افلاس سے ہی واپس ہوئے ہیں۔ (20) مگر جب بلندیوں کا ہمسر (یعنی ممدوح) آیا تو وہ اس کے مطیع فرمان ہو گئے۔ (21) تمام بادشاہوں نے اس کی اطاعت کرلی ہے، حتیٰ کہ نیل مصر کی مقیاسی انگلیوں نے بھی اس کی اطاعت ظاہر کی ہے۔ (22) اسی ممدوح نے ہم سے شدت کو دفع کیا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو زمانہ سب کا سب تکلیف و مصیبت بن جاتا۔ (23) ممدوح نے ہر جنس کے اشخاص سے ظلم دور کردیا ہے۔ (24) یہ ظلم اس کمینہ نے برپا کر رکھا تھا جس کا نام "برعکس نام نہند زنگی کافور" کی طرح الناصر تھا۔ (25) اس کے پاس خدائے تعالیٰ کی بہت سے نعمتیں تھیں۔ لیکن وہ ناشکرا ہی رہا۔ (26) شرارت اس کی پسلیوں میں پوشیدہ تھی جیسے قبر میں مردہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ (27) کئی گناہوں کو اس نے مروج کیا جس کا گناہ ہمیشہ اس طرح اس پر رہے گا اور قیامت میں اس کا کوئی غمخوار نہ ہوگا۔ (28) اس نے مکر کے ارکان بنائے۔ مگر غدر یعنی دھوکہ دہی کی وجہ سے وہ بے بنیاد ہی رہے۔

(29) ہر شخص کبھی یاد آ جاتا ہے اور کبھی بھول جاتا ہے۔ لیکن ناصر بوجہ شر کے کبھی فراموش نہ ہوگا۔ (30) خدائے دو جہان نے اسے مہلت دی تھی مگر آخر موت کے کڑوے پیالے سے رہائی نہ پا سکا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ (31) اور جب وہ ہم پر بادشاہ تھا تو خدائے تعالیٰ نے اس کا ملک چھین کر ممدوح کو عطا کیا۔ (32) ام القریٰ نے اس کو خوشخبری دی جس کے باعث تمام لوگ مشرق سے مغرب تک خوش ہو گئے۔ (33) ممدوح کی آیاتِ مجد کا سوائے جاہل خناس کے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ (34) عباسؓ کے مناقب آپ کے پوتے (یعنی ممدوح) کے سوا جو بادشاہِ جہان ہے کسی میں جمع نہیں ہوئے۔ ایسا پوتا جو جہان کا بادشاہ ہے۔ (35) اے لوگو! مستعین کی حکومت اور سرداری سے انکار نہ کرو۔ (36) بنوامیہ کے بعد بنی عباس ہی دنیا کی سرداری پر آئے ہیں۔ (37) عبدالعزیز بن عمر نے حجاج ہلاک کنندہ کے بعد دنیا میں عدل وانصاف کو پھیلایا۔ (38) اے میرے مولیٰ تیرا غلام تیرے قبول کی امید کرتا ہوا آیا ہے۔ وہ ناامیدی نہ دیکھے۔ (39) اگر خوفِ اطالت نہ ہوتا تو اس کی مدح لمبی ہوتی، مگر وہ برابری ہی ہوئی ہے۔ (40) خدائے تعالیٰ تیری عزت ہمیشہ برقرار رکھے۔ (41) اور تو ہمیشہ اپنے اس خادم کی مدح سنتا رہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو یہ غلام غموں کے باعث ہلاک ہو جاتا۔ (42) یہ غلام باوفا ہے اور شعر پڑھتا ہوا آنکھوں کے بل چل کر آیا ہے۔ (43) اس کی مدح آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے جس سے کستوری کی لپٹیں آ رہی ہیں۔)

جب مستعین مصر میں آیا تو اپنی رہائش کے واسطے قلعہ مخصوص کیا اور شیخ کیلئے اصطبل مقرر کیا اور دیارِ مصریہ کا انتظام اس کے سپرد کر کے نظام الملک کا لقب عطا کیا۔ امراء شاہی آداب بجالانے کے بعد اصطبل میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تمام امور کا نقض وابرام اسی کے پاس ہوتا۔ بعد ازاں فرامین دستخط کے لیے مستعین کے پاس لائے جاتے۔ آخر ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ جب تک کاغذات شیخ کی نظر سے نہ گزر لیتے خلیفہ اس پر دستخط نہ کر سکتا۔ اس بات سے خلیفہ نہایت مضطرب اور تنگدل ہوا۔ ماہ شعبان میں شیخ نے خلیفہ کو کہا کہ عادتِ مستمرہ کے بموجب سلطنت مجھے سپرد کیجئے۔ خلیفہ نے اس بات کو منظور کر لیا۔ مگر یہ شرط لگائی کہ قلعہ سے اپنے گھر میں اسے چلا جانے دیا جائے۔ شیخ نے اس بات کو منظور نہ کیا اور جبراً سلطنت پر قابض ہو گیا اور اپنا لقب المؤید مقرر کیا۔

یہ جائز نہیں

بعدازاں مستعین کی معزولیت کی تصریح کر کے اس کے بھائی داؤد کو خلیفہ مقرر کیا اور مستعین کو مع اہل وعیال کے قصر شاہی سے نکال کر قلعہ کے ایک مکان میں نظر بند کر دیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص ان سے ملنے نہ پائے۔ جب اس بات کی خبر نائب شام تو روز کو پہنچی تو اس نے علماء اور قاضیوں کو طلب کر کے مؤید کے اس فعل کی بابت فتویٰ طلب کیا۔ انہوں نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ اس پر اس نے مؤید سے جنگ کی ٹھان لی۔ مؤید بھی اس کے مقابلے کے لئے 817 ہجری میں نکل کھڑا ہوا۔

پسندیدہ جگہ

مستعین کو اسکندریہ میں لے جا کر قید کر دیا گیا۔ مگر جب ططر حاکم ہوا تو اس نے اسے رہا کر دیا اور قاہرہ میں آنے جانے کی اجازت دیدی۔ مگر مستعین کو چونکہ وہ جگہ پسند تھی اس لیے اس نے وہیں رہائش اختیار کی اور تاجروں سے اسے بہت سا مال بھی مل گیا۔ آخر جمادی الآخر 833 ہجری میں طاعون سے شہید ہوا۔

یکبارگی

مستعین کے عہد خلافت میں 812 ہجری میں شروع میں تو نیل پایاب ہو گیا۔ مگر بعدازاں یکبارگی 22 گز سے بھی زیادہ پانی چڑھ آیا۔

سلطان کا لقب

814 ہجری میں غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ بادشاہِ ہند نے خلیفہ کی خدمت میں بہت سا مال اور سلطان کی خدمت میں تحفے بھیجے تاکہ خلیفہ کی طرف سے سلطان کا لقب عطا ہو۔

اس کے عہد میں درج ذیل علما نے وفات پائی۔

الموفق ناشری شاعر یمن، نصر اللہ بغدادی عالم حنابلہ، شمس معید نحوی مکہ، شہاب حسبانی، شہاب ناصری فقیہ یمن، ابن ہاشم صاحب الفرائض وحساب، ابن عفیف شاعر یمن، محب بن شمنہ عالم حنفیہ والد قاضی عسکر۔

المعتضد باللہ ابوالفتح

المعتضد باللہ ابوالفتح داؤد بن المتوکل ایک ترکی کنیز کزل نامی کے بطن سے تھا۔ اپنے بھائی کے معزول ہونے کے بعد 815 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس وقت سلطان مؤید کا زمانہ تھا۔ پس یہ برابر خلیفہ رہا۔ حتیٰ کہ محرم 824 ہجری میں فوت ہوا۔ سلطان نے اس کے بیٹے احمد کو خلیفہ مقرر کر کے المظفر کا لقب مقرر کیا اور اس کی سلطنت کا انتظام ططر کے ہاتھ دے دیا۔ ماہ شعبان میں ططر نے سلطان مؤید کی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ نے اسے سلطان مقرر کر کے الظاہر کا لقب عطا کیا۔ پھر اسی سال ماہ ذوالحجہ میں ططر مر گیا۔ خلیفہ نے اس کے بیٹے محمد کو سلطان بنایا اور الصالح کا لقب عطا کیا اور اس کی سلطنت کا انتظام برسیائی کے سپرد کیا۔ مگر برسیائی نے الصالح کو معزول کر کے اس کے ملک پر خود قبضہ کر لیا۔ خلیفہ نے ربیع الآخر 825 ہجری میں برسیائی کو سلطان بنا دیا۔ آخروہ 841 ہجری میں فوت ہوا تو اس کے بیٹے یوسف کو اس کی جگہ مقرر کیا اور العزیز کا لقب عطا کیا اور حقمق کو نظام سلطنت سونپ دیا۔ حقمق نے ربیع الاول 842 ہجری میں یوسف کو گرفتار کر لیا۔ خلیفہ نے حقمق کو سلطان بنا کر الظاہر کا لقب عطا کیا۔ خود خلیفہ نے اسی کے عہد میں انتقال کیا۔

عادات حسنہ و خصائص حمیدہ

معتضد نہایت ذکی، ذہین، اعلیٰ درجہ کا سخی اور خلفائے عظام سے تھا۔ علماء و فضلاء کی صحبت میں بیٹھتا اور ان سے مستفید ہوتا۔ ہر حال میں ان کا ساتھ دیتا۔ بروز اتوار 4 ربیع الاول 845 ہجری میں قریباً ستر (70) برس کی عمر میں فوت ہوا۔ (ابن حجر نے اسے لکھا ہے) لیکن میں نے اس کی بھتیجی کی زبانی سنا ہے کہ وہ 63 برس کی عمر میں فوت ہوا۔

اس کے عہد میں حوادث ذیل پیش آئے:

816 ہجری میں صدرالدین بن آدمی عہدہ قضاء اور محاسبہ پر مقرر ہوئے۔ ان سے پہلے کوئی شخص ان دونوں عہدوں کا جامع نہیں ہوا۔

مختل الحواس

819 ہجری میں منقلی بغا محتسب مقرر ہوا۔ یہ پہلا ترکی شخص ہے جو اس عہدہ پر مقرر ہوا۔ اس سال مصر میں ایک شخص ظاہر ہوا جو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ آسمان پر چڑھ کر خدا کو دیکھتا

ہے۔ بہت سے عوام اس کے مطیع ہو گئے۔ آخر اسے ایک جلسہ میں بلا کر توبہ کرنے کے لیے کہا گیا۔ مگر اس نے توبہ نہ کی۔ اس پر مالکی نے حکم دیا کہ اگر دو شخص اس کے مختل الحواس ہونے پر گواہی نہ دیں تو اسے قتل کر دیا جائے۔ مگر بہت سے طبیبوں نے شہادت دی کہ یہ شخص مختل الحواس ہے۔ اس پر اسے شفاخانہ میں بھیج دیا گیا۔

عجیب نمونہ

821 ہجری میں موضع بلبیس میں ایک بھینس کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کے دو سر، دو گردنیں، اگلے پاؤں چار اور دو ریڑھ کی ہڈیاں تھیں۔ مگر دبر ایک ہی تھی اور پچھلی ٹانگیں صرف دو ہی تھیں۔ دمیں بھی دو تھیں۔ غرضیکہ صنعت خداوندی کا عجیب نمونہ تھا۔

ارزنگان میں زلزلہ

822 ہجری میں ارزنگان میں ایک سخت زلزلہ آیا۔ جس سے بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ کئی ہزار مکان تباہ ہو گئے۔

استاذ کا احترام

اسی سال مدرسہ مؤیدہ کی عمارت مکمل ہوئی۔ وہاں کے پروفیسر شمس بن مدیری مقرر ہوئے۔ سلطان خود درس میں حاضر ہوا اور اس کے لڑکے نے اپنے ہاتھوں سے ان کا مصلیٰ بچھایا۔

چمکتا گوشت

823 ہجری میں غزہ میں ایک اونٹ ذبح کیا گیا۔ اس کا گوشت آگ کی طرح چمکتا تھا۔ کتے کے آگے اس کا ایک ٹکڑا پھینکا گیا تو اس نے بھی اس کو ہرگز نہ کھایا۔

824 ہجری میں دریائے نیل میں سخت طغیانی آئی جس سے زراعت کو سخت نقصان پہنچا۔

825 ہجری میں قاضی جلال الدین بلقینی کی بیٹی فاطمہ کے گھر ایک خنثیٰ بچہ پیدا ہوا۔ اس بچہ میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں موجود تھیں۔ دو دو ہاتھ تھے اور سر پر بیل کی طرح دو سینگ تھے۔ ایک گھنٹہ کے بعد مر گیا۔

عہد معتضد میں فوت ہونے والے علماء

اس کے عہد خلافت میں علمائے ذیل فوت ہوئے:

شہاب بن حجۃ فقیہ شام' برہان بن رفاعہ ادیب' زین ابوبکر مراغی فقیہ مدینہ' حسام ابیوردی' جمال بن ظہیر حافظ مکہ' مجد الدین شرازی صاحب قاموس' خلف النحریری من کبار المالکیہ' شمس بن قبانی من کبار الحنفیہ' ابو ہریرہ بن نقاش دانوغی' استاذ عز الدین بن جماعہ' ابن ہشام عجمی' صلاح اقفہسی' شہاب غزی احد ائمۃ الشافعیہ' جلال بلقینی' برہان بیجوری' ولی عراقی' شمس بن مدیری' شرف قبانی' علاء بن معلی' بدر بن دمانی' تقی حصینی شارع ابی شجاع' ہروی سراج قاری ہدایت' نجم بن حجی' بدر بشتکی' شمس برمادی' شمس شطنونی' تقی قاسی' زین تسی' نظام یحییٰ سیرانی' قراء یعقوب رومی' شرف بن مفلح حنبلی' شمس بن قشیری' ابن جرزی شیخ القراءۃ' ابن خطیب دہشہ' شہاب الشیطی' زین فہنی' بدر مقدسی' شرف بن مقری عالم یمن' صاحب عنوان الشرف' تقی بن حجہ شاعر' جلال مرشدی نحوی مکہ' ہمام شیرازی' تلمیذ شریف' جمال بن خیاط عالم یمن' بوصیری محدث' شہاب بن مجمرہ' علاء بخاری' شمس بساطی جمال انکادرونی عالم طیبہ' محب بغدادی حنبلی' شمس بن عمار وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

المستکفی باللہ ابوالربیع

المستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن متوکل اپنے بھائی کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ نامہ تولیت' عہد میرے والد ماجد نے لکھا جس کے الفاظ یہ تھے:

"ھذا ما اشھد به علی نفسه الشریفه حرسها الله تعالیٰ وحماها وصانها من الاکدار ورعاها سیدنا ومولانا المواقف الشریفة المطاهرة الزکیه الامامیه الاعظیمة العباسیة النبویة المعتضدیة امیر المومنین وابن عم سید المرسلین ووارث الخلفاء الراشدین المعتضد بالله تعالیٰ ابو الفتح داؤد اعز الله به الدین وامتع ببقاءہ الاسلام والمسلمین انه عهد الی شقیقه المقر العالی المولوی الاصیلی العریقی الحسیبی النسیبی الملکی سیدی ابی الربیع سلیمان المستکفی بالله عظم الله شانه بالخلافة المعظمة وجعله خلیفة بعده ونصبه اماماً علی المسلمین عهد اشرعیا معتبرا مرضیا نصیحة للمسلمین ووفاء بما یجب علیه من مراعات مصالح الموحدین واقتداء بسنة الخلفاء الراشدین والائمة المهدیین وذالک لما علم من دینه وخیره وعدالته وکفایته واهلیته واستحقاقه بحکم انه اختبر حاله وعلم طویته وانه

الذی یدین اللہ بر انہ اتقی ثقۃ ممن راہ وانہ لایعلم صدر منہ ماینافی استحقاقہ لذلک وانہ ان ترک الامر ھملا من غیر تفویض للمشار الیہ ادخل اذفاک المشقۃ علی اھل الحل والعقد فی اختیار من ینصبونہ للامامتو یرتضونہ لھذا الشان قبادر الی ھذا العھد شفقہ علیھم وقصد البراء ۃ ذمتھم ووصول الامر الی من ھو اھلہ لعلمۃ ان العھد کان غیر محوج الی رضاء سائر اھلہ وواجب علی سمعہ وتحمل ذلک منہ ان یعلم بہ ویأمر لطاعتہ عندالحاجۃ الیہ ویدعو الناس الی الانقیادلہ فسجل ذلک علیہ من حضرہ حسب اذنہ الشریف وسطر عن امرہ"

ترجمہ: یہ دستاویز ہے جسے میں سیدنا ومولانا امیر المومنین ابن عم سید المرسلین وارث الخلفاء الراشدین بن المعتضد باللہ تعالیٰ ابوالفتح داؤد اعز اللہ بہ الدین وامتع ببقاءہ الاسلام والمسلمین کے نفس شریفہ حرسہا اللہ وحماہا کی طرف سے لکھتا ہوں کہ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی حسیب ونسیب سیدی ابی الربیع سلیمان المستکفی باللہ عظم اللہ شانہ بالخلافۃ کو اپنے بعد اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے اور تمام مسلمانوں کا امام بنایا ہے اور یہ عہد شرعی برضائے خود مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کے ان حقوق ومصالح کو پورا کرنے کے لیے جو آپ پر واجب ہیں اور خلفائے راشدین کی پیروی کے لیے لکھا ہے اور موصی الیہ کی بابت انہیں معلوم ہے کہ وہ نہایت دیندار عادل ہے اور خلافت کی اہلیت اور اس کا استحقاق رکھتا ہے۔ آپ نے ان کے ظاہر و باطن کو اچھی طرح جانچ بھی لیا ہے۔ ان سے کبھی کوئی بات خلاف استحقاق خلافت صادر نہیں ہوئی۔ نیز آپ جانتے ہیں کہ اگر مشار الیہ کو یہ امر سپرد نہ کیا گیا تو لوگوں کو امامت کے واسطے کسی شخص کے منتخب کرنے میں مشقت وتکلیف اٹھانی پڑے گی اس لیے ان پر شفقت اور مہربانی کر کے آپ نے یہ عہد لکھوا کر ان کو اس مشقت سے بچا لیا ہے۔ اب ہر ایک اس شخص پر جو اسے پڑھے یا سنے واجب ہے کہ دوسرے کو بھی آگاہ کر دے اور حاجت کے وقت ان کی اطاعت سے سر نہ پھیرے بلکہ تمام لوگوں کو اطاعت کی طرف بلائے۔ یہ دستاویز امیر المومنین معتضد باللہ کی موجودگی اور ان کے اذن سے لکھی گئی ہے۔)

بعد ازاں لکھا کہ امیر المومنین کے حکم سے المستکفی ابوالربیع سلیمان نے اسے قبول بھی کرلیا ہے۔ المستکفی نہایت صالح، دیندار اور عابد شخص تھا۔ اکثر خاموش لوگوں سے علیحدہ بیٹھا رہتا تھا۔ اس کا بھائی معتضد کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنے بھائی سلیمان سے کبھی کوئی کبیرہ گناہ

صادر ہوتے نہیں دیکھا۔ الملک الظاہر بھی اس کا بڑا معتقد تھا۔ میرے والد ماجد اس کے امام تھے۔ خلیفہ ان کی بڑی عزت کیا کرتا تھا اور انہیں اپنا مخدوم سمجھتا تھا اور میں نے تو اسی کے گھر میں پرورش پائی اور اتنا بڑا ہوا ہوں۔ مستکفی کی اولاد نہایت ہی دیندار' عابد اور پارسا تھی۔ میرا خیال ہے کہ آل عمر بن عبدالعزیز کے بعد کسی خلیفہ کی آل و اولاد ایسی دیندار اور عابد نہیں ہوئی۔ بروز جمعہ سلخ ذوالحجہ 854 ہجری میں بعمر تریسٹھ (63) سال خلیفہ نے انتقال کیا۔ سلطان خود اس کے جنازے میں شریک ہوا اور نعش کو کندھا دیا۔ اس کے چالیس روز بعد میرے والد بزرگوار نے بھی وفات پائی۔

اس کے عہد خلافت میں ذیل کے علماء فوت ہوئے

تقی مقریزی' شیخ عبادہ' ابن کمیل شاعر' وفائی' قایانی' شیخ الاسلام ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

القائم بامر اللہ ابوالبقاء

القائم بامر اللہ ابوالبقاء حمزہ بن متوکل اپنے بھائی کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کے بھائی نے ولی عہد کسی کو بھی نہیں بنایا تھا۔ اپنے دوسرے بھائیوں کے برخلاف القائم نہایت دلیر' چالاک اور باشوکت و جبروت شخص تھا۔ خلافت کی شان و شوکت کو اس نے قائم کر دیا تھا۔ اس کے عہد خلافت میں 857 ہجری کے شروع میں ہی الملک الظاہر جمقمق مر گیا۔ اس نے اس کے بیٹے عثمان کو اس کی جگہ مقرر کر کے المنصور کا لقب عطا کیا۔ وہ ابھی ڈیڑھ ماہ ہی سلطنت کرنے پایا تھا کہ اینال نے اس کی سلطنت پر قبضہ کر کے منصور کو گرفتار کر لیا۔ خلیفہ ربیع الاوّل میں اینال کو سلطان مقرر کر کے الاشرف کا خطاب عطا کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک لشکرکشی پر خلیفہ اور الاشرف کے مابین رنجش ہوئی جس پر سلطان نے 859 ہجری میں خلیفہ کو معزول کر کے اسکندریہ میں لے جا کر قید کر دیا اور وہ وہیں 863 ہجری میں فوت ہوا اور اپنے بھائی المستعین کے پاس دفن ہوا۔

دونوں بھائی

یہ بات نہایت عجیب بات ہے کہ یہ دونوں بھائی خلافت سے معزول کیے گئے اور دونوں اسکندریہ میں ہی قید کیے گئے اور وہیں فوت ہوئے اور ایک دوسرے کے پاس ہی دفن ہوئے۔

زمانہ القائم میں علماء سے میرے والد اور قلاقلقشندی نے وفات پائی۔

المستنجد باللہ ابوالمحاسن (خلیفہ عصر)

المستنجد باللہ ابوالمحاسن یوسف بن متوکل اپنے بھائی کے معزول ہونے کے بعد تخت نشین ہوا۔ ان دنوں اشرف اینال ہی سلطان تھا جو 865 ہجری میں مرگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا احمد تخت نشین ہوا اور المؤید اپنا لقب مقرر کیا۔ مگر خشقدم نے اس سال ماہ رمضان میں المؤید کو گرفتار کرلیا اور تخت نشین ہو کر الظاہر اپنا لقب مقرر کیا۔ آخر ربیع الاول 872 ہجری میں فوت ہوا تو خلیفہ نے بلبائی کو سلطان مقرر کر کے الظاہر اس کا لقب مقرر کیا۔ دو مہینے کے بعد لشکر نے اسے معزول کر دیا۔ اس کے بعد سلطان عصر قایتبائی مقرر ہوا اور الاشرف اپنا لقب اختیار کیا اور نہایت شان و شوکت اور دلیری کے ساتھ سلطنت رانی شروع کی۔ الملک الناصر کے بعد کسی نے اس طرح عمدگی سے سلطنت نہیں کی۔ چنانچہ اس نے مصر سے فرات تک چند سپاہی ساتھ لے کر بے خوف و خطر سفر کیا۔ اس کی ایک نہایت عمدہ خصلت یہ ہے کہ اس نے مصر میں کسی نئے قاضی یا مشائخ و مدرس کو مقرر نہیں کیا بلکہ موجودہ لوگوں کے حال کی ہی اصلاح کر دی کہ ان کی تنخواہیں وقت مقررہ پر مل جایا کریں۔ نہ ہی کبھی اس نے کسی قاضی اور شیخ کو مالی خدمت سپرد کی۔ الظاہر خشقدم جب سلطان بنایا گیا تو حاتم نائب شام اپنا لشکر لے کر اس سے ملنے آیا۔ جب الظاہر کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ خلیفہ اور چاروں قاضی اور لشکر قلعہ کی طرف آئیں اور پھر نائب شام کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تم واپس چلے جاؤ۔ وہ کئی ایک شرطیں کر کے واپس چلا گیا۔ بعد ازاں قاضی اور لشکر اپنے اپنے گھروں میں واپس آ گئے۔ مگر خلیفہ قلعہ میں ہی رہا اور الظاہر نے اسے اپنے گھر نہ جانے دیا' حتیٰ کہ 14 محرم بروز ہفتہ 884 ہجری میں دو برس تک فالج سے بیمار رہ کر فوت ہوا۔ قلعہ میں ہی نماز جنازہ پڑھ گئی۔ پھر مشہد نفیسی میں خلفاء کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس کی عمر نوے (90) سال سے بھی زائد تھی۔

المتوکل علی اللہ ابوالعز

المتوکل علی اللہ ابوالعز عبدالعزیز بن یعقوب بن متوکل علے اللہ 819 ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ حاج ملک ایک سپاہی کی بیٹی تھی۔ متوکل کے والد کو خلافت نہیں پہنچی بلکہ جب

یہ بڑا ہوا تو بباعث اپنی خصال جمیلہ واخلاق حمیدہ اور متواضع نیک سیرت وخوش طبع ہونے کے محبوبِ خواص وعوام بن گیا۔ اعلیٰ درجہ کا ادیب تھا۔ علم کی طرف اسے خاص رغبت تھی۔ میرے والد ماجد اور دوسرے علماء سے علم پڑھا۔ اس کے چچا مستکفی نے اپنی بیٹی کا اس سے عقد کر دیا تھا۔ جس کے ہاں ایک نہایت صالح لڑکا پیدا ہوا۔ پس یہ لڑکا ہاشمی الوالدین تھا۔ جب اس کے چچا مستنجد کے مرض نے طول پکڑا تو اس نے اسے ولی عہد مقرر کر دیا۔

لقب کیا رکھیں؟

مستنجد کے مرنے کے بعد بروز سوموار 16 محرم 884 ہجری میں لوگوں نے بموجودگی سلطان اور قضاۃ واعیان اس سے بیعت کی۔ پہلے اس نے المستعین باللہ لقب اختیار کرنا چاہا تھا مگر پھر اس بات میں تردد ہوا کہ آیا مستعین اختیار کیا جائے یا متوکل اور آخر متوکل ہی صلاح ٹھہری۔ بیعت کے بعد قلعہ سے سوار ہو کر اپنے مکان معتاد میں گیا۔ قضاۃ' اعیان اور مصاحب اس کے جلو میں تھے۔ پھر شام کو قلعہ میں چلا آیا جہاں مستنجد رہا کرتا تھا۔

آئینہ بندی

اسی سال سلطان الملک الاشرف نے حج کے واسطے حجاز کا سفر کیا (سو سال سے زیادہ عرصہ سے کوئی سلطان حج کے لیے نہیں آیا تھا) اور پہلے مدینہ منورہ کی زیارت کی اور وہاں چھ ہزار دینار خرچ کیے۔ بعد ازاں مکہ میں آ کر وہاں پانچ ہزار دینار خرچ کیے اور اپنے اس مدرسہ میں جو اس نے وہاں بنوایا تھا' ایک شیخ اور ایک صوفی اور مقرر کیا۔ بعد ازاں حج کر کے واپس چلا آیا۔ اس کے آنے پر شہر میں آئینہ بندی کی گئی۔

دوادار کی سرکردگی

885 ہجری میں والیٔ مصر نے ایک لشکر بہ سرکردگی رودادار عراق کی طرف روانہ کیا۔ ادھر سے یعقوب شاہ بن حسن نے رہنی کے قریب ان کا مقابلہ کیا۔ مگر مصریوں کو شکست ہوئی اور بہت سے لوگ ان سے قتل ہوئے اور باقی ماندہ قید ہوئے اور دوادار بھی قید ہوا اور آخر قتل کیا گیا۔ یہ واقعہ نصف ثانی رمضان کا ہے۔ ایک نہایت عجیب بات یہ ہے کہ اسی دوادار اور قاضی حنفیہ شمس الدین امشاطی مصری کے مابین نہایت سخت دشمنی تھی۔ ہر ایک دوسرے کے زوال کا خواہاں تھا۔ لیکن خدا کی قدرت دوادار دریائے فرات کے کنارے قتل ہوا اور اسی روز امشاطی

مصر میں فوت ہوئے۔

ایک کنگرہ

886 ہجری میں بروز اتوار 17 محرم کو ایک سخت زلزلہ آیا جس سے تمام زمین' پہاڑ اور مکان ہل گئے۔ لیکن الحمدللہ کہ ایک منٹ کے بعد ہی رفع ہو گیا۔ اسی زلزلہ سے مدرسہ صالحیہ کا ایک کنگرہ قاضی القضاۃ شرف الدین بن عید پر گر پڑا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔

اڑھائی سو سال عمر

اسی سال ربیع الاول میں ہندوستان سے ایک شخص خاکی نامی مصر میں آیا اور دعویٰ کیا کہ میری عمر ڈھائی سو سال کی ہے۔ (مصنف) میں نے بھی اسے جا کر دیکھا تو وہ ایک ہٹا کٹا شخص تھا۔ اس کی ڈاڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ تھا۔ عقل اس کی عمر ستر (70) برس سے بھی زائد نہیں بتلاتی تھی۔ چہ جائیکہ اس سے بھی زیادہ کہی جائے۔ اس دعویٰ پر اس کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ جہاں تک میرا خیال ہے' وہ شخص جھوٹا تھا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ میں نے بعمر اٹھارہ (18) سال حج کیا تھا اور پھر اپنے وطن ہندوستان میں چلا گیا تھا اور وہاں جا کر سنا تھا کہ تاتاری بغداد کے فتح کرنے کے لیے گئے ہیں۔ اس کے بعد میں پھر سلطان حسن کے عہد میں اس کے مدرسہ تعمیر کرنے سے پہلے مصر میں آیا۔ لیکن اس شخص نے اور کوئی بات بیان نہ کی جس سے اس کے دعوے کی تصدیق ہوتی۔

بیٹوں کی لڑائی

اسی سال سلطان محمد بن عثمان ملک الروم کے انتقال کی خبر پہنچی۔ نیز سنا گیا کہ اس کے دونوں بیٹوں کے مابین جنگ ہوئی۔ ان سے ایک کو فتح ہوئی۔ وہ ملک موروثی پر قابض ہو گیا اور دوسرا مصر میں چلا آیا۔ سلطان نے اس کی نہایت عزت کی اور نہایت خاطر و مدارت سے اس سے پیش آیا۔ پھر شام سے حجاز کی طرف حج کرنے کے لیے چلا گیا۔

آسمانی بجلی

شوال میں مدینہ شریفہ سے خط آئے کہ ماہِ رمضان کی 13 تاریخ کو مسجد کے مینار پر بجلی گری جس سے مسجد شریف کی چھت' خزانہ' کتب خانہ وغیرہ سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا اور دیواروں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔

چیز کا آخر

خلیفہ متوکل علی اللہ نے چہارشنبہ سلخ محرم 903 ہجری کو انتقال کیا اور اپنے بیٹے یعقوب کو ولی عہد بنا گیا اور المستمسک باللہ اس کا لقب مقرر کیا۔ یہ اس چیز کا آخر ہے جس کو میں (مراد مصنف ہیں) اس تاریخ میں جمع کر سکا۔

معتمد علیہ تواریخ

میں نے اس کتاب کی تصنیف میں حوادث کے لکھنے میں تاریخ ذہبی کو معتمد علیہ قرار دیا ہے جو 700 ہجری تک ہے اور اس کے بعد کے واقعات تاریخ ابن اثیر سے لکھے ہیں جو 738 ہجری تک ہے اور اس کے بعد کے واقعات المسالک اور اس کے ذیل سے لئے ہیں جو 773 ہجری تک ہے اور اس کے بعد کے واقعات ابناء الغمر مصنفہ ابن حجر سے لیے ہیں جو 850 ہجری تک ہے۔ حوادث کے علاوہ اور باتیں لکھنے میں میں نے خطیب کی تاریخ بغداد کا جو دس جلدوں میں ہے اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق کا جو 57 جلدوں میں ہے اور صولی کی تاریخ اوراق کا جو سات جلدوں میں ہے اور طیورات کا جو سات جلدوں میں ہے اور حلیہ ابونعیم کا جو سات جلدوں میں ہے اور دینوری کی کتاب المجالستہ کا اور مبرد کی کتاب الکامل کا جو دو جلدوں میں ہے اور امالی ثعلب کا جو ایک جلد میں ہے۔ ان کے علاوہ اور کئی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

متقدمین میں سے ایک شخص نے خلفاء کے ناموں اور ان کی وفات کے سنوں میں ایک قصیدہ بنایا ہے جو ایام معتمد تک ہے۔ میں نے بھی اس میں ایک قصیدہ بنایا ہے جو اس سے اعلیٰ ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ کتاب کو اسی قصیدے پر ختم کروں۔

قصیدۃ

الحمد للہ لا نفاد له — وانما الحمد حقار أس من شكرا
ثم الصلوٰة على الهادى النبى ومن — سادت بنسبة الاشراف والكبرا
ان الامين رسول الله مبعثه — لاربعين مضت فيما رووا عمرا
وكان هجرته فيها لطيبته — بعد الثلثه اعواما تلى عشرا
ومات فى عام احدى بعد عشرتها — فيامصيبته اهل الارض حين سرىٰ
وكان من بعده الصديق مجتهدا — وفى ثلثة عشر بعده قبرا

وھو الذی جمع القران فی صحف واول الناس سمے المصحف الزبرا

وقام من بعده الفاروق ثمت فی عشرین بعد ثلث غیبوا عمرا

وھو الذی اتخذا للدیوان وافترض العطا قیل وبیت المال والدررا

سن التراویح والفتح الفتوح جماوزاد الحد من سکرا

وھو المسمی امیر المومنین ولم یدع به قبله شخص من الامرا

وقام عثمان حتی جاء مقتله بعدالثلثین فی ست وقد حصرا

وھو الذی زاد فی التاذین اوله فی جمعة وبه رزاق الاذان جریٰ

واول الناس ولی صحب شرطته حمی الحمی اقطع الاقطاع ای کثرا

وبعد قام علی ثم مقتله لاربعین فمن اراده قد خسرا

ثم ابنه السبط نصف العام ثم اتی بنو امیة یبغون الوغی زمرا

فسلم الامر فی احدی لرغبته عن داردنیاه فلاضیرو لاضررا

وکان اول ذی ملک معاویة فی النصف من عام ستین الحمام عرا

وھو الذی اتخذا الصبیان من خدم کذا البرید ولم یسبقه من امرا

واستخلف الناس لما ان یبایعھم والعھد قبل وفاة لابنه ابتکرا

ثم الیزید ابنه اخبث به ولدا فی اربع بعدھا ستون قد قبرا

وبان الزبیر وفی سبعین مقتله بعدالثلث وکم بالبیت قد حصرا

وفی ثمانین مع ست تلیه قضی عبدالملیک له الامر الذی اشتھرا

ضرب الدنانیر فی الاسلام معلمة وکسوة الکعبة الدیباج مؤتجرا

وھو الذی منع الناس التراجع فی وجه الخلیفة مھما قال اوامرا

واول الناس ھذا لاسم سمیه واول الناس فی الاسلام قدغدرا

ثم الولید ابنه فی قبل مارجب فی الست من بعد تسعین انقضی عمرا

وھو الذی منع الناس النداء له باسم وکانت تنادیٰ باسمھا الامرا

وقام بعد سلیمان الخیاروفے تسع وتسعین جاء الموت فی صفرا

وبعده عمر ذاک النجیب وفی احدے تلی مائة قدالحدوا عمرا

وھو الذی امر الزھری خوف ذھاب العلم ان یجمع الاخیار والاثرا

ثم الیزید وفی خمس قضا وتلا ۔۔۔ هشام فی الخمس والعشرین قد سطرا

ثم الولید وبعد العام مقتلہ ۔۔۔ من بعد ما جاء بالفسق الذی شهرا

ثم الیزید وفی ذا العام مات وقد ۔۔۔ اقام ست شهور مثل ما اثروا

وبعدہ قام ابراهیم ثم مضیٰ ۔۔۔ بالخلع سبعین یوما قداقام تری

وبعدہ قام مروان الحمار وفی ۔۔۔ ثنتین بعد ثلثین الدّماء جریٰ

وقام من بعدہ السفاح ثم قضیٰ ۔۔۔ بعد الثلثین فی ست وقد جدرا

وقام من بعدہ المنصور ثمث فی ۔۔۔ خمسین بعد ثمان محرما قبرا

وهو الذی خص اعما الاموالیہ ۔۔۔ واهمل العرب حتی امرهم دثرا

ثم ابنہ وهو المهدی مات لدی ۔۔۔ تسع وستین مسمومًا کما ذکرا

ثم ابنہ وهو الهادی وموتتہ ۔۔۔ فی عام سبعین لماهم ان غدرا

ثم الرشید وفی تسعین تالیة ۔۔۔ ثلثا مات فی الغزو الرفیع ذرا

ثم الامین وفی تسعین تالیة ۔۔۔ ثمانیا جاءہٗ قتل کما قدرا

وقام من بعدہ المامون ثمت فی ۔۔۔ ثمان عشرة کان الموت فاعتبرا

وقام معتصم من بعدہ وقضی ۔۔۔ فی عام سبع وعشرین الذی اثرا

وهو الذی ادخل الاتراک منفردا ۔۔۔ دیوانہ واقتناهم جالبا وشریٰ

ثم ابنہ الواثق المالی الوری رعبا ۔۔۔ وفی ثلثین مع ثنتین قد غبرا

وذالتوکل ماازکاہ من خلف ۔۔۔ ومظهر السنة العزاء اذا نصرا

فی عام سبع یلیها اربعون قضی ۔۔۔ قتلاحباہ ابنہ المدعو منتصرا

فلم یقم بعدہ الاالیسیر کما ۔۔۔ قد سنہ اللہ فیمن بعضہ غدرا

والمستعین وفی عام اثنتین تلی ۔۔۔ خمسین خلع وقتل جاءہ زمرا

وهو الذی احدث الاکمام واسعة ۔۔۔ وفی القلانس عن طول الی قصرا

وقام من بعدہ المعتز ثمت فی ۔۔۔ خمس و خمسین ففی قتلہ اثرا

والمهتدی الصالح المیمون مقتلہ ۔۔۔ من بعد عام وقفا قبلہ عمرا

وقام من بعدہ بالامر معتمدا ۔۔۔ وفی عام تسع وسبعین الحمام عرا

وذاک اول ذی امر لہ حجروا ۔۔۔ واول الناس موکو لابہ قهرا

وقام من بعده بالامر معتضد — وفي ثمانين مع تسع مضت قبرا
ثم ابنه المكتفي بالله احمد في — خمس وتسعين سبحان الذى قدرا
في عام عشرين في شوال بعد مئى — ثلثة مقتل المدعو مقتدرا
وبعده القاهر الجبار مخلعه — في ثنتين وعشرين وقد سمرا
وقام من بعده الراضي ومات لدے — تسع وعشرين وانسب عنده اجرا
والمتقي ومضى بالخلع منسملا — من بعد اربعة الاعوام في صفرا
وقام بالامر مستكفيهم وقفا — من بعد عام لامر المتقي اثرا
ثم المطيع وفي ستين يتبعها — ثلثة في اخير العام قد غبرا
ثم ابنه الطائع المقهور مخلعة — عام الثمانين مع احدے كما اثرا
ثم الامام ابو العباس قادرهم — في اثنتين وعشرين مضت قبرا
ثم ابنه قائم بالله مات لدى — سبع وستين من شعبان قد سطرا
والمقتدى مات في سبع باولها — بعد الثمانين جدا الملك واقتدرا
وقام من بعد مستظهر وقضى — في سادس القرن في اثنين يلى عشرا
وقام من بعده مسترشد ولدى — تسع وعشرين فيه القتل حل عرى
ثم ابنه الراشدا المقهور مخلعه — من بعد عام فلاعين والاثرا
والمقتفي مات من بعدالمتمكن في — خمس و خمسين وانشدت له النصرا
وقام من بعده مستنجد وقضى — من بعد ستين في ست وقد شعرا
والمستضئ بامر الله مات لدى — خمس وسبعين بالاحسان قدبهرا
وقام من بعده بامر ناصرهم — مات في اثنين مع العشرين اذ كبرا
وقام من بعده بالامر ظاهرهم — تسعا شهورا فاقلل مدة قصرا
وقام من بعده مستنصر وقضى — لاربعين وكم يرثيه من شعرا
وقام من بعده مستعصم ولدى — ست و خمسين كان الفتنته الكبرا
جاء التتار فاردوه وبلدته — فيلعن الله ومخلوقة التترا
مرت ثلث سنين بعده ويلي — نصف ودهراالورى من قائم شغرا
وقام من بعد ذا مستنصر وثوى — في اخر العام قتلا منهم وسرى

اقام ست شهور ثم راح لدى / مهل ستين لم يبلغ بها وطرا
وقام من بعده فى مصر حاكمهم / على وهى لا كمن من قبله غبرا
ومات فى عام احدى بعد سبع مئى / وقام من مستكفيهم وجرى
فى اربعين قضى اذ قام واثقهم / ففى اثنين مضى خلعا من الامرا
وقام حاكمهم من بعده وقضى / عام الثلث مع الخمسين معتبرا
وقام من بعده بالامر معتضد / وفى الثلثه والستين قد عبرا
وذو التوكل يتلوه اقام الى / بعد الثمانين فى خمس وقد حصرا
وبايعوا واثقا بالله ثمت فى / عام اثمان قضى وسمه عمرا
وبايعوا بعده بالله معتصماً / لعام احدى وستعين ازيل ورا
وذو التوكل ردوه اقام الىٰ / ذا القرن عام ثمان منه قد قبرا
فى عهد زيد من بعد الاذان على / خير النبيين تسليم كما امرا
واحدث السمة والخضراء الشرفا / ياحسنها من سمات بوركت خضرا
اولاده منهم خمس مبجلة / جاء واالخلافة اذ كانت لهم قدرا
فالمستعين وال الامران خلعوا / فى شهر شعبان فى خمس تلى عشرا
وقام من بعده بالامر معتضد / لاربعين تليها الخمسة احتفرا
وقام فى الامر مستكفيهم وقضى / فى عام الاربع الخمسين مصطبرا
وقام قائمهم من بعد ثمت فى / تسع وخمسين بعد الخلع قدحصرا
وقام من بعده مستنجد دهرا / خليفة العصر رقاه الالٰه ذرىٰ
وليس يعرف فى الاعصار قلبهم / خمس ولواخوة بل اربع امرا
ولا شقيقان الا غير خامسهم / كذا الرشيد مع الهادى كماذكرا
كذا سليمان من بعد الوليد كذا / بخلا الوليد يزيد والذى اثرا
وما تكرر فى بغداد من لقب / ولا تلا ابن اخ عما خلانفرا
اثنان فالمقتفى عن راشد وكنا / مستنصر بعد مقتول التتارعرا
اولئک القوم ارباب الخلافة خذ / سبعين من غير نقص عدها حصرا
من الصحابة سبع كالنجوم ومن / بنى امية اثنان تلى عشرا

ولـم اعبـد بـاعبـد الـمـليـک فـذا | بـاغـكـمـا قـالـه من ورخ السيـرا
وعـلـدة مـن بـنـى الـعـبـاس شـامخة | احـدى وخمسون لاقلت لهم نصرا
تبـقـى الـخـلافة فيهـم كـى يسلمها | الـمـهـدى منهم الى عيسے كما اثرا
وبـعـد نـظـمـى هـذاالـنـظم فى مدد | قـضـى خـلـيـفـتـنـا المذكور مصطبرا
فـى عـام الاربع فى شهر المحرم فى | بـعـد الثـمـانيـن يوم السبت قد قبرا
وبـويـع ابـن اخيـه بـعـده ودعـى | بـذى التـوكـل كـالـحدالذى شهرا
ولـم يسـم امـام فـى الـورى سبقوا | عبـدالـعـزيـز سـواه فـاسـمـه ابتكرا
فـالله يبـقيـه ذاعـز ويـحـفـظـه | ويـجـعـل الـمـلـک فى اعقابه زمرا
ومـات عـام ثـلـث بـعـد تسـع مـع | سـلـخ الـمحرم عن عهد لمن سطرا
لـنـجـلـه البـر يعقوب الشريف وقد | لـقـب مستـمـسـكـا بـالله فى صفرا

اندلس، سلطنتِ امویہ کا مختصر حال

پہلا خلیفہ

ان میں سے خلیفہ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان تھا۔ 138ھ ہجری میں جب یہ بھاگ کر اندلس پہنچا تو لوگوں نے اس سے بیعت کر لی۔ بڑا عالم اور نہایت عادل تھا۔

وفات

ربیع الآخر 170ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابوالولید تخت خلافت پر بیٹھا۔ جو ماہ صفر 180ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الحکم ابوالمظفر ملقب بہ مرتضیٰ تخت نشین ہوا اور ماہ ذوالحجہ 206ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالرحمٰن تخت پر بیٹھا۔

یہ پہلا شخص تھا جس نے اندلس میں سلطنت امویہ کی جڑ کو مستحکم کر کے اسے خلافت کی شان و شوکت سے آراستہ کیا۔ اس کے عہد خلافت میں ہی اندلس میں مطرز کپڑا پہننے کا رواج ہوا اور درہم مسکوک کیے گئے۔ اس سے پہلے جب سے اہل عرب نے اسے فتح کیا تھا، وہاں دارالضرب نہیں بنا تھا۔ وہ بھی اہل مشرق کے دراہم سے معاملہ کیا کرتے تھے۔ یہ خلیفہ جبر و تیب میں ولید بن عبدالملک کے مشابہ تھا اور کتب فلسفہ کے طلب کرنے میں مامون رشید کے مشابہ تھا۔

اندلس میں سب سے پہلے فلسفہ اسی نے داخل کیا۔ 239ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت نشین ہوا۔ جو صفر 273ھ ہجری میں فوت ہوا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا منذر تخت پر بیٹھا اور صفر 285ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی عبداللہ تخت پر بیٹھا۔ یہ خلیفہ علم و دین میں اندلس کے سب خلیفوں سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ ربیع الاول 300ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا پوتا عبدالرحمٰن بن محمد الملقب بالناصر تخت پر بیٹھا۔ یہ پہلا شخص تھا جو اندلس میں خلافت اور امیر المومنین کے لقب سے ملقب ہوا کیونکہ مقتدر کے عہد میں سلطنت عباسیہ بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے خلیفے صرف امیر کہلاتے تھے۔ یہ خلیفہ ماہ رمضان

350 ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الحکم المستنصر حاکم ہوا جو صفر 366 ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الہشام المؤید تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد امر خلافت کشیدہ اور محبوس ہو گیا۔ یہ واقعہ 399 ہجری میں پیش آیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد بن ہشام بن عبدالجبار بن الناصر عبدالرحمٰن تخت پر بیٹھا اور المہدی اپنا لقب مقرر کیا۔ مگر سولہ ماہ سلطنت کرنے پایا تھا کہ اس کا چچازاد بھائی ہشام بن سلیمان بن الناصر عبدالرحمٰن اس کے برخلاف اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے بیعت کرلی گئی۔ اس نے اپنا لقب الرشید مقرر کیا۔ مگر اس کے چچا نے اس سے جنگ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ لوگوں نے اس کے چچا کو معزول کرنے پر اتفاق کر لیا۔ وہ کہیں روپوش ہو گیا۔ مگر بعد ازاں پکڑا گیا اور قتل ہوا۔ اس کے بعد لوگوں نے ہشام مقتول کے بھتیجے سلیمان بن الحکم المستنصر نے بیعت کرلی اور المستعین اس کا لقب رکھا۔ مگر 406 ہجری میں اسے قید کر لیا گیا اور پھر قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن الناصر تخت پر بیٹھا اور المرتضیٰ لقب مقرر کیا۔ یہ بھی اسی سال کے آخر میں قتل ہوا۔ بعد ازاں دولت امویہ جاتی رہی اور سلطنتِ علویہ حسنیہ قائم ہوئی۔ چنانچہ ان کا پہلا خلیفہ الناصر علی بن حمود محرم 407 ہجری میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ لیکن ذوالقعدہ 408 ہجری میں قتل ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی المامون القاسم تخت پر بیٹھا۔ مگر 411 ہجری میں معزول ہوا۔ بعد ازاں اس کا بھتیجا یحییٰ بن الناصر علی بن حمود تخت پر بیٹھا اور المستعین اپنا لقب اختیار کیا۔ مگر ایک سال سات ماہ سلطنت کرنے کے بعد قتل ہوا۔

اس کے بعد پھر دولت امویہ قائم ہوئی اور المستظہر عبدالرحمٰن بن ہشام بن عبدالجبار تخت پر بیٹھا۔ مگر پچاس دن کے بعد قتل ہوا اور اس کی جگہ محمد بن عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن الناصر عبدالرحمٰن تخت پر بیٹھا اور المستکفی اپنا لقب مقرر کیا۔ ایک سال اور چار ماہ کے بعد اسے معزول کیا گیا اور ہشام بن محمد بن عبدالملک بن الناصر عبدالرحمٰن تخت پر بیٹھا اور المعتمد اپنا لقب مقرر کیا۔ مگر تھوڑی سی مدت کے بعد اسے بھی معزول کر کے قید کیا گیا اور آخر وہ اسی قید میں مر گیا اور اس کے مرنے کے بعد اندلس کی سلطنت امویہ بھی ختم ہوئی۔

فصل

سلطنت خبیثہ عبیدیہ کا مختصر حال

ان کی سلطنت مغرب میں تھی۔ پہلا بادشاہ مہدی عبید اللہ تھا جو 296ھ ہجری میں تخت پر بیٹھا اور 322ھ ہجری میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا القائم بامر اللہ محمد تخت پر بیٹھا اور 333ھ ہجری میں مر گیا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا المنصور اسمٰعیل تخت نشین ہوا اور 341ھ ہجری میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا المعز لدین اللہ سعد تخت نشین ہوا اور 362ھ ہجری میں قاہرہ میں آیا اور وہیں 367ھ ہجری میں فوت ہوا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا العزیز بزار تخت پر بیٹھا اور 382ھ ہجری میں فوت ہوا۔ پھر اس کا بیٹا الحاکم بامر اللہ منصور حاکم ہوا اور 411ھ ہجری میں قتل ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الظاہر لاعزاز دین اللہ تخت پر بیٹھا اور 428ھ ہجری میں مر گیا۔ پھر اس کا بیٹا المستنصر معد حاکم ہوا اور 487ھ ہجری میں مر گیا' یعنی 60 سال 4 ماہ تک حاکم رہا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اسلام میں کوئی خلیفہ یا بادشاہ اتنی مدت تک حکمران نہیں رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا المستعین باللہ احمد حاکم ہوا اور 495ھ ہجری میں فوت ہوا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا الآمر باحکام اللہ منصور جس کی عمر صرف چار پانچ برس کی تھی' تخت پر بیٹھا اور 524ھ ہجری میں لاولد قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا چچازاد بھائی الحافظ لدین اللہ عبد المجید بن محمد بن مستنصر تخت پر بیٹھا اور 544ھ ہجری میں فوت ہوا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا الظافر باللہ اسمٰعیل تخت پر بیٹھا۔ مگر 549ھ ہجری میں قتل ہوا۔ پھر اس کا بیٹا الفائز بنصر اللہ عیسیٰ تخت پر بیٹھا اور 555ھ ہجری میں فوت ہوا۔ پھر العاضد لدین اللہ عبد اللہ بن یوسف بن الحافظ لدین اللہ تخت پر بیٹھا اور 567ھ ہجری میں معزول کیا گیا اور وہیں مر گیا۔ اس کے بعد دولت عباسیہ مصر میں قائم ہوئی اور دولت عبیدیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ چودہ (14) متخلف (یعنی تکلف سے خلیفہ بننے والے) تھے۔

فصل

مختصر حال سلطنت بنی طباطبا علویہ حسنیہ

ان سے پہلا خلیفہ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم طباطبا جمادی الاولیٰ 199 ہجری میں یمن میں تخت پر بیٹھا۔ اسی زمانہ میں الہادی یحییٰ بن حسین بن القاسم بن طباطبا خلافت کا دعویدار بن گیا۔ لوگ اسے امیر المومنین کہنے لگے۔ آخر وہ ذوالحجہ 208 ہجری میں مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا المرتضیٰ محمد تخت پر بیٹھا اور 320 ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی الناصر احمد حاکم ہوا اور ماہِ صفر 323 ہجری میں مر گیا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا المنتخب الحسین تخت پر بیٹھا اور 329 ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی المختار القاسم حاکم ہوا اور شول 344 ہجری میں قتل ہوا۔ بعد ازاں اس کا بھائی الہادی محمد پھر الرشید العباس تخت پر بیٹھا۔ پھر اس کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

فصل

مختصر حال سلطنتِ طبرستانیہ

چھ شخصوں نے یکے بعد دیگرے اس کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی ہے۔ تین تو بنی حسن سے تھے اور تین بنی حسین سے تھے۔ ہشام الداعی الی الحق الحسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسین بن زید بن جواد بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم 250 ہجری تک رہا۔ پھر اِس کا بھائی القائم بالحق محمد خلیفہ ہوا۔ اور 288 ہجری میں قتل ہوا۔ بعد ازاں اس کا پوتا المہدی الحسن بن زید القائم بالحق خلیفہ ہوا۔

فائدہ:- ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ بن عبدک قزوینی نے حدیث بیان کی اور وہ خلف الولید سے روایت کرتے ہیں اور خلف الولید مبارک بن فضالہ سے اور وہ علی بن یزید سے اور وہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے اور عرباض بن ہشیم سے اور وہ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، ہر صدی کے شروع میں کوئی نہ کوئی فتنہ ضرور واقع ہوتا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہماری اسلامی صدی کے شروع میں فتنہ حجاج ہوا اور

دوسری صدی کے شروع میں مامون اور اس کے بھائی کے مابین جنگ ہوئی جس سے بغداد کی تمام خوبیاں خاک میں مل گئیں۔ وہاں کے لوگوں پر مصیبتیں نازل ہوئی اور خلق قرآن کے بارے میں لوگوں کا امتحان ہوا۔ اس امت کے فتنوں سے یہ سب سے بڑا فتنہ تھا۔ اس سے پہلے کسی خلیفہ نے لوگوں کو بدعت کی طرف نہیں بلایا۔

تیسری صدی کے شروع میں فرقہ قرمطیہ کا ظہور ہوا اور بعد ازاں مقتدر کا فتنہ جبکہ اسے معزول کر کے ابن معتز سے بیعت کی گئی اور دوسرے روز پھر مقتدر کو تخت پر بٹھایا گیا۔ بہت سے قاضی اور علماء ذبح کیے گئے۔ اس سے پہلے اسلام میں کوئی قاضی نہیں قتل کیا گیا۔ پھر فتنہ تفرق حکمیہ (یعنی نا اِتفاقی) کے باعث ہوا۔ غیر قومیں ملک پر آ قابض ہوئیں۔ جو ہمارے اس زمانہ تک رہا۔ اسی زمانے میں دولت عبید یہ کا فتنہ برپا ہوا جنہوں نے ہزار ہا علماؤ صلحا کو تہہ تیغ کیا۔

چوتھی صدی میں فتنہ الحاکم برپا ہوا جو شیطان کے حکم سے تھا نہ کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے۔

پانچویں صدی میں فرنگیوں نے شام اور بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تھا۔

چھٹی صدی میں ایسا قحط پڑا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد سے لے کر اب تک کبھی نہیں پڑا تھا اور اسی صدی میں تاتاریوں کا ظہور رہا۔

ساتویں صدی میں فتنہ تاتار ہوا جس سے بڑھ کر کبھی کوئی فتنہ برپا نہیں ہوا جس میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

آٹھویں صدی میں فتنہ تیمور لنگ ہوا کہ جس کے آگے فتنہ تاتار بھی کم تھا۔ اب خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ بہ طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحبہ اجمعین ہمیں نویں صدی کے فتنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے۔ آمین۔ ثم آمین۔

تمت بالخیر